

تفسیر نور
(انعام، انفال، اعراف، مائدہ)

مصنف:
حجتہ اسلام استاد قرآنی

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الاماین الحسینین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

تفسیر نور
مصنف: شیخ محسن قرابتی

سورہ انعام

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾

یہ سورت قرآن مجید کی ۹ ویں سورت ہے کہ جس کی تمام آیات خصوصی اہتمام کے ساتھ مکہ معظمہ میں یکجا نازل ہوئیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں یہ سورت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔

اس سورت کی فضیلت اور اس کی تلاوت کے ذریعہ قضاء حوائج کے بارے میں بہت سی روایات بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص (دو سلاموں کے ساتھ) چار رکعت نماز پڑھے پھر اس سورت کی تلاوت کرے اور اس کے بعد دعا مانگے تو اس کی حاجات پوری ہوں گی۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اطیب البیان)

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾

آیت ۱

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۚ ط ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ابْرَهِيْمَ يَعْذِلُوْنَ﴾ -

ترجمہ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو قرار دیا، پس (ان تمام چیزوں کے باوجود) جن لوگوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا دوسروں کو اپنے پروردگار کے برابر قرار دیتے ہیں۔

ایک نکتہ:

تمام قرآن مجید میں "نور" مفرد (واحد) کے صیغہ کے ساتھ اور "ظلمات" جمع کے صیغہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ کیونکہ حق ایک ہے اور باطل کی راہیں کئی ہیں۔ "نور" وحدت اور توحید کی علامت اور "ظلمات" انتشار اور پراگندگی کی نشانی ہے۔

نکات و پیام:

- ۱۔ اس سورت کی پہلی آیت "نظام کائنات" کی طرف دوسری آیت "تخلیق انسان" کی طرف اور تیسری آیت "انسان کے اعمال و کردار" کے نظام کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔
- ۲۔ وہی ذات ہی کتم عدم سے منصفہ شہود پر لے آتی ہے اور خلق شدہ اشیاء سے بھی نئی قسم کی کیفیات اور جدید قسم کی صورتیں ایجاد کرتی ہے ﴿خلق، جعل﴾
- ۳۔ اصل راہ توحید ہی کی ہے جبکہ شرک ایسا راستہ ہے جو بعد میں پیدا ہوتا ہے ﴿ثم ---﴾
- ۴۔ حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یہ آیت تین قسم کے گمراہ لوگوں کا جواب ہے۔ الف: "مادہ پرستوں" کا جو کائنات کی تخلیق اور حدوث کے منکر ہیں ﴿خلق السماوات ---﴾
- ب: "دوگانہ پرستوں" کا جو "نور" اور "ظلمت" دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مبداء ﴿خالق﴾ کے قائل ہیں۔ ﴿جعل الظلمات﴾ ﴿و النور﴾ ۱
- ج: "مشرکین" کا جو خدا کے شریک اور شبیہ کے قائل ہیں۔ ﴿ثم الذین کفروا برہم یعدلون﴾ ۲

آیت ۲

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا طَوَّاجِلًا مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ مَمْتَرُونَ﴾ -

ترجمہ۔ وہی (خدا ہی) تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی اور مقررہ مدت (کا علم) اسی کے پاس ہے، پھر (اس کے باوجود) بھی تم شک و شبہ کرتے ہو۔

چند نکات:

اس سے پہلی آیت میں آفاق اور آسمان وزمین کے مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ اور زیرِ نسرطیت میں انسانی تخلیق اور اندرونی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بیس (۲۰) سے زیادہ مرتبہ "اجل مسمیٰ" کا تذکرہ ہے۔

خداوند عالم نے انسان کے لئے دو قسم کے زمانوں کو مقرر فرمایا ہے۔ ایک حتمی مدت ہوتی ہے کہ اگر ہر طرح اس کی حفاظت کی جائے پھر بھی جس طرح چراغ کا تیل ختم ہو جانے سے چراغ بجھ جاتا ہے اسی طرح انسانی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اور دوسری مدت زمانی جو خود ہمارے اپنے کردار سے متعلق ہوتی ہے جیسے چراغ میں تیل موجود ہوتا ہے لیکن اسے طوفانی ہواؤں کے رُخ پر رکھ دینے سے جلد بجھ جاتا ہے۔

روایات کی رو سے کچھ اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ عمر کے طولانی ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔ جیسے صلہ رحمی، صدقہ، زکوٰۃ اور دُعا وغیرہ اور کچھ اعمال ایسے ہیں جن سے عمر کوتاہ ہو جاتی ہے جیسے قطع رحمی اور ظلم وغیرہ۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے دو طرح کی "اجل" مقرر فرمائی ہے ایک تو ولادت سے وفات تک اور دوسری وفات سے قیامت تک۔ اور انسان اپنے ہی اعمال و کردار کے ذریعہ بعض اوقات ایک میں کسی کمر کے دوسری میں اضافہ کر دیتا ہے۔ لہذا اجل کی انتہا کسی بھی شخص کے لئے تبدیل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشاد الہی ہے "وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب" یعنی جس کسی کو کوئی عمر ملتی ہے یا اس کی عمر کم ہوتی ہے وہ سب کچھ کتابِ خدا (لوح محفوظ) میں درج ہے۔

پیام:

۱۔ جب کائنات اور عالم انسانیت کی تخلیق اور مقررہ اجل خدا ہی کی طرف سے اور خدا ہی کے ہاتھ میں ہے تو پھر مبدا اور معاد میں اس قدر شک کیوں؟ ﴿ثُمَّ انتم تموتون﴾

۲۔ تمہاری عمر، تمہاری زندگی کی مقررہ مدت تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (مدت عمر، کسی کو معلوم نہیں کیونکہ لفظ "اجلا" نکرہ استعمال ہوا ہے۔)

۳۔ انسان کے لئے دو طرح کی "اجل" ایک مشروط اور تبدیل ہو سکنے والی جسے صرف "اجل" کہا گیا ہے۔ اور دوسری غیر مشروط اور ناقابلِ انتقال و ناقابلِ تغیر جسے "اجل مسمیٰ" سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اگر یہی اجل واقع ہو جائے تو اس میں ایک لمحہ کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

واضح رہے کہ جس طرح قانون سازی کے نظام میں یہ ہوتا ہے کہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر قانون بھی یا تو تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یا انہیں منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح تخلیق کائنات کے نظام میں بھی مصلحت کے تقاضوں کے پیش نظر تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے۔ جسے اصطلاح میں "بدا" کہتے ہیں۔ اور موضوع کو مٹا دیا جاتا ہے۔ سورہ رعد / ۳۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"﴿يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ﴾ -- "یعنی خدا جس چیز کو چاہے مٹا دے اور جسے چاہے برقرار رکھے۔"

۳۔ کہاں خاک کا پتلا اور کہاں خدا کے بارے میں شک و شبہ؟ ﴿من طين - تمترون﴾

آیت ۳

﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِى الْاَرْضِ ط يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾ -

ترجمہ۔ اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ تمہاری چھپی ہوئی اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے، اور جو کچھ تم کماتے ہو (اسے بھی) جانتا ہے۔

ایک نکتہ:

۱۔ چند خداؤں (بارش کا خدا، جنگ کا خدا، صلح کا خدا، زمین اور نباتات کا خدا وغیرہ) جیسے خرافاتی عقیدہ کے جواب میں یہ آیت فرماتی ہے "تمام چیزوں کا اور تمام جگہوں پر صرف ایک ہی خدا ہے۔"

پیام:

۱۔ خداوند عالم کی فرمانروائی کا علاقہ تمام کائنات ہے۔

۲۔ خداوند عالم انسانوں کا خالق ہونے "﴿خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ﴾" کے ساتھ ساتھ ان کے ظاہر و باطن سے بھی آگاہ ہے ﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ﴾

(یعنی خداوند عالم ہر جگہ موجود ہے "مکانی" موجودگی کی بنا پر نہیں بلکہ "علمی"، "قیومی"، "سلطانی" اور کامل "گرفت" کے لحاظ سے)

۳۔ خداوند عالم انسان کے مستقبل سے بھی پوری طرح آگاہ ہے ﴿تَكْسِبُونَ﴾

آیت ۴-۵

﴿وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ - فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ط فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ -

ترجمہ۔ ان کے پاس ان کے رب کی آیات اور نشانیوں میں سے کوئی اور آیت اور نشانی نہیں آئی تھی مگر وہ (اس کی تصدیق اور اس پر ایمان کی بجائے) اس سے منہ پھیر لیتے۔ پس جو نبی ان کے پاس کوئی حق آگیا تو انہوں نے اس کی یقیناً تکذیب کی اور اسے جھٹلایا تو جن (ناگوار اور تلخ) خبروں کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے آئندہ وہ ان کے پاس آکر رہیں گی (اور وہ اپنی تکذیب کی سزا کو پالیں گے)

دونکتے:

اسی سورت کی آیت ۱ اور ۲ میں توحید کی طرف اشارہ ہے اور زیر نظر آیت میں معاد اور نبوت کی طرف۔ آیت میں مذکور "بڑی خبر" سے مراد یا تو فتح مکہ کی خبر ہو سکتی ہے یا پھر جنگ بدر وغیرہ میں مشرکین کی شکست کی خبر۔ (تفسیر مراغی)

پیام:

۱۔ انسان تین مراحل میں پستی کی انتہائی گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔ ۱۔ حق سے روگردانی ۲۔ حق کی تکذیب اور ۳ اس کا مذاق اڑانا۔ ان دونوں آیات میں تینوں مراحل کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

۲۔ ہٹ دھرم شخص کے لئے کسی قسم کی دلیل اور آیت کارگر اور موثر واقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ ہر ایک کو مسترد کر دیتا ہے ﴿آیۃ من آیات ربہم﴾

۳۔ ہٹ دھرم اور کافر لوگ نہ تو کسی بات کو سننے کے روادار ہوتے ہیں اور نہ ہی غور و فکر، تحقیق کرنے کے۔ جو نہی حق بات ان کے سامنے پیش ہوتی ہے فوراً جھٹلا دیتے ہیں ﴿کذبوا بالحق لما جاءہم﴾

۴۔ کفار کا سکون فوراً سلب کر لو ﴿فسوف یاتیہم﴾

۵۔ ادھر مومنین کو تسلی دینی چاہئے کہ جس راستے کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ برحق ہے اور ادھر کفار کو مرعوب کرنا چاہئے کہ تمہیں ناگوار اور کڑوی خبریں سننا پڑیں گی۔

۶۔ ٹھٹھا مذاق اور تمسخر اڑانا کفار کا قدیمی شیوہ ہے ﴿کانوا بہ یستہزون﴾

آیت ۶

﴿الْمَ یَرَوْا کَمَ اَہْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہُمْ مِنْ قَرْنٍ مَکَّکُنْہُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ تُمِکِّنْ لَکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْہُمْ مِدْرَاصًا وَاَوْجَعْنَا الْاَنْہَارَ بَجْرٰی مِنْ تَحْتِہُمْ فَاَہْلَکْنَاہُمْ بِذُنُوبِہِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْہُمْ بَعْدِہُمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ﴾ -

ترجمہ۔ آیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کس قدر بڑی تعداد میں امتوں کو ہلاک کیا؟ حالانکہ ہم نے انہیں زمین میں وہ مقام اور طاقت عطا کی تھی جو تمہیں نہیں دی۔ اور ان پر آسمان (کی بارش) کو پے در پے بڑھایا اور ان کے پاؤں کے نیچے پانی کی نہریں جاری کیں۔ پس ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کیا، اور ان کے بعد دوسری نسل کو پیدا کیا۔

ایک نکتہ

"قرن" ایسی امت کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی مرتبہ ہلاک ہو گئی ہو اور اس سے کوئی بھی شخص باقی نہ رہا ہو۔ (اقرب الموارد) جو لوگ ایک ہی دور میں رہ رہے ہوں انہیں بھی "قرن" کہا جاتا ہے۔ اور عام طور پر ایک نسل ساٹھ سے سو سال تک چلی جاتی ہے۔ اسی لئے ساٹھ یا اسی یا سو سال کو "قرن" کہتے ہیں (تفسیر المیزان اور تفسیر فخر رازی)

پیام

۱۔ دوسروں کی تاریخ اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ (الم یروا) اور یہ قرآن مجید کا ایک تربیتی ایک طریقہ کار ہے کہ واقعی اور سبق آموز داستانیں بیان کرتا ہے۔

۲۔ جو لوگ قدرتی اور خداداد وسائل سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں ان کی سزا ہلاکت اور تباہی ہے۔ ﴿کم اهلکنا﴾

۳۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی سزا دیتا ہے ﴿فاهلکنا ہم﴾

۴۔ اعمال کی خرابی کا موجب خود انسان ہی ہوتا ہے ﴿فاهلکنا ہم بذنوبهم﴾

۵۔ صاحبان اقتدار و دولت یہ نہ سمجھیں کہ دنیا ہمیشہ انہی کے حق میں رہے گی اور وہ دنیا میں رہیں گے، خداوند عالم

انہیں اس دنیا سے اٹھا کر دوسروں کو ان کی جگہ لے آتا ہے ﴿اهلکنا ہم... وانشأنا من بعدهم قرناً اخرین﴾

۶۔ نعمتوں کے زوال اور خوشحال لوگوں کی سرنگونی کی طرف توجہ غفلت دور کرنے کے اسباب میں سے ایک ہے۔

۷۔ اگر اقتدار اور امکانات نیک لوگوں کے ہاتھ میں ہوں تو وہ نماز کو قائم کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے " ﴿ان

مکناہم اقاموا الصلوٰۃ---﴾ " لیکن اگر بے ایمان اور نااہل لوگوں کے ہاتھ میں ہوں تو فساد اور گناہ کرتے ہیں

﴿مکناہم... بذنوبهم﴾

۸۔ " ﴿ارسلنا من السماء﴾ " (آسمان سے بھیجا) کی بجائے فرمایا " ﴿ارسلنا السماء﴾ " (آسمان کو تمہارے لئے

بھیجا) جس سے خداوند عالم کے لطف و کرم کی انتہا معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ مادی وسائل و امکانات خدائی قہر و غضب سے مانع نہیں ہوتے ﴿مکناہم... اهلکناہم﴾ ۳

۱۰۔ مادی وسائل اور امکانات ہمیشہ اور ہر جگہ کامیابی کی دلیل نہیں ہوتے۔ ۳-

۱۱۔ گناہوں کی وجہ سے ہلاکت اور تباہی، ایک قانون قدرت ہے جو کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے

ارشاد باری ہے "فکلوا اخذنا بذنہ" یعنی ہم نے سب کو ان کے گناہوں کی وجہ سے اپنی گرفت میں لے لیا۔

(عنکبوت / ۳۹)

۱۲۔ موت دو طرح کی ہوتی ہے ایک طبعی جو "اجل" آجانے کے ساتھ واقع ہوتی ہے اور دوسری غیر طبعی جو خدائی قہر

و غضب اور اچانک حادثات کی وجہ سے واقع ہوتی ہے ﴿بذنوبهم﴾

آیت ۷

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسْتُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ -

ترجمہ۔ اور (ہٹ دھرم اور ضدی کفار تو بہانوں کی تلاش میں رہتے ہیں) حتیٰ کہ اگر کوئی ہم کوئی تحریر کسی کاغذ میں تمہاری طرف نازل کرتے جسے وہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ مس کرتے پھر بھی کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ تو جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

چند نکات:

کچھ مشرکین کہتے تھے کہ ہم اس وقت ایمان لائیں گے جب ایک کاغذ پر کوئی تحریر فرشتے کے ذریعہ ہمارے پاس آئے۔ لیکن یہ سب ان کی جھوٹی باتیں ہیں اور ان کے بہانے ہیں۔ "قرطاس" اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز لکھی جائے خواہ وہ کاغذ ہو یا لکڑی، چمڑا ہو یا پتھر۔ لیکن موجودہ دور میں کاغذ کو "قرطاس" کہتے ہیں۔

آنکھوں کے ساتھ دیکھے جانے والے معجزات کے بارے میں ممکن ہے کہ بہانہ کی تلاش میں لگے رہنے والے یہ لوگ یہ کہیں کہ ہماری آنکھوں اور ہماری نگاہوں کو الٹ پھیر کر دیا گیا ہے (قرآن مجید کے بقول وہ کہیں گے "سکرت ابصارنا لیکن یہ لوگ اگر انہیں اپنے ہاتھوں کے ساتھ چھولیں تو بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

پیام:

۱۔ جب مقصد ہی ضد اور ہٹ دھرمی ہو تو پھر کوئی بھی دلیل اور برہان بے فائدہ ہوتی ہے حتیٰ کہ محسوسات (ہاتھوں وغیرہ سے چھوئی جانے والی چیزوں) کا بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ "جادو" ایک ایسا موثر حربہ تھا جسے مشرکین، حضرت رسول خدا کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔

آیت ۸

﴿وَقَالُوا لَوْ لَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَاً لَوْ لَوْ ضِیِّ الْأَمْثَلِ لَا يُنْظَرُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور (بہانہ جو کفار نے) کہا (محمد، اللہ کا رسول ہے تو پھر) اس پر کوئی (ایسا) فرشتہ نازل کیوں نہیں ہوا (جسے ہم دیکھتے) اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو یقیناً بات ختم ہو جاتی۔ اور اس وقت کسی قسم کی مہلت نہ دی جاتی (اگر فرشتے کے آنے کے باوجود بھی وہ ہٹ دھرمی سے کام لیں گے تو فوراً سب لوگ سزا کے مستحق قرار پائیں گے)

ایک نکتہ:

جس قسم کے فرشتے کا کفار نے مطالبہ کیا ہے اگر وہ انسانی صورت میں ہو تو پھر اسی پیغمبر کی مانند ہو گا اور اگر اپنی حقیقی صورت میں جلوہ نمائی کرے گا تو یہ لوگ اس کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اسے دیکھتے ہی ان کی جان نکل جائے گی۔ (تفسیر قرطبی از ابن عباس اور تفسیر فخر رازی اور تفسیر نور الثقلین)

پیام:

۱۔ استکبار کا شیطانی شیوہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان اپنے جیسے بشر کی پیروی کرے (اسی لئے کبھی تو کہتے تھے کہ "انبیاء کس لئے ہماری طرح کھانا کھاتے، بازاروں میں چلتے اور ہمارے جیسے لباس پہنتے ہیں؟ کبھی ایک دوسرے سے کہتے تھے: اگر اپنے جیسے بشر نبی کی اطاعت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے" جیسا کہ قرآن کہتا ہے "﴿وَلئن اطعتم بشر امثلکم انکم اذاً لخاسرون﴾")

۲۔ خدائی طریقہ کار یہی چلا آ رہا ہے کہ اگر لوگ معجزہ طلب کریں اور وہ انجام بھی پا جائے اور پھر وہ اس کا انکار کریں تو پھر ان کی ہلاکت اور بربادی یقینی ہو جاتی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر مراغی)

۳۔ خدائی دعوت کا انداز یہ ہے کہ مکمل آزادی، سوچ و بچار سے کام لینے، انتخاب اور مہلت دینے کی بنیاد پر ہوتا ہے، دوسرے طریقے سے معجزہ کا تقاضا (جیسے فرشتے کا نزول یا آسمان سے ماندہ کا بھیجنایا پہاڑ کے اندر سے اونٹنی کے باہر نکالنے کا مطالبہ) انتخاب کی مہلت اور فرصت کو ختم کر دیتا ہے اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ یا تسلیم کر کے مسلمان بن جاؤ یا پھر ہلاکت کا انتظار کرو ﴿لقضی الامر﴾

آیت ۹

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا الْجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ﴾ -

ترجمہ۔ حتیٰ کہ اگر ہم (تمہارے لئے پیغمبر) کسی فرشتے کو قرار دیتے تو پھر بھی یقین کے ساتھ اسے مرد کی ہی صورت میں بناتے اور جس شبہ کے ساتھ اب وہ حق کو چھپاتے ہیں اسی طرح ہم ان کے لئے چھپا دیتے۔

دونکتے:

انسان کے لئے اگر فرشتہ نمونہ عمل ہوتا تو پھر ایسے انسانوں کے لئے کیونکر نمونہ عمل قرار پاتا جو غریزوں کے طوفان میں گھرے ہوئے ہیں اور خوراک و خواہشات نفسانی کے سمندر میں غرق ہیں۔
ہو سکتا ہے کہ آیت کا اسی طرح معنی ہو "اگر پیغمبر، فرشتہ ہوتا تو بھی اسے مرد کی صورت میں ظاہر ہونا چاہئے تھا کہ جسے لوگ دیکھ سکیں۔ اور یہ بات لوگوں کے شک و شبہ میں پڑ جانے کا موجب ہوتی کہ آیا یہ انسان ہے یا فرشتہ؟ ﴿للبسنا علیہم﴾

پیام

- ۱۔ لوگوں کو دعوت دینے اور ان کی تربیت کرنے کے لئے ایسے لوگوں کو نمونہ کے طور پر پیش کرنا چاہئے جو دعوت اور عمل میں پیش قدم ہوتے ہیں۔ ﴿لجعلناہ رجلا﴾
- ۲۔ پیغمبر، مرد ہونا چاہئے ﴿لجعلناہ رجلا﴾
- ۳۔ خدائی طریقہ کار حکمت پر مبنی ہوتا ہے ہر کہ و مہ کی خواہشات کے مطابق تبدیل نہیں ہو سکتا۔

آیت ۱۰

﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالذِّينِ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) یقیناً تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا تھا ان پر عذاب نازل ہوا۔

ایک نکتہ:

یہ آیت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تسکین اور تسلی ہے کہ ایک تو یہ کہ تمام سابق انبیاء کا مذاق اڑایا گیا "﴿مَآيَا تِيهَم مِّن رَّسُولِ الْاِكَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ﴾" اور دوسرے یہ کہ صرف اضروی عذاب ہی انہیں نہیں ملے گا۔ دنیا میں بھی مذاق اڑانے والوں پر خدائی قہر و غضب نازل ہوا اور ان کی خطرناک سازشیں خود ان کے لئے وبال جان بن گئیں۔ "﴿وَلَا يَحِيْقُ مَكْرَ السَّيِّءِ اِلَّا بَاهِلَهٗ﴾"

پیام

- ۱۔ دوسروں کی مشکلات اور ان کے صبر کو یاد کرنے سے، انسان کے صبر میں اضافہ ہوتا ہے، اور مبلغ دین کو مخالفین کی مسخرہ بازی اور مذاق اڑانے سے دل تنگ نہیں ہونا چاہئے۔
- ۲۔ استہزاً اور ٹھٹھا مذاق دشمن کی نفسیاتی جنگ کا ایک حصہ ہے جس سے خدائی رہبروں کے حوصلے پست کرنا مقصود ہوتا ہے۔
- ۳۔ مسخرہ بازی کرنے والے انجام کار خود ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور یہی مذاق بازی خود انہی کو اپنی پلیٹ میں لے لیتی ہے ﴿حَاقٌ بِالذِّينِ سَخِرُوا﴾
- ۴۔ استہزایا مسخرہ بازی کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے کہ جس پر عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔
- ۵۔ دوسری ایذا رسانیوں پر خداوند عالم مہلت دے دیتا ہے کہ شاید توبہ کمر لیں لیکن زبان کے ساتھ زخم پہنچانے اور انبیاء کا مذاق اڑانے پر فوری سزا مل جاتی ہے ﴿فَحَاقٌ﴾ میں "فا" کی دلیل کے ساتھ۔

آیت ۱۱

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾

ترجمہ۔ کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

ایک نکتہ

قرآن مجید میں چھ مرتبہ "سیروانی الارض" کے تحت زمین میں چلنے پھرنے کا حکم آیا ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غیر مسلمین نے ہم سے زیادہ اس حکم پر عمل کیا ہے۔ اور اسلامی ممالک کی ایک ایک بالشت زمین چھان ماری ہے اور مسلمانوں کے قدرتی وسائل، معدنی ذخائر، قوت اور کمزوری کے نقاط، تہذیبی، ثقافتی اور علمی آثار، خطمی اور قلمی کتابوں اور ان کے علوم و فنون سے آگاہ ہو کر انہیں لوٹ لے گئے اور مسلمان خواب غفلت میں پڑے رہے اور اب تک غفلت کی میٹھی نیند سوتے ہوئے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ معلوماتی، عبرت انگیز اور سبق آموز سفر قابل ستائش اور مستحسن ہوتے ہیں ﴿سیروا﴾ (ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی)
- ۲۔ حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی شکست اور ہلاکت یقینی ہے اگر شک ہو تو ان کی تاریخوں کو پڑھنے یا پھر سفر کر کے باقی ماندہ آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور عبرت حاصل کیجئے۔
- ۳۔ چند روزہ جلوہ نمایاں کسی قسم کی اہمیت کی حامل نہیں ہیں اصل چیز انجام ہے ﴿عاقبۃ المکذبین﴾

آیت ۱۲

﴿قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلْ لِلّٰهِ ط كَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃ ط لِيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ

فِيہِ ط الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کس کے لئے ہے؟ کہہ دو کہ خدا ہی کے لئے ہے کہ جس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دے دیا ہے۔ وہ یقیناً تمہیں قیامت کے اس دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں

ہے۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے (اور رشد و ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اپنی استعداد کو ضائع کر کے پستی میں چلے گئے ہیں) وہی ایمان نہیں لائیں گے۔

چند نکات:

"﴿کتاب علی نفسه الرحمة﴾" یعنی اس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دے دیا ہے کا جملہ پورے قرآن میں دو مرتبہ آیا ہے اور وہ بھی اسی سورت میں کہ ایک تو اسی آیت میں اور دوسرا آیت ۵۴ میں۔

"﴿لاریب فیہ﴾" یعنی جس میں کوئی شک نہیں ہے کا جملہ ایک تو قرآن مجید کے بارے میں آیا ہے اور دوسرے قیامت کے متعلق۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں اسی طرح اپنی ذات کے لئے بھی وظائف مقرر کئے ہیں، جن میں سے ایک وظیفہ "ہدایت کرنا ہے"، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "﴿ان علینا للہدی﴾" یعنی ہم پر ہدایت کرنا لازم ہے۔ ایک "رزق دینا ہے" چنانچہ فرماتا ہے "﴿علی اللہ رزقہا﴾" یعنی رزق و روزی دینا خدا کے ذمہ ہے۔ ایک "لطف اور رحم کرنا ہے" چنانچہ فرماتا ہے "کتاب علی نفسه الرحمة" یعنی اس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دے دیا ہے۔ البتہ رحمت الہی کے حصول کی شرط بندگانِ خدا پر رحم کرنا ہے۔ حدیث مبارک ہے کہ "من لایرحم لایرحم" یعنی جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر فی ظلال القرآن) رحمتِ خداوندی کی کوئی حد نہیں ہے، جبکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "رحمتِ خداوندی (گویا) سو درجہ کی ہے جن میں سے ایک درجہ دنیا میں ہے اور قیامت کے دن تمام سو درجوں کے ساتھ اپنے بندوں کے ساتھ برتاؤ کرے گا" (تفسیر ظلال القرآن اور تفسیر آلوسی)

استدلال اور دلائل سے کام لینے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع کرنا۔ اولیاء اللہ یعنی انبیاء اور ائمہ کی بجائے طاغوت کی پیروی کرنا، ایمان لانے اور آخرت کو مد نظر رکھنے کی بجائے کفر اختیار کرنا اور نور کے آگے سر جھکانے کی بجائے نار کو اختیار کرنا کفار کے لئے بہت بڑے خسارے کا سودا ہے۔

پیام:

۱۔ تبلیغ کے طریقہ کاروں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سوال اور جواب کی روش کو اپنایا جائے خواہ کسی ایک فرد کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔ ﴿قُلْ لِمَنْ قُلُوبُ اللَّهِ﴾

۲۔ کائنات کا وجود رحمت خداوندی کا مہون منت ہے اور رحمتِ الہی ہر چیز پر اور ہر جگہ حاوی ہے ﴿کَتَبَ عَلَي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ۲

۳۔ جس طرح خدا پر ایمان کے آثار (جیسے ہوا، بارش، روز و شب اور نباتات وغیرہ رحمت ہیں اسی طرح معاد (قیامت) بھی رحمت ہے ﴿لِيَجْمَعَنَّكُمْ﴾

آیت ۱۳

﴿وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الْبَيْتِ وَالنَّهَارِطِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ -

ترجمہ۔ اور اسی ہی کے لئے ہے وہ چیز جو رات اور دن میں سکون پاتی ہے اور وہی سننے اور جاننے والا ہے۔

ایک نکتہ:

رات اور دن ایک گہوارے کی مانند ہیں جو انسانوں اور دوسری چیزوں کو اپنے دامنِ راحت میں لئے ہوئے ہیں انہی سے انہیں سکون نصیب ہوتا ہے، کچھ چیزیں ایسی ہیں جو رات کو آرام کرتی ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو دن میں سکون کرتی ہیں۔ ظاہر اور باطن کو وہی ذات ذوالجلال ہی جانتی ہے۔

پیام:

۱۔ ایک تو کائنات کا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے (ولہ ما سکن) دوسرے اس نظام پر کنٹرول بھی اسی کے پاس ہے

﴿هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

آیت ۱۴

﴿قُلْ أَعَىٰ رَ اللّٰهُ اتَّخَذُوا۟ وُلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ
اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ -

ترجمہ۔ کہہ دو (اے پیغمبر!) آیا میں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے خدا کے علاوہ کسی اور کو اپنا سرپرست بناؤں جو دوسروں کو تو طعام اور روزی دیتا ہے اور خود طعام سے بے نیاز ہے۔
کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (اس کا) سب سے پہلا فرمانبردار بنوں! اور (اے پیغمبر!) تم مشرکین میں سے ہرگز نہ بننا۔

دونکتے:

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اہل مکہ کے کچھ افراد نے رسول خدا کو یہ پیش کش کی "چونکہ، آپ نے غربت کی وجہ سے بتوں سے دوری اختیار کی ہوئی ہے لہذا ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ آپ کو مکمل طور پر بے نیاز کر دیں اور آپ ہماری مخالفت سے باز رہیں۔"
چونکہ خداوند عالم انسانیت کا خالق اور رازق ہے اور وہی سب کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے لہذا اسی کی ہی عبادت کرنی چاہئے اور اسی کو اپنا سرپرست تسلیم کرنا چاہئے۔

پیام:

۱۔ تبلیغ کے عمدہ طریقہ کاریں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دلیل کو فریق مخالف سے سوال کے قالب میں ڈھال کر پیش کرنا چاہئے (قل اغیر اللہ)

۲۔ ولایت اور سرپرستی اسی کو چھتی ہے جو خالق بھی ہے اور رازق بھی۔ ﴿فاطر - يُطْعِمُ﴾

۳۔ خداوند عالم کے علاوہ دوسری مخلوق اور خود ساختہ معبود اسی کے محتاج ہیں ﴿لَا يُطْعِمُ﴾

۴۔ رہبر کو سب سے پہلے آئین کی پابندی کرنی چاہئے اور اخلاص و تسلیم کے اعلیٰ درجہ کا حامل ہونا چاہئے ﴿اول من

اسلم﴾

۵۔ اقتصاد اور خوراک جس کے قبضہ میں ہوتے ہیں ولایت اور تسلط بھی اسی کو حاصل ہوتا ہے ﴿ولیا - يُطْعِمُ﴾

۶۔ غیر اللہ کی ولایت کو تسلیم کرنا شرک ہے ﴿أَغْيِرَ اللَّهُ... لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

۷۔ خدا کے اوامر و نواہی عقل اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ خدا کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری کا امر اور شرک سے نہی اس لئے ہے کہ عقلی طور پر خالق کی فرمانبرداری کرنا حق ہوتا ہے اور اس کے غیر کی اطاعت باطل ہوتی ہے۔

آیت ۱۵

﴿قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ -

ترجمہ۔ کہہ دو کہ اگر یقیناً میں بھی اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی بہت بڑے دن کے عذاب سے بہت خطرہ ہے۔

ایک نکتہ:

خوف اور خطرہ دو طرح کا ہوتا ہے۔

الف: پسندیدہ جیسے عذاب الہی کا خوف

ب: ناپسندیدہ جیسے جہاد سے ڈرنا

پیام:

۱۔ قانون الہی سب کے لئے یکساں ہے حتیٰ کہ پیغمبر خدا بھی اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں۔

۲۔ اولیاء اللہ (انبیاء و ائمہ) کا خوف، خدا کے قہر و غضب سے ہوتا ہے نہ کہ عوام اور طاغوتوں سے۔

۳۔ خوف ایک ایسا عامل ہے جو گمراہی اور خطا کاری سے روکے رکھتا ہے۔

۴۔ لوگوں کی طرف سے دنیوی لالچ اور طمع کی پیشکش کے موقع پر قیامت کے دن کے حساب کتاب کو پیش نظر رکھنا

چاہئے۔ (آیت کے شان نزول کے پیش نظر)

۵۔ جب اس بات کی اتمام حجت ہو گئی کہ خداوند عالم خالق بھی ہے اور رازق بھی اور شرک سے بھی اس نے منع فرمایا ہے، تو پھر اس کے فرمان کی خلاف ورزی عذاب کا موجب ہوگی۔

آیت ۱۶

﴿مَنْ يُصِرْفَ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ط وَذَلِكَ الْقَوْمُ الْمُبِينُ﴾ -

ترجمہ۔ اس دن جس سے بھی عذاب الہی اٹھایا جائے گا تو یقیناً اس پر خدا کی رحمت ہوگی اور یہی کھلم کھلا اور واضح کامیابی ہے۔

ایک نکتہ:

حضرت رسول خدا نے (ایک دن) ارشاد فرمایا: "اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے بہشت میں نہیں جائے گا" لوگوں نے سوال کیا: "یا رسول اللہ! آپ بھی؟" فرمایا: "میں بھی! مگر یہ کہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہوگی" پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو سر پر رکھ کر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر نور الثقلین)

پیام:

- ۱۔ ہر شخص کو خطرات کا سامنا ہے اور عذاب الہی کو خدا کے خصوصی لطف و کرم سے دور کیا جا سکتا ہے۔
- ۲۔ صرف خداوند کریم کی رحمت ہی اس کے قہر و غضب کو روک سکتی ہے، ہمارے اعمال اور اولیاء اللہ کی شفاعت بھی اسی رحمت کا پر تو ہیں۔
- ۳۔ قہر خداوندی سے نجات ہی کامیابی کہلاتی ہے۔

آیت ۱۷

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ط وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ -

ترجمہ۔ اگر خداوند عالم (آزمائش اور پروان چڑھانے کے لئے یا اعمال کی سزا کے طور پر) تمہیں کسی نقصان سے دوچار کر دے تو اس کے بغیر کوئی بھی اسے دور نہیں کر سکتا، اور اگر (لطف و کرم کی بنا پر) تمہیں کوئی فائدہ پہنچائے تو وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

پیام

- ۱۔ تمام امیدیں بھی خدا سے وابستہ رکھنی چاہئیں اور ہر قسم کا خوف بھی خدا ہی سے کرنا چاہئے ﴿...الاهو﴾
- ۲۔ تمام امور کا سرچشمہ اور منبع صرف ایک ہی ہے ایسا نہیں ہے کہ بھلائیاں کسی اور کی طرف سے اور برائیاں کسی دوسرے کی طرف سے ہوتی ہیں۔ (البتہ ان کا موجب خود انسان کو ہوتا ہے۔ از مترجم)
- ۳۔ خدائی قوانین میں استثنا کی گنجائش نہیں ہوتی، حضرت رسول خدا کو بھی تلخ اور شیریں حوادث میں خدا سے متوسل ہونا پڑتا ہے۔

آیت ۱۸

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ط وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾ -

ترجمہ۔ اور خداوند عالم اپنے بندوں پر مکمل اقتدار اور تسلط رکھتا ہے اور وہی حکیم اور آگاہ ہے۔

دونکات

۱۴ ویں آیت میں خدا کا خالق اور رازق ہونا بیان کیا گیا ہے، ۱۵ ویں آیت میں خدا کے قہر و غضب اور قیامت کو بیان کیا گیا ہے ۱۶ ویں آیت میں قہر و غضب سے نجات اور خدا کی رحمت کا تذکرہ ہے، سترھویں آیت میں مشکلات کا حل اور نیکیوں تک رسائی کی صورت کا ذکر ہے اور اس آیت میں خداوند قہار کی قدرت مطلقہ کو بیان کیا گیا ہے۔

اگر کچھ لوگ عوام الناس کی جہالت، ان کے تفرقہ و انتشار اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند روز ان پر مسلط ہو جائیں تو اس سے خدا کی قہاریت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور خداوند عالم کی قہاریت ان کی اس بساط کو پلیٹ کر رکھ دیتی ہے اور اپنے علم و حکمت کے تحت اپنی قدرت اور قہاریت کو کام میں لاتی ہے۔

پیام

- ۱۔ اے اللہ کے رسول! آپ لوگوں سے ہرگز نہ گھبرائیں کیونکہ خدا کی قدرت تمام قدرتوں سے بالاتر ہے ﴿ہوالقاهر﴾
- ۲۔ خدا کی قدرت اور قہاریت حکمت اور علم کے تحت ہوتی ہے ﴿الحکیم الخبیر﴾

آیت ۱۹

﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ط
أِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرِي ط قُلْ لَا أَشْهَدُ ج قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ -

ترجمہ۔ کہہ دو کہ بہت بڑا شاہد اور گواہ کون ہے؟ کہو خدا ہی ہے جو میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر وحی ہوا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور ہر اس شخص کو ڈراؤں کہ جن پر قرآن اور پیغام پہنچا ہے۔ آیا تم گواہی دیتے ہو کہ معبود حقیقی کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہیں؟ کہہ دو کہ میں گواہی نہیں دیتا، کہہ دو کہ صرف وہی خداوند یکتا ہے اور میں یقیناً اس سے بری ہوں جس کے ذریعہ تم شرک کرتے ہو۔

چند نکات

مشرکین مکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی رسالت کی گواہی طلب کرتے تھے اور آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ: "یہود و نصاریٰ بھی آپ کو نبی نہیں مانتے" یہ آیت خدا اور اس کی نصرت کے الہام کا پیغام لئے، اسلام کی غربت کے دور میں روشن مستقبل کی خوشخبری سن رہی ہے اور شرک سے بیزاری اور برائت کا اظہار کر رہی ہے۔

ایک سطر سے بھی کم مقدار میں تین مرتبہ توحید کا اعلان اور شرک سے برائت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ﴿لا اشهد، الہ واحد، بری مما تشرکون﴾

(حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ) آنحضرت کا ارشاد گرامی ہے "جس شخص تک قرآن پہنچ گیا گویا میں نے اسے

دیکھ لیا" ﴿من بلغ﴾

پیام

۱۔ دوسرے معجزوں، غیبی امدادوں اور دشمن کی چالوں کو ناکام بنانے کے علاوہ قرآن پاک بھی پیغمبر اسلام کی رسالت کا بہت بڑا گواہ ہے ﴿ہذا القرآن﴾

۲۔ خود پیغمبر خدا کے زمانہ ہی میں قرآن مجید ایک کتاب کے عنوان سے پہچانا جاتا تھا اور "ہذا" کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا ﴿ہذا القرآن﴾

۳۔ لوگوں کے ساتھ "انذار" (ڈرانے) کے انداز میں بات کرنا زیادہ موثر ہوتا ہے ﴿لانذرکم﴾۔

۴۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عالمی، جاویدانی، تمام رنگ و نسل کے لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے ﴿لانذرکم و من بلغ﴾

۵۔ چونکہ تبلیغ کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے لہذا اس کے ساتھ مبلغین کا ہونا بھی ضروری ہے پس خدا کی امامت اور رہبری کا قرآن کے ساتھ تا ابد ہونا لازمی ہے (تفسیر صافی، اصول کافی منقول از امام جعفر صادق)

۶۔ غفلت، سہو و نسیان، بھول چوک اور محدودیت انسان کی خبرگیری کی قدرت کو بھی کم کر دیتی ہے اور اس کے گواہ بننے کی طاقت کو بھی اور چونکہ خداوند عالم عوارض سے پاک اور منزہ ہے لہذا وہ سب سے بڑا شاہد ہے (اکبر شہادۃ قل اللہ)

۷۔ آسمانی رہبر کے لئے لازمی ہے کہ اس میں یہ چیزیں ضروری پائی جائیں۔ ۱۔ ہدف اور مقصد پر پختہ ایمان ﴿او حی الیٰ ہذا القرآن﴾ ۲۔ مستقبل سے وابستہ امید ﴿ومن بلغ﴾ ۳۔ پختگی عزم ﴿قل لا اشدھد﴾ اور ۴۔ شرک سے برائت اور دوری ﴿اننی بری مما تشرکون﴾

۸۔ عام طور پر انسان میں دفع ضرر کی خواہش، حصول منفعت کی خواہش سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے، لہذا خداوند عالم نے بھی قرآن مجید میں جہاں بہت سی خوشخبریوں سے نوازا ہے وہاں پر ڈرانے پر کافی زور دیا ہے ﴿لانذرکم﴾ (جبکہ دوسری آیات میں کہیں فرمایا: "ان انت الانذیر" یعنی اے پیغمبر! آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں (فاطر/۲۳) کہیں پیغمبر کی زبانی فرمایا: ﴿انما انا نذیر مبین﴾ "یعنی میں تو بس کھلم کھلا ڈرانے والا ہی ہوں (عنکبوت/۵۰)

۹۔ مشرکین خدا کو پہچانتے تھے اسی لئے تو قرآن کہتا ہے ﴿اللہ شہید﴾

۱۰۔ "انما هو الہ واحد" یعنی خداوند تو تنہا معبود ہی ہے کی مناسبت سے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو وہ بھی اپنے رسول بھیجتا" (نہج البلاغہ)

آیت ۲۰

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَ ۙ هُمْ الَّذِينَ حَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ -

ترجمہ۔ جن (یہود و نصاریٰ) کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ ان (محمد مصطفیٰ) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں (سابقہ انبیاء اور گزشتہ آسمانی کتابوں کی بشارتوں کو آنحضرت کے مطابق دیکھتے ہیں لیکن تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں) تو جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہی ایمان نہیں لے آتے۔

چند نکات:

اسی آیت سے ملتی جلتی سورہ بقرہ کی ۱۴۶ ویں آیت ہے۔

توریت و انجیل میں ایک تو سرکار رسالت مآب کا اسم گرامی اور ان کی نشانیاں موجود تھیں اور اہل کتاب کے علماء آنجناب کی "نبی موعود" کے نام سے لوگوں کو خبر دیا کرتے تھے اور دوسرے آپ کے اور آپ کے دوستوں کے اخلاق و صفات ان کتابوں میں موجود تھے چنانچہ ارشاد پروردگار ہے "﴿محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم... ذالک مثلہم فی التورۃ﴾" پس بنا بریں آنحضرت کے ساتھیوں اور دوستوں کی صفات تک کو بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

اولاد کی پہچان، حقیقی پہچان ہے اور قدیم الایام سے چلی آرہی ہے، اس لئے کہ انسان اولاد کو ان کی پیدائش کے وقت مقام پیدائش کی خصوصیات اور انداز ولادت وغیرہ سے اچھی طرح جانتا ہے۔ جبکہ بہن بھائیوں اور ماں باپ کی شناخت کے لئے کئی مہینے درکار ہوتے ہیں اور زن و شوہر کی پہچان، ازدواج کے بعد ہوتی ہے۔ اسی لئے خداوند عالم فرماتا ہے "وہ پیغمبر خدا کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں" یعنی مکمل طور پر اور اچھی طرح سے۔

۱۔ پیغمبر خدا کی معرفت اس حد تک ہونی چاہئے کہ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہ ہو۔ ﴿کَمَا يَعْرِفُونَ
ابنائہم﴾

۲۔ صرف پہچان اور علم ہی انسان کے لئے باعث نجات نہیں ہے، کیونکہ بہت سے خدا شناس، پیغمبر شناس اور
دین شناس ایسے ہیں جو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہیں ﴿الذین خسروا انفسہم﴾

۳۔ حق پوشی، خسارت اور نامرادی ہے ﴿خسروا انفسہم﴾

آیت ۲۱

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے یا آیات خداوندی کو جھٹلاتا ہے، یقیناً ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔

دونکات:

تقریباً پندرہ مرتبہ قرآن مجید میں "ومن اظلم" کا جملہ استعمال ہوا ہے۔ جو یا تو خدا پر بہتان باندھنے یا لوگوں کو مسجد سے روکنے اور یا پھر گواہی اور حق کو چھپانے کے سلسلہ میں ذکر ہوا ہے۔ جس سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ ثقافتی اور تعلیمی ظلم اور لوگوں کی معلومات کو پروان چڑھنے اور علم و فہم کے ترقی کرنے سے روکنا معاشرہ اور اجتماع پر بہت بڑا ظلم ہے۔

پتھر اور لکڑی کو خدا کے ہم پلہ قرار دینا، خدا پر ظلم ہوتا ہے اور مذکورہ اشیاء کی پرستش انسانیت پر ظلم ہوتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ مظلوم جس قدر زیادہ قابلِ عزت اور زیادہ مقدس ہوگا ظلم کا خطرہ اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اسی لئے خدا پر ظلم، خانہ خدا پر ظلم، ذات اقدس الہی پر افترا پردازی بدترین ظلم کے زمرے میں آتے ہیں۔ ﴿ومن اظلم﴾
- ۲۔ انسانیت کے افکار و اذہان اور تعلیم و ثقافت پر ظلم، بدترین ظلم ہوتا ہے۔ شرک، خدا کی ذات پر افترا پردازی، نبوت کا جھوٹا دعویٰ، بدعت، تفسیر بالرائے اور حق کی پردہ پوشی ان سب کا شمار ظلم میں ہوتا ہے۔

آیت ۲۲

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَائِكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ -

ترجمہ: اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر مشرکین سے کہیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کے بارے میں تمہیں خدائی کا گمان تھا؟

چند نکات:

گذشتہ آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ جو ظالم لوگ افترا پردازی، تکذیب اور حق پوشی سے کام لیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ کامیاب وہ شخص ہوگا جس کے پاس قیامت کے لئے جواب ہوگا۔ جبکہ قیامت کے دن تمام مشرکانہ خیالات مٹ جائیں گے۔

" ﴿جميعاً﴾ " کے کلمہ سے مراد یا تو تمام لوگ ہیں یا مشرکین اور بت ہیں، کیونکہ ایک اور آیت میں ارشاد ہو رہا ہے " ﴿احشروالذین ظلموا وازواجهم وماکانو یعبدون﴾ " اس آیت میں لوگوں کے زندہ ہونے، ان کے زن و مرد کے جوڑوں اور ان کے معبودوں کے زندہ ہونے اور محشور ہونے کے بارے میں خطاب ہے۔

آیت میں اگرچہ شرک کو بیان کیا گیا ہے، لیکن جو لوگ حقیقی اولیاء اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کرتے ہیں یا اولیاء اللہ سے مخالفت کرتے ہیں وہ بھی ایک طرح کے مشرک ہیں۔ جب کہ "زیارت جامعہ" کے الفاظ ہیں "ومن خالفکم مشرک" اور ایک حدیث میں ہے کہ "الرادعلینا کالراد علی اللہ والراد علی اللہ فی حد الشرک" یعنی جو شخص ہمارے کلام اور ہمارے طریقہ کار کا انکار کرے گا وہ ایسے ہے جیسے کلام خدا کا انکار کرے اور ایسا شخص مشرک کی مانند ہے۔

پیام:

- ۱۔ خدا کے علم اور اس کی قدرت کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ کوئی ایک بھی فراموش نہیں ہوگا سب کے سب بارگاہِ الہی میں پیش ہوں گے۔ ﴿جميعاً﴾
- ۲۔ قیامت کے دن کی عدالت کھلی عدالت ہوگی۔ ﴿نحشرهم جميعاً ثم نقول﴾
- ۳۔ شرک تو بس ایک خیالِ محض ہے۔ ﴿تزعمون﴾
- ۴۔ ہر قسم کے عقیدہ، عشق و عبادت سے پہلے قیامت کے دن کی جواب دہی کے لئے تیاری کرنی چاہیے۔ ﴿ابن شرکاً وکم﴾

آیت ۲۳-۲۴

﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ - أَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ -

ترجمہ: پس (بتوں کے فریفتہ مشرکین کے لئے) کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا ہمیں اپنے رب، خدا کی قسم ہم مشرکین نہیں تھے۔
دیکھو تو سہی کہ مشرکین اپنے نقصان کے لئے کیونکر جھوٹ بولتے (اور اپنے شرک کا انکار کرتے) ہیں اور جو وہ خدا پر جھوٹ باندھتے تھے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

دونکات:

اس آیت میں "فتنہ" کا معنی بتوں اور شرک سے فریفتگی ہے یا "معذرت" کے معنی میں ہے۔
دروغ گو اپنی ہی عادت کے مطابق قیامت کے دن بھی جھوٹ بولیں گے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔ "﴿يَوْمَ يَعْتَنَهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ﴾" یعنی جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ اٹھائے گا اور وہ خدا کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ اپنی کسی بات پر قائم ہیں۔
حضرت علی علیہ السلام اسی آیت کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں "اس جھوٹ کے بعد ان کے لبوں پر مہر لگا دی جائیگی اور ان کے دوسرے اعضاء حق بات بیان کریں گے"

پیام:

- ۱۔ جھوٹ بولنے کی عادت قیامت میں بھی ظاہر ہوگی۔ ﴿وَاللَّهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾
- ۲۔ خدائی عدالت میں نہ تو جھوٹ کام آئے گا اور نہ ہی قسم۔ ﴿ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾
- ۳۔ قیامت کے دن، مشرکین اپنے افکار اور عقائد سے اظہار برائت کریں گے۔ ﴿مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾
- ۹؛ (یہ اور بات ہے کہ قیامت کے دن شرک سے بیزاری ان کے لئے کارآمد نہیں ہوگی)

۳۔ قیامت اس قدر حتمی اور یقینی ہے گویا اس وقت موجود ہے۔ ﴿انظر﴾ فرمایا ہے "سننظر" نہیں فرمایا)

۵۔ خدا کے علاوہ دوسرے تمام سہارے نابود ہو جائیں گے۔ ﴿ضل عنہم﴾

۶۔ خدا کے علاوہ دوسرے تمام سہارے صرف خیال ہی خیال ہیں۔ ﴿یفترون﴾

آیت ۲۵

﴿وَمِنْهُمْ مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ج وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا آيَةً لَا يُؤْمِنُوا

بِحَاطِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ وَكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿ -

ترجمہ: اور ان میں سے کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو (اے پیغمبر!) آپ کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں۔ لیکن ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ کچھ نہ سمجھ سکیں اور ان کے کان (حق بات سننے کے لئے) سنگین ہیں۔ اور اگر وہ ایک آیت کو دیکھیں پھر بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو گزشتہ لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں۔

چند نکات:

اس آیت کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، عتبہ، شیبہ اور نضر بن حارث خانہ کعبہ کے باہر کھڑے ہو کر پیغمبرِ گرامی اسلام ﴿﴾ کی تلاوت کو غور سے سننے لگے، سب نے "نضر" سے پوچھا۔ "کیا پڑھ رہے ہیں؟" اس نے کہا "رب کعبہ کی قسم! میں نہیں سمجھ رہا کہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ البتہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس قسم کے قصے کہانیوں میں بھی تم سے بیان کرتا رہتا ہوں۔" جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۹؛ "اکنۃ" جمع ہے "کن" یا "کنان" کی جس کا معنی ہے "پردہ" اور "وقر" کا معنی ہے "سنگینی" اور "اساطیر" جمع ہے

"اسطورة" کی جس کا معنی ہے "پے در پے" اور خیالی مطالب ہے، چنانچہ ایک اور مقام پر قرآن فرماتا ہے "﴿فلماز

اغوا أزرع الله قلوبهم﴾ "یعنی جب وہ خود پھر گئے تو خدا نے ان کے دلوں کو بھی پھیر دیا۔

پیام:

- ۱۔ تمام کفار سے مایوس نہیں ہونا چاہیے ان میں سے بعض کافر ضدی اور اکھڑ مزاج ہیں۔ ﴿وَمِنْهُمْ﴾
- ۲۔ قرآنی آواز کا سننا اس وقت موثر اور قابل قدر ہوتا ہے جب دلوں پر اثر کرے ﴿اَكْتَنَ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ﴾
- ۳۔ کفار کے دلوں کی پردہ پوشی خود ان کے معاندانہ رویہ کی وجہ سے ہے۔ (قرآن مجید کے ایک اور مقام پر ہے کہ وہ انبیاء سے کہتے تھے "قلوبنا فی اکتہ مماندعون و فی آذاننا وقر" یعنی جس بات کی طرف تم بلا تے ہو اس سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں سنگینی ہے۔
- ۴۔ خدائی رہبر کو چاہیے کہ وہ خود کو ہر طرح کی افتراء پر دازیوں اور ناروا تہمتوں کے سننے کے لئے تیار رکھیں۔
- ۵۔ ہٹ دھرمی، ضد اور اکھڑ مزاجی لا علاج بیماری ہے۔ اور ٹیڑھے میڑھے آئینہ کی مانند بہترین شکل و صورت کو بھی بے ڈھنگے انداز میں پیش کرتا ہے۔ ﴿یُرَوِّا کُلَّ اَیۡةٍ لَّا یُوْمِنُوۡا﴾
- ۶۔ اگر لڑائی جھگڑے، بدگمانی، منفی انداز اور پہلے سے تیار شدہ منصوبے کے تحت پیغمبر گرامی اسلام سے بھی ملاقات کی جائے، بے فائدہ ہے ﴿جَاوِکَ یَجَادِلُوْنِکَ...﴾

آیت ۲۶

﴿وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْتَعُونَ عَنْهُ جَ وَاِنْ یُھَلِکُوْنَ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ﴾ -

ترجمہ: اور وہ کفار لوگوں کو ایمان لانے سے (بھی) روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور اور محروم ہیں اور (لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) لاشعوری طور پر اپنے سوا کسی کو تباہ و برباد نہیں کر رہے۔

دونکات:

"یننون" کا لفظ "نای" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے "دور کرنا"

۹: بعض اہل سنت مفسرین نے اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ "یہ آیت حضرت ابو طالب کے بارے میں ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو پیغمبر کی ایذا رسانی سے تو روکتے تھے لیکن خود ایمان نہیں لائے اور ایمان سے دور رہے" اسی طرح قرآن مجید کی ایک دو اور آیات (مثلاً توبہ / ۱۱۵ - قصص / ۵۷) کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں۔ جبکہ مذہب شیعہ کے نزدیک وہ

صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بہترین مومن بھی ہیں۔ جن کے ایمان اور اسلام کا اظہار ان کے اشعار سے ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت فاطمہ بنت اسد جیسی دنیا کی بہترین مومن خاتون آخر عمر تک آپ کی زوجیت میں رہیں جو آپ کے مومن ہونے کی ایک اور عمدہ دلیل ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "الغدیر" جلد ۷-۸)

پیام

- ۱۔ کفار ہوں یا مشرکین ہر دو تخریب کاری اور لوگوں کو راہ راست سے روکنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔
- ۲۔ حق کو قبول کرنے کی بجائے اس سے دوری اختیار کرنا، انسان کا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔
- ۳۔ حقیقی شعور یہ ہے کہ راہ حق کو پایا جائے۔ حقیقی راستہ اور برحق رہبر کو گم کر دینا خواہ کسی کی طرف سے کیوں نہ ہو بے شعوری ہے۔

آیت ۲۷

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ ذُقْتُمْ عَلَى النَّارِ فَعَالُوا يَلْتَنَنَّا نُرِدُّ وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنُكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ -

ترجمہ۔ اگر تم انہیں اس وقت دیکھو جب وہ جہنم کے کنارے ٹھہرائے جائیں گے اور کہیں گے اے کاش کہ واپس پلٹائے جاتے اور اپنے پروردگار کی آیات کو نہ جھٹلاتے اور (حقیقی) مومنوں سے ہوتے۔

ایک نکتہ

قرآنی آیات کے مطابق دنیا کی طرف واپس پلٹائے جانے کی آرزو تین موقعوں میں ہوگی۔ ایک مرتے وقت دوسرے قبر میں اور تیسرے قیامت میں۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے: ﴿رَبِّ ارْجِعُونِي لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا﴾ "یعنی اے میرے رب! مجھے دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ میں نیک اعمال کو بجا لاؤں (مومنون/۱۰۱) اور" ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾ "یعنی اے ہمارے رب تو ہمیں یہاں سے نکال! پس اگر ہم دوبارہ ایسے کام کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔

(مومنون/۱۰۷)

پیام

- ۱۔ جب تک دنیا میں فرصت باقی ہے ایمان لے آؤ کیونکہ آخرت میں اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔
- ۲۔ آیات خداوندی کی تکذیب، آخرت میں پشیمانی کا موجب ہوگی ﴿لینتنا﴾
- ۳۔ آیات الہی کی تکذیب کا نتیجہ، جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ہے ﴿علی النار... لانکذب﴾

آیت ۲۸

﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ط وَكَلُوا رُذُوفًا لِعَادُوا لِمَا هُمْ عَنْهُ وَ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ -

ترجمہ۔ بلکہ وہ اس سے پہلے دنیا میں جو (کفر و نفاق) چھپایا کرتے تھے (اس دن) وہ ان کے لئے ظاہر ہو جائے گا اور اگر (وہ درخواست اور خواہش کے مطابق) دنیا میں پلٹا بھی دیتے جائیں پھر بھی جس چیز سے انہیں روکا گیا ہے دوبارہ انجام دیں گے اور یہ لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔

ایک نکتہ:

قیامت کا دن، لوگوں کے مخفی رازوں کے ظاہر ہونے کا دن ہے، اور قرآن مجید نے بارہا اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے ﴿بدالہم سیئات ما عملوا﴾ ان کے برے اعمال ان کے لئے ظاہر ہو جائیں گے (جاثیہ/۳۳) اور ﴿بدالہم سیئات ما کسبوا﴾ ان کے برے کرتوت ان کے لئے ظاہر ہو جائیں گے (زم/۴۸)

پیام:

- ۱۔ قیامت کے دن تمام راز کھل جائیں گے ﴿بدالہم﴾
- ۲۔ آخرت سے دنیا کی طرف واپسی محال ہے ﴿ولوردوا...﴾
- ۳۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے سدھرنے اور ٹھیک ہونے کی ہرگز امید نہیں ہے۔ اور اگر انہیں (ان کی اپنی درخواست کے مطابق) واپسی کی فرصت مل بھی جائے تو بھی اسی حالت میں رہیں گے جس میں وہ پہلے تھے۔ کیونکہ

انسان بارہا مصائب و مشکلات میں کئی قسم کے فیصلے کرتا ہے لیکن ان سے نجات حاصل کر لیتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے ﴿لوردوا لعادوا﴾

۴۔ جب جھوٹ بولنا انسان کی عادت بن جائے تو قیامت میں بھی جھوٹ بولنے سے نہیں چو کے گا اور وہاں پر بھی جھوٹے دعوے کرے گا ﴿لکاذبون﴾ ۶

آیت ۲۹، ۳۰

﴿وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ - وَ لَوْ تَرَىٰ إِذْ دُفِنُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَ رَبَّنَا ط قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور انہوں نے کہا: ہماری اس دنیوی زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور ہم (مرنے کے بعد) دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اور اگر تم اس وقت دیکھو جب وہ تمہارے پروردگار کے سامنے روکے ہوئے ہوں گے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا آیا یہ (قیامت میں دوبارہ اٹھانا) حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے رب کی قسم ایسا ہی ہے! تو خدا فرمائے گا پس تم اپنے کفر کے ارتکاب کی وجہ سے عذاب کو چکھو۔

چند نکات:

۲۹ ویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کا معاد (قیامت) پر ایمان نہیں ہے اور اگر وہ باتوں کے بارے میں "﴿هُوَ لَاءَ شَفَعَاؤُنَا﴾" (یہ ہمارے شفیع ہیں) کہا کرتے تھے تو ان کا یہ اعتقادِ شفاعتِ آخر (معاد) کے بارے میں نہیں بلکہ دنیوی شفاعت کے سلسلہ میں تھا (تفسیر المیزان)

۱۔ اسلام کے نزدیک انسان کے لئے چند قسم کی حیات (زندگی) ہے۔

۱۔ دنیوی حیات ۲۔ برزخ کی حیات۔ ارشاد ہوتا ہے "﴿بل احياء عند ربهم﴾"

۳۔ حیات معنوی یا ہدایت۔ ارشاد ہوتا ہے "﴿دعاکم لم یحییکم﴾"

۴۔ اجتماعی و معاشرتی حیات۔ ارشاد ہوتا ہے "﴿لکم فی القصاص حیوة﴾"

۵۔ حیات طیبہ یا پاکیزہ زندگی (جو قلب سلیم اور قناعت کے زیر سایہ ملتی ہے)
۳۰ ویں آیت کے مطابق خداوند عالم مجرمین سے باتیں کرے گا، جبکہ بعض دوسری آیات ان کے ساتھ خدا کے بات کرنے کی نفی کرتی ہیں کہ "﴿لَا يَكَلِّمُهُمُ اللَّهُ﴾" (خدا ان سے بات تک نہیں کرے گا) تو اس سے مراد یا تو یہ ہے کیفیتیں مختلف ہوں گی یا پھر ان سے کلام طیب نہیں کرے گا۔

پیام:

- ۱۔ مشرکین، زندگی کو صرف دنیاوی زندگی تک ہی محدود سمجھتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے منکر ہیں۔
- ۲۔ مجرم افراد، ذلیل قیدیوں کی طرح گرفتار کئے جائیں گے ﴿اذوقفوا﴾
- ۳۔ قیامت کے دن، پہلے مرحلہ میں قاضی بھی خود خدا ہوگا اور سوال بھی وہ خود ہی کرے گا ﴿قال ایس هذا بالحق﴾
- ۴۔ مجرمین کا اپنے جرائم کا اقرار و اعتراف، قیامت کے لرزادینے والے مناظر میں سے ایک ہوگا۔ ﴿قالوا بلی﴾
- ۵۔ قیامت کے دن گناہوں کا اعتراف بے سود ہوگا ﴿فذوقوا﴾

آیت ۳۱-۳۲

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرُنَا عَلَىٰ مَا فَرَطْنَا فِيهَا لَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ط أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ- وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَهْوُ ط وَلَلْآزِلَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ -

ترجمہ۔ چکھو بیشک جن لوگوں نے قیامت کے دن خدا کی حضوری کو جھٹلایا وہ بڑے گھائے میں ہیں یہاں تک کہ جب ان کے سر پر قیامت ناگہاں پہنچے گی تو کہنے لگیں گے اے ہے افسوس ہم نے تو اس میں بڑی کوتاہی کی (یہ کہتے جائیں گے) اور اپنے گناہوں کا پشتا وہ اپنی اپنی پیٹھ پر لادے جائیں گے دیکھو تو (یہ) کیا بوجھ ہے جس کو یہ لادے (لادے) پھر رہے ہیں اور (نی) دنیاوی زندگی تو کھیل تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ آخرت کا گھر (بہشت) پر ہیزگاروں کے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے تو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔

چند نکات:

۱۔ اگر دنیا، آخرت کی کھیتی قرار نہ پائے تو بازیچہ ﴿﴾ اطفال بن جاتی ہے۔ اور لوگ اس میں بچوں کی مانند مال و مقام وغیرہ جیسے کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ بالکل ویسے جس طرح کسی ڈرامہ میں کوئی شخص بادشاہ کا لباس پہن کر اس جیسا کردار ادا کرتا ہے کوئی وزیر کا، کوئی کوتوال، چوکیدار کا۔ لیکن جب ڈرامہ ختم ہو جاتا ہے اور لباس اتر جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک نمائش اور خیال تھا اور بس!

۲۔ قرآن مجید کی دوسری آیات کے پیش نظر، زیر نظر آیت کو رہبانیت اور ترک دنیا کا دائمی نہیں سمجھنا چاہئے۔

۳۔ دنیا کو لہو و لعب سے تشبیہ دینے کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ دنیا بھی کھیل کے دورانیہ کی مدت کی مانند کوتاہ ہے۔

ب۔ جس طرح کھیل میکل تفریح بھی ہوتی ہے اور تھکاوٹ بھی، اسی طرح دنیا بھی تلخ اور شیریں حالات کا مجموعہ

ہے۔

ج۔ اپنے مقصد تخلیق سے غافل لوگوں نے کھیل کو اپنا کاروبار بنا لیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ خود خالقِ دنیا، آخرت سے غفلت اور دنیا کے ساتھ سرگرمی کو کھیل تماشہ سمجھتا ہے، ہم کیوں باور نہیں کرتے؟
- ۲۔ "انجام" پر نظر رکھنے والے کے لئے "آخرت" بہتر ہے۔ اور "طعام" پر نظر رکھنے والے کے لئے دنیا بہتر ہے (کیونکہ وہ اسی مستی میں مست ہے)
- ۳۔ آخرت کو مد نظر رکھے بغیر دنیا خطرناک ہے۔ اور جو دنیا آخرت کی کھیتی، آخرت کے لئے مقدمہ، آخرت کے لئے گزرگاہ اور آخرت کے لئے مقام تجارت ہو وہ میدانِ رُشدیدایت اور مقام نشوونما ہے۔
- ۴۔ آخرت صاحبانِ تقویٰ کے لئے مطلق خیر ہے۔ ورنہ تو اس میں انہیں کوئی رنج ہوگا، نہ تو وہ عارضی ہوگی اور نہ ہی وہ صرف اوہام اور خیالات پر مبنی ہے۔
- ۵۔ عقل سے کام لینا، تقویٰ اختیار کرنا اور آخرت پر ایمان رکھنا یہ سب ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔
﴿لِلدَّارِ الْآخِرَةِ، تَيَقُّونَ، تَعْقِلُونَ﴾
- ۶۔ تقویٰ، آخرت کی نعمتوں تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ ﴿خَيْرَ الَّذِينَ تَيَقُّونَ﴾

آیت ۳۳

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَتِ اللَّهِ يَحْجِدُونَ﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) البتہ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کی باتیں آپ کو غمگین کر دیتی ہیں وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ (یہ) ظالم لوگ (حقیقت میں) خدا کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

ایک نکتہ:

اس آیت کے شانِ فزول کے بارے بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن آپ کو صادق اور این سمجھتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ "اگر ہم ان کی تصدیق کریں گے تو قوم و قبیلہ میں ہماری توہین ہوگی اور ہماری ساکھ خراب ہو جائے گی۔" اس طرح سے وہ آیاتِ الہی کی تکذیب کرتے تھے۔

پیام:

- ۱۔ ہادی برحق کو مخالفین کی تکذیب سے نہیں گھبرانا چاہئے۔
- ۲۔ حتیٰ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تسلی، تشویق اور دلجوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔
- ۳۔ جن لوگوں پر زبان کے ذریعہ ظلم کیا جاتا ہے ان کی حمایت کی جانی چاہئے۔ ﴿قَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُ...﴾
- ۴۔ پیغمبر کی تکذیب درحقیقت خدا کی تکذیب ہوتی ہے جس طرح کہ پیغمبر کی بیعت درحقیقت خدا کی بیعت ہوتی ہے۔
- ۵۔ بڑی بڑی مشکلات کو پیش نظر رکھ کر اپنی مشکل کو آسان سمجھئے۔ ﴿لَا يَكْذِبُونَكَ... بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾
- ۶۔ پیغمبر کے مخالفین درحقیقت خدا کا فریق مخالف ہیں لہذا غمگین نہیں ہونا چاہئے۔
- ۷۔ جھٹلانے جانے میں صرف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے فرد نہیں ہیں، آیات خداوندی کے مخالف لوگ تمام انبیاء کی تکذیب اور مخالفت کرتے رہے۔ (جیسا کہ بعد والی آیت میں ہے) ﴿كَذَبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ﴾
- ۸۔ آیات الہی اور اولیاء اللہ کی تکذیب کا نتیجہ ایک تو جھٹلانے والوں کا اپنی ذات پر ظلم ہوتا ہے کہ ایمان نہیں لاتے، دوسرے رسول خدا پر ظلم ہوتا ہے کہ انہیں غمگین اور محزون کرتے ہیں تیسرے مذہب و ملت پر ظلم ہوتا ہے اور چوتھے نسل انسانی پر ظلم ہوتا ہے۔

آیت ۳۴

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَ أُوذُوا حَتَّىٰ أَنَّهُمْ نَصَرُنَا جَ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ جَ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنَ نَّبَايَ الْمُرْسَلِينَ﴾ -

ترجمہ۔ اور یقین جانئے کہ آپ سے پہلے انبیاء کو بھی جھٹلایا گیا، لیکن انہوں نے تکذیب اور مصائب پر صبر کیا یہاں تک کہ ان تک ہماری امداد پہنچ گئی۔ خدا کے کلمات (اور طریقہ کار) کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں، یقیناً پیغمبروں کی طرح کچھ خبریں آپ تک پہنچ چکی ہیں (اور آپ ان کی تاریخ سے واقف ہیں)

ایک نکتہ:

سابقہ انبیاء اور ان کا صبر ہمارے لئے نمونہ ہونا چاہئے، اور ہود، صالح اور لوط وغیرہ جیسے پیغمبروں کی امتوں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے جو انبیاء کو جھٹلانے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئیں۔ انبیاء کا بھیجنا خدا کا کام ہے اور ان کی راہ کو اختیار کرنے میں بندوں کو آزادی حاصل ہے۔ البتہ وہ کفار کو سزا دیتا ہے اور انبیاء کی راہ حق کے لئے دعوت دینے میں امداد کرتا ہے۔

پیام

- ۱۔ حق کا سیدھا راستہ خطرات سے گھرا ہوا ہوتا ہے۔
- ۲۔ مشکلات اور شدائد میں ثابت قدم رہنے کا ایک بہترین اور اہم عنصر تاریخ اور خدا کے طریقہ کار سے آشنائی ہے
- ۳۔ رہبر کو اس بات کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ تمام دنیا اس کی اطاعت کرے گی۔
- ۴۔ کامیابی کی اصل شرط صبر ہے ﴿فصبروا﴾
- ۵۔ حق کے دشمن حق کے خلاف کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کرتے کبھی تکذیب کرتے ہیں اور کبھی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ ﴿کذبوا، اوزوا﴾
- ۶۔ حق، ہمیشہ کامیاب و کامران اور سرخرو ہوتا ہے ﴿نصرها﴾
- ۷۔ خدائی طریقہ کار میں کبھی تبدیلی نہیں آتی ﴿لامبدل لکلمات اللہ﴾
- ۸۔ نصرت الہی کے پہنچنے تک صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے ﴿حتى اتاهم﴾
- ۹۔ گزشتہ لوگوں کے رنج اٹھانے اور تکلیفیں برداشت کرنے کی قدر کرنی چاہئے ﴿ولقد جاءك...﴾
- ۱۰۔ ہر شخص کو اپنے جیسے تاریخی نمونے پہچاننے چاہئیں ﴿نبای المرسلین﴾

آیت ۳۵

﴿وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَاتٍ وَلَوْ

شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾ -

ترجمہ۔ اور اگر ان (کفار) کی روگردانی اور بے اعتنائی تمہارے لئے گراں ہے (اور چاہتے ہو کہ ہر صورت میں انہیں راہ راست پر لے آؤ تو) اگر کر سکتے ہو کہ زمین میں نقب لگا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر ان کے لئے کوئی آیت لے آؤ (پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لے آئیں گے) اور اگر خدا چاہے تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دے، (لیکن یہ خدا کا طریقہ نہیں ہے) پس تم ہرگز جاہلوں میں سے نہ ہونا۔

ایک نکتہ:

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: کفار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے کہ " **لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعاً او ترقى فى السماء** " (بنی اسرائیل / ۹۰) یعنی ہم آپ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہیں کریں گے یا آسمان پر نہیں چڑھ جائیں گے۔

شاید یہ آیت ان مشرکین کے ان بے جا تقاضوں کی طرف اشارہ ہو کہ اگر آپ زمین میں نقب لگائیں یا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ میرے پیغمبر! آپ کی دعوت اور تبلیغ میں کسی قسم کا عیب اور نقص نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ ضدی، ہٹ دھرم اور اکھڑے ہیں لہذا آپ ان کی ہدایت اور انہیں راہ راست پر لانے کے لئے اس قدر دل سوزی سے کام نہ لیں۔

پیام:

- ۱۔ حضرت رسول خدا لوگوں کی ہدایت کے لئے دلسوز اور ان کی روگردانی پر غمگین تھے۔ ﴿کبر علیک﴾
- ۲۔ اسلامی تعلیمات میں کوئی نقص نہیں ہے، ساری خرابی ضدی اور ہٹ دھرم کفار کی طبیعتوں میں ہے۔
- ۳۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کر سکتا ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان آزاد رہیں۔
- ۴۔ بہانہ گیر لوگوں کے ہر تقاضے کو پورا کرنا اور مبلغین کی بے صبری اور بے قراری جہالت ہے۔ ﴿فلاتکونن من

آیت ۳۶

﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ط وَ الْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ -

ترجمہ۔ صرف وہی لوگ ہی بات کو قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں، اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھائے گا اور پھر سارے کے سارے اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

ایک نکتہ:

قرآن مجید نے بات کو قبول نہ کرنے والوں کو کئی مقامات پر "مردے" اور "بہرے" کی تعبیر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ منجملہ ان کے سورہ نمل / ۸۰ اور سورہ روم / ۵۲ میں ہم پڑھتے ہیں کہ: "انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الدعاء اذا ولوا مدبرین" یعنی اے پیغمبر! نہ تو آپ مردوں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں اور نہ ہی بہروں کو خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔

پیام:

- ۱۔ انسان راہ کے انتخاب میں آزاد ہے ﴿انما يستجيب...﴾
- ۲۔ حق کو سننا اور اسے تسلیم کرنا معنوی زندگی اور قلبی حیات کی علامت ہے۔
- ۳۔ جو حیات معنوی نہیں رکھتا اور حق کو تسلیم نہیں کرتا، مردہ ہے کیونکہ کھانے، پینے اور سونے اور چلنے، پھرنے والی زندگی تو حیوان بھی رکھتے ہیں۔
- ۴۔ اے میرے پیغمبر! حق کو قبول کرنے والے دل تمہارے ذمہ اور کفار میرے ذمہ! اور دیکھنا کہ قیامت کے دن ان سے کیسے نمٹتا ہوں!

آیت ۳۷

﴿وَقَالُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور (کفار نے) کہا: اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ (جسے ہم چاہتے ہیں) نازل نہیں ہوا؟ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اور نشانی اتارے لیکن ان (بہانہ گروں) میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دونکات:

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ: قریش کے کچھ روسا بہانہ سازی کے طور پر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے: معجزہ کے طور پر صرف قرآن کافی نہیں ہے، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت صالح وغیرہم جیسے معجزات لے آئیے! (از تفسیر مجمع البیان)

جو پیغمبر، گزشتہ انبیاء کے معجزات یاد دلا رہا ہے وہ ان کے جیسے معجزات بھی لا سکتا ہے، ورنہ لوگوں کو ان انبیاء کے معجزے اس وجہ سے یاد نہ دلاتا کہ مبادا لوگوں کا اس سے بھی اسی قسم کے معجزات کا تقاضا شروع ہو جائے۔

البتہ شیعہ اور سنی روایات کے مطابق رسول خدا نے قرآن کے علاوہ بھی کئی اور معجزات لوگوں کو دکھائے ہیں۔ معجزات دکھانے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ خداوند عالم اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میرے اور رسول کے درمیان ایک خصوصی رابطہ ہے۔ اور میری قدرت حد و حساب سے باہر ہے۔ تاہم یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ جب بھی کوئی ضدی مزاج اور ہٹ دھرم شخص مطالبہ کرے تو فوراً معجزہ دکھا دیا جائے۔ البتہ بعض اوقات لوگوں کی درخواست کے مطابق بھی معجزہ دکھایا گیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ دشمنوں اور مخالفوں کے بہانوں پر کان نہ دھرو۔ (خداوند عالم فرماتا ہے "﴿لَوْلَا نُنَا نَزَلْنَا ---﴾ " یعنی اگر ہم لوگوں پر فرشتے اتار دیں یا ان سے مردے باتیں کرنے لگیں تو معاند لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (انعام/ ۱۱۱)
- ۲۔ معجزہ کا مقصد تو محبت اور دلیل قائم کرنا ہوتا ہے نہ کہ کسی ایرے غیرے کی فرمائش کو پورا کرنا۔
- ۳۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلسل معجزات بھی ضدی مزاج اور ہٹ دھرم لوگوں کی ہدایت کا سبب نہیں بن سکے بلکہ الٹا ان کے لئے خدائی قہر و غضب اور سزا اور عذاب کا موجب بن گئے۔

۴۔ جہاں خداوند قادر مطلق ہے وہاں حکیم علی الاطلاق بھی ہے۔ لہذا اسکی قدرت وہاں پر جلوہ گر ہوتی ہے جہاں اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے ﴿ان الله قادر...﴾

آیت ۳۸

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور زمین پر کوئی چلنے (پھرنے) والا نہیں اور اپنے دوپروں کے ساتھ اڑنے والا کوئی پرندہ نہیں مگر یہ کہ وہ بھی تمہاری طرح امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو فروگذاشت نہیں کیا، پھر سارے کے سارے اپنے پروردگار کے ہاں اکٹھے کئے جائیں گے۔

دونکات:

قرآن مجید کی پرندوں اور ان کی صفات پر مکمل توجہ ہے۔ اور لوگوں کو ہدایت کرنے کے لئے ان کی تخلیق، شعور اور صفات کی یاد دہانی کرا رہا ہے، سورہ جاثیہ / ۴ میں فرماتا ہے: **وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبِثُ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ** "یعنی تمہاری پیدائش میں بھی اور زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں (کی تخلیق) میں بھی یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ روایات میں بھی اور انسانی تجربوں میں بھی جانوروں کے ادراک اور شعور کے وافر نمونے ملتے ہیں۔ ممکن ہے کہ "کتاب" سے مراد "لوح محفوظ" بھی ہو۔

پیام:

۱۔ مخلوق کی تخلیق اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے قدرت خداوندی تمام موجودات عالم کے لئے یکساں ہے ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ... وَلَا طَائِرٍ...﴾

۲۔ بامقصد تخلیق اور اجتماعی زندگی کا نظم و انتظام صرف انسانوں ہی سے مخصوص نہیں ﴿امم امثالکم﴾

۳۔ انسان ہوں یا جانور، سب کو خدا کی تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ خداوند عالم اپنی مصلحت کے مطابق انہیں شعور عطا کرتا ہے، سب تسبیح خداوندی بجالاتے ہیں، سب خدا کا رزق کھاتے ہیں اور سب کے اندر نظم و نظام ہے۔

۴۔ جو جو چیزیں انسان کی رشد و ہدایت اور تربیت کا سبب بنتی ہیں ان سب کو قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ﴿ما فرطنا فی الکتب﴾ چاہے وہ چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان وحی کے بغیر نہیں سمجھ سکتا۔ چاہے ایسی چیزیں ہیں جن کا جاننا انسان کے لئے واجب اور ضروری ہے اور خواہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں رہنما اصول کہا جاتا ہے۔

۵۔ انسان کے ساتھ چرند و پرند کی مماثلت اور حیوانی زندگی کو سمجھنے کے لئے خوب غور و فکر اور عمیق مطالعہ و تجربہ کی ضرورت ہے ﴿امم امثالکم﴾

۶۔ حیوانات پر بھی ظلم نہ کرو اور نہ ہی ان کے حق میں کوتاہی کرو کیونکہ وہ بھی تمہاری طرح ہیں ﴿امم امثالکم﴾ (از تفسیر قرطبی)

۷۔ قرآن مجید کامل ترین کتاب ہے ﴿ما فرطنا فی الکتب من شیء﴾ ۹

۸۔ معاد اور حشر صرف انسانوں ہی سے مخصوص نہیں ﴿ثم امی رحم یحشرون﴾

حیوانات کا شعور:

آیات و روایات اور تجربوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شعور صرف انسان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت سلیمان پیغمبر اپنے لشکر کے ساتھ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا: "جلدی سے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان کا لشکر تمہیں پامال نہ کر دے۔" (نمل / ۱۸) یہ ٹھیک ہے کہ دشمن کی پہچان چیونٹیوں کے عزیزہ (فطرت) میں شامل ہے لیکن یہ شناخت کہ یہ سلیمان ہیں اور ان کے ساتھ ان کا لشکر ہے یہ بات عزیزہ سے بالاتر ہے۔

۲۔ ہد ہد فضا کی بلندیوں سے زمین پر رہنے والے بندوں کے شرک سے مطلع ہوا اور سلیمان کے پاس آکر اس کا ذکر کیا کہ "سبا" کے رہنے والے کد پرست نہیں ہیں، اس کے ذمہ ایک کام لگایا جسے اس نے انجام دیا ہے۔ شرک اور توحید کی

معرفت کہ یہ شرک بڑی چیز ہے، اس بات کی خبر حضرت سلیمان پینمبر تک پہنچانا اور پھر پیغامِ رسائی کی خصوصی ڈیوٹی انجام دینا یہ سب کچھ عزہ سے بالاتر امور ہیں۔

۳۔ ہدہد کا غائب ہو جانے کے بعد واپس آکر غیر حاضری کی معقول اور قابلِ قبول دلیل کرنا عزہ سے بالاتر شعور کی دلیل ہے۔

۴۔ خدا فرماتا ہے کہ "تمام موجوداتِ عالم خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں لیکن تم اسے نہیں سمجھتے" "تسبیح تکوینی" کو تو ہم سمجھ سکتے ہیں لیکن دوسری تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں تمام معبودات کا خدا کے لئے سجدہ ریز ہونے کا ذکر ہے۔

۶۔ بعض جانوروں از آنجملہ کتے میں اپنے مالک اور اس کے بچوں کے لئے وفاداری کا عنصر۔ اس کے خصوصی شعور کی علامت ہے۔

۷۔ جرائم خصوصاً منشیات اور اسمگلنگ کی دریافت کے لئے پولیس اور فوج کے کتوں کی تربیت یا شکار اور اشیاء کی خریداری کے لئے انہیں سدھایا جانا ان کے خاص شعور اور آگاہی کی دلیل ہے۔

۸۔ اسلام نے ایک جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح کرنے سے منع کیا ہے۔

۹۔ حضرت سلیمان کے لشکر کی مشقوں میں پرندوں کی شرکت کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَحِی لَسَلِیْمٰنِ جَنُوْدَهٗ مِّنَ الْجِنِّ وَاَلْاِنْسِ وَاَلطَّیْرِ...﴾ "یعنی حضرت سلیمان کے پاس جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے جاتے (نمل/۱۷)"

۱۰۔ پرندے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور حضرت سلیمان اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ "ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے" ﴿عَلَمْنَا مَنطِقَ الطَّیْرِ﴾ " (نمل/۱۶)"

۱۱۔ بعض روایات میں بعض جانوروں کے لئے فضیلت اور درجات کا ذکر ہے، مثلاً جو اونٹ تین بار (عازین حج کو لے کر) مکہ مکرمہ جائے تو وہ بہشتی ہے۔ (تفسیر صافی)

اسی طرح حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں جو اونٹ سات سال تک صحرائے عرف میں رہے وہ بہشتی جانوروں میں سے ہوگا۔ (تفسیر نور الثقلین)

۱۲۔ "﴿وَإِذَا الْوَحُوشُ حَشْرَتْ﴾" یعنی جب وحشی جانوروں کو جمع کیا جائے گا (تکویر/) یہ آیت قیامت کے دن جانوروں کے محشور ہونے کو بیان کر رہی ہے۔

۱۳۔ "﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاةَ وَتَسْبِيحَهُ﴾" یعنی سب کے سب اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتے ہیں (نور/۴۱) یہ آیت انسان کے علاوہ دوسری موجودات کے بارے میں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات بھی شعوری طور پر عبادت کرتے ہیں۔

آیت ۳۹

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُومٌ وَ بُكْمٌ فِي الظُّلْمِطِ مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ وَمَنْ يَشَأِ يُجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ - ترجمہ۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے وہ تاریکیوں میں بہرے اور گونگے ہیں۔ خداوند جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر قائم رکھتا ہے۔

ایک نکتہ:

اگرچہ ہدایت اور گمراہی خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن انسان کا اپنا ارادہ اور اس کے لئے تیار کی جانے والی راہیں بھی موثر ہوتی ہیں، اور خدا کا کام بھی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ موجب ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہدایت کا "﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾" اور خدا کے بندوں پر ظلم سبب ہوتا ہے گمراہی کا "يُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ"۔

پیام:

- ۱۔ کفر اور عناد ایسی ظلمت اور تاریکی ہے جو نجات کی راہوں سے دوری کا سبب بن جاتی ہے ﴿فِي الظُّلْمَاتِ﴾
- ۲۔ حق کو چھپانا "گونگا پن" ہے اور حق کو نہ سننا "بہرا پن" ﴿صَمٌّ وَ بُكْمٌ﴾
- ۳۔ لوگوں کا گمراہ کرنا اور ان پر خدا کا غضب نازل کرنا خود ان کی تکذیب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ﴿كَذَّبُوا... يَضِلُّهُ﴾
- ۴۔ صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے حق کے سننے والے کانوں، حق بات کہنے والی زبان اور باطن کی روشنی درکار ہوتی ہے۔

آیت ۴۰

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمْ السَّاعَةُ أَعْبُرَ اللَّهُ تَدْعُونَ جَانِ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ -

ترجمہ۔ کہہ دو کہ آیا تم نے کچھ غور بھی کیا ہے کہ اگر (دنیا میں) خدا کا عذاب تمہارے پاس آجائے یا قیامت (کادن) تمہیں آئے تو کیا (اپنی نجات کے لئے پھر بھی) غیر اسہ کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو تو۔

ایک نکتہ:

اگرچہ آیت کا خطاب کفار سے ہے جو معاد سے انکاری ہیں، لیکن یہ بھی معلوم ہونا چاہنیے کہ ان میں سے بعض کا قیامت پر عقیدہ ہے۔ علاوہ ازیں ہو سکتا ہے کہ "اتتکما الساعۃ" میں "ساعت سے مراد موت کا وقت یا قیامت سے پہلے ہو لیا کہ حادثہ کا ظہور ہو۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ فرض کرنے کی صورت میں ایمان کا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

پیام:

۱۔ حوادث اور مشکل حالات میں جب تمام پردے اٹھ جاتے ہیں تو انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے ﴿اغیر اللہ تد

عون﴾

آیت ۴۱

﴿بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ -

ترجمہ۔ بلکہ (خطرناک حالات میں تو) صرف اسی کو پکارتے ہو اور اگر وہ چاہے تو جس بات کے لئے تم اسے پکارتے ہو وہ اسے دور کر دے، اور تم بھی جسے خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اسے بھول جاؤ۔

پیام:

- ۱۔ فطرت، خدا کی معرفت کا ایک ہموار راستہ ہے ﴿بل ایاه تدعون﴾
- ۲۔ خلوص پر مبنی دعا، دنیا میں خطرات سے نجات کا بہترین راستہ ہے (کافر کی دعا قیامت کے دن نہیں سنی جائے گی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "﴿وما دعاء الکفرین الا فی ضلل﴾" (رعد/۱۴)
- ۳۔ آخر صرف خطرناک حالات میں ہی خداوند ذوالجلال کی طرف کیوں توجہ کرتے ہو؟ اور اپنے باطل خداؤں کی طرف کیوں نہیں جاتے ۱۰ آخر کس لئے کسی قسم کی خاصیت سے عاری خداؤں کے پیچھے لگے ہوئے ہو؟ اور عارضی خداؤں کی پوجا کرتے ہو جنہیں مصیبت کے وقت بھلا دیتے ہو؟
- ۴۔ خدا کے علاوہ دوسری تمام طاقتیں معمول کے حالات میں جلوہ نمایاں کرتی ہیں لیکن سخت اور خطرناک حالات میں سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ ۱۱
- ۵۔ خداوند تعالیٰ ہر خطرے کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے خواہ وہ دنیوی ہو یا (اضروی لیکن یہ اس کے ارادے اور حکمت سے مشروط ہے ﴿فیکشف---ان شاء﴾
- ۶۔ عذاب کو دور کرنا یا تو اتمام حجت کے لئے ہوتا ہے یا پھر حالات کی تبدیلی کی بناء پر۔ ۱۲

آیت ۴۲

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور یقیناً ہم نے تجھ سے پہلی امتوں کی طرف (پیغمبروں کو) بھیجا، پس ہم نے انہیں تنگدستی اور بیماری میں مبتلا کر دیا تاکہ گڑگڑائیں اور سر تسلیم خم کریں۔

ایک نکتہ:

"آساء" کا معنی ہے جنگ، فقر و تنگدستی، قحط، سپلاب، زلزلہ اور متعدی امراض کی مشکلات۔ اور "ضر آکا" کا معنی ہے غم و غصہ، آبروریزی، جہالت اور نقصان۔

پیام:

- ۱۔ انبیاء کی بعثت ہو یا اتمام حجت دونوں ہی تاریخ کا حصہ اور خدائی طریقہ کار میں شامل ہیں ﴿الی المم﴾
- ۲۔ گزشتہ لوگوں کی تاریخ، آئندہ والوں کے لئے باعث عبرت ہے۔ ﴿قبلک﴾
- ۳۔ تربیت اور ہدایت و رہنمائی کے لئے کبھی سختی سے بھی کام لینا پڑتا ہے ﴿اخذنا ہم﴾
- ۴۔ مشکلات، خدا کی طرف توجہ کرنے کا راستہ اور مغرور و سرکش افراد کو ٹھیک کرنے کا ذریعہ ہوتی ہیں ﴿یتضرعون﴾
- ۵۔ ضروری نہیں کہ ہر آسائش لطف خداوندی ہو اور رنج و غم خدا کا قہر و غضب ہو ﴿لعلہم یتضرعون﴾
- ۶۔ تمام سرکش، ضدی اور ہٹ دھرم لوگ دباؤ پڑنے پر سیدھے نہیں ہو جاتے ﴿لعلہم﴾
- ۷۔ اے پیغمبر! تمام انبیاء کرام کو ضدی اور اکھڑ مزاج لوگوں سے واسطہ پڑتا رہا لہذا آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

۸۔ مشکلات میں گھر جانے کے موقع پر دست نیاز خدا ہی کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ ۱۳

آیت ۴۳

﴿فَلَوْ لَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ -

ترجمہ۔ پس جب ہماری طرف سے ان کو ناگواری نے آیا تو انہوں نے تضرع اور زاری کیوں نہیں کی؟ لیکن ان کے دل پتھر اور سخت ہو چکے ہیں۔ اور وہ جو کام کرتے ہیں شیطان اسے ان کے سامنے زیبا کر کے پیش کرتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ خبردار اور ہوشیار کرنے کے باوجود بھی بے پروائی سے کام لینا سنگدلی کی علامت ہے۔ ﴿قست﴾
- ۲۔ ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں پر نہ تو تبلیغ اثر کرتی ہے اور نہ ہی تنبیہ ﴿جاء ہم باسنا﴾
- ۳۔ شیطان کا ان کے کرتوتوں کو زیبا کر کے پیش کرنا ان کے غرور و تکبر کا سبب بن جاتا ہے ﴿زین لهم﴾

آیت ۴۴

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَعْتَةً فِئَادًا هُمْ يُبْلِسُونَ﴾

ترجمہ۔ پس جو نصیحتیں انہیں کی گئی تھیں جب انہوں نے ان کو بھلا دیا تو ہم نے ان کے لئے تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے (تاکہ وہ آسائش اور مادیات میں پوری طرح غرق ہو جائیں) حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک انہیں (سزا کی) گرفت میں لے لیا اور وہ یکدم غمگین اور نا امید ہو گئے۔

ایک نکتہ:

آیت میں لفظ "مبلسون" آیا ہے جو "ابلاس" کے مادہ سے ہے جس کا معنی ہے "مایوسی کے ہمراہ غم و اندوہ" یعنی وہ کیفیت جو مجرم لوگوں کی عدالت میں ان کی شنوائی نہ ہونے پر ہوتی ہے۔ (تفسیر المیزان)

پیام:

۱۔ آسائش پر مبنی زندگی ہمیشہ رحمت خداوندی کی علامت نہیں ہوا کرتی، کبھی سزا کا موجب بھی بن جاتی ہے ﴿نسوا﴾

فتحنا ﴿۱۴﴾

۲۔ مجرمین کو مہلت دینا اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے آسائش کے وسائل فراہم کرنا خدا کا ایک دیرینہ طریقہ

کار چلا آ رہا ہے۔

- دنیا اور اس سے بہرہ برداری نعمت بھی ہو سکتی ہے اور عذاب بھی، خواہ یہ کسی کو بھی ملے۔ جیسا کہ سورہ اعراف/۹۶ میں ارشاد ہوتا ہے "﴿ولو ان اهل القرى امنوا و اتقوا الفتحننا عليهم برکات من السماء و الارض﴾" یعنی اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔

یہاں ایمان اور تقویٰ کو برکات الہی کا موجب گردانا گیا ہے جبکہ زیر بحث آیت میں دنیا کو خدا کا عذاب اور نعمت بتایا گیا ہے۔ ۱۵

۵۔ موت ہو یا خدا کا قہر و غضب اچانک آتے ہیں لہذا ہمیشہ آمادہ رہنا چاہئے ﴿بِغَنَّةٍ﴾

۶۔ فیصلے جلدی نہ کر لیا کرو اور نعمتوں کو خدا کا لطف و مہربانی نہ سمجھ لیا کرو۔

۷۔ عیاش لوگوں کی خوشی کے نعرے بہت جلد مایوسی کی فریادوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ﴿فرحوا ... مبلسون﴾

آیت ۴۵

﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ -

ترجمہ۔ پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا اور ان کی نسل ختم ہو گئی اور حمد خاص ہے عالمین کے رب کے لئے۔

پیام:

۱۔ ظلم، ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ ﴿قطع﴾

ظلم کا اثر نسلوں پر پڑتا ہے۔ ﴿دابر﴾

۲۔ ظالموں کا انقراض اور ان کی تباہی قطعی، حتمی اور یقینی ہے (فقطع دابر) یا جس طرح کہ ایک اور آیت میں ہے "

﴿فهل ترى لهم من باقیہ﴾ " ان میں سے تو کسی کو باقی دیکھتا ہے" (الحاقہ/۸)

۳۔ ظالموں کی تباہی پر خدا کا شکر کرنا چاہئے ﴿فقطع... والحمد لله﴾

۵۔ ظالموں کی نابودی درحقیقت ان کے ظلم کا انجام اور اس کی سزا ہوتی ہے ورنہ اس پر خدا کی حمد نہ کی جاتی ﴿والحمد لله﴾

۶۔ ظالموں کی ہلاکت، دوسرے لوگوں کے لئے تربیت کا موجب ہوتی ہے ﴿رب العالمین﴾

آیت ۴۶

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَ أَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرِ اللَّهِ يَا تَيْبِكُمْ بِهَطْ أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ آیا تم نے کچھ غور کیا ہے کہ اگر خداوند عالم تمہارے کانوں اور تمہاری آنکھوں کو اپنی گرفت میں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے (کہ کچھ بھی نہ سمجھ سکو) تو خدا کے علاوہ کون معبود ایسا ہے جو تمہیں یہ سب کچھ واپس لوٹا دے؟ دیکھو کہ ہم آیات کو کن طریقوں سے بیان کرتے ہیں، پھر بھی وہ (ایمان لانے اور بات کو تسلیم کرنے کی بجائے) منہ پھیر لیتے ہیں۔

ایک نکتہ:

۹؛ سورت کے آغاز سے لے کر یہاں تک اللہ تعالیٰ نے تقریباً دس مرتبہ سوالیہ انداز میں مخالفین کو دعوت فکری دی ہے۔

پیام:

- ۱۔ دی ہوئی نعمتوں کا واپس لینا خدا کے لئے آسان ہے۔ لہذا ہمیشہ خبردار رہو ﴿اخذ سمعکم﴾
- ۲۔ ایک تو تخلیق کائنات ہی خدا کا کام ہے اور دوسرے کائنات کو اپنے طور پر چلانا اور ہر لمحہ اس کی حفاظت، پروردگار عالم کی نعمت ہے ﴿اخذ سمعکم﴾
- ۳۔ خدا کی نعمتوں کے بارے میں غور و فکر اور ان نعمتوں میں تغیر و تبدل کا فرض کرنا، معرفت خداوندی اور نعمت شناسی کی راہوں میں سے ایک راہ ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ:
اگر درخت سرسبز نہ ہونے پائیں ﴿لونشاء لجعلناه حطامًا﴾ - واقعہ (۶۰/)

اگر پانی کڑوا اور شور ہو جائے ﴿لَوْ نَشَاءُ لَجْعَلْنَاهُ أَمْحًا﴾ - واقعہ (۷۰/)

اگر پانی سارے کا سارا زمین کے اندر چلا جائے ﴿إِنْ أَصْبَحَ مَاءٌ كَمْ غَوْرًا﴾ - ملک (۳۰/)

اگر ہمیشہ ہی رات یا دن برقرار رہیں ﴿إِنْ جَعَلَ عَلَيْكُمُ اللَّيْلُ سَرْمَدًا﴾ - قصص (۷۱/)

اگر یہ ہو جائے اور وہ ہو جائے تو کیا ہوگا؟ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں

۴۔ ضدی مزاج لوگوں کے لئے ہر طرح کا بیان بے اثر ہوتا ہے ﴿نُصْرَفِ الْآيَاتِ﴾ - (یصدفون)

آیت ۴۷

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَيْكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَعْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ﴾ -

ترجمہ۔ کہہ دو کہ آیا تم نے کچھ غور کیا ہے کہ خدا کا عذاب اچانک یا آشکارا تمہیں آئے تو کیا ظالم لوگوں کے علاوہ کوئی اور ہلاک ہوگا؟

دونکات:

۹؛ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ صرف ظالم لوگ ہی عذاب الہی سے ہلاک ہوں گے، جبکہ ایک اور آیت میں ہے کہ "﴿وَآتَقَوَاتِنَا لَا تَصِيْبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾" یعنی اس فتنہ سے ڈرو جو صرف تم میں سے ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا (بلکہ سب کو اپنی پلیمٹ میں لے لے گا) (انفال/۲۵) اس آیت میں فتنہ کی پلیمٹ اور عذاب کے شعلے ہر ایک کے لئے بیان ہوئے ہیں اور اس سے ہر ایک کو خبردار کیا گیا ہے۔ تو پھر ان دونوں آیات کو کیونکر جمع کیا جا سکتا ہے؟ تفسیر فخر رازی اور مجمع البیان میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ "ہر فتنہ ہلاکت نہیں ہوتا، اور تلخ اور ناگوار حوادث میں جو چیز ظالموں کو اپنی پلیمٹ میں لیتی ہے وہ ہلاکت اور خدائی قہر ہے۔ اور جو چیز مومنین کو پہنچتی ہے وہ امتحان اور ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہوتی ہے"

۹؛ شاید کہ "﴿بَعْتَةً﴾" سے مراد رات اور "جہرۃ" سے مراد دن ہو۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر فرماتا ہے "﴿إِذَا هَا امْرَأَتٌ لَيْلًا﴾"

﴿اَوْغَارًا﴾ "یونس/۲۴۔ تفسیر آلوسی)

۹؛ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "﴿بَغْتَةً﴾" سے مراد ایسا عذاب ہو جو کسی مقدمہ کے بغیر آئے اور "حھرہ" سے مراد وہ عذاب ہو جس کے آثار پہلے دن سے ظاہر ہوں جیسے قوم عاد پر برسنے والے خطرناک عذاب کے بادل تھے، جس کے متعلق ارشاد الہی ہے "﴿قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مِّمَطْرِنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾" (احقاف/۲۳) یعنی وہ لوگ کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، وہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ (از تفسیر الطیب البیان)

پیام:

- ۱۔ اپنی سرکشی اور اس پر تمہیں ملنے والی خدا کی مہلت سے مغرور نہ ہو جانا، ہو سکتا ہے کہ خدا کا عذاب اچانک ہی تم پر نازل ہو جائے ﴿بَغْتَةً﴾
- ۲۔ جب خدا کا عذاب نازل ہوگا تو تباہی اور ہلاکت یقینی ہو جائے گی جسے نہ تو تم ٹال سکو گے اور نہ ہی کوئی اور۔ ﴿عَذَابُ اللَّهِ - يَهْلِك﴾
- ۳۔ خدا کی طرف سے ملنے والی سزائیں عادلانہ اور منصفانہ ہوتی ہیں اور وہ بھی لوگوں کے ظلم کرنے کی وجہ سے۔ (یھلک۔ ظالمون)
- ۴۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے انحراف اور روگردانی ظلم ہے ﴿يَصْدِفُونَ - الظالمون﴾

آیت ۴۸، ۴۹

﴿وَمَا تُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ جَ فَمَنْ أَمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ - وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ -

ترجمہ۔ ہم، رسولوں کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجتے ہیں پس جو لوگ ایمان لے آتے ہیں اور اپنی اصلاح کرتے ہیں (نیک بن جاتے ہیں) تو ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔
۹؛ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں تو ان کے فسق کی وجہ سے عذاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

ایک نکتہ:

۹؛ متعدد آیات میں اولیاء اللہ کے بارے میں ہے کہ ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ جبکہ دوسری طرف آیات قرآنی میں جو خوف خدا اولیاء اللہ کا خاصہ بتایا گیا ہے مثلاً وہ کہتے ہیں "انا نخاف من ربنا" ﴿---﴾ "یعنی ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (دہر/۱۰) تو ان دونوں طرح کی آیات کو کیونکر جمع کیا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے بیمار آپریشن اور معالجے سے ڈرتا ہے لیکن ڈاکٹر اسے اطمینان اور تسلی دیتا ہے کہ "گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں" تو گھبرانے کی ضرورت کا نہ ہونا، بیمار کے اندیشوں سے منافات نہیں رکھتا۔

پیام:

- ۱۔ تمام انبیاء کا مجموعی طریقہ کار ایک جیسا تھا ﴿مبشرین و منذرین﴾
- ۲۔ ہدایت اور تربیت، بیم و امید اور سزا و جزا کے دو اصولوں پر استوار ہے ﴿مبشرین، منذرین﴾
- ۳۔ ایمان اور عمل ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اور ایمان کے بغیر عمل بیکار ہے ﴿آمن و اصلح﴾
- ۴۔ مومن کا کام ہمیشہ اصلاح کے رخ پر ہونا چاہئے ﴿آمن و اصلح﴾
- ۵۔ صرف صلح ہونا ہی کافی نہیں، مصلح ہونا بھی ضروری ہے ﴿اصلح﴾
- ۶۔ ایمان اور عمل دونوں مل کر انسان کا بیمہ کرتے ہیں ﴿لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون﴾
- ۷۔ فسق، عذاب الہی کا موجب بن سکتا ہے ﴿بما کانوا یفسقون﴾

آیت ۵۰

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنَّمَا أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ط قُلْ

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَ الْبَصِيرُ ط أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب بھی نہیں جانتا اور تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی بات کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی ہوتی ہے۔ (اور اے پیغمبر یہ بھی) کہہ دو کہ آیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ آیا تم کچھ غور و فکر نہیں کرتے؟

ایک نکتہ:

۹؛ اس آیت میں پیغمبر خدا کی غیب دانی کی نفی کی گئی ہے لیکن خدا کی طرف سے غیب پر آگاہی آنجناب کو ضرور عطا ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بارہا حضرت یوسف، جناب مریم، حضرت نوح اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں آپ سے فرمایا ہے کہ: ﴿ذَالِكْ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيَهٗ اِلَيْكَ﴾ "یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔"

۹؛ اسی طرح اللہ تعالیٰ سورہ جن کے آخر میں فرماتا ہے: "خداوند عالم کے پاس غیب کا علم ہے جو وہ اپنے برگزیدہ بندوں کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کرتا" پس علم غیب مخصوص تو خدا ہی سے ہے لیکن اگر وہ چاہے تو اس میں سے اپنے اولیاء کو بھی عطا کر دیتا ہے۔"

پیام:

- ۱۔ پیغمبر خدا کی صداقت تو اس حد تک ہے کہ اگر ان سے کوئی قدرت سلب ہوتی ہے تو اس کا بھی وہ لوگوں میں اعلان کرتے ہیں ﴿قُلْ لَا اَقُوْلُ﴾
- ۲۔ انبیاء علیہم السلام کا کام خرافات سے نبرد آزمائی اور جھوٹی شخصیت بنانے کے خلاف جنگ ہے (سن آیت)
- ۳۔ انبیاء کرام سے بے جا توقعات وابستہ نہ رکھو ﴿لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ﴾
- ۴۔ رہبر کی زندگی، اس کا ہدف اور طریقہ کار عوام پر واضح ہونا چاہئے۔
- ۵۔ "جو کچھ تم ہو" لوگوں کو بھی وہی باور کراؤ اور ایسا نہ ہونے دو کہ لوگ تمہیں تمہاری اصلی حالت سے بڑھ کر سمجھنے لگیں) (اگر نامور شخصیات اپنی ذات سے جھوٹے القاب کی خود نفی کریں تو غلو اور گمراہی کے آگے بند باندھا جا سکتا ہے)

۶۔ انبیاء کرام روپے پیسے کا لالچ دے کر لوگوں کو خدا کی طرف نہیں بلاتے اور نہ ہی دھونس اور دھاندلی سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ ڈر کر یا کسی لالچ میں آکر ان کے پاس اکٹھے نہ ہوں۔ (اور لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اگر پیغمبر خدا کے ساتھ ہوں گے تو علم غیب یا خدائی خزانہ سے ان کی مشکلات حل ہو جائیں گی)

۷۔ پیغمبر خدا اپنی شخصی زندگی یا حکومت چلانے کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح عام روش پر چلتے ہیں علم غیب اور خدائی خزانے سے کام نہیں لیتے۔ البتہ اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان چیزوں سے استفادہ کریں)

۸۔ اگرچہ پیغمبر خدا کے پاس خدائی خزانہ یا علم غیب نہیں ہوتا لیکن چونکہ ان پر "وحی" ہوتی ہے لہذا ان کی پیروی لازمی ہے۔

۹۔ پیغمبر کا کام نہ ان کے خیال اور سلیقہ کی بنا پر ہوتا ہے اور نہ ہی معاشرتی میلان اور ماحول سے متاثر ہوتا ہے بلکہ صرف اور صرف وحی کی اتباع اور پیروی ہوتا ہے ﴿ان اتبع الاما یوحی الی﴾

۱۰۔ انبیاء کی اتباع بصیرت ہے اور ان سے روگردانی اندھا پن۔ ﴿هل یستوی الاعلمی والصبیر﴾

۱۱۔ صحیح فکر انسان کو انبیاء کی پیروی پر آمادہ کرتی ہے، اور بہانوں اور توقعات کو رد کرتی ہے ﴿افلاتتفکرون﴾

۱۲۔ انبیاء علیہم السلام کی رفتار اور ان کی گفتار ہمارے لئے حجت ہوتی ہے کیونکہ اس کی بنیاد وحی پر استوار ہوئی

ہے۔ ﴿ان اتبع الاما یوحی الی﴾

۱۳۔ لوگوں سے تمام انبیاء کا رویہ ایک جیسا رہا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے بھی لوگوں سے یہی باتیں کی تھیں۔

ملاحظہ ہو سورہ ہود آیت ۳۱۔

آیت ۵۱

﴿وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَيْبِهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنَ دُونِهِ وَلِيُّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور اس (قرآن) کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جو اپنے پروردگار کے حضور محشور ہونے سے ڈرتے ہیں (کیونکہ) خداوند عالم کے علاوہ ان کا نہ تو کوئی ولی و سرپرست ہے اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا۔ ہو سکتا ہے کہ متقی بن جائیں۔

ایک نکتہ:

۹؛ قرآن مجید میں بارہا پیغمبر خدا سے کہا گیا ہے کہ آپ کا ڈرانا صرف ان لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ مثلاً "﴿إِنَّمَا تَنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ﴾" یعنی تم تو صرف اس شخص کو ڈرا سکتے ہو جو نصیحت کو مانے اور ان دیکھے، خدا سے ڈرے (سورہ یس / ۱۱) اور "﴿إِنَّمَا تَنْذِرُ الَّذِينَ يَخَافُونَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ﴾" یعنی تم تو بس ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو ان دیکھے، خدا سے ڈرتے ہیں (فاطر / ۱۸)

پیام:

- ۱۔ لوگوں کی آمادگی، ہدایت انبیاء کے موثر ہونے کی شرط ہے ﴿الذین یخافون﴾
- ۲۔ معاد (قیامت) کا عقیدہ تقویٰ کی کلید ہے ﴿یخافون ان یحشروا... لعلہم یتقون﴾

آیت ۵۲

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ -

ترجمہ۔ جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں جبکہ وہ اس کی رضامندی کے طلبگار ہوتے ہیں انہیں اپنے پاس سے نہ دھتکارو۔ ان کے حساب سے تمہارے ذمہ کوئی چیز نہیں ہے اور تمہارے حساب سے ان کے ذمہ کوئی چیز نہیں ہے کہ اگر تم نے انہیں دھتکار دیا تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

چند نکات:

۹؛ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ کچھ مالدار کفار نے جب دیکھا کہ عمار، بلال اور خباب وغیرہ جیسے غریب لوگ حضرت رسول خدا کے اطراف جمع رہتے ہیں، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کش کی کہ آپ ان لوگوں کو اپنے اطراف سے ہٹادیں تاکہ ہم آپ کے پاس آیا کریں۔ بقول مفسر تفسیر "المنار" خلیفہ دوم نے یہ تجویز پیش کی کہ کفار کی اس پیشکش کو آزمائش کے طور پر قبول کر لیا جائے، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے ملتی جلتی سورہ کہف کی ۲۸ ویں آیت بھی ہے۔

۹؛ تفسیر قرطبی میں منقول ہے کہ اس آیت کے نازل ہو جانے کے بعد پیغمبر خدا غریبوں کی مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ وہ نہ اٹھ جاتے۔

۹؛ صبح و شام خدا کو پکارنے سے مراد شاید روزانہ کی نمازیں ہیں (تفسیر المیزان)

پیام:

۱۔ مخلص، فقیر اور مجاہد افرادی قوت کی حفاظت کرنا سرمایہ دار کفار کے امکانی جذب کرنے سے زیادہ اہم ہے ﴿لاتطرد﴾

۲۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو امتیازات، نسل پرستی، تفوق طلبی اور سازباز کے مخالف ہے (آیت کے شان نزول کے پیش نظر)

۳۔ "ایمان" کے ساتھ کوئی بھی امتیاز مقابلہ نہیں کر سکتا ﴿یریدون وجہہ﴾

۴۔ انبیاء کے طرفداروں کی غالب اکثریت غریب اور فقیر لوگوں کی تھی (آیت کے شان نزول کے پیش نظر)

۵۔ اسلام میں "مقصد کا حصول" ہر قسم کے ذرائع اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کفر کے سرداروں کو اپنانے

کے لئے موجودہ مسلمانوں کی توہین نہیں کرنی چاہئے ﴿لاتطرد﴾

۶۔ بہانہ بنانے والے اگر رہبر اور اس کے مسلک پر عیب نہیں لگا سکتے تو اس کے پیروکاروں یا پیروکاروں کی

اقتصادی حالت کی عیب جوئی کرنے لگ جاتے ہیں (آیت کے شان نزول کے پیش نظر)

۷۔ معیار، افراد کی موجودہ حالت ہے۔ اگر غریب مومن اس سے پہلے کسی قسم کی کوئی خلاف ورزی کر چکے ہیں تو اس کا حساب کتاب خدا ہی کے سپرد ہے۔

۸۔ سب کا حساب خدا کے سپرد ہے، حتیٰ کہ رسول اکرم بھی کسی کے گناہوں کے بخشنے یا سزا دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں (برخلاف دین مسیحیت کے کہ ان کے لاٹ پادری گناہوں کو بخش دیتے ہیں) ﴿مَاعَلَيْكَ﴾

۹۔ مخلص غریب اور فقیر افراد کو دھتکار دینا ظلم ہے ﴿فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

۱۰۔ پیغمبر اکرم کے لئے بھی حساب و کتاب ہے ﴿وَمَا مِنْ حَسَابِكَ﴾

آیت ۵۳

﴿وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ مَّ بَيْنَنَا وَاللَّهُ يَاعْلَمُ بِالشَّكِرِينَ﴾ -

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی دوسرے بعض افراد کے ذریعہ آزمائش کی ہے تاکہ وہ (استہزا کے طور پر) کہیں، آیا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہمارے درمیان میں سے ممنون فرمایا ہے؟ آیا خداوند عالم شکر ادا کرنے والوں کے حالات زیادہ نہیں جانتا؟

دونکات:

۹؛ قرآن مجید میں بارہا سرمایہ داروں کی بلند پروازیوں اور اونچی اونچی توقعات کا ذکر آیا ہے اور اس سلسلہ میں ان کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً ان کی ایک توقع یہ تھی کہ قرآن مجید ان پر ہی نازل ہوتا چنانچہ قرآن کہتا ہے: ﴿لَاءِ الْقَى الذِّكْرَ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنَنَا﴾ "یعنی آیا ہم سرمایہ داروں کے درمیان وحی اس پر نازل ہوئی؟ (قر/۲۵) اور سورہ زخرف /۳۱ میں ہے وہ کہتے تھے "﴿لَوْ لَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾ "یعنی یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی ایک بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں ہوا؟۔

۹؛ حقیقی مومن، نعمت ایمان پر شکر ادا کرتا ہے۔ چنانچہ کسی شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے فقر و فاقہ اور غربت کی شکایت کی، امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "تمہاری نگاہوں میں مالدارترین شخص کون ہے؟" اس نے کہا: "ہارون الرشید" امام نے اس سے فرمایا: "آیا اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنا

ایمان دے کر اس کی ثروت حاصل کرو؟" اس نے عرض کیا: "نہیں! فرمایا! "پس تو تم ہی سب سے زیادہ تونگر ہو! اس لئے کہ تمہارے پاس ایک ایسی چیز ہے جسے تم اس کے مال و دولت کے بدلے میں نہیں دینا چاہتے!" (از تفسیر اطمینان)

پیام:

- ۱۔ طبقاتی تقسیم بعض اوقات، امتحان کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی عادات و خصائل کے پروان چڑھنے کا موجب بھی! امیروں کا امتحان غریبوں کے ذریعہ ہوتا ہے ﴿فتنا بعضهم ببعض﴾
- ۲۔ امیر لوگ، غریبوں کا مذاق اڑاتے ہیں ﴿أهولاء﴾
- ۳۔ غریب مومن، خدا کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں ﴿من الله عليهم﴾
- ۴۔ انبیاء کرام علیہم السلام خدا کے شکر گزار بندوں کا واضح نمونہ ہوتے ہیں ﴿بالشاکرین﴾
- ۵۔ غریبوں پر خدا کا احسان، ان کے شکر کا نتیجہ ہوتا ہے ﴿من الله - شاکرین﴾
- ۶۔ کفار کے توہین کرنے کا جواب، مومنین کو خدا کی طرف سے نوازشات کی صورت میں دیا جاتا ہے ﴿اهولاء - اعلم بالشاکرین﴾
- ۷۔ خداوند اپنی حکمت کے مطابق کام کرتا ہے، لوگوں کی توقعات کے مطابق نہیں، ﴿لیس الله باعلم بالشاکرین﴾

آیت ۵۴-۵۵

﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَا أَنَّهُ مَن عَمِلَ مِنْكُمْ سَوْءًا ام بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ مَّ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ - وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ لَّا يُعْقِلُونَ﴾

ترجمہ۔ جب وہ لوگ تمہارے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو (ان سے) کہو تم پر سلام ہو۔ تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت واجب کر دی ہے کہ تم میں سے جو شخص نادانستہ طور پر کوئی برا کام انجام دیتا ہے اور پھر توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو یقیناً خداوند عالم بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

۹؛ اور ہم اسی طرح (لوگوں کے لئے) تفصیل کے ساتھ آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ حق آشکار اور گناہگاروں کا راستہ واضح ہو جائے۔

دونکات:

۹؛ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ کچھ گنہگار لوگ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے "ہم نے بہت سی خلاف ورزیاں کی ہیں!" یہ سن کر آنحضرت خاموش ہو گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۹؛ اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ "کتب علی نفسہ الرحمۃ" کا جملہ ارشاد فرمایا ہے۔ ایک تو اسی دنیا میں سرگرم رہنے کے لئے ہے (زیر نظر آیت) اور دوسرا قیامت کے لئے ہے (آیت ۱۲)

پیام

- ۱۔ اگر گناہ کو ہٹ دھرمی غرور اور ضد کی بنا پر انجام نہ دیا جائے تو قابل معافی ہوتا ہے ﴿جہالۃ﴾ ۱۶
- ۲۔ رہبر اور عوام کا باہمی رابطہ انس و محبت کی بنیادوں پر بنی ہونا چاہئے ﴿قل سلام علیکم﴾
- ۳۔ "سلام" اسلام کی علامت ہے اور بڑا چھوٹے کو سلام کرتا ہے ﴿سلام علیکم﴾
- ۴۔ مربی اور مبلغ کو چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ محبت کر کے ان کی شخصیت سازی کرے ﴿سلام علیکم﴾
- ۵۔ خداوند عالم نے رحمت کو اپنے اوپر واجب کر دیا ہے، لیکن اس کے شامل حال توبہ کرنے والے ہیں۔ ﴿کتب... ثم تاب﴾
- ۶۔ توبہ صرف ایک لفظ کا نام نہیں ہے، اس کے لئے عزم مصمم اور اصلاح احوال کی ضرورت بھی ہوتی ہے ﴿تاب واصلح﴾
- ۷۔ مومن کی توبہ قابل قبول ہے ہر شخص کی نہیں۔ ﴿عمل منکم﴾
- ۸۔ خدا کی بخشش اس کی رحمت کے ساتھ ساتھ ہے ﴿غفور رحیم﴾

۹۔ مجرمین کی علامتیں اور خطاکاروں اور سازشی عناصر کی راہیں واضح کرنا مذہب اور دین کے اہداف میں شامل ہے۔ ﴿لَتَسْتَبِينَ﴾

آیت ۵۶

﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا آتَّبِعُ أَهْوَاءَ كُمْ قَدْ ضَلَلْتُمْ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾

﴿ - ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے کہ تم خدا کے علاوہ جن کو پکارتے ہو، (یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا کیونکہ ایسی صورت میں میں گمراہ ہو جاؤں گا، اور ہدایت یافتہ افراد سے نہیں ہوں گا۔

پیام:

- ۱۔ بے جا خواہشات کا دو ٹوک الفاظ میں نفی میں جواب دینا چاہئے ﴿نہیت، لاتبع، ضللت﴾
- ۲۔ پیغمبر اسلام کے موقف کا مرکز اور منبع وحی الہی ہے ﴿قل - قل﴾
- ۳۔ شرک سے اظہار برائت، اسلام کا جزو ہے ﴿نہیت ان اعبد﴾
- ۴۔ شرک کا اصل مرکز، ہوس پرستی ہے ﴿لاتبع اہوائکم﴾
- ۵۔ مبلغ کو نہیں چاہئے کہ وہ لوگوں کی خواہشات کو پورا کرتا پھرے ﴿لاتبع اہوائکم﴾
- ۶۔ ہوس پرستی، ہدایت کے رستے گم کر دیتی ہے ﴿لاتبع اہوائکم... وما انا من المہتدین﴾

آیت ۵۷

﴿قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهَاطِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهَاطِ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَفْصِلُ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

الْفَاصِلِينَ﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ میں تو یقیناً اپنے پروردگار کی روشن دلیل پر ہوں، لیکن تم اسے جھٹلاتے ہو۔ اور تم (خدا کی) جس فوری سزا کی جلدی کے خواہاں ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ حکم تو بس اللہ ہی کے لئے ہے، وہی حق کو بیان کرتا ہے اور وہ (حق کو باطل سے) بہترین جدا کرنے والا (حاکم) ہے۔

چند نکات:

۹؛ "بینہ" کا لفظ "بینونہ" سے ہے جس کا معنی ہے "جدائی" اور بینہ اس دلیل کو کہتے ہیں جو مکمل طور پر واضح اور روشن ہو اور حق کو باطل سے جدا کر دے۔

۹؛ کفار کہتے تھے کہ اے محمد! اگر تم سچ کہتے ہو تو پھر ہم پر خدا کا قہر و غضب نازل کیوں نہیں ہوتا؟ ﴿تستعجلون بہ﴾ یعنی اس آیت کی مانند جس میں کہا گیا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ اگر یہ بات سچی ہے تو اے اللہ! ہم پر پتھر برسسا ﴿فامطر علينا حجارة من السماء﴾ " (انفال / ۳۲)

۹؛ انبیاء کے دلائل اور معجزات نہ تو ثقیل (بوجھل) ہوتے تھے اور نہ ہی مبہم۔ سب لوگ انہیں سمجھ لیتے تھے بشرطیکہ ہٹ دھرمی اور ضد سے کام نہ لیتے ہوں۔ اور انہیں دل و جان سے تسلیم بھی کر لیتے تھے۔ اسی لئے تو انبیاء نے اپنا تعارف "صاحب بینہ" کے طور پر کر لیا ہے۔

۹؛ "استعجال" یعنی جلد عذاب خواہی کی بیماری دوسری قوموں میں بھی تھی، حضرت صلح، حضرت ہود اور حضرت نوح کی قوم کے افراد بھی کہا کرتے تھے "فاتنا بما تعدنا" یعنی اگر سچ کہتے ہو تو عذاب موعود کو ہمارے لئے لے آؤ (اعراف / ۷۰ - ۷۷ ہود / ۳۲)

پیام:

- ۱۔ انبیاء کی دعوت کا دار و مدار "بینہ" (واضح دلیل) پر ہوتا ہے، خیالات اور اندھی تقلید پر نہیں۔ ﴿علی بینة﴾
- ۲۔ انبیاء کے پاس "بینہ الہی" ہونا چاہئے انہیں لوگوں کے روزمرہ کے تقاضوں کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہئے ﴿بینة﴾

﴿من ربی﴾

- ۳۔ کفار ادھر تو پیغمبر کے سینہ کو جھٹلاتے ہیں اور ادھر اس بات کی توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات نفسانی کی اتباع بھی کریں ﴿کذبتہم ما عندی تستعجلون بہ﴾
- ۴۔ بہانہ گروں کے ساتھ دو ٹوک الفاظ میں بات کرنی چاہئے۔ ﴿ما عنوی﴾
- ۵۔ یہ آیت جہاں کفار کو تہدید اور سرزنش کر رہی ہے وہاں پیغمبر کو تسلی بھی دے رہی ہے۔ ﴿خیر الفصلین﴾
- ۶۔ پیغمبر کو اللہ نے منطق اور سینہ دے کر بھیجا ہے اور کائنات کا سارا انتظام خدا کے ہاتھ میں ہے (لہذا پیغمبر سے اپنی زندگی کے خاتمے کی درخواست نہ کرو)

آیت ۵۸

﴿قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَفُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ﴾ -

ترجمہ۔ کہہ دو کہ جس چیز کے بارے میں تم مجھ سے جلدی کا سوال کرتے ہو اگر وہ میرے پاس ہوتی (اور تمہارے کہنے کے مطابق عذاب نازل ہوتے) تو یقیناً میرے اور تمہارے درمیان بات ہی ختم ہو جاتی۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ ہر قسم کی سزا اور عذاب خدا کے ہاتھ میں ہیلیکن وہ اپنی حکمت اور طریقہ کار کے تحت ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے۔
 - ۲۔ لوگوں کی جلد بازی، خدا کی حکمت کو تبدیل نہیں کر سکتی۔
 - ۳۔ خدائی قہر و غضب میں تاخیر اس بات کا سبب نہ بن جائے کہ کفار خیال کرنے لگ جائیں کہ خدا نے ان کے کفر کو بھلا دیا ہے ﴿واللہ اعلم بالشاکرین﴾
 - ۴۔ ایمان سے روگردانی اور عذاب میں جلد بازی ظلم ہے ﴿بالظلمین﴾
 - ۵۔ اگر خداوند عالم کفار کے تقاضوں کے مطابق اپنے عذاب میں جلدی کرے تو کوئی شخص بھی زندہ نہ رہ سکے۔
- ﴿اقضی الامر﴾ ۱۷

آیت ۵۹

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ -

ترجمہ۔ اور غیب کی چابیاں صرف اسی (خدا) کے پاس ہیں، اور انہیں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔ اور وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندر میں ہے۔ اور (درخت سے) کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے۔ اور کوئی بھی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور کوئی تر اور خشک ایسا نہیں ہے مگر اس کا علم کتاب مبین میں (درج) ہے۔

دونکات:

۹؛ "مفاتح" ایک تو خزانہ کے معنی میں ہے اور وہ "مفتح" کی جمع ہے، اور دوسرے چابی کے معنی میں ہے اور وہ "مفتح" کی جمع ہے، لیکن پہلا معنی زیادہ بہتر ہے (از تفسیر المیزان)

۹؛ خشکی اور سمندر یا خشک اور تر کا کلمہ کنایہ ہے ان دوسری تمام چیزوں سے جو ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ جیسے موت اور حیات، صحت اور بیماری، فقر اور غنا، نیک اور بد اور مجرد اور مادہ۔ نیز یہی بات سورہ یس / ۱۱ میں بھی بیان ہوئی ہے ارشاد ہوتا ہے "﴿وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾"

پیام:

- ۱۔ چونکہ خداوند عالم ہر چیز سے واقف اور کائنات کی تمام جزئیات سے باخبر ہے لہذا ہمیں اپنے اعمال کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔
- ۲۔ خدا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اپنی طرف سے علم غیب نہیں جانتا ﴿وعنده﴾
- ۳۔ ہو سکتا ہے کہ پتوں کے گرنے سے مراد "نزولی حرکات" ہوں اور دانہ کے زمین کے اگنے سے "صعودی حرکات" مراد ہوں۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)
- ۴۔ کائنات میں معلومات کا ایک مرکز موجود ہے ﴿کتاب مبین﴾
- ۵۔ نظام کائنات، باقاعدہ منصوبہ کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ ﴿کتاب مبین﴾

آیت ۶۰

﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ج ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ -

ترجمہ۔ وہ (خدا تو) وہی ہے جو تمہیں (تمہاری روح کو) رات کے وقت (نیند کی حالت میں) پوری طرح لے لیتا ہے اور تم نے جو کچھ دن کو انجام دیا ہے اسے جانتا ہے، پھر تمہیں دن میں دوبارہ اٹھاتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہو اور اس کے بعد تمہاری بازگشت اسی کی طرف ہوگی پھر تمہیں وہ ہر اس کام سے باخبر کرے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

ایک نکتہ:

۹؛ "جرحتم" کا کلمہ "جارحہ" بمعنی عضو سے لیا گیا ہے یعنی ایسا عضو جس سے کوئی کام سرانجام دیا جاتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ نیند ایک عارضی موت ہے اور نیند سے بیداری ایک قسم کا قبر سے باہر آنا ہے۔ ﴿یتوفاکم - یبعثکم﴾
- ۲۔ انسان کی حقیقت وہی روح ہی ہے، کیونکہ آیت میں ﴿یتوفاکم﴾ فرمایا ہے "یتوفی رو حکم" نہیں فرمایا۔
- ۳۔ ہماری جان ہر رات خدا کے سپرد ہوتی ہے اور ہر رات ہمارے لئے قبر کی پہلی رات کی مانند اور ہر بیداری قبر سے باہر آنے کی طرح ہوتی ہے۔ (اس کے باوجود پھر موت اور قبر سے باہر آنے سے انکار کیا؟)
- ۴۔ قانون طبیعت بھی یہی ہے کہ رات سونے کے لئے اور دن کام کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ﴿جرحتم بالنہار -

یتوفاکم باللیل﴾

- ۵۔ زندگی کا ہر دن ایک تازہ فرصت اور ایک نئی زندگی کا سرنامہ ہوتا ہے ﴿یبعثکم﴾
- ۶۔ ہماری زندگی کے لئے ایک مقررہ تاریخ، منصوبہ اور متعینہ مدت ہے ﴿اجل مسمی﴾
- ۷۔ اپنے آپ کو قیامت کے دن میں جواب دینے کے لئے تیار رکھو ﴿الیہ مرجعکم﴾

آیت ۶۱

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾

ترجمہ۔ اور وہ وہی (خدا) ہی تو ہے جو اپنے بندوں پر مکمل تسلط رکھتا ہے۔ اور تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے۔ حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اس کی جان کو پوری طرح اپنے پاس لے لیتے ہیں۔ اور یہ فرشتے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔

دونکات:

۹: قبض روح کا مسئلہ قرآن مجید میں کہیں تو خدا کی طرف منسوب ہے جیسے "﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاِنْفُسَ﴾" (زمر/۴۲) کہیں ملک الموت کی طرف جیسے "﴿يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ﴾" (سجدہ/۱۱) اور کہیں خصوصاً اسی آیت میں فرشتوں کی طرف۔ ۹: "محافظ فرشتوں" سے مراد ممکن ہے کہ وہ فرشتے ہوں جو انسان کو حوادث سے بچانے پر مامور ہیں۔ جیسا کہ سورہ رعد/۱۱ میں ہے "﴿لَهُ مَعْقَلَتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾" یعنی انسان کے لئے مامور کچھ ایسے (فرشتے) ہیں جو پے درپے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے اسے حوادث سے محفوظ رکھتے ہیں (از تفسیر المیزن) اور ممکن ہے کہ ان محافظ فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہوں جو انسان کے اعمال ثبت و درج کرنے پر مامور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے "﴿رَسُلْنَا لَدِيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ﴾" (زخرف/۸۰)

پیام:

- ۱۔ خدا کا بندوں پر تسلط اس حد تک ہے کہ کسی کو اس کے آگے چوں کرنے کی جرات نہیں ﴿القاهر﴾
- ۲۔ کائنات عالم میں مختلف قسم کے نگران ہیں ﴿حفظه﴾
- ۳۔ خداوند عالم مکمل طور پر قدرت کاملہ کا مالک ہے، اگر اس نے تمہیں آزاد چھوڑا ہوا ہے تو اس کی کمال مہربانی ہے۔ ﴿وهوالقاهر﴾
- ۴۔ فرشتوں کے ہر گروہ کی اپنی ایک مخصوص ڈیوٹی ہے ﴿حفظه، توفته، رسلنا﴾

۵۔ فرشتے اپنے مقرر کردہ فرائض کی بجا آوری میں سہل انگاری سے کام نہیں لیتے اور وہ معصوم ہیں ﴿لَا يَفْرطُونَ﴾
 ۶۔ فرشتوں کے نگہبان ہونے پر ایمان، خدا کے شکر کا موجب ہے جس طرح دوسری آیات کے مطابق فرشتوں کے ذریعہ اعمال کے لکھے جانے پر ایمان، جیا اور تقویٰ کا سبب ہے۔

آیت ۶۲

﴿ثُمَّ رُدُّوْا۟ اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ طَا۟لَا۟ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ -

ترجمہ۔ پھر لوگ اپنے حقیقی مولا کی طرف پلٹائے جائیں گے۔ آگاہ رہو کہ (اس دن) فیصلہ صرف اور صرف اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔

ایک نکتہ:

۹؛ روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حساب ایک ہی لحظہ میں لے لے گا، یا صرف اس قدرت میں جتنا دیر کسی بکری کا دودھ دوہنے میں لگتی ہے۔ (تفسیر مجمع البیان اور تفسیر نور الثقلین) چنانچہ حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "کیف یحاسب اللہ الخلق ولا یرونہ؟" یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کا حساب کیونکر لے گا جبکہ مخلوق اسے دیکھ نہیں پائے گی؟ فرمایا: "کما یرزقہم ولا یرونہ" جس طرح مخلوق اسے دیکھ نہیں پاتی لیکن وہ مخلوق کو روزی دیتا ہے۔

۹؛ ایک سوال: اس قدر آیات و روایات کے باوجود پھر قیامت کا دن کیوں طولانی ہوگا؟

۹؛ جواب۔ (بقول تفسیر اطیب البیان) روز قیامت کی اس قدر لمبائی ایک قسم کی سزا ہوگی نہ کہ کام کی زیادتی اور حساب و کتاب میں عاجزی کی وجہ سے وہ دن لمبا ہوگا۔

پیام:

- ۱۔ سب لوگوں کی بازگشت خدا کے حضور ہوگی اور قیامت کے دن اکیلا قاضی ہوگا۔ ﴿رُدُّوْا۟ اِلَى اللّٰهِ - لَهُ الْحُكْمُ﴾
- ۲۔ حقیقی مولا وہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں پیدائش، تخلیق، نگرانی، خواب اور بیداری، موت اور دوبارہ زندگی، حساب رسی اور فیصلہ ہے اور وہ ہے خداوند عالم۔ ﴿اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ﴾

۳۔ خدا کی عدالت میں پیشی لازمی اور حتمی ہے ﴿ردوا﴾

۴۔ حقیقی مولا صرف خدا ہے باقی یا تو مجازی ہیں یا پھر باطل۔ ﴿مولہم الحق﴾

۵۔ قیامت کا در حقیقت ہماری اپنی خلاف ورزیوں کی وجہ سے ہے ورنہ خدا تو مولا بھی ہے اور حق بھی۔

آیت ۶۳-۶۴

﴿قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلْمِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ-

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُّشْكُرُوْنَ﴾ -

ترجمہ: کہہ دو کہ کون تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں نجات عطا کرتا ہے؟ جبکہ تم اسے زور زور کے نالہ و زاری کے ساتھ اور مخفی طور پر پکارتے ہو (اور کہتے ہو) کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دی تو ہم شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔

۹: کہہ دو کہ خداوند عالم ہی تمہیں ان (تاریکیوں) اور دوسری مصیبتوں سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم (سپاسگزار) کی بجائے شرک کرتے ہو۔

دونکات:

کچھ لوگ زور زور سے خدا سے مانگ رہے تھے تو پیغمبر خدا نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ خداوند عالم ہر ایک کے نزدیک بھی ہے اور ہر ایک کی بات کو سنتا بھی ہے۔ (نور الثقلین)

اس آیت کے مشابہ سورہ یونس کی ۱۳ ویں آیت بھی ہے کہ: "انسان خطرے کے موقع پر سوتے اور بیٹھتے وقت خدا کو یاد کرتا اور اسے پکارتا ہے" ﴿فلما كشفنا عنه ضره مرکان لم يدعنا الیٰ ضره﴾ "یعنی جوں ہی اس کی مشکل حل ہو جاتی ہے۔ تو سر جھکائے گزر جاتا ہے گویا اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں۔

پیام:

۱۔ مادی اسباب کے منقطع ہو جانے پر ہی خدا کی یاد انسان کے دل میں انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔ اور وہ مشکلات میں خدائی طاقت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۲۔ اپنے ضمیر اور فطرت کو خطرات کی یاد دلا کر بیدار کرو۔

۳۔ دُعا، فطرت کی ایک تصویر ہے۔ ﴿تَدْعُونَ﴾ (۵)

۴۔ وعظ و تبلیغ کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ لوگوں کے ضمیر سے سوال کیا جائے۔ ﴿مَنْ يَنْجِيكُمْ﴾

۵۔ انسان جب خطرات اور مشکلات میں پھنس جاتا ہے تو کئی طرح کے وعدے کرتا ہے۔ ﴿لئن انجنا... لنكونن

من الشاكرين﴾

۶۔ ہمیشہ ہر شخص کے لئے موجودہ مشکل ہی بہت بڑی مشکل ہوا کرتی ہے۔ ﴿هذه﴾

۷۔ انسان بڑا بدقول ہے، اور خدا سے کئے ہوئے وعدے بھی پورے نہیں کرتا ﴿ثم انتم تشركون﴾

آیت ۶۵-۶۶

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِّنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ

بَعْضٍ أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ - وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَسْتُ بِوَكِيلٍ ط﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ وہ (خدا) اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیجے یا تمہیں مختلف گروہوں کی صورت میں ایک دوسرے درگیر کر دے اور تمہیں ایک دوسرے کے ذریعے جنگ اور خونریزی کا تلخ مزا چکھائے۔ دیکھو تو ہم اپنی آیات کو گونا گوں طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ شاید کہ وہ سمجھ جائیں۔ اور تیری قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلایا ہے حالانکہ وہ (کلام) برحق ہے، (ان سے) کہہ دو کہ میں تمہارے کاموں کا وکیل (اور ذمہ دار) نہیں ہوں۔

چند نکات:

۹؛ "لبس" کا معنی ہے ملانا اور "شیع" جمع ہے "شیعہ" کی جس کا معنی ہے گروہ۔

۹؛ اس سے پہلی آیت میں خداوند عالم کی نجات عطا کرنے والی قوت کا ذکر ہوا ہے جبکہ اس آیت میں اس کے قہر و عذاب کا تذکرہ ہے۔

۹؛ اوپر اور نیچے سے آنے والے عذاب سے مراد یا تو آسمانی یا زمینی عذاب ہے یا اوپر کے عذاب سے مراد حکام بالما کا عذاب اور ان کی سختیاں ہیں اور نیچے کے عذاب سے مراد ماتحتوں کا دباؤ ہے (جو کام میں رخنہ اندازی اور ہڑتال وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے) ضمناً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے طبعی یا غیر طبعی عذاب مراد ہو جیسے اوپر سے فضائی بمباری اور نیچے سے بموں کے دھماکے مراد ہوں۔

پیام:

۱۔ خداوند عالم نجات بھی دیتا ہے اور عذاب بھی نازل کرتا ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر غیر اللہ کی پرستش کرتا ہے اسے عذاب الہی کا منتظر رہنا چاہئے ﴿قل هو القادر علی ان یبعث...﴾

۲۔ فرقہ واریت اور تفرقہ اندازی بھی خدائی عذاب ہے جو آسمانی اور زمینی عذاب کے ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ ﴿یلبسکم شیعا﴾

۳۔ بعض اوقات لوگ ایک دوسرے کے ہاتھوں سے عذاب سے دوچار ہوتے ہیں یا پھر متنبہ ہو جاتے ہیں۔ ﴿بعض بأس بعض﴾

۴۔ تم جس راہ پر گامزن ہو وہ چونکہ حق کی راہ ہے لہذا لوگوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ﴿وہو الحق﴾

۵۔ اے پیغمبر! آپ اپنے فریضہ کے متعلق جو ابدہ ہوں گے، نتیجہ کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ ﴿لست علیکم

بوکیل﴾ ۱۹

آیت ۶۷

﴿لِكُلِّ نَبِإٍ مُّسْتَقَرُّوۡنَ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

ترجمہ۔ جو خبر بھی (خدا یا اس کا رسول تمہیں دیتا) ہے اس کا ایک خاص مقرر وقت ہے اور تم بہت جلد اسے جان لو گے۔

پیام:

- ۱۔ خدا کی خبریں قطعی اور یقینی ہوتی ہیں۔
- ۲۔ خداوند عالم کے تمام منصوبے اور پروگرام حکمت پر مبنی اور مقررہ زمانے کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔
- ۳۔ اگرچہ تم ایمان لانے پر مجبور نہیں ہو لیکن اپنی عاقبت اور انجام کار کی ضرور فکر کرو۔ ﴿سوف تعلمون﴾
- ۴۔ جلدی میں فیصلہ نہ کر لینا اور خدا کی طرف سے ملنے والی مہلت کو اس کی غفلت نہ سمجھ لینا۔

آیت ۶۸

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ط وَإِنَّمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ -

ترجمہ۔ اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں بیہودہ بحث کر رہے ہیں تو ان سے منہ پھیر لو یہاں تک کہ (گفتگو کا موضوع تبدیل کر کے) دوسری باتوں میں بحث کرنے لگ جائیں۔ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو متوجہ ہو جانے کے بعد ان ظالم لوگوں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو (اور فوراً اٹھ آؤ)

چند نکات:

- ۹؛ "خوض" کا لفظ قرآن مجید میں باطل اور بے ہودہ مسائل میں سرگرم ہونے کے معنی میں آیا ہے۔
- ۹؛ ﴿بعد الذکری﴾ "کا کلمہ ممکن ہے یاد دلانے کے معنی میں ہو اور ہو سکتا ہے کہ خود انسان کو یاد آجانے کے معنی میں ہو۔

۹؛ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں حتیٰ کہ بھول چوک سے بھی پاک اور مبرا ہیں۔ لہذا آیت میں شیطان کے فراموش کر دینے سے مراد یا ایک فرضی مسئلہ ہے جس طرح دوسری آیات میں بھی کئی مسائل فرض کئے گئے ہیں: جیسے آیت ہے کہ: "لین اشركت لیجبت عملک" (زمر/۶۵) یعنی اگر تونے شرک کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یا یہ آیت ہے

کہ: " ﴿لَوْ تَقُولُ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقْوِيلِ﴾ " (حاقہ/۴۴) یعنی اگر وہ ہم پر جھوٹ باندھتے یا پھر محاورہ کے مطابق دروازے سے کہہ رہا ہوں تاکہ دیوار سن لے یعنی خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔

۹؛ اسی آیت سے ملتی جلتی آیت سورہ نساء میں بھی ہے کہ: " ﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيَسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾ " (آیت ۱۲۰) یعنی اگر تم یہ سنو کہ آیات الہی سے کفر اختیار کیا جا رہا ہے یا ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ بات کو تبدیل نہ کر دیں۔

پیام:

- ۱۔ دشمن کے سامنے اپنے عقائد کے مقدسات کے بارے میں اپنی دینی غیرت اور اپنے مذہب میں تعصب کا ثبوت
- دو۔ ﴿فَاعْرِضْ عَنْهُمْ﴾
- ۲۔ برائیوں سے روگردانی اور بدکاروں سے نبرد آزمانی نہی عن المنکر کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ ۲۰
- ۳۔ معاشرتی برائیوں میں خود غرق ہونے کی بجائے بری محفلوں، برے افراد اور برے گروہوں میں تبدیلی پیدا کرو (فی حدیث غیرہ)
- ۴۔ صرف اظہار برائت یا زبانی مذمت ہی کافی نہیں، ڈٹ کر مقابلہ کرنا ضروری ہے۔
- ۵۔ ظالم لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست ناجائز ہے لہذا اس سے پرہیز کیا کرو۔ ﴿فَلَا تَقْعُدُوا﴾ ۲۱
- ۶۔ فریضہ کی ادائیگی کی شرط توجہ اور آگاہی ہے ﴿مَائِنْسِيْنِكُ الشَّيْطٰنِ﴾
- ۷۔ آیات قرآنی کے بارے میں کسی بھی قسم کی ناجائز سرگرمی (خواہ مذاق اڑانا ہو، خواہ تفسیر بالرائے ہو خواہ بدعت اور تحریف ہو) ظلم ہے ﴿الظَّالِمِيْنَ﴾
- ۸۔ باطل اور بیہودہ باتوں کو سننا (اور گمراہ کن کتابوں کا پڑھنا) قابل مذمت ہے۔ ۲۲

آیت ۶۹

﴿وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ -

ترجمہ۔ ان (ظالم) لوگوں کے حساب سے (جو کہ ہماری آیات میں مسخرہ بازی کے لئے بحث کرتے ہیں) متقی لوگوں کے ذمہ کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن یاد دہانی (لازم) ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی (مسخرہ بازی سے) پرہیز کریں۔

دونکات:

۹؛ جب آیات الہی کے بارے میں یا وہ گوئی اور مسخرہ بازی کرنے والوں کے ساتھ نشست و برخاست کی حرمت کے لئے سابقہ آیت نازل ہوئی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ: "اس لحاظ سے تو ہمیں مسجد الحرام میں بھی نہیں جانا چاہئے اور نہ ہی وہاں طواف کرنا چاہئے کیونکہ یہ ظالم لوگ تو وہاں بھی موجود ہوتے ہیں"

۹؛ اہل گناہ کی مجلسوں میں نہی عن المنکر اور ارشاد و تبلیغ کی غرض سے شرکت کرنے میں کوئی صرح نہیں ہے۔ البتہ یہ اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جو تقویٰ کے حامل ہیں اور ان پر دشمن کا کلام اثر نہیں کر سکتا ورنہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کو غرق ہونے سے بچانے کے لئے جاتے ہیں لیکن خود ڈوب جاتے ہیں۔ بقول سعدی (ترجمہ شعر)

۹؛ غلام نے پانی کی نہر کھودی جب پانی آیا تو وہ خود ہی اس میں ڈوب گیا۔

پیام:

- ۱۔ مسائل کو "اہم" اور "اہم تر" میں تقسیم کرنے کا اصول عقلی بھی ہے اور اسلامی بھی، جواب دینے یا گراہوں کو ہمیشہ کے لئے راہ راست پر لانے کی غرض سے یا وہ گوئیوں اور بے ہودہ باتوں کو سننا جائز ہے۔
- ۲۔ تقویٰ انسان کے لئے گناہ کے مقابلے میں حفاظت اور اس کے بیمہ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ جسے نہ جلنے والا لباس فاتر بریکٹ کے عملہ کے لئے ہوتا ہے۔
- ۳۔ اپنے آپ کے لئے تقویٰ اختیار کرنے کے علاوہ دوسروں کو متقی بنانے کے لئے بھی فکر کیا کرو، ﴿لعلہم یتقون﴾

﴿وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَهَوًّا وَعَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكَّرَ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسُهُ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ مِّمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے اور دنیا نے انہیں دھوکہ دے رکھا ہے۔ اور انہیں قرآن کے ذریعہ (اسی قدر) یاد دلا دو تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے کئے کی سزا میں ہلاکت میں جا پڑیں اور خدا کے علاوہ ان کے لئے نہ کوئی مددگار ہے اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا (اس دن) اگر وہ ہر قسم کا بدلہ بھی دیں (تاکہ سزا سے بچ جائیں) پھر بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی بد کرداری کی وجہ سے پکڑے جا چکے ہیں، ان کے پینے کے لئے جلا دینے والا گرم پانی اور دردناک عذاب ہو گا، اس لئے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

دونکات:

۹: "انہیں چھوڑ دو" ﴿ذالذین ---﴾ سے مراد نفرت کا اظہار اور قطع تعلقی ہے جو بعض اوقات ان سے لڑائی کے معاملہ تک بھی جا پہنچتی ہے۔ اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان سے جہاد ترک کر دیا جائے۔
 ۹: ہر دور میں دین کو کھیل تماشا سمجھنا اور دین کا مذاق اڑانا مختلف انداز میں ہوتا ہے کبھی خرافات پر مبنی عقائد کو اس کا حصہ بنا لیا جاتا ہے تو کبھی اس کے احکام کو قابل اجرا نہیں سمجھا جاتا۔ کبھی اپنے گناہوں کی توجیہ کی جاتی ہے تو کبھی بدعت ایجاد کر دی جاتی ہے۔ کبھی تفسیر بالرائے کر کے آیات متشابہات کی پیروی کی جاتی ہے وغیرہ۔

پیام:

۱۔ دین کے بارے میں سستی سے کام لینا، منافقانہ رویہ اختیار کرنا اور دین کو بازیچہ اطفال سمجھ لینا، دینداری سے سازگار نہیں ہے۔ ﴿لعبوا لھوا﴾

۲۔ دنیا کے ساتھ فریفتہ ہو جانا دین کو کھیل تماشا سمجھنے کا موجب ہوتا ہے ﴿غرثم الحیوة دنیا﴾

۳۔ وعظ و نصیحت، خدا کے قہر و غضب سے عذاب کا موجب ہوتا ہے ﴿وذكرہ﴾

۴۔ دنیا کے دھوکے میں نہ آؤ کیونکہ قیامت کے دن خدا کے علاوہ کوئی بھی تمہاری امداد نہیں کرے گا۔ ﴿لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع﴾

۵۔ انسان کی بد بختی اور تباہی کا موجب خود وہ اور اس کی کارستانیاں ہوتی ہیں۔ ﴿مما کسبت، بما کسبوا، بما کانوا یکفرون﴾۔

۶۔ دینی غیرت معاشرہ سے بے دین لوگوں کے نکال باہر کرنے اور دشمنان دین و مذہب کے بائیکاٹ کا موجب ہوتی ہے ﴿ذوالذین...﴾

آیت ۸۱

﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ط فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ج

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿ -

ترجمہ۔ اور میں اس چیز سے کیونکر ڈروں جسے تم نے خدا کا شریک بنا لیا ہے جبکہ تم (اس بات سے نہیں ڈرتے کہ) ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ کہ) ان دونوں فریقوں میں سے کون سا (فریق) امن میں رہنے کا زیادہ سزاوار ہے؟

ایک نکتہ:

۹؛ جو لوگ خدا پرستی کا عقیدہ خوف اور ڈر کی پیداوار بتاتے ہیں، ان کے اس نظریہ کے برعکس آیت بتا رہی ہے کہ دراصل شرک کا عقیدہ، ڈر کی پیداوار ہے۔

پیام:

- ۱۔ مشرک کے پاس کسی قسم کی دلیل اور برہان نہیں ہے ﴿لم ينزل به عليكم سلطانا﴾
- ۲۔ امن و سکون، خدا پر ایمان کے زیر سایہ ہے ﴿فای الفریقین احق بالامن﴾
- ۳۔ صحیح علم خدا تک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے، اگر اس علم سے صحیح کام لیا جائے تو اس سے صحیح نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ ﴿ان کنتم تعلمون﴾
- ۴۔ بحث اور مناظرہ میں لوگوں کے تعصب کو نہیں چھیڑنا چاہئے (ای الفریقین) فرمایا ہے یہ نہیں کہا کہ "حتماً ہم ہی امن و سکون میں ہیں"۔

آیت ۸۲، ۸۳

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبَسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ هُمُ الْأَمَنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ - وَ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَهَا إِبْرَاهِيمَ عَلٰى

قَوْمِهِ ط نَزَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَأُطِ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿ -

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں اور اپنے ایمان کو کسی قسم کے ظلم کے ساتھ نہیں چھپاتے، ان کے لئے امن و سکون ہے اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اور یہ ہمارے دلائل تھے جو ہم نے ابراہیم کو عطا کئے تاکہ وہ اپنی قوم پر استدلال کریں ہم جس کے لئے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک تمہارا پروردگار حکمت والا اور صاحب علم ہے۔

چند نکات:

۹؛ "لبس" کا معنی ہے کسی چیز کو ڈھانپنا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان چونکہ ایک فطری امر ہے لہذا ختم نہیں ہو سکتا۔ البتہ اسے مختلف قسم کے غبار ضرور ڈھانپ لیتے ہیں۔

۹؛ اگرچہ آیت ۸۲ خداوند عالم ہی کا بیان ہے، لیکن ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلام بھی حضرت ابراہیم کی اس گفتگو کا حصہ ہے جو اس سے پہلی آیت میں بیان ہوئی ہے۔

۹؛ بعض روایات کے مطابق آیت میں مذکور ظلم سے مراد "شرک" ہے۔ اور بعض دوسری روایات میں یہ بھی ہے کہ خدا کے مقرر کردہ رہبروں اور برحق ہادیان کو چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے لگ جانا بھی ظلم ہے۔ (تفسیر نمونہ از تفسیر نور الثقلین)

پیام:

- ۱۔ ظلم، ایمان کے لئے آفت ہے اور اس پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔
- ۲۔ ترک ظلم، ہدایت کی علامت ہے اور ستم، مانع ہدایت ہے ﴿ہم مہتدون، لم یلبسوا﴾
- ۳۔ ایمان کی حفاظت، خود ایمان سے زیادہ اہم ہے ﴿لم یلبسوا ایمانہم﴾
- ۴۔ حقیقی امن و سکون اور صحیح ہدایت ایمان اور عدالت کے سایہ میں ہے ﴿الامن، مہتدون﴾ نہ تو ظالم مومن ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور نہ ہی بے ایمان عدالت پسند۔
- ۵۔ جب تک خالص ایمان نہ ہو دل کو کھٹکا لگا رہتا ہے ﴿لہم الامن﴾

۶۔ جو توحید پرست دلیل اور برہان کے ساتھ معاشرہ کی بے راہروی کا مقابلہ کرے وہ بہت سے درجات کا مستحق ہوتا ہے۔

۷۔ خدا کی طرف سے افراد کو ملنے والے درجات اس کی حکمت کے مطابق ہوتے ہی ﴿درجات... حکیم﴾

آیت ۸۴

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ وَ أَيُّوبَ وَ يُوسُفَ وَ مُوسَى وَ هَارُونَ وَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

ترجمہ۔ اور ہم نے ابراہیم کو (ان کی بانجھ بیوی بنام سارہ سے) اسحاق اور یعقوب بخشے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہدایت کی۔ اور نوح کو اس سے پہلے ہدایت کر چکے ہیں اور ابراہیم کی نسل سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (پیغمبر) قرار دیا۔ اور نیک لوگوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ ۲۵

دو نکات:

۹؛ اگرچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جناب ابراہیم کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے بیٹے تھے، لیکن چونکہ حضرت اسحاق بانجھ ماں سے اور وہ بھی ان کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے اسی لئے آیت اسحاق کا تذکرہ کر رہی ہے۔
۹؛ اس آیت میں اور بعد کی دو آیتوں میں مجموعی طور پر سترہ انبیاء کا نام آیا ہے، لیکن ان میں نہ تو زمانی ترتیب ہے اور نہ ہی ان کے رتبے کے مطابق۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان تینوں آیات میں ان کی تقسیم اس بنیاد پر ہو کہ آیت ۸۴ میں ان انبیاء کا نام ہے جنہوں نے حکومت کی ہے۔ آیت ۸۵ میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو دنیا دار نہیں غریب تھے اور آیت ۸۶ میں وہ انبیاء مذکور ہیں جو خاص قسم کی مشکلات سے دوچار رہے ہیں۔ (تفسیر المیزان)

پیام:

۱۔ نیک اولاد (جو پاکیزہ ذریت کے ذریعہ انسان کے توحیدی افکار کے دوام کا موجب ہوتی ہے) خدا کا بہترین ہدیہ اور بخشش ہے۔ ﴿وہبنا۔ نجزی﴾

۳۔ تاریخ بشریت میں ہدایت اور بعثت کا قدیم سے سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ ﴿نوحاھدینا من قبل﴾

۴۔ صرف اولاد پیغمبر ہونا کوئی اعزاز نہیں ہے، ابراہیم کی ذریت میں ذاتی کمالات بھی تھے اور خدائی ہدایت سے بھی

بہرہ مند رہے ہیں۔ ﴿کلاھدینا﴾

۵۔ الطاف الہی کسی کو بے مقصد عطا نہیں ہوتے۔ ﴿کذلک نجزی المحسنین﴾

آیت ۸۵ تا ۸۷

﴿وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ - لَا وَاسْمِعِيلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُونُسَ وَ لُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَىٰ

الْعَالَمِينَ - لَا وَمِنْ آبَائِهِمْ وَ ذُرِّيَّتِهِمْ وَ إِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿ -

ترجمہ۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (بھی ابراہیم کی نسل سے قرار دیا) جو سب کے سب صالحین میں سے تھے۔

۹؛ اور اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو بھی، اور سب کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آباء، ذریت اور

بھائیوں میں سے (کچھ لوگوں پر لطف و کرم کیا اور ان کی شائستگی کی وجہ سے انہیں) برگزیدہ کیا اور انہیں سیدھے راستے کی

ہدایت کی۔

چند نکات:

۱۔ "ذریت" اس اولاد کو کہتے ہیں جو باپ کی طرف سے کسی انسان کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ

کے والد نہیں تھے اور وہ صرف ماں کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھے لیکن اس آیت میں

انہیں بھی ابراہیم کی ذریت میں شمار کیا گیا ﴿ومن ذریۃ...وعیسیٰ﴾۔

۹؛ روایات میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہم السلام نے بھی اسی آیت کو سند بنا

کر اہلبیت اطہار علیہم السلام کو جو ماں کی طرف سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا پہنچتے ہیں ذریت

رسول اور اولاد رسول بتایا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین جلد اول ص ۷۴۳) اور فخر رازی نے بھی اپنی تفسیر جلد ۱۳ ص ۶۶

میں اسی نکتہ کو قبول کیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں بھی حضرت ابو بکر سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے اپنی "ذریت" کا لفظ حضرت امام حسن علیہ السلام کے لئے استعمال کیا ہے۔

۹: آیا "یسع" ایک مستقل نام ہے یا لغوی طور پر "وسعت" کے لفظ سے لیا گیا ہے اور وسع کا مضارع ہے (جیسے یسعی ہے) یا یہ کہ وہی "یوسع" نبی کا نام ہے جو عبری زبان کا لفظ ہے اور عبری میں منتقل ہو کر "یسع" بن گیا ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں،

۹: اگرچہ بعض تاریخین حضرت یونس کو نسل ابراہیم میں شمار نہیں کرتیں، لیکن چونکہ اس آیت میں انہیں ذریعہ ﴿﴾ ابراہیم میں شمار کیا گیا ہے لیکن ہم کتب تاریخ کے نقل کرنے کی وجہ سے آیات قرآنی سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ دوسرے حدیثیات کا قرآنی آیات کے ساتھ مقائسہ کریں گے۔ اسی طرح یہی شبہ حضرت لوط کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۹: بعض لوگوں نے آیت ۸۷ میں موجود "آبا نحم" کے کلمہ کے ساتھ "من" (بعضیہ) کی وجہ سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ انبیاء کے آباؤ اجداد میں کچھ گمراہ لوگ بھی تھے، لیکن آیات کا انداز یہ بتا رہا ہے کہ ان انبیاء کے آباؤ اجداد میں سے بعض کو نبوت کے لئے برگزیدہ کیا اور بعض کو برگزیدہ نہیں کیا، نہ یہ کہ ان میں سے کچھ کافر تھے اور کچھ مومن۔ (از تفسیر نمونہ)

آیت ۸۸

﴿ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖط وَكُوْا۟ اَشْرٰكُوْا۟ لِحَبِطَۃٍ عَنْهُمْۙ مَا كَانُوْۤا يَعْمَلُوْنَۙ﴾ -

ترجمہ۔ یہ ہے خدا کی ہدایت، جس کے ذریعہ خدا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور اگر وہ شرک کریں گے تو ان کے تمام اعمال جبط (اور برباد) ہو جائیں گے۔

پیام:

- ۱۔ حقیقی اور واقعی ہدایت تو خدا ہی کی ہے۔ دوسری تمام ہدایتیں سراب ہیں ﴿ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ﴾
- ۲۔ الہی ہدایت کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے (من یشاء) اب یہ ہمارا کام ہے کہ اپنے دل اور کانوں کو حق کے قبول کرنے اور وحی کے سننے کے لئے آمادہ کریں۔

۳۔ انبیاء سمیت تمام لوگ جب تک خدا کے ارادے اور اس کے لطف و کرم کے زیر سایہ نہیں ہوں گے از خود ہدایت نہیں پاسکتے۔ ﴿یہدی بہ من یشاء﴾

۴۔ شرک تمام اعمال کے مٹنے اور باطل ہونے کا موجب بن جاتا ہے ﴿لحبط﴾

۵۔ خدائی طریقہ کار میں تفریق نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر انبیاء بھی شرک کریں گے تو ان کو بھی تیبہ کی جائے گی، کیونکہ معیار حق ہے نہ کہ افراد۔ ﴿ولو اشركوا﴾ اس بات کے پیش نظر کہ سابقہ آیات انبیاء سے متعلق ہیں۔

۶۔ تمام انبیاء معصوم ہیں اور غبار شرک کبھی بھی ان کے پاکیزہ دامن پر نہیں پڑا۔ آیت میں انبیاء کے لئے شرک کا فرض، فرض محال کے عنوان سے لیا گیا ہے، ﴿ولو﴾

۷۔ زندگی بھر میں اگر انسان نے ایک لمحہ کے لئے بھی شرک کیا ہے تو وہ رہبر بننے کے لائق نہیں ہے، ﴿اشركوا﴾ ۲۶

۸۔ الہی نقطہ نظر سے اخلاص اور خدائی روح کے حامل ہونے کو اہمیت حاصل ہے۔ اگر روح اخلاص نہ ہو تو سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے۔ ﴿ولو اشركوا لحبط﴾

آیت ۸۹

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ جَ فَإِن يَّكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَفِرِينَ﴾ -

ترجمہ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے آسمانی کتاب، حکومت اور مقام نبوت عطا کیا۔ پس اگر (مشرک لوگ) ان سے کفر برتیں اور انہیں تسلیم نہ کریں (تو اے پیغمبر! پریشان نہ ہونا کیونکہ) ہم نے ایسے لوگوں کو ان کے لئے نگہبان مقرر کر دیا ہے جو کافر نہیں ہیں۔ (اگر مشرکین ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں اور تسلیم نہیں کرتے تو دوسرے لوگ موجود ہیں جو ایمان لائے ہیں اور ان پر نگران ہیں)

دو نکات:

۹؛ "حکم" کا لفظ، حکومت اور فرمانروائی کے معنی کے لئے بھی آتا ہے اور فیصلہ کرنے اور عقل و ادراک کے لئے بھی۔ مفردات راغب میں اس کا اصلی معنی "روکنا" اور "منع کرنا" ذکر ہوا ہے۔

۹؛ چونکہ صحیح عقل، صحیح فیصلہ اور صحیح حکومت غلطی، اشتباہ اور خلاف ورزیوں سے مانع ہوتے ہیں لہذا "حکم" کا اطلاق ان پر ہوتا ہے (تفسیر نمونہ)

۹؛ تفسیر المنار اور تفسیر روح المعانی میں مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ "جو لوگ کافر نہیں ہیں اور حق کو قبول کر چکے ہیں اور اس کی حمایت پر کمر بستہ ہیں" سے مراد ایرانی قوم ہے، (تفسیر نمونہ)

پیام:

۱۔ کچھ لوگوں کے کفر کی وجہ سے حق کا مشن اپنے حامیوں اور طرفداروں کے بغیر نہیں رہ جاتا، جب راستہ، حق کا راستہ ہو اور خدائی راستہ ہو تو افراد کی آمدورفت انسان کے لئے اہمیت کی حامل نہیں ہونی چاہئے۔ اگر کچھ لوگ چلے جاتے ہیں تو دوسرے افراد آہی جاتے ہیں۔

آیت ۹۰

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهَدْيِهِمْ أَتَدَبَّطُوا لََّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرًا لِلْعَالَمِينَ﴾ -

ترجمہ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے پس تم بھی ان کے انداز ہدایت کی اقتدا کرو، (لوگوں سے) کہو کہ: میں اس (رسالت) کی مزدوری تم سے نہیں مانگتا، یہ قرآن تو عالمین ہی کے لئے ہدایت ہے۔

ایک نکتہ:

۹؛ لفظ "اقتدہ" میں حرف "ہ" ضمیر کے لئے نہیں ہے بلکہ "ہائے" سکتے ہیں، اور وقت کے لئے استعمال ہوئی ہے۔

پیام:

۱۔ ہدایت انبیاء کی پیروی درحقیقت الہی ہدایت کی اقتدا ہے۔ ﴿ہدیٰ اللہ فبہدھم اقتدہ﴾

۲۔ اولیاء اللہ کا نام، ان کی یاد اور ان کی راہ کو زندہ رکھنا چاہئے، اور نئے احکامات کے آجانے سے گزشتہ افراد کی خدمات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے ﴿فبہدا ہم اقتدہ﴾

۳۔ انسانیت کی اہمیت یا اس کی قدر و قیمت اس کے افکار اور عملی سیرت سے ہے۔ فرمایا ہے ﴿فبہدا ہم اقتدہ﴾ یہ نہیں فرمایا " ﴿بہم اقتدہ﴾ " یعنی خود ان کی اقتدا کرو۔ (از تفسیر المیزان)

۴۔ بعض جزئی احکام کی تبدیلی یا تنسیخ سے اصول اور کلیات پر اثر نہیں پڑتا، پس انبیاء کے کلی اصولوں کو دائمی رہنا چاہئے ﴿فبہدا ہم اقتدہ﴾

۵۔ مبلغ دین کو دنیا طلبی اور مادیات سے دور رہنا چاہئے ﴿قل لا اسئلكم﴾

۶۔ انبیاء میں اور دنیا کے دوسرے انقلابی رہنماؤں کے درمیان یہی فرق ہے کہ انبیاء کا ہدف مادیات نہیں ہوتا ﴿لا اسئلكم﴾

۷۔ موفق اور کامیاب ترین انسان وہ ہوتا ہے جو گزشتہ لوگوں کے کمالات، نیک اخلاق اور محکم طریقہ سے فیض حاصل کرے، ﴿فبہدا ہم اقتدہ﴾

۸۔ انبیاء، فراموش کار لوگوں کے لئے یادگار اور یاد آور ہیں ﴿ذکری﴾

۹۔ اسلام، عالمی دین ہے ﴿للعالمین﴾

آیت ۹۱

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ يَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ يُبَدُّونَهَا وَنُحُفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعَلَّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُمَّ ذَرَّهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور ان لوگوں نے خدا کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح اس کے پہچاننے کا حق ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ: خداوند عالم نے کسی بشر پر کوئی چیز (اور کتاب) نازل نہیں کی۔ تم خود ہی کہہ دو کہ جو کتاب (توریت) موسیٰ لے کر آئے تھے وہ لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی، اسے کس نے نازل کیا؟ جس کتاب کو تم کاغذ کے پرزے بنا لیتے ہو اور (اپنی مرضی کے مطابق) اس سے (ایک حصے کو) ظاہر کرتے ہو اور بہت سے حصے کو چھپا دیتے ہو۔ اور جو کچھ تم اور تمہارے باپ دادا نہیں جانتے تھے (اسی آسمانی کتاب تورات) کے ذریعہ تمہیں تعلیم دی گئی۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ خدا ہی ہے (کہ جس نے ان کتابوں کو نازل کیا ہے) پھر تم انہیں چھوڑ دو تاکہ وہ اپنی یا وہ گویوں اور یہودہ باتوں میں سرگرم رہیں۔

ایک نکتہ:

۹: یہ آیت یہودیوں کے اس گروہ کے جواب میں ہے جو لفظی نزاع کے طور پر کہتے تھے کہ خداوند عالم نے تو کسی پیغمبر پر کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی۔

پیام:

- ۱۔ انبیاء اور آسمانی کتابوں کا بھیجنا خدا کا اپنے بندوں پر لطف ہے، لہذا جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں درحقیقت وہ خدا کے لطف و کرم، رحمت و مہربانی، حکمت اور دیرینہ طریقہ کار کے منکر ہیں۔ ﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ﴾
- ۲۔ اصلی تورات نور اور ہدایت تھی ﴿نوراً وهدى﴾
- ۳۔ دینی معارف کی قطع و برید، ان معارف کے ساتھ کھیلنا ہوتا ہے ﴿قراطیس - یلعبون﴾
- ۴۔ وحی کے بغیر انسان کی بہت سے معارف اور معلومات تک دسترس ناممکن ہے ﴿علمتم ما لم تعلموا﴾

۵۔ کفار کے انکار اور ان کی ہٹ دھرمی کے مقابلے میں جو چیز انسان کی تقویت کا باعث بنتی ہے وہ ہے خدا کی ذات پر توکل۔ ﴿قل اللہ﴾

۶۔ انبیاء کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے کسی کو مجبور کرنا نہیں ہے ﴿ذرہم﴾

آیت ۹۲

﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكٌ مُّصَدِّقٌ لِّلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور یہ مبارک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، (اس آسمانی کتاب کی) تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آچکی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ تم مکہ اور اس کے اطراف (کے لوگوں) کو ڈراؤ۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ایک نکتہ:

۹؛ آیت میں "ولتنذر" کہا گیا ہے "لتنذر" نہیں کہا گیا۔ اور یہ شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کے اور بھی اہداف ہیں۔ جن میں ایک مکہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کو ڈرانا بھی ہے۔

پیام:

۱۔ آن مجید ہر قسم کی برکات کا حامل ہے (مثلاً تدبیر، عبرت کا حصول، شفا، رشد و ہدایت عزت تک رسائی وغیرہ کیونکہ یہ سب کچھ قرآن میں ہے) (مبارک)

۲۔ قرآن دوسری آسمانی کتابوں کے ہم آہنگ ہے اور یہ اس کے مقصد واحد کے حامل ہونے اور الہی کتاب ہونے کی دلیل ہے (مصدق) جبکہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں جو ان کی خواہشات پر مبنی اور محدودیت پر مشتمل ہوتی ہیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں۔

۳۔ مکہ "ام القرى" (تمام آبادیوں کی ماں) ہے، لہذا عالم اسلام کو وہاں سے علمی اور روحانی غذا ملنی چاہئے اور وہیں سے ہی دینائے اسلام کے امید افزا پروگرام بننے چاہئیں، جس طرح ماں اپنی اولاد کے لئے امید، حفاظت، غذا، تربیت اور رشد و ہدایت کا ذریعہ ہوتی ہے۔

۔ اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام ہدایت اور نجات کی خوشخبری دینے والے ہوتے ہیں، لیکن چونکہ انسان کی زیادہ تر کوشش ضرر کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے اور روحانی طور پر اسے ڈرانے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسی لئے قرآن مجید میں "نذیر" کا کلمہ "بشارت" کے کلمہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے، "انذار" ۱۲۰ مرتبہ اور "بشارت" ۸۰ مرتبہ، ﴿التنذر﴾

۵ تبلیغ کا انداز قدم بقدم ہونا چاہئے۔ پہلے اسے اپنے رشتہ داروں سے شروع کیا جائے ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ یعنی اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ (شعرا/۲۱۴) پھر علاقہ کے لوگوں کو (ام القرى) پھر دنیا بھر کے انسانوں کو "رحمة للعالمین" تمام جہانوں کے لئے رحمت (انبیاء/۱۰۷) ﴿کافة للناس﴾ (تمام لوگوں کے لئے) (سبا/۲۸) "لانذر کم بہ و من بلغ" یعنی تاکہ میں تمہیں اور ان تمام افراد کو ڈراؤں جن تک یہ قرآن پہنچے (انعام ۱۹) ﴿ان هو الاذکر للعالمین﴾ "یعنی یہ قرآن عالمین ہی کے لئے ہدایت ہے، (انعام/۹۰)

۔ آخرت پر عقیدہ، نبوت پر عقیدہ کا موجب ہے ﴿یؤمنون بالآخرة، یؤمنون بہ﴾

۷۔ ایمان کا واضح اور روشن ترین مظہر، نماز ہے ﴿علی صلاتکم...﴾

۸۔ آخرت پر ایمان، نماز کی پابندی کے ساتھ ادائیگی کا ایک عامل ہے ﴿بالآخرة... وہم علی صلاتکم یحافظون﴾

آیت ۹۳

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ط وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيَهُمْ جَاحِرِينَ أَنفُسَهُمْ أَلْيَوْمَ بُعْثُوا عَذَابِ الظَّالِمِينَ﴾

بِمَا كُنْتُمْ تَفْؤُونَ عَلَى اللَّهِ عَيْرِ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿ -

ترجمہ۔ اور اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے یا (دعویٰ کر کے) کہتا ہے کہ: مجھ پر وحی ہوتی ہے جبکہ اس پر کوئی بھی وحی نہیں ہوتی۔ یا (جھوٹ فریب کے طور پر) کہتا ہے کہ میں بھی اسی طرح نازل کرتا ہوں جس طرح خدا نے نازل کیا ہے، (اے پیغمبر!) اگر تم اس وقت کو دیکھو جب ظالم لوگ موت کی سکرات میں گرفتار ہو چکے

ہوں گے اور فرشتے ان کی روح کو قبضہ کرنے کے لئے اپنے طاقتور ہاتھ ان کی طرف بڑھائے ہوئے انہیں جان دینے کا حکم کرتے ہیں، (اور کہتے ہیں) آج رسوا کن عذاب دیتے جاؤ گے بوجہ ان ناجائز باتوں کے جو تم خدا کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس کی آیات سے سرپیچی کرتے تھے۔

چند نکات:

اس آیت کی شان نزول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: "عبد بن سعد" نامی ایک شخص کا تباہی وحی میں سے تھا، اس نے وحی کی کتابت میں خیانت سے کام لیا تو سرکار رسالت نے اسے وہاں سے نکال دیا اس نے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہنا شروع کر دیا "میں بھی قرآنی آیات کی مثل لا سکتا ہوں۔"

بعض لوگوں نے اس آیت کے نزول کی وجہ "مسئلہ کذاب" کے دعوئے نبوت کو بیان کیا ہے جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، ان مفسرین کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے حکم سے اس جگہ پر درج کی گئی ہے۔

"غمرات" کا معنی ہے مرنے کے وقت کی سختیاں، جو انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں، جو لفظ "غمرہ" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے آثار کا مٹ جانا اور غرق ہونا۔

پیام:

۱۔ علمی طریقہ سے کسی پر ظلم کرنا اور نا اہل افراد کی طرف سے رہبری کا دعویٰ بہت بڑا ظلم ہے ﴿ومن اظلم... اوقال

اوحی الی﴾۔

۲۔ دین میں بدعت۔ جو کہ بعض خلفاء کا کام بھی رہا ہے۔ جھوٹ باندھنے اور خدا پر بہتان طرازی کے مصداقوں میں سے ایک ہے۔

۳۔ حق کے دشمن یا تو حق کو نیچے لے آنے کی کوشش کرتے ہیں یا پھر اپنی باتوں کو اوپر لے جاتے ہیں۔ پہلے تو کہتے ہیں کہ "قرآن افسانہ ہے۔" اگر اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو کہتے ہیں کہ: "میں بھی قرآن کی طرح بہترین باتیں کر سکتا ہوں" (سانزل مثل ما انزل اللہ) ۲۷ یا کہتے ہیں: ﴿لو نشاء لقلنا مثل هذا﴾ " (انفال / ۳۱)

۴۔ دینی منصب اور مذہبی تخصص کے جھوٹے اور نااہل دعویٰ دار بہت بڑے طریقے سے جان دیتے ہیں۔ ﴿ولوتری اذا لظالمون﴾

- ۵۔ غرور و تکبر اور وحی و دین کی توہین کی سزا "عذاب الھون" (رسواکن عذاب) ہے۔ ﴿تجزون عذاب الھون﴾
- ۶۔ خدائی سزا کا آغاز موت کے پہلے ہی لمحے سے ہو جاتا ہے اگرچہ روح اور جان لینا خدا کا کام ہے، لیکن کافروں سے کہا جائے گا "مرو" "نکالو اپنی جان" ﴿اخرجوا انفسکم﴾ یہ ایک طرح کی توہین اور تحقیر ہے۔
- ۷۔ انسان کی روح مستقل ہے ﴿اخرجوا انفسکم﴾
- ۸۔ دنیا میں تکبر و غرور کا نتیجہ آخرت کی خواری اور ذلت ہے ﴿عذاب الھون... تستکبرون﴾

آیت ۹۴

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَ تَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُفِّ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءَ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ -

ترجمہ۔ یقیناً تم (بوقت موت یا بروز قیامت) اکیلے ہی ہمارے پاس آؤ گے۔ جس طرح کہ پہلی مرتبہ ہم نے تمہیں تنہا پیدا کیا ہے، اور تمام اموال کو جو ہم نے تمہیں دیے ہیں اپنے پیچھے چھوڑ آؤ گے۔ اور جن (بتوں) کو تم اپنا شفیع اور خدا کا شریک سمجھتے تھے ہم انہیں تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے۔ تمہارے تمام رشتے ٹوٹ گئے اور تمہارے تمام خیالات اور گمان مٹ گئے۔

دو نکات:

یہ خطاب بوقت مرگ یا بروز قیامت مشرکین سے کیا جائے گا۔ "خولنا" کا کلمہ "خول" (بروزن عمل) سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے وہ خیر اور بہتری جس کے لیے سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور عام طور پر اس کا اطلاق مال و ثروت پر کیا جاتا ہے۔

پیام:

۱۔ قیامت اور قبر میں انسان 'پیدائش کے دن کی مانند'یکہ و تنہا ہوگا ﴿فردای﴾

۲۔ انسان قیامت کے دن کے لیے محسوس ہونے کے وقت روز ولادت کی طرح عریان، گریان، عاجز و نادار ہوگا

﴿کما خلقنکم اول مرة﴾

۳۔ معاد، جسمانی ہوگی۔ ﴿کما خلقنکم اول مرة﴾

۴۔ مشرکین کو چار چیزوں پر زیادہ بھروسہ تھا۔ ۱۔ قوم و قبیلہ ۲۔ مال و ثروت ۳۔ طاعت اور ارباب ۴۔ بت۔

چنانچہ یہ آیت مرنے کے بعد اور قیامت میں ان چار چیزوں کی بے ثباتی اور بے بضاعتی کو بیان کر رہی ہے۔

"﴿فردای﴾ قوم و قبیلہ کے بغیر۔

"﴿ترکتکم ما خولناکم﴾ مال و ثروت کے بغیر۔

"﴿مانری معکم شفعاء﴾ یار و مددگار کے بغیر۔

"﴿ضل عنکم ما کنتم ترعمون﴾ ہر قسم کی دوسری خیالی قدرت کی حمایت کے بغیر۔

آیت ۹۵

﴿إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوْطِ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكُمُ اللَّهُ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوْطِ﴾

ترجمہ۔ بے شک خداوند عالم ہی دانے اور گٹھلی کو شگافتہ کرنے والا ہے، زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے باہر نکالنے والا ہے، یہ ہے تمہارا خدا بس تم کس لئے بھٹکتے پھرتے ہو؟

دونکات:

"فالق" کا لفظ "فلق" سے نکلا ہے جس کا معنی ہے شگافتہ کرنا۔ "حب" اور "جہ" غلہ کے دانے کو کہتے ہیں۔ جیسے گندم اور جو وغیرہ کے دانے کہ جن کی فصلات کو کاٹا جاتا ہے۔ دوسرے دانوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور "نوی" کا معنی ہے گٹھلی۔

بے جان چارے سے جاندار حیوانوں کو اور جاندار حیوانوں سے بے جان دودھ کو پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح بے جان گٹھلی سے زندہ اور فعال درخت کو اور پروان چڑھے درخت سے بے جان گٹھلی کو پیدا کرتا ہے اور روایات کے بقول:

بے ایمان لوگوں سے مومن افراد پیدا ہوتے ہیں اور مومن افراد سے بعض اوقات کافر پیدا ہوتے ہیں۔ (پنخرج الحمی من المیت و مخرج المیت من الحمی)

پیام:

- ۱۔ دانے یا گٹھلی کو زمین میں ڈالنا اور کاشت کرنا انسان کا کام ہے لیکن انہیں شگافتہ کرنا اور اگانا خدا کا کام ہے۔ ﴿فالق﴾
- ۲۔ تمہارا رزق اور روزی انہی دانوں اور گٹھلیوں کی راہ سے حاصل ہوتی ہے پس تم کہاں اور کس کے پیچھے سرگرداں پھر رہے ہو؟ ﴿فانی تو فکون﴾
- ۳۔ قدرتی اور طبعی آثار میں غور و فکر، خدا کی معرفت کا بہترین راستہ ہے۔

آیت ۹۶

﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ -

ترجمہ۔ خداوند عالم صبح (کی سفیدی) کو شگافتہ کرنے والا ہے، اس نے رات کو آرام و سکون کے لئے اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ یہ خداوند دانا و توانا کے مقرر کردہ (اصول) ہیں۔

دونکات:

"اصباح" کا ایک معنی تو ہے "صبح" اور دوسرا معنی ہے "صبح میں داخل" ہونا، لیکن یہاں پر مراد وہی پہلا معنی ہے۔ اس سے پہلی آیت میں زمین میں خداوند عالم کی قدرت اور حکمت کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ اور اس آیت میں آسمان میں اس کی قدرت کی نشانیاں کو بیان کیا گیا ہے، اور وہ ہیں رات اور دن جو اس کی قدرت کی دو نشانیاں ہیں۔ جس طرح کہ سورہ بنی اسرائیل / ۱۲ میں ارشاد ہوتا ہے "وجعلنا الليل والنهار آیتین"۔ رات کے وقت آرام و استراحت، مناجات، معراج، نزول قرآن اور تہجد کی باتوں کا ذکر ہے۔

پیام:

۱۔ رات اور دن کے ہر لمحہ کی پیدائش، قدرت، حکمت اور ایسے فائق کی محتاج ہے جو یہ کام تقدیر اور اندازے کے ساتھ انجام دیتا ہے۔

۲۔ رات آرام کے لئے ہے اسی لیے روایات میں رات کے وقت کام کرنے، جانور کو ذبح کرنے اور سفر کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ۲۸

۳۔ سورج اور چاند نظم و انتظام، حساب و کتاب اور دوسرے منظم امور بجالانے کا ذریعہ ہیں۔ ۲۹

آیت ۹۷

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں تاکہ تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ان کے ذریعہ سے راہ معلوم کرو۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ہم نے اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں جو آگاہ ہیں اور دانا ہیں۔

دونکات:

علم ہیئت، انسان کے قدیم ترین علوم میں سے ہے۔ اور انسان ایک عرصہ دراز سے وقت، سمت، قبلہ اور دوسری چیزوں کی پہچان کے لئے صحراؤں اور دریاؤں کے سفر میں ستاروں سے استفادہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ یہ ایک ایسا اوزار ہیں جو قابل اطمینان، دائمی، ہر دم تازہ، طبعی قدرتی، عمومی اور مفت ہیں۔

اسلام نے مظاہر فطرت پر خصوصی توجہ فرمائی ہے۔ بعض سورتوں کے نام طبعی چیزوں کے نام پر ہیں۔ اسلامی عبادات کا طبعیات سے گہرا تعلق ہے۔ مثلاً وقت شناسی، قبلہ شناسی، چاند گرہن، سورج گرہن، نماز آیات، ہر مہینے کی پہلی تاریخ، اور یہی چیزیں، علم ہیئت سے مسلمانوں کی آشنائی کا سبب بنیں اور انہی کی وجہ سے بغداد، دمشق، قاہرہ، مراغہ اور اندلس میں مسلمانوں کے ہاتھوں رصد خانے وجود میں آئے اور اس بارے میں مسلمانوں نے کتابیں تحریر کیں۔

پیام:

۱۔ ستارے، خدا کی مخلوق اور راہ معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں، کائنات کے خالق اور اس کے مدبر نہیں ہیں۔ ﴿جعل لکم﴾

۲۔ ستاروں کا نظام اس قدر منظم اور مرتب ہے کہ اس سے بڑی آسانی کے ساتھ راہیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ ﴿لتهتدوا﴾

۳۔ دریائی اور صحرائی سفر کے لئے جس کا انسان کو زندگی میں بہت کم ہی اتفاق ہوتا ہے خدا نے راہنما مقرر فرمائے ہیں، تو کیا یہ بات قابل قبول ہو سکتی ہے کہ انسان کی دائمی حرکت کے لئے اور راہ حق کو گم نہ کرنے کے لئے کوئی راہنما (نبی اور امام) نہ بنائے ہوں؟

۴۔ فقط ستاروں کے وزن، حجم، فاصلے، حرکت اور مدار کی پہچان بلکہ کلی طور پر ستارہ شناسی یا علم نجوم انسان کو خدا تک نہیں پہنچاتا، بلکہ انسان خود ارادہ کرے کہ اس ذریعہ سے خدا کی معرفت حاصل کرے ﴿لقوم يعلمون﴾ اس لئے بہت سے آئینہ فروش ایسے ہیں جو اپنے چہرے کو نہیں سنوارتے اور آئینہ میں اپنی صورت کو نہیں دیکھتے۔ اصلاح کے لئے شرط ہے کہ ارادہ کر کے مقصد کو حاصل کیا جائے صرف آئینہ یا اس کی طرف دیکھنا ہی کافی نہیں۔

آیت ۹۸

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا (تم سب آدم کی اولاد ہو) پس تم میں سے کچھ تو قرار پا چکے ہیں (اور اپنی معمول کی زندگی گزار رہے ہیں) اور کچھ ابھی (باپ کی پشتوں اور ماؤں کے رحم میں) نقل و انتقال کی حالت میں ہیں۔ ہم نے اپنی آیات کو ان لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے جو اہل فہم و شعور ہیں۔

دونکات:

"انشأ" کی تعبیر میں دو نکتے پوشیدہ ہیں ۱۔ نئی چیز کو وجود میں لانا ۲۔ مسلسل تربیت۔ انسان کی پیدائش میں ان دونوں نکات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ایک تو اس میں نیا وجود ہے اور دوسرے اس کی مسلسل تربیت کی جاتی ہے۔ کسی کی تقلید کرتے ہوئے پیدا کرنا یا پیدا کر کے اسے چھوڑ دینا بے فائدہ ہے۔ اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

"مستقر" اور "مستودع" کی تعبیر میں اور بھی معانی ذکر ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہیں کہ: ۱۔ تم پائیدار روح اور ناپائیدار جسم کے حامل ہو۔ ۲۔ تم پائیدار اور ناپائیدار ایمان کے حامل ہو۔ ۳۔ تم عورت کے پائیدار اور مرد کے ناپائیدار نطفوں سے پیدا ہوئے ہو۔ ۴۔ تم زمین میں مستقر ہو اور قیامت تک کے لئے قبر میں ودیعت ہو۔ ۵۔ نعمتیں کبھی پائیدار ہوتی ہیں اور کبھی ناپائیدار۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "نماز عید کے بعد خدا سے دعا مانگی جائے کہ وہ اپنی نعمتیں ہمارے لئے دائمی قرار دے کیونکہ اس نے خود فرمایا ہے "فمستقرو مستودع" (تفسیر نور الثقلین اسی آیت کے ذیل میں)

پیام:

- ۱۔ تم سب کی اصل اور بنیاد ایک ہی ہے پس یہ سب اختلافات، تفوق طلبی اور نسلی امتیاز کیسا؟ ﴿من نفس واحدة﴾
- ۲۔ ایک نفس (جان) سے تمام انسانوں کی تخلیق میں اس قدر تنوع اور نئے نئے نمونے، عظمت خداوندی کی علامت ہے۔
- ۳۔ ہر بخشش اور عطیہ پائیدار نہیں ہوتا جب تک نعمت اور امکانات موجود ہیں اس سے بہتر سے بہتر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو ﴿فمستقرو مستودع﴾
- ۴۔ جب تک انسان "اہل فہم" نہ ہو معارفِ الہی سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ ﴿لقوم یفقیہون﴾

آیت ۹۹

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا مُخْرِجًا مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور وہ وہی خدا تو ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پس اس کے ذریعہ ہر قسم کی نباتات کو ہم نے اگایا اور اس نباتات سے سبز تنے اور شاخیں نکالیں کہ ہم اس سے باہم گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے شگوفوں سے لٹکے ہوئے گچھے اور خوشے (باہر نکالے) اور (ہم نے) انگور اور زیتون اور انار کے باغات (کی پرورش کی) جو باہم صورت

میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور (کچھ) ایک دوسرے سے جدا جدا بھی ہیں۔ اور اس کے پھل کی طرف غور سے نگاہ کرو کہ جب وہ پھلے اور پکے۔ بے شک اس میں ایماندار لوگوں کے لئے (خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔

چند نکات:

اس سے پہلی آیت میں فرمایا: تمام انسان ایک نفس سے ہیں اور اس آیت میں فرماتا ہے کہ: تمام نباتات، درخت اور پھل میوے ایک ہی سرچشمہ سے ہیں اور وہ ہے بارش کا پانی۔
 "مترکب" کا لفظ "رکوب" (سوار ہونا) سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے ایک دوسرے پر سوار پھل اور باہم گتھے ہوئے دانے۔

"طلع" کھجور کے بند شگوفوں کو کہتے ہیں۔ "قنوان" تار کی مانند باریک لڑیاں بعد میں جن پر کھجور کے خوشے تیار ہوتے ہیں۔ "دانیہ" ایسے خوشے ہوتے ہیں جو گتھے ہوئے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے ہیں یا سنگین بوجھ کی وجہ سے زمین کے نزدیک ہوتے ہیں۔ "تشابہ" وہ درخت ہوتے ہیں جو ظاہری شکل و شبہات میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں،۔ جیسے زیتون اور انار ہیں (اس بارے میں اسی سورت کی ۱۴۱ ویں آیت میں بھی اسی بات کا ذکر ہے) "غیر تشابہ" مزے اور خاصیت میں ایک دوسرے سے جدا جدا۔ یا اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ایک دوسرے سے اس بات میں مشابہ ہیں کہ ایک ہی آب و خاک سے ہیں۔ اور غیر تشابہ میووں اور درختوں میں ہیں۔ بعض پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور "ینع" کا معنی ہے پھل کے پکنے کی طرز۔

اس آیت میں اور اس سے پہلے کی دو آیات میں تین پے در پے تعبیریں بیان ہوئی ہیں۔ "﴿لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾"، "لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ" اور "لِقَوْمٍ يَوْمَنُونَ" اس قسم کی تعبیرات لانے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب آپ کو ذیل کے پیام میں ملے گا۔

پیام:

- ۱۔ تمام سبزہ جات اور نباتات کا منبع بارش کا پانی ہے ﴿مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَآخَرَ جَنَابَهُ نَبَاتٌ كُلُّ شَيْءٍ﴾
- ۲۔ بارش کا نازل کرنا ہو یا دانے کا شگافتہ کرنا اور اس سے درختوں اور پھل میووں کا اگانا، سب خدا کے ہاتھ میں ہے ﴿انزل، فالق، نخرج﴾

۳۔ مطلب کو بیان کرنے میں اولویت کو پیش نظر رکھا جائے (زراعت اور گندم، خرما، انگور، زیتون، اور انار)
 ۴۔ پھل میووں سے تمہارا تعلق صرف مادی اور کھانے کی حد تک ہی نہیں ہونا چاہئے، ان سے فکری اور توجیدی تعلق بھی ہونا چاہئے ﴿انظروا﴾

۵۔ ستاروں سے بہرہ مندی کے علم اور واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے لہذا فرمایا ہے ﴿لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (آیت ۹۷)
 اس بات کا ادراک کہ کاروان بشریت کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور یہ کاروان پائیدار اور ناپائیدار صورت میں رواں دواں ہے، اس بات کو سمجھنے کے لئے گہرے ادراک کی ضرورت ہوتی ہے لہذا فرمایا ہے "لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ" (آیت ۹۸)
 نباتات، بارش اور پھل میووں سے معنوی طور پر بھی استفادہ کیا جانا چاہئے، اور اس بات سے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا اور انہیں ہستی کی نعمت سے نوازنے والا خداوند عالم ہے، اس کے لئے ایمان کی ضرورت ہوتی ہے لہذا فرماتا ہے ﴿لِقَوْمٍ يُوْمِنُونَ﴾

آیت ۱۰۰

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور ان لوگوں نے جنات کو خدا کا شریک بنایا ہے جبکہ جن خدا کی مخلوق ہیں۔ اور بغیر سوچے سمجھے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لی ہیں۔ خداوند عالم ان صفات سے منزہ اور برتر ہے جو وہ خدا کے لئے بیان کرتے ہیں۔

دونکات:

"خلق" کا معنی ہے کسی چیز کو باقاعدہ حساب کے تحت وجود میں لانا، اور "خرق" کسی چیز کو بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی حساب کے پارہ پارہ کر دینا اور "اختراق" بے انتہا اور بغیر سوچے سمجھے جھوٹ بنانا۔ پس "خرقوا" کے جملے کا معنی ہو گا بغیر کسی سوچ سمجھ کے اور اطراف و جوانب کو پیش نظر رکھے بغیر کسی بات کا اظہار کرنا، باتیں بنانا اور دعوے کرنا۔
 (تفسیر نمونہ)

بقول قرآن مجید، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔ اور سورہ زخرف کی آیت ۱۹ کے بقول: کئی لوگ ملائکہ کو خدا کی اولاد سمجھتے تھے۔ زردشتی بھی "اھریمن" کو جو جنات میں سے

تھا خدا کا شریک قرار دیتے تھے اور تمام برائیاں اسی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ کچھ عرب تو خدا اور جنوں کے درمیان رشتہ داری کے قائل تھے۔ بقول قرآن "وجعلوا بینہ و بین الجنۃ نسبا" یعنی ان لوگوں نے خدا اور جنات کے درمیان رشتہ قرار دیا ہے (صافات/ ۱۵۸)

پیام:

- ۱۔ جہالت، خرافات گھڑنے کی بنیاد ہے ﴿خرقوا... بغير علم﴾
- ۲۔ مخلوق، خالق کیونکر بن سکتی ہے؟ ﴿وخلقہم﴾
- ۳۔ ازدواج اور اولاد کا پیدا کرنا ایک کسی کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور خداوند متعال اس قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک و مبرا ہے ﴿سبۡحٰنہ﴾

آیت ۱۰۱-۱۰۲

﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِطِ اَنۡىۡ يَكُوْنُ لَهٗ وَّلَدٌ وَّمۡ تَكُنۡ لَهٗ صَاحِبَةً ط وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ -
ذٰلِكُمۡ اللّٰهُ رَبُّكُمْج لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَج خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ؕ فَاَعْبُدُوْهُج وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿ -

ترجمہ۔ (وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لئے بیٹا کیسے ہو جبکہ اس کے بیوی ہی نہیں ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہی ہے خدا جو تمہارا پروردگار ہے، اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان اور مدبر ہے۔

ایک نکتہ:

جس نے کسی کی دیکھا دکھی اور پہلے سے تیار شدہ نقشہ کے بغیر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اسے اولاد اور بیوی کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو ایک ہی ارادے کے ساتھ جو چاہے پیدا کرے۔

پیام:

۱۔ خالق کائنات، قادر و توانا ہے اسے اولاد اور بیوی کی کوئی ضرورت نہیں ہے (پہلی آیت کے آخری حصے اور اس آیت کے پہلے حصے کے پیش نظر)

۲۔ جس خدا کا قرآن تعارف کرا رہا ہے اس کا اور جن خداؤں کے متعلق دوسرے لوگ عقیدہ رکھتے ہیں ان کا، آپس میں تقابل کرو ﴿ذٰلِكُمۡ اللّٰهُ﴾

۳۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق پیدا کرنے والا (خالق) اور پروردگار (رب) ایک ہی ہے ﴿رَبُّكُمْ... خَالِقٌ﴾ لیکن مشرکین خالق تو اللہ کو ہی جانتے تھے لیکن رب، دوسری کئی چیزوں کو سمجھتے تھے۔

۴۔ خدا کی خالقیت مطلقہ اس کی توحید کی دلیل ہے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾

۵۔ جس طرح تخلیق خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہر چیز کی بقا اور ثبات بھی اسی کے ارادے کے تحت ہے ﴿خالق - وکیل﴾

۶۔ خدا کی ربوبیت اور خالقیت ہی ہماری عبادت کا فلسفہ ہے ﴿خالق کل شیء فاعبدوه﴾

آیت ۱۰۳

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ -

ترجمہ۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، لیکن وہ آنکھوں کا ادراک رکھتا ہے، وہ نہ دیکھا جانے والا باریک بین اور آگاہ ہے۔

دونکات:

خداوند عالم ہرگز نہیں دیکھا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے سوال رویت کے جواب میں فرمایا "﴿لن ترانی﴾" یعنی اے موسیٰ! تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے (اعراف/۱۴۳) لیکن اہلسنت اس بات کے قائل ہیں کہ خداوند عالم کو قیامت کے دن دیکھا جاسکے گا اور وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ "﴿الی رہا ناظرۃ﴾" یعنی قیامت کے دن چہرے خدا کی طرف دیکھ رہے ہوں گے (قیامت/۲۳) (اشاعرہ اور تفسیر المنار) لیکن وہ اس بات سے غافل ہیں کہ خدا جسم اور مادہ نہیں ہے۔ اور خدا کو دیکھنے سے مراد ظاہر آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ مثلاً ایک اور آیت ہے: ﴿ولقد رآه نزلة اخرى﴾ یعنی پیغمبر نے خدا کو ایک اور بار دیکھا (نجم/۱۳) یعنی اس کے آثار و الطاف کا مشاہدہ کیا۔ کیونکہ ظاہری آنکھوں سے تو اس چیز کو دیکھا جاتا ہے جو جسم و مکان اور محدودیت اور رنگ وغیرہ کی حامل ہو جبکہ خداوند تعالیٰ ان چیزوں سے پاک، منزہ اور مبرا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں اگر ہمارے ظاہری حواس اس کے ادراک سے عاجز ہیں اس سے یہی سمجھ لیا جائے کہ وہ مخلوق سے علاوہ ذات ہے۔ نہ یہ کہ ہم اس کے منکر ہو جائیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ "آیات تمہیں شرم نہیں آتی کہ پیغمبر خدا کی طرف خدا کو دیکھنے کی نسبت دیتے ہو جبکہ خدا خود فرماتا ہے: "﴿لیس کمثلہ شیء﴾" یعنی اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ (شوریٰ/۱۱) یا ایک اور جگہ فرماتا: "﴿لا یحیطون

بہ﴾" یعنی لوگ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، (طہ/۱۱۰) از تفسیر نور الثقلین

"لطیف" کے چند ایک معانی ہیں، ۱۔ جو اپنی عطا کو کم اور بندوں کی اطاعت زیادہ سمجھے۔ ۲۔ نہایت باریک۔ ۳۔ امور پر مخفی نگاہ رکھنے والا، باریک بین اور ظریف اور نایاب چیزوں کا خالق۔ ۴۔ خاطر و مدارات کرنے والا، دوستی کے لائق۔ ۵۔ وفا شعاروں کو جزا دینے والا اور خطاکاروں کو معاف کر دینے والا۔

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم نہ جسم ہے اور نہ ہی مادہ سے بنی مخلوق۔ ﴿لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾
- ۲۔ کوئی بھی اس کی ذات سے آگاہ نہیں ہے ﴿هُوَ اللَّطِيفُ﴾ ۳۰
- ۳۔ خدا بشری فکر کے احاطہ سے باہر ہے۔ ﴿هُوَ اللَّطِيفُ﴾ ۳۱
- ۴۔ پردہ یا اور کوئی چیز خدا کے علم کو نہیں روک سکتی ﴿هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾
- ۵۔ خداوند عالم کائنات کے تمام لطائف و رموز خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی سب سے آگاہ ہے ﴿هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾
- ۶۔ خدا کا ادراک، خدا کا وہی علم ہی تو ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ ذہن و فکریا مغزی خلیوں وغیرہ سے کام لے کر علم و ادراک حاصل کرتا ہے، جیسے سمیع و بصیر ہے یعنی وہ دیکھنے اور سننے میں آنکھ اور کان کا محتاج نہیں ہے۔

آیت ۱۰۴

﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِج وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَاط وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ﴾ -

ترجمہ۔ یقیناً (آیات الہی اور آسمانی کتابیں اور) روشن دلائل جو تمہاری بصیرت کا سبب ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آچکی ہیں۔ پس جس شخص نے بصیرت حاصل کر لی تو یہ اس کے اپنے فائدہ کے لئے ہے۔ اور جو ان چیزوں سے اندھا رہا تو یہ اس کے نقصان میں ہے۔ اور میں (زبردستی طریقہ پر) تمہاری حفاظت کا ضامن اور نگہبان نہیں ہوں۔

چند نکات:

اسی سورت کی آیت ۹۵ سے یہاں تک، خدا کے تعارف اور شرک پر تنقید کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اور یہ آیت گویا گزشتہ آیات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ ایمان و کفر، اچھائی اور برائی اور بصیرت اور کور باطنی کا نتیجہ خود انسان ہی کو حاصل ہوتا ہے، منجملہ ان آیات کے چند ایک نمونے یہ بھی ہیں، ۱۔ ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (بقرہ/۲۸۶) جس نے اچھا کام کیا تو اس کا نفع اسی کے لئے اور برا کام کیا تو اس کا وبال اسی کے لئے۔ ۲۔ ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَ مَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ (فصلت/۴۶) جو نیک کام کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے اس کا اسی کو نقصان ہوگا۔

۳۔ ﴿اِنْ اِحْسَنْتُمْ اِحْسَنْتُمْ لَا نَفْسَكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ (بنی اسرائیل/۷) اگر نیکی کرو گے تو اپنے آپ سے بھلائی کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے برائی کرو گے۔

اندھاپن یا نابینائی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ یعنی یا تو طبعی ہوتی ہے جو والدین یا خود انسان کی اپنی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور وہ یوں کہ حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ یا پھر تقدیر کی طرف سے ہوتی ہے جو انسان کی آزمائش کے لئے ہوتی ہے اور یا پھر انتخابی ہوتی ہے اور وہ یوں کہ انسان عمداً حقیقت کو دیکھنے سے آنکھیں بند کئے رکھتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ کفر کے لئے عذر کی کوئی راہ باقی نہیں رہ گئی تاکہ ہر شخص کی ہلاکت یا نجات بطور آگاہانہ ہو ﴿قَدْ جَاءَ كُمْ بَصَائِرُ﴾
- ۲۔ لوگ، راہ کے انتخاب کرنے میں آزاد ہیں ﴿مَنْ ابْصَرَ... مِنْ عَمِي﴾
- ۳۔ پیغمبر کا کام صرف تبلیغ ہوتا ہے کسی کو مجبور کرنا نہیں۔ ﴿مَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ﴾
- ۴۔ لوگوں کے کفر و ایمان کا نقصان یا فائدہ خود لوگوں ہی کو ملے گا خدا کو نہیں ﴿فَلِنَفْسِنَا - فَعَلَيْهَا﴾
- ۵۔ اے پیغمبر! آپ کے پیغام میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے ساری خرابی ان کے اندھے دلوں کی ہے۔ ﴿وَمِنْ عَمِي﴾

آیت ۱۰۵

﴿وَكَذَلِكَ نَصْرَفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور اس طرح ہم اپنی آیات کو (مختلف طریقوں سے) بیان کرتے ہیں تاکہ کہیں (یہ نہ) کہیں کہ تم نے (کسی کے پاس) کوئی درس پڑھا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں،

پیام:

۱۔ بیان و استدلال اور تعلیمی ذرائع میں گوناگوں تبدیلیاں، انسان کے لئے قبول کرنے کی راہیں زیادہ کھولتی ہیں،

﴿نصرف الايات﴾ -

۲۔ لوگوں کے تحقیر و توہین کرنے کا ایک راستہ یہ بھی ہے کہ وہ کسی کے استقلال کی نفی کر دیتے ہیں اور یہی بات کفار نے اپنائی ہوئی تھی وہ کہا کرتے تھے: پیغمبر کی باتیں اپنی نہیں ہیں، اس نے کسی سے پڑھ کر ہی سب کچھ یاد کیا ہوا ہے (درست) ۳۳

۳۔ آیات الہی کے مقابلے میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جو ڈٹ جاتے اور انکار پر اڑے رہتے ہیں (درست) اور جن میں جوہر قابل ہوتا ہے وہ ہدایت پا جاتے ہیں (لقوم یعلمون) گویا قرآن پاک اہل دین کے لئے شفا اور ظالموں کے لئے خسارہ ہے۔ (بقول سعدی)

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

درباغ لالہ روید و در شورزار خس

یعنی بارش کی لطیف طبع میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ بارش قبول کرنے والے کا ظرف ہوتا ہے کہ باغ میں تو گل لالہ اگتا ہے اور شورہ زار زمین میں خس و خاشاک۔

۴۔ توہین و تحقیر کا جواب بھی اسی انداز میں دینا چاہئے، کفار و مشرکین پیغمبر اسلام پر درس پڑھنے اور لوگوں سے سیکھنے کی تہمت لگایا کرتے تھے تو قرآن نے بھی ضمنی طور پر ان لوگوں کو جاہل کہا ہے اور بیان قرآن کو اہل علم و فہم کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ ﴿لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

آیت ۱۰۶

﴿اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ج وَعَرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) تم اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اور مشرکین سے منہ پھیر لو۔

ایک نکتہ:

اس سے پہلی آیت میں مشرکین کے پیغمبر اسلام پر اتہامات اور الزامات کی بات ہوئی جو کہا کرتے تھے: "تمہارا کلام وحی نہیں ہے بلکہ دوسروں سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں" اور اس آیت میں آنجناب کو تسلی دی جا رہی ہے کہ: آپ اپنا کام کریں اور دشمنوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دیں"

پیام:

۱۔ الہی رہبروں کو دشمن کی تہمتوں، حقارتوں اور غلط قسم کی تاویلوں سے گھبرا کر پریشان نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے آگے بڑھتے رہنا چاہئے ﴿اتَّبِعْ﴾

۲۔ خداوند عالم خود ہی رسالت کے کاموں کا حامی اور مددگار ہے ﴿رَبِّكَ﴾

۳۔ دین کی راہ میں خود کو حد سے زیادہ مشقت میں نہیں ڈالنا چاہئے ﴿اعْرِضْ﴾

۴۔ بے اعتنائی، دشمن کے پروپیگنڈوں کا ایک اہم توڑ ہے، ﴿اعْرِضْ﴾ ۳۴

آیت ۱۰۷

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ -

ترجمہ۔ اگر خدا چاہتا تو (زبردستی طور پر تمام لوگ ایمان لے آتے اور) مشرک نہ ہوتے (لیکن خدا کا طریقہ کاریہ نہیں ہے) اور ہم نے تجھے ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا اور تو ان کے (ایمان لانے) کا ذمہ دار نہیں ہے۔

پیام:

۱۔ خداوند عالم کا طریقہ کار ابتدا ہی سے یہی چلا آ رہا ہے کہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور شرک و مشرکین کا وجود اس آزادی کی علامت ہے ﴿ولو شاء الله ما اشركوا﴾

۲۔ پیغمبر اسلام نہ تو مشرکین سے بلائیں دور کرنے کے ذمہ دار ہیں اور نہ ہی ان کے لئے فوائد و منافع حاصل کرنے کے ﴿حفيظا... وكيلا﴾

۳۔ انبیاء الہی لوگوں کے معلم اور مربی ہیں داروغہ جیل نہیں ہیں کہ کسی پر زبردستی حکم چلائیں، ﴿ما جعلناك عليهم حفيظا﴾

۴۔ چند لوگوں کی گمراہی کی وجہ سے اپنی طراوت و شادابی کو ضائع نہ کرو (آیت کا مفہوم)

۵۔ انبیاء کرام کی بھی تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں، اس قدر سعی و کوشش کے باوجود بہت سے لوگ شرک پر باقی رہے۔

آیت ۱۰۸

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور جو لوگ خدا کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں ان (کے معبودوں) کو گالیاں مت دو جس کے نتیجے میں وہ بھی جہالت اور دشمنی کی وجہ سے خداوند متعال کو ناسزا کہیں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر امت کے عمل کو مزین کیا ہے، پھر ان سب کی بازگشت ان کے رب کی طرف ہے، پس اللہ انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔

ایک نکتہ:

ہر عمل کی ایک تاثیر ہوتی ہے، خدا نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ گناہ اور خلاف ورزی آہستہ آہستہ اس کی روح میں موثر ہو جاتی ہے اور وہ اس کی عادت بنا لیتا ہے، اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ برائیوں کو بھی اچھائیاں سمجھنے لگتا ہے، اور یہ تاثیر کبھی تو لوگوں کے سمجھانے کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی شیطانی وسوسوں کی بنا پر اور بعض اوقات اعمال کا طبعی رد عمل ہوتا ہے، اسی لئے "برے کاموں کو مزین کرنے" کی نسبت خدا کی طرف بھی دی گئی ہے (زینا) کیونکہ وہ روح میں گناہ کی تاثیر کا خالق ہے، اور شیطان کی طرف بھی اس کی نسبت دی گئی ہے کیونکہ وہ وسوسوں اور وعدوں کے ذریعہ برے کاموں کو اچھا کمرے پیش کرتا ہے، جیسے ارشاد ہوتا ہے "﴿زین لهم الشيطان﴾ ---،،، (انعام ۴۳ - انفال ۴۸ - نحل ۶۳ - نمل ۲۴ - عنکبوت ۳۸)

پیام:

- ۱- گالیاں دینے اور ناسزا کہنے سے کسی کو اس کی غلط راہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا ﴿لا تسبوا﴾ ۳۵
- ۲- ہر گروہ اپنے عقائد کے لحاظ سے متعصب ہے ﴿فیسبوا الله عدوا﴾
- ۳- گالی دینا یا تو منطق کے فقدان کی علامت ہے یا پھر بے ادبی اور بے صبری کی۔ مسلمان کو چاہئے کہ ناسزا کہنے سے پرہیز کر کے یہ ثابت کر دے کہ اس میں صبر، منطق اور ادب جیسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، ﴿لا تسبوا﴾
- ۴- جو کام بھی ہمارے مقدسات کی توہین کا سبب بنے حرام ہے ﴿فیسبوا الله﴾
- ۵- تبلیغ، مناظرہ اور نہی عن المنکر کے انجام دینے کے وقت دشنام طرازی کے حربہ سے کام لینا ممنوع ہے (تفسیر فخر رازی)
- ۶- ایسا کام جس کی وجہ سے دوسرے لوگ گناہ کے مرتکب ہوں، حرام ہے (تفسیر مجمع البیان)
- ۷- بعض اوقات انسان لاشعوری طور پر دوسرے لوگوں کے گناہ میں شریک ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت دوسروں کے لئے گناہ کے مقدمات فراہم کرتا ہے۔
- ۸- حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ولی خدا کو گالی دینا خود خدا کو گالی دینا ہے۔ (تفسیر المیزان)
- ۹- مشرکین سے تبراکا مقصد انہیں گالی دینا نہیں ہے، اسی طرح لعنت اور نفرین بھی گالی نہیں ہے۔

۱۰۔ ناجائز باتیں اور گالیاں دینا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اور قیامت کے دن اس کا غلط انجام ظاہر ہوگا۔ ﴿فَیَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ﴾

﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ الْيَوْمِ مِنْ رَبِّهِمْ لَیْسَ بِشَیْءٍ لَهُمْ إِلَّا نَعْمًا أَلَمْ یَلِیْتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُونَ﴾ -

آیت ۱۰۹

﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ الْيَوْمِ مِنْ رَبِّهِمْ لَیْسَ بِشَیْءٍ لَهُمْ إِلَّا نَعْمًا أَلَمْ یَلِیْتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُونَ﴾

﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ الْيَوْمِ مِنْ رَبِّهِمْ لَیْسَ بِشَیْءٍ لَهُمْ إِلَّا نَعْمًا أَلَمْ یَلِیْتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور انہوں نے خدا کی بڑی سخت قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے لئے کوئی معجزہ ظاہر ہو تو وہ یقیناً ایمان لائیں گے۔ (اے پیغمبر!) کہ دو کہ معجزات تو صرف خدا ہی کے پاس (اور اسی کے ہاتھ میں) ہیں اور تمہیں کیا معلوم کہ اگر معجزہ آ بھی جائے تو بھی وہ ایمان نہیں لائے گے۔

ایک نکتہ:

کفار قریش کا ایک طولہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا! "آپ بھی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی مانند معجزات دکھائیے تاکہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں!" آپ نے پوچھا: "میں کونسا معجزہ دکھاؤں؟ انہوں نے کہا: "کوہ صفا کو (جو مکہ میں ہے) سونے میں تبدیل کر دیجئے، ہمارے سردوں کو زندہ کیجئے اور خدا اور اس کے فرشتے ہمیں دکھائیے۔۔۔۔۔!" اور ساتھ ہی قسم کھا کر کہا کہ ایسی صورت میں ایمان لے آئیں گے، اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے کہا کہ: "معجزہ خدا کے ہاتھ میں ہے، ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق نہیں دکھایا جا سکتا، (تفسیر مجمع البیان اور تفسیر نمونہ)

بعض مطالبے ایسے بھی ہوتے ہیں جو خلاف عقل ہوتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس دنیا کو نمائش گاہ بنا دیا جائے اور نظام کائنات مشرکین کی خواہشات کا بازی گھر بن جائے۔

پیام:

۱۔ کفار اور دشمنان دین کے نعروں اور جھوٹی قسموں کے فریب میں نہیں آجانا چاہئے۔ ﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ﴾

ترجمہ۔ اور اگر ہم فرشتے (بھی) ان کی طرف نازل کرتے اور مردے (بھی) ان سے باتیں کرتے اور (صدق و اعجاز کی گواہی کے لئے) تمام چیزوں کو گروہ در گروہ ان کے سامنے اکٹھا کر دیتے پھر بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ مگر یہ کہ خدا چاہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔

چند نکات:

"قبل" کا معنی یا تو "مقابل" ہے یا "قبیل" کی جمع ہے یعنی گروہ اور دستے۔
اس سے پہلے کی دو آیتوں میں مشرکین کے جھوٹے دعوے کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر معجزہ ظاہر ہو تو ہم ایمان لے آئیں گے، اس آیت میں ان معجزات کے نمونے بیان کئے گئے ہیں۔
خدا چاہے تو جبر کے طور پر سب کو مومن بنا دے لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

پیام:

- ۱۔ ضدی اور ہٹ دھرم دلوں کے لئے کوئی بھی آیت اور نشانی ایمان کی راہ ہموار نہیں کر سکتی ﴿مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا﴾ ۳۶
- ۲۔ جہالت، آیات الہی پر ایمان نہ لانے کا موجب ہوتی ہے ﴿اَكْثَرُ هُمْ يَجْهَلُونَ﴾
اس سے ملتی جلتی ایک اور آیت سورہ حجر میں ہے ارشاد ہوتا ہے "﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرَجُونَ﴾۔ ﴿لَقَالُوا إِنَّمَا سَكْرَاتُ أَبْصَارِ نَابِلٍ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ﴾ یعنی اگر آسمان کا دروازہ کھل جائے اور کفار اس سے آسمان پر چڑھ جائیں پھر بھی وہ کہیں گے کہ ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے (آیت ۱۴)

آیت ۱۱۲

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۗ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ صرف تمہارے سامنے ہی ہسٹ دھر می سے کام نہیں لیتے ہم نے ہر پیغمبر کے لئے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں سے ایک دشمن قرار دیا ہے (جن کا کام یہ تھا کہ) اپنی دلچسپ اور فریب دہندہ باتیں مخفیانہ طور پر ایک دوسرے تک پہنچاتے تھے تاکہ اس طرح سے وہ فریب دے سکیں۔ اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ (لیکن خدا کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ انسان کو آزاد رہنے دیا جائے) پس تم انہیں ان کی تہمتوں کے ساتھ اپنے حال پر رہنے دو۔

ایک نکتہ:

اس سے دو آیات پہلے گذر چکا ہے کہ "ہم نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے" اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ: "اے پیغمبر! تم بھی انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو" ﴿فذر ہم﴾

پیام:

۱۔ روح کی تسکین کے عوامل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دوسروں کی تاریخ اور مشکلات سے آگاہی حاصل کی جائے۔ ﴿و کذلک﴾

۲۔ حق اور باطل کی آویزش ازل سے چلی آرہی ہے ﴿و کذلک﴾

(بقول علامہ اقبال: ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی)

۳۔ تضاد اور آویزش اختیاری ارتقاء کا ذریعہ ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو تضادات کی دنیا بنایا ہے ﴿و کذلک﴾

۴۔ ہر رہبر اپنے آپ کو مخالفین کی ناروا اور ناگوار باتیں سننے کے لئے ہمیشہ تیار رکھے اور مخالفین اور مخالفتوں کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ رہے ﴿و کذلک﴾

۵۔ دشمنوں اور مخالفتوں کی بیخ کنی کی امیدیں نہ رکھو ﴿و کذلک جعلنا﴾

۶۔ ہر موذی انسان، شیطان ہوتا ہے، جس طرح تبلیغ کبھی ظاہری ہوتی ہے اور کبھی مخفی اسی طرح دشمن کبھی ظاہری ہوتے ہیں اور کبھی چھپے ہوئے۔ ﴿شیاطین الانس والجن﴾

۷۔ انبیاء علیہم السلام کے دشمن اپنے اندرونی پروپیگنڈے میں مصروف رہتے ہیں۔ ﴿یوحی بعضهم الی بعض﴾
 ۸۔ فتنہ پرور لوگوں کی چکنی چیڑی باتیں اور مخفیانہ کاروائیاں کا عوام الناس کو فریب دینے کے لئے ہوتی ہیں۔ ﴿یوحی﴾
 - زخرف القول ﴿

۹۔ اللہ نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور دنیا ستیزہ کاری کا میدان ہے ﴿ولولشاء ربک ما فعلوا﴾
 ۱۰۔ کائنات کا نظام چلانے کے لئے صرف ایک ہی خدا کا ارادہ کار فرما ہے دو طاقتیں اسے نہیں چلا رہیں۔ یعنی
 اہریم اور یزورن آپس میں نہیں ٹکڑا رہے۔ لوگوں کی گمراہ کن کوششیں خدا کی قدرت اور اس کے تسلط سے باہر نہیں
 ہیں۔ ﴿ولولشاء ربک ما فعلوه﴾

۱۱۔ انسان کے سقوط کے مراحل کا آغاز شیطانی وسوسوں کے قبول کرنے ہی سے ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت
 ہے " ﴿یوسوس فی صدور الناس﴾ " یعنی لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (الناس ۵) پھر جس کے دل میں وسوسہ
 اثر کر گیا وہ شیطان کے دوستوں میں شمار ہونے لگا۔ ارشاد قدرت ہے: ﴿اخوان الشیاطین﴾ " یعنی شیطان کے بھائی
 ہیں (بنی اسرائیل ۲۷) آخر میں انسان خود ہی شیطان بن جاتا ہے: جیسا کہ یہی زیر بحث آیت ہے، " ﴿شیاطین الانس﴾ "
 یعنی انسانی شیطان۔

آیت ۱۱۳

﴿وَلَتَصْنَعُنَّ لِیْهِ أَفْعَادَهُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُقْتَرِفُوْنَ﴾ -

ترجمہ۔ اور (شیطان صفت لوگوں کے نعروں اور وسوسوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے) کہ ان کے دلوں کے کان جو کہ قیامت پر
 ایمان نہیں رکھتے ان لوگوں کی باتوں کے سپرد ہو جاتے ہیں اور وہ انہیں پسند کرتے اور اپنی خلاف ورزیوں کے مرتکب
 ہونے لگتے ہیں۔ جن کے وہ اس سے پہلے مرتکب ہو کرتے تھے۔ (جس کے نتیجہ میں وہ بھی تاریخ کے خلاف ورزی کرنے
 والوں کے انجام سے دوچار ہو جاتے ہیں)

دونکات:

" تصنی کا کلمہ "صخو" سے ہے جس کا معنی ہے تمایل پیدا کرنا ایسا تمایل جو کانوں کے ذریعہ سننے کی وجہ سے حاصل ہوتا
 ہے۔

" ﴿اقتراف﴾ " کا معنی ہے کمانا اور حاصل کرنا۔

پیام:

- ۱۔ صرف نعرے، وسوسے اور پروپیگنڈے ہی گمراہی کا عامل نہیں ہوتے بلکہ کان لگا کر سننا، دل لگا کر قبول کرنا، جذب ہو جانا اور راضی ہونا بھی موثر ہوتا ہے۔ ﴿لتصخی -- لیرضوه﴾
- ۲۔ انسان کی گمراہی کا راستہ عام طور پر میوں ہوتا ہے۔ سننا، راضی ہونا پسند کرنا اور وارد عمل ہونا۔ ﴿لتصخی، لیرضوه -- لیقترفوا﴾
- ۳۔ شیطان اور اس کے وسوسے صرف ان لوگوں کے دلوں میں اثر کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ﴿لایؤمنون بالآخرة﴾ معاد اور آخرت پر ایمان دوسروں میں جذب ہو جانے سے مانع ہوتا ہے۔

آیت ۱۱۴

﴿أَفَعَيَّرَ اللَّهُ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ -

ترجمہ۔ آیا (دین کے تمام دلائل کے ہوتے ہوئے بھی) خدا کے علاوہ کسی اور کو اپنا داور اور حاکم مان لوں؟ جبکہ اسی نے ہی تو تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب کو نازل کیا ہے۔ اور جن (یہود و نصاریٰ) کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب حق ہے اور تیرے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ پس تو شک اور تردید کرنے والوں میں سے نہ ہو جا۔

چند نکات:

"حکم" کو بعض مفسرین نے "حاکم" کے ہم معنی مراد لیا ہے۔ لیکن بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ "حکم" وہ ہوتا ہے جسے مقدمہ کے دونوں فریق اپنے فیصلہ کے لئے منتخب کریں۔ لیکن "حاکم" ہر طرح فیصلہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ منقول از تفسیر المنار)

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ "حکم" وہ ہوتا ہے جو برحق فیصلے کرے جبکہ "حاکم" ہر قاضی کو کہتے ہیں۔

چند آیات پہلے یہ بات ہوئی تھی کہ اگر ان لوگوں کے پاس فرشتے بھی آجائیں اور مردے بھی باتیں کرنے لگیں پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور یہ آیت کہتی ہے کہ "اہل کتاب" قرآن کو وحی سمجھتے تھے نصاریٰ کی طرف سے دوسرے معجزات کا مطالبہ صرف ایک بہانہ تھا۔

پیغمبر اکرم کو اپنے مشن میں ذرہ بھر شک و تردید نہیں تھی، لاکونن "کا خطاب مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے ہے کہ ہرگز اپنے دل میں شک کا گزر نہ ہونے دیں۔

پیام:

- ۱۔ خدا کے علاوہ کسی کو نہ تو قانون بنانے کا حق ہے اور نہ ہی فیصلہ کرنے کا ﴿افخیر اللہ اتبخی حکما﴾
- ۲۔ اسلام کے قوانین و احکام میں ابہام نہیں ہے ﴿مفصلاً﴾
- ۳۔ اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سابقہ انبیاء توریت اور انجیل نے بھی اس بارے میں بشارتیں دی ہیں ﴿یعلمون انہ منزل من ربک﴾
- ۴۔ اہل کتاب پیغمبر اسلام کو بھی اور قرآن مجید کو بھی بڑی گہری نظر سے پہچانتے تھے ﴿یعلمون انہ منزل﴾ ۳۷
- ۵۔ رہبر کو چاہیے کہ دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا کئے بغیر ڈٹ کر اپنے سلسلہ دعوت و تبلیغ کو جاری رکھے ﴿فلا تکونن﴾

آیت ۱۱۵

﴿وَمَثَلُ كَلِمَتٍ رَّبِّكَ صِدْقًا وَ عَدْلًا ط لَا مُبَدَّلَ لِكَلِمَتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

ترجمہ۔ اور تیرے پروردگار کا کلام صداقت اور عدالت کی تمام و کمال حد تک پہنچ گیا، اس کے کلمات کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

ایک نکتہ:

قرآن مجید میں "کلمہ" کئی معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً۔ ۱۔ حتمی وعدہ: مثلاً ﴿وَمَثَلُ كَلِمَتٍ رَّبِّكَ الْحَسَنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا﴾ "یعنی بنی اسرائیل نے چونکہ صبر کیا تھا اس لئے تیرے رب کا نیک وعدہ ان کے لئے پورا ہو گیا (اعراف ۱۳۷) یہاں بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے وعدہ الہی کے پورا ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ دین - جیسے "کلمتہ اللہ" یعنی خدا کا دین اور کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ۔

۳۔ خدا کا بنی - یا اولیاء اللہ - کیلئے بھی استعمال ہوا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔۔۔ ﴿کلمتہ القہالی مریم﴾ "یعنی حضرت عیسیٰ خدا کے رسول اور اسی کے کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القا فرمایا۔ (نساء ۱۷۰) نیز روایات میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی زبانی یہ ارشادات موجود ہیں کہ: "نحن الکلمات التامات" یعنی ہم خدا کے کلمات تامہ ہیں۔

پیام:

- ۱۔ دین اسلام میں قرآن مجید کامل اور تمام ہے۔ ﴿تمت کلمت ربک﴾
- ۲۔ الہی دین کی تمام خبریں سچ اور تمام احکام عدل پر مبنی ہیں ﴿صدق وعدلا﴾ ۳۸
- ۳۔ خدا کے وعدے اور طریقہ کار نہیں بدل سکتے ﴿لا مبدل لکلماتہ﴾
- ۴۔ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہو سکتی ﴿لا مبدل لکلماتہ﴾

آیت ۱۱۶

﴿وَإِنْ تُطِغْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ طِغَانٌ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ -

ترجمہ۔ اور اگر تم روئے زمین کے بہت سے افراد کی پیروی کرو گے تو تمہیں راہ خدا سے منحرف اور گمراہ کر دیں گے۔ کیونکہ وہ بھی گمان کے علاوہ کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور اپنے گمان اور تخمینے ہی سے کام لیتے رہتے ہیں،

ایک نکتہ:

"خرص" کا معنی ہے تخمینہ لگانا اور حدس و گمان سے کام لینا، پہلے تو اس کا استعمال درخت پر موجود پھل کی مقدار کا تخمینہ لگانے کے لئے ہوتا تھا بعد میں ہر طرح کے تخمینے کے لئے استعمال ہونے لگا، چونکہ بعض تخمینے غلط بھی ثابت ہوتے ہیں لہذا جھوٹ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (تفسیر نمونہ)

پیام:

۱۔ جھوٹ کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے عوام الناس کی اکثریت کا کاروبار برہان اور منطق کی بنیاد پر نہیں ہوتا جبکہ حق اور برہان کے بازار میں ہمیشہ مندی رہتی ہے اور وہ ہر وقت کساد بازاری کا شکار رہتے ہیں۔ ﴿اکثر من فی الارض یضلوک﴾

۲۔ گمراہیوں کی بنیاد حدس و گمان پر اعتماد کرنے پر استوار ہوتی ہے ﴿یضلوک--ان یتبعون الا الظن﴾

۳۔ اکثریت کو خوش کرنے کی خاطر ان کی پیروی کیلئے کسی قسم کا اقدام بھی انسان کی تباہی اور گمراہی کا موجب ہو سکتا ہے، ﴿ان تطع --یضلوک﴾

۴۔ اکثریت، حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔ معیار حق ہے تعداد نہیں، کیفیت کیفیت پر مقدم ہوتی ہے۔ (بندوں کو گنا نہیں تو لا کرتے ہیں۔ از مترجم)

۵۔ اکثریت بعض اوقات اس حد تک جلوہ گر ہوتی ہے کہ پیغمبر کو بھی اس کی طرف متوجہ کرانا پڑتا ہے۔

۶۔ جس اکثریت کی بنیادیں حق اور برہان کی بجائے تخمین اور ہوس پر استوار ہوں وہ قابل مذمت ہے۔ ﴿ان ہم الا یخرسون﴾

۷۔ راستہ اختیار کرنے کے لئے دلیل و برہان لازم ہوتی ہے حدس و قیاس اور استحسان نہیں۔ ﴿ان یتبعون الا الظن-- یخرسون﴾

آیت ۱۱۷

﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ -

ترجمہ۔ یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے (بھی) اچھی طرح واقف ہے۔

ایک نکتہ:

"مہدی" اور "مہتدی" میں فرق؟ فرق یہ ہے کہ مہدی جیسے امام معصوم ہوتے ہیں۔ جو روز اول ہی سے خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ جبکہ مہتدی وہ ہوتا ہے جو پہلے گمراہی کا شکار رہا ہو پھر ہدایت حاصل کرے (از تفسیر اطیب البیان)

پیام:

۱۔ انسان کو عقل، تجربہ اور مشورہ سے پہچاننے سے محدود نتیجہ حاصل ہوتا ہے، اور خدا حقیقی انسان شناس ہے۔ انسان ہزار طرح کے ذریعے اختیار کر کے صرف "عالم" بن سکتا ہے جبکہ خداوند عالم کسی بھی ذریعہ کو اختیار کئے بغیر "اعلم" ہے۔

۲۔ ریاکاری، ظاہر سازی اور چالپوسی سے نہ تو خود کو دھوکہ دو اور نہ ہی دوسروں کو کیونکہ خدا ہر ایک کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ﴿ہوا علم من یضل۔۔۔۔﴾

آیت ۱۱۸

﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بآيٰتِهٖ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ -

ترجمہ۔ پس اگر خدا کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو ان (جانوروں کے گوشت) سے کھاؤ جن پر (ذبح کے وقت) خدا کا نام لیا گیا ہے۔

دونکات:

جانور کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا، مادیات کو ایک طرح کا بچاؤ دینا اور ایمان کا اظہار کرنا ہے ویسے تو ہر کام میں خدا کو یاد کرنا اچھی بات ہے لیکن جانور کو ذبح کرتے وقت جبکہ اس کی جان لینے کا موقع ہوتا ہے اس کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے

ذبح جو ایک جزوی امر ہے، اس کے لئے بھی بہت سی شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہے (مثلاً صرف خدا کا نام لیا جائے کسی اور کا نہیں ذبح کرنے والا مسلمان ہونہ کہ کافر، رخ قبلہ کی طرف ہو کسی اور سمت کو نہیں، لوہے کے ساتھ ذبح کیا جائے

کسی اور چیز کے ساتھ نہیں، ذبح کیا جائے گلہ نہ دبایا جائے وغیرہ) اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے لئے تمام امور میں خدا کی بتائی ہوئی جہت اور دیا ہوا دین پیش نظر رہنا چاہیے۔

پیام:

- ۱۔ مومن کی خوراک اور غذا کو چچا تلا ہونا چاہئے۔ ﴿ذکر اسم اللہ﴾
- ۲۔ خدا کا نام گوشت کے استعمال کیلئے جائز ہونے کی مہر اور مصرف کا اجازت نامہ ہوتا ہے ﴿کلوا مما--﴾
- ۳۔ توحید کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے ہر فرصت سے فائدہ اٹھانا چاہئے، حتیٰ کہ غذا کے طور پر استعمال کرنے کے لئے گوشت حاصل کرنے کے موقع پر جانور کو ذبح کرتے وقت بھی توحید کو ہی پیش نظر رکھا جائے۔ کیونکہ توحید صرف ایک ذہنی مسئلہ نہیں ہے،
- ۴۔ حلال غذا کا استعمال، ایمان کی شرط اور علامت ہے ﴿ان کنتم باایاتہ مؤمنین﴾
- ۵۔ اسلام ایک ایسا جامع دین ہے جس نے ذبح جسے ایک جزوی مسئلہ کے لئے بھی تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے۔ دین کہ خدا کا نام لیا جائے۔ ذبح کے آلہ کو کہ لوہا ہو، ذبح کے انداز کو، چار رگوں کو کاٹا جائے، امت کو، کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو، اور سمت کو، کہ قبلہ کی طرف ہو۔

آیت ۱۱۹

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لِّيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾ -

ترجمہ۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اس ذبح سے تم نہیں کھاتے جس پر خدا کا نام لیا گیا ہے؟ (اور ہمارے حلال کردہ کو بغیر کسی وجہ کے حرام کرتے ہو) حالانکہ خداوند عالم نے خود ہی تفصیل کے ساتھ تمہارے لئے ان چیزوں کو بیان کر دیا ہے جو حرام ہیں، (اور تمہارے حرام کرنے کی ضرورت نہیں ہے) جہاں تم مجبور ہو جاؤ تو پھر حرام چیزوں کا استعمال تمہارے لئے جائز ہے، اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ بہت سے لوگ جہالت کی بنا پر اپنی خواہشات کے مطابق دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ یقین جانو کہ تمہارا پروردگار حد سے تجاوز کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

ایک نکتہ:

کچھ لوگ ایسے تھے اور ہیں جو ذبح کئے ہوئے اور مردہ جانور کے درمیان تقابل کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہتے ہیں: "آخر کیا وجہ ہے کہ جو جانور ہم ذبح کریں وہ حلال ہے اور جسے خدا موت دے وہ حرام ہے؟ ﴿لِيُضِلُّوْا﴾ باہوائہم ﴿

پیام:

۱۔ بے بنیاد طریقہ پر کسی چیز کو حرام کرنا قابل مذمت ہے، جس طرح حرام کو حلال کرنا ممنوع ہے اسی طرح حلال کو حرام کرنا بھی ممنوع اور ناجائز ہے ﴿وَمَا لَكُمْ﴾

آیت ۱۲۰

﴿وَذُرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾

ترجمہ۔ اور آشکار اور پنہانی گناہ کو ترک کر دو (جسم اور فکر کے گناہ کو) یقیناً جو لوگ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں وہ بہت جلد اپنے گناہ کے ارتکاب کی سزا پائیں گے۔

دونکات:

۱۔ زمانہ جاہلیت ہو یا دور حاضر زمانے کے بہرے لوگ آشکارا اور ظاہری گناہوں سے ڈرتے چلے آ رہے ہیں۔
۲۔ ظاہری اور باطنی گناہوں کے بہت سے مصداق بتائے گئے ہیں۔ مثلاً ظاہری گناہ وہ ہوتے ہیں جن کے خطرناک نتائج فوراً اور فوراً اور ہر شخص کے لئے واضح ہو جاتے ہیں اور باطنی گناہ وہ ہوتے ہیں جو اس کے برعکس ہیں۔ مثلاً وہ غذائیں جو سنگدلی کا باعث بنتی ہیں۔

پیام:

- ۱۔ گناہ میں ایک طرح کی جاذبیت اور کشش ہوتی ہے جس کو ایک محکم اور قطعی ارادے کے ساتھ دل سے نکال دینا چاہیے۔ ﴿ذورا﴾
- ۲۔ خدا کی طرف سے سزا صرف ان گناہوں پر ملتی ہے جو جان بوجھ کر اور علم و ارادے سے کئے جائیں۔ ﴿یکسبون﴾
- ۳۔ اسلام کی توجہ ظاہری تربیت اور طہارت پر بھی ہے اور باطنی پر بھی۔ چنانچہ پاک دل کے لوگ ہوں یا منافق لوگ جو ظاہر کی پابندی نہیں کرتے اسلان ان پر کڑی تنقید کرتا ہے۔ ﴿ظاہرالائم و باطنہ﴾
- ۴۔ انسان گناہ کے ارتکاب میں آزاد ہے۔ ﴿یکسبون﴾
- ۵۔ قیامت اور آخرت کی سزا زیادہ دور نہیں۔ ﴿سیجزون﴾

آیت ۱۲۱

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَيْكُمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (ذبح یا نحر کے وقت) جن چیزوں پر خدا کا نام نہیں لیا گیا اسے نہ کھاؤ۔ کیونکہ یقینی بات ہے کہ یہ فسق (مدار بندگی سے نکل جاتا) ہے۔ بے شک شیطان اپنے (وسوسہ پذیر) دوستوں کو القا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں (کہ مردہ یا ذبیحہ میں کیا فرق ہے؟) اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

چند نکات:

چونکہ حرام خواری دل کی سختی یا سنگدلی کا باعث ہوتی ہے۔ اور دوسرے بڑے گناہوں کے لئے زمین ہموار کرتی ہے۔ لہذا اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

سورہ ماندہ کی پانچویں آیت میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔ اور یہ آیت کہتی ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت خدا کا نام نہ لیا جائے اس کا گوشت حرام ہے۔ چونکہ اہل کتاب اس شرط کی پابندی نہیں کرتے لہذا ان کے جانوروں کا گوشت ہمارے لئے حرام ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آیت میں طعام سے مراد غلہ اور اس کی مانند دوسری خشک چیزیں ہیں نہ کہ گوشت۔ (تفسیر المیزان)

جن و انس کے شیطانوں کا وسوسہ اس طرح ہوتا ہے کہ "مردہ جانور کو خدا نے موت دی ہے۔ لہذا خدا کا مارا ہوا انسان کے مارے ہوئے سے بہتر ہے۔ لیکن وہ اس نکتہ سے غافل ہیں کہ مردہ جانور کے بدن سے لکشیف اور غلیظ خون باہر نہ نکلنے کی وجہ سے عام طور پر کئی طرح کی بیماریاں اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔

پیام:

۱۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ خوراک کے مسائل اور طعام کے ایک لقمہ کی حد تک بھی دینی پابندی اور اعتقادی اور عملی حدود کو پیش نظر رکھے۔ ﴿لَا تَأْكُلُوا﴾

۲۔ ذبح کے وقت خدا کا نام لینا صرف تکلف کی حد تک نہیں ہے بلکہ ایک ایسا حکم ہے جس کی تکمیل واجب اور جس کی خلاف ورزی جرم ہے۔ ﴿انہ لفسق﴾

۳۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان صرف ایک ناجائز لقمے کی وجہ سے فاسق ہو جاتا ہے۔ ﴿انہ فسق﴾

۴۔ شیاطین میں الہام اور القاء کی قدرت موجود ہے۔ ﴿لیوحون﴾

۵۔ شیطانی وسوسہ صرف ان کے اولیاء (دوستوں) پر اثر کرتا ہے۔ اولیاء اللہ پہ اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ﴿اولیائہم﴾

۶۔ احکام الہی میں لڑنا جھگڑنا اور کج بحثی کرنا ایک شیطانی حربہ ہے۔ ﴿لیجادلوکم﴾

۷۔ انسان "آزادانہ استعمال" کے نتیجے میں شیطانی القاء کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ﴿لیوجون﴾

۸۔ جزوی مسائل میں جدال اور بحث و مباحثہ انسان کو شرک کی حدود تک پہنچاتا ہے۔ ﴿لمشرون﴾

۹۔ لڑائی جھگڑے اور بحث مباحثہ کا موجب وسوسے اور خواہشات ہوتی ہیں۔ ﴿الیوحون - لیجادلوکم﴾

۱۰۔ خدا پرست بھی اگر عمل کی راہ میں غیر اللہ کی اطاعت کریں گے، مشرک ہو جائیں گے۔ ﴿انکم لمشرون﴾

آیت ۱۲۲

﴿أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ۔ آیا جا شخص (جہالت اور شرک کی موت) مر چکا تھا اور ہم نے اسے (اپنی ہدایت کی بدولت) زندہ کر دیا۔ اور اُس کے لئے ایک نور قرار دے دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو (جہالت اور شرک کی) تاریکیوں میں (ڈوبا ہوا) ہے۔ اور اس سے نکل ہی نہیں سکتا ہے۔ کافروں کے لئے اسی طرح ان کے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں۔

ایک نکتہ:

یہ آیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضرت حمزہ کو معلوم ہوا کہ ابو جہل نے حضرت رسول کو سخت اذیت پہنچائی ہے تو فوراً اس کے پیچھے گیا اور جب وہ

مل گیا تو انہوں نے ابو جہل کے سر پر ایک زوردار مکال رسید کر دیا۔ پھر فرمانے لگے۔ "میں آج سے محمد پر ایمان لا رہا ہوں" چنانچہ اس وقت سے آخر عمر تک اسلام کے ایک مومن اور جبری فوجی سردار بن کر رہے۔

پیام:

- ۱۔ کفر، موت ہے اور ایمان زندگی۔ ایمان مردہ انسانوں اور معاشروں کو زندہ کرتا ہے، انسان کی حقیقی زندگی اور موت۔ ایمان اور کفر ہے۔ ﴿میتا- فاحینیاہ﴾ ۳۰
- ۲۔ ہدایت اور رہنمائی خدا کا کام ہے۔ ہر چند کے خود انسان ہدایت کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ﴿احینیاہ﴾
- ۳۔ مومن کی راہ میں ہرگز رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ ﴿نور ابعشی﴾
- ۴۔ جب روشنی نہ ہو تو طرح طرح کی تاریکیاں انسان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں۔ ﴿فی الظلمات﴾
- ۵۔ حق ایک ہے و رباطل ڈھیروں ہیں۔ ("نور" مفرد ہے اور "ظلمات" جمع)
- ۶۔ روایات ہیں کہ امامت اور الہی رہبری "نور" کا ایک مکمل مصداق ہے۔ ۱
- ۷۔ نور ایمان اور الہی ہدایت کے بغیر انسان کے لئے کوئی اور چیز حیات بخش نہیں ہے۔ ﴿لیس نجارج منها﴾
- ۸۔ انسان کے کارنامے اس کی نگاہ و فکر میں موثر ہوتے ہیں۔ ﴿زین-- کانوا یعملون﴾
- ۹۔ کفار کے پرکشش کارنامے مثلاً نئی ایجادات، انکشافات، ٹیکنالوجی، تمدن وغیرہ ان کے لئے اس قدر خوبصورت اور مزین ہو چکے ہیں کہ انہیں اپنی گراہی اور اپنی انسانیت کے انحطاط و سقوط کا بھی احساس نہیں رہا۔ ﴿زین للکافرین ما کانوا یعملون﴾

آیت ۱۲۳

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی (آبادی) میں بڑے مجرم مقرر کئے ہیں جو وہاں پر مکرو جیلوں سے کام لیتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے علاوہ کسی اور کے ساتھ مکاری نہیں کرتے اور اس بات کو سمجھتے بھی نہیں۔

دو نکات:

اس سے پہلی آیت کے شان فزول میں ابو جہل کی اسلام کے ساتھ شیزہ کاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس آیت میں خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ "ابو جہلوں" کا وجود کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ اور ہر جگہ دعوتِ حق کے مقابلے میں ایسے فاسد مہرے موجود چلے آ رہے ہیں۔ ﴿کذالک﴾

حق اور باطل اور ان کے طرفداروں کی آویزشیں ازل سے چلی آرہی ہیں۔ اور یہ ایک طرفہ کار قدرت ہے جو ان کے اختیار کے منافی بھی نہیں ہے۔ اسی لیے سابقہ آیت میں انسان کی نور خدا کی روشنی میں حرکت کرنے کو اپنی طرف نسبت دی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ "وجعلنا" اور اس آیت میں بزرگ مومنین کے وجود کو اپنی طرف نسبت دے کر کہا۔ ﴿وجعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیہا﴾ گویا "نور" اور "مجرم" کا وجود دونوں ہی قدرت خداوندی کے مدار میں ہیں۔

پیام:

- ۱۔ نیک اور بد لوگوں کی تمام سرگرمیاں مدار قدرت خداوندی سے باہر نہیں۔ ﴿جعلنا﴾
- ۲۔ فاسد اور مفسد سردار ہی حق شرہ میں فساد کی جڑیں ہیں۔ (یعنی مالی، فوجی، فکری اور سیاسی مراکز میں یہی "رکابر" ہی تمام برائیوں، بد بختیوں اور تباہیوں کا سرچشمہ ہیں۔)
- ۳۔ شاطرانہ چالیں اور طرح طرح کی زیرنگیاں انہی مفسد سرداروں کا حربہ ہیں۔ ﴿لیمکروا﴾
- ۴۔ صدق و صفا جیسے جوہر کو ضائع کر کے خدائی قہر و غضب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی ایک بہت بڑی ضرب ہے جو یہ مکار لوگ اپنے آپ لگاتے ہیں۔
- ۵۔ ہر بیماری سے بدتر بیماری کونہ جاننا ہے اور مکرو فریب سے بدتر اس بات کونہ سمجھنا ہے کہ اس مضر اثرات خود مکار اور فریبی ہی کی طرح پلٹ جاتے ہیں۔ ﴿وما یشعرون﴾

آیت ۱۲۴

﴿وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾

ترجمہ: اور جب (خدا کی طرف سے ان کی ہدایت کیلئے) کوئی آیت اور نشانی نازل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمیں بھی وہی کچھ عطا نہ کیا جائے جو خدا کے رسولوں کو (وحی کا شرف یا اجتماعی رتبہ) دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں (اور کس میں) مقرر کرے۔ جن لوگوں نے (مکرو فریب جیسے) جرم کئے ہیں بہت جلد ہی انہیں ان کے جیلوں فریبوں کی سزا ذلت و خواری اور سخت عذاب (کی صورت) میں ملے گی۔

ایک نکتہ:

اس آیت کے شانِ نزول میں بتایا گیا ہے کہ کفار کا نام نہاد بڑا سمجھدار اور باشعور شخص ولید بن مغیرہ کہا کرتا تھا "چونکہ میری عمر اور دولت محمد سے زیادہ ہے لہذا مجھ پر بھی وحی آنی چاہیے۔" اور اس قسم کی باتیں ابو جہل سے بھی منقول ہیں۔

پیام:

- ۱۔ صاحبان مال و اقتدار میں سے بڑے بڑے افراد کسی منطقی دلیل کے بغیر صرف اپنی "چودھراہٹ" کی وجہ سے دعوت اسلام کو ٹھکرا دیا کرتے ہیں۔ ﴿قَالُوا لَنْ مُؤْمِنٌ﴾
- ۲۔ مجرمین ہی غرور و تکبر کا شکار ہوتے ہیں۔ (سابقہ آیت میں) ﴿اَكَابِرَ مَجْرِمِيهَا﴾ "ہے اور اس آیت میں" ﴿لَنْ مُؤْمِنٌ﴾ "ہے۔" ۳۱

- ۳۔ خدا کا کسی منصوب اور مقرر کرنا، اس امر کی حکمت کے تحت ہوتا ہے۔ ﴿اللَّهُ اعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾
- ۴۔ خداوند اعلم کے انتخاب کا معیار کسی کی لیاقت اور شائستگی کے بارے میں اس کا علم ہے۔ ﴿اللَّهُ اعْلَمُ﴾
- ۵۔ استکبار کا نتیجہ ذلت ہی ہے۔ ﴿لَنْ مُؤْمِنٌ - صَغَارٌ﴾
- ۶۔ کفار کے کچھ سردار "بدر" میں مارے گئے جس سے خدائی وعدہ کی تعمیل ہو گئی اور وہ ذلت کا شکار ہو گئے۔

﴿فَمَنْ يُرِدْ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ

كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿ -

ترجمہ: پس خدا جس کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ اور روح کو اسلام (کی قبولیت) کیلئے کشادہ کر دیتا ہے۔ اور جس کو (اس کے ناشائستہ اعمال اور خصلتوں کی وجہ سے) گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ اور قبول نہ کرنے والا دشوار گزار بنا دیتا ہے۔ گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہو (کہ زمین کو اپنے پیروں سے نکلتا ہوا اور راہ کو دور دیکھتا ہے اور کافی حد تک آکسیجن بھی اپنے پاس نہیں رکھتا) اللہ تعالیٰ اسی طرح پلیدی کو ان لوگوں کے لئے قرار دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ ۳۲

دونکات:

- خدا کی ہدایت اور گمراہی سے مراد شائستہ اور اہل لوگوں کے لئے اسباب ہدایت کا فراہم کرنا اور ناشائستہ اور نااہل افراد کے لئے اسباب ہدایت کا سلب کرنا ہے۔

- "صدر" (سینہ) سے مراد روح اور دل ہے۔ اور "شرح صدر" سے مراد حق اور ہدایت کو قبول کرنے کے لئے تحصیل و فکر کے افق کی وسعت اور روح کی بلندی ہے۔ اور اس کے لئے نفسانی خواہشات اور دلی آرزوؤں کی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو شرح صدر کا حامل نہیں ہوتا وہ ہمیشہ ایک ہی خول میں پڑا رہتا ہے۔ اور اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ شرح صدر کا نتیجہ ایک تو بصیرت اور نورانیت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے نرم دلی اور حق کو قبول کرنے کی صورت میں۔

پیام:

۱۔ حق کو قبول کرنے کے لیے وسعت ظرفی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دوسرے تہہ دل سے اس کے لئے راہ ہموار کرنا پڑتی ہے۔ ﴿شرح صدرہ﴾

۲۔ جو حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ آسمان کی طرف پرواز نہیں کر سکتا۔ ﴿یصعد فی اسماء﴾

۳۔ فطرت، عقل اور طبعی امور کے مدار سے نکل جانے کا نتیجہ سینے کی تنگی اور گھٹن ہوتا ہے۔ ﴿یصعد فی اسماء﴾

۴۔ گمراہ لوگ ہر چند کے بظاہر اپنے آپ کو کشادہ حالی اور ترقی کی صورت میں دیکھیں درحقیقت وہ ذہنی دباؤ اور قلبی تنگی کا شکار ہوتے ہیں۔ ﴿فِيقَا حَرْجَا﴾

۵۔ بے حوصلہ اور کم ظرف ہونا ایک طرح کی روحانی نجاست اور غلاظت ہوتی ہے۔ ﴿يَجْعَلُ الرَّجْسَ﴾

۶۔ جو حق پر ایمان نہیں لاتا وہ تدریجی طور پر غلیظ اور آلودہ ہو جاتا ہے۔ ﴿كَذَلِكَ يَجْعَلُ الرَّجْسَ﴾

آیت ۱۲۶

﴿وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا فَمَا فَصَّلْنَا الْآيَاتِ﴾ ﴿لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ﴾

ترجمہ: اور یہ ہے تیرے رب کا سیدھا راستہ۔ یقیناً ہم نے اپنی آیات کو ان لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

دو نکات:

- خاوند عالم کا قدیم سے یہی طریقہ کار چلا آ رہا ہے کہ حق کو قبول کرنے والے پاک دل لوگوں کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے اور ایمان سے گریز کرنے والے ہٹ دھرم لوگوں کو سلب توفیق اور رجس جیسی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔
- ممکن ہے کہ "ہذا" کا اشارہ "اسلام" کے لفظ کی طرف ہو۔ (جو اس سے پہلے آیت میں ذکر ہو چکا ہے۔ "للاسلام")

پیام:

۱۔ خدا کے رستے کے علاوہ باقی تمام راستے یا منزل مقصود تک نہیں لے جاتے یا پھر آگے جا کر بند ہو جاتے ہیں۔ ﴿وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ﴾

۲۔ یاد دہانی اور نصیحت کے لئے تنوع، تفصیل اور تکرار ضروری ہوتا ہے۔ ﴿فَصَلْنَا﴾

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک پر اپنی حجت تمام کر دی ہے اگر کوئی اہل توجہ ہو۔ حق کی تمام آیات اور نشانیاں مختلف انداز میں بیان کر کے واضح کر دی گئی ہیں۔ ﴿لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ﴾

آیت ۱۲۷

﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُمْ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: ان کے لئے رب کے نزدیک امن اور آسودگی کا گھر ہوگا، اور وہ ان کا سرپرست اور حامی ہوگا کیونکہ وہ (نیک) اعمال انجام دیتے رہے۔

پیام:

- ۱۔ بہشت میں کسی دشمنی، رقابت، ضدبازی، تہمت، حسد، کینہ، جھوٹ، غم، اندوہ کسی قسم کی بے چینی، موت، بیماری، غربت اور ناداری وغیرہ نہیں ہے۔ (دارالسلام)
- ۲۔ امن و سلامتی کی نعمت سے بھی بالاتر ایک اور نعمت ہے اور وہ پروردگار کے مخصوص سایہ الطاف میں رہنا۔ ﴿عند ربهم﴾
- ۳۔ الہی ولایت اور امان تک رسائی، عمل کے زیر سایہ حاصل ہوتی ہے۔ ﴿بما كانوا يعملون﴾

آیت ۱۲۸

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ قَدِ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ ﴿حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اس دن (کو یاد رکھو) جب کہ خداوند عالم سب کو محشور کرے گا (پھر شیاطین جو کہ جنات کو مخاطب کر کے فرمائے گا)۔ اے شیطانوں اور جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا پیر و کار پایا۔ ان کے طرفدار انسان کہیں گے۔ پروردگار! اہم انسانوں اور جنوں نے ایک دوسرے فائدہ اٹھایا اور اپنے اس انجام کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ خدا فرمائے گا۔ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے، مگر یہ کہ خدا چاہے (کہ تم میں سے کچھ افراد کے گروہ کو بخش دے) یقیناً تیرا پروردگار حکیم و دانا ہے۔

ایک نکتہ:

– سابقہ آیات (مثلاً ۱۱۲-۱۲۱) میں شیطانی کارستانیوں اور وسوسوں کی طرف اشارہ موجود ہے، اس آیت میں شیطانی وسوسوں کو قبول کرنے کا انجام جو کہ جہنم ہے، بیان کیا جا رہا ہے۔ ضمنی بات بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کے بقول شیطان۔ جنات میں سے ہے، جس جن نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا وہی شیطان ہے۔

پیام:

- ۱۔ شیطان، جنوں میں سے ہے اور جن بھی مکلف اور مختار ہوئے ہیں انہیں بھی سزا اور جزا سے واسطی بڑھے گا۔ ﴿یامعشرالجن﴾
- ۲۔ شیطان لوگوں کے کم گروہوں کو گمراہ کرنے پر راضی نہیں ہے اس نے انسانوں کے بہت سے گروہوں کو گمراہ کیا ہے۔ (قد استرکثرتم من الانس) ۳۳
- ۳۔ قیامت کے دن خدا کی عدالت اور سزا و تنبیہ کھلم کھلا ہوگی۔ ﴿نحشرهم --- یامعشرالجن﴾
- ۴۔ اپنے اعمال کے انجام کے بارے میں بھی سوچو! ﴿ویوم﴾
- ۵۔ قیامت کے دن تمام انسان اور شیاطین یکجا اکٹھے اور مشہور ہوں گے۔ ﴿جمعیا﴾
- ۶۔ شیطانی وسوسوں کی اتباع سے انسان میں آہستہ آہستہ شیطان سے انس اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ ﴿اولیاء ہم﴾
- ۷۔ شیطان کی پیروی کو موجب، بہرہ مندی ہے۔ ﴿استمتع﴾
- ۸۔ انسان آزاد ہے اور اس کو اختیار حاصل ہے کہ کسی کا اثر قبول نہ کرے اور کسی فریب میں نہ آئے۔ ﴿بعضنا﴾
- ۹۔ تمام گمراہ ایک جیسی سزا کے مستحق نہیں ہوں گے اور نہ ہی جہنم میں ہمیشہ رہنے کے ﴿الا ماشاء اللہ﴾
- ۱۰۔ خدائی عدالت کے فیصلے علم و حکمت کی بنا پر ہیں۔ ﴿علیم حکیم﴾

آیت ۱۲۹

﴿وَكَذَلِكَ نُؤَيِّ بِعُضِّ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

ترجمہ: اور اسی طرح (کہ تمہاری خواہش تھی کہ کامیابی حاصل کرو تو) ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیں گے تاکہ انہیں ان کے کئے کی سزا مل جائے۔

ایک نکتہ:

روایات کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ترک کرنے، خمس و زکوٰۃ اور دیگر شرعی اور واجبات کو ادا نہ کرنے اور ظالموں کی امداد کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر ظالموں کا تسلط کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر اطمینان)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے راض ہوتا ہے تو ان کے امور نیک لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور اگر ناراض ہوتا ہے تو بُرے لوگوں کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ (کشف الاسرار)

پیام:

- ۱۔ عیاشی اور لذت کام و دین۔ باطل حکومتوں کے اثر و رسوخ اور ظالموں کے مسلط ہو جانے کا موجب ہوتی ہے۔ (استمتع۔۔۔ نولی) جبکہ ظالموں سے نجات کا راستہ لذتوں اور عیاشیوں کو ترک کر دینے میں ہوتا ہے۔
- ۲۔ صرف حاکم ہی ظالم نہیں ہوتے، بزدل، ڈرپوک، خاموش اور عیاش محکوم بھی ظالم ہیں۔ ﴿بعض الظالمین بعضا﴾
- ۳۔ ظالموں کے تسلط کا سبب خود لوگوں کا اپنا کردار ہوتا ہے۔ ﴿بما كانوا یکسبون﴾ ۳۳

آیت نمبر ۱۳۰

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَفْصُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا وَغَرَّبْنَاهُمُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾ -

ترجمہ: (قیامت کے دن ان سے کہیں گے) اے جن و انس کے گروہ! آیا تمہارے پاس تم میں پیغمبر نہیں آئے تاکہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھیں اور تمہیں آج کے اس دن کی ملاقات کے بارے میں ڈرائیں تو وہ کہیں گے: ہم اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ اور دنیوی زندگی نے انہیں فریب دیا تھا اور (اب) خود ہی اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ بے شک وہ کافر تھے۔

چند نکات:

آیات قرآنی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت محمد اور قرآن مجید جنات کے لئے بھی بھیجے گئے ہیں۔ اور وہ قرآن کو بھی سمجھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ مومن بھی ہیں۔ (ملاحظہ قرطبی، طبرسی، مفسر الفرقان اور مغربی ظلال القرآن) کہتے ہیں کہ جنوں کے رسول، انسانوں کے رسولوں سے وح دریافت کمر کے اپنی جس کے افراد تک پہنچاتے ہیں۔ (یہ حدیث ابن عباس سے منقول ہے)

"رسول" کا لفظ انسان کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے "ان الله يصطفى من الملائكة رسلا ﴿﴾" یعنی خداوند عالم ملائکہ میں سے بھی رسولوں کا انتخاب کرتا ہے۔ (حج / ۷۰)

اس آیت میں جن و انس کے دو تلخ اقراروں کا تذکرہ ہے، ایک تو یہ کہ وہ اپنی طرف رسولوں کے آنے کو گواہی دیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے کفر کا اعتراف کریں گے۔

قیامت کے مختلف مراحل ہیں۔ اور سب سے پہلے مرحلہ میں وہ اپنے کفر و شرک کا انکار کریں گے۔ اور کہیں گے "﴿والله ما كنا مشركين﴾" یعنی خدا کی قسم ہم مشرک نہیں تھے۔ (انعام / ۲۳) لیکن جب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ انکار ناممکن ہے تو پھر اعتراف کر لیں گے۔

پیام:

جن و انس دونوں، انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے کے پابند ہیں اور دونوں قوموں کیلئے رسول آئے ہیں۔ ﴿الجن والانس﴾

۲۔ "انذار" (ڈرانا) انسانوں کی تربیت کیلئے طاقتور ترین اور موثر ترین ہتھیار ہے۔ ﴿وینذرونکم﴾

۳۔ فرد اور اجتماع (معاشرے) کی اصلاح کیلئے، احکام الہی کے اجر کا طاقتور ترین ضامن معاد اور آخرت پر ایمان

ہے۔ ﴿الم یاتکم --- ینذرونکم﴾

۴۔ قیامت کے دن کسی بھی بات کو چھپایا نہیں جاسکے گا، اس دن انسان اپنے خلاف بھی گواہی دیں گے۔

﴿شہدوا علیٰ انفسہم﴾

- ۵۔ عیاشی، آسائش طلبی اور دنیا پرستی، انبیاء کی دعوت سے بے اعتنائی کا موجب ہیں۔ ﴿عزّهم الحیاة الدنیا﴾
- ۶۔ دنیا ہر فریفتگی، آخرت کی فراموشی کا موجب ہاتی ہے۔ ﴿عزّهم -- یمکم هذا﴾
- ۷۔ دنیا کے ساتھ محبت انسان کو کفر تک لے جاسکتی ہے۔ ﴿عزّهم -- کافرین﴾

آیت ۱۳۱

﴿ذَلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْفَرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاهْلُهَا غَافِلُونَ﴾

ترجمہ۔ یہ (تمام حجت اور تنبیہ) اس لئے ہے کہ تمہارا پروردگار ظلم کی بناء پر ایسی آبادیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتا جن کے رہنے والے غافل ہوں۔ (اللہ تعالیٰ پہلے تو لوگوں کو غفلت اور جہالت سے باہر نکلتا ہے اور اپنے پیغمبروں کے ذریعے انہیں خبردار کرتا ہے اگر وہ پھر بھی قبول نہیں نہ کریں تو ہلاک کر دیتا ہے۔

ایک نکتہ:

خداوند عالم کا ایک طریقہ کاریہ ہے کہ انبیاء بھیج کر لوگوں کو خبردار کرتا ہے۔ انہیں "راہ" اور "چاہ" کے درمیان فرق بتاتا ہے۔ حقائق کو اُن پر واضح کرتا ہے اور اپنی حجت ان پر تمام کر دیتا ہے۔ (اگر پھر بھی وہ نہ سمجھیں اور بے اعتنائی کا ثبوت دیں تو پھر انہیں سزا دیتا ہے۔ خدا کا یہ دیرینہ قانون اور طریقہ کار قرآن کی متعدد آیات میں بیان ہوا ہے۔ منجملہ ان کے سورہ شعر آ/۲۰۸ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "﴿وما اهلکنا من قرية الا ولها منذرون﴾" یعنی ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ وہاں کے لوگوں کے پاس ڈرانے والے موجود تھے۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل ۱۵/ میں ہے کہ "وما کنا معتدین حتیٰ نبعث رسولا" یعنی جب تک کوئی رسول نہ بھیج لیں اس وقت تک عذاب نہیں کرتے۔

پیام:

- ۱۔ خدا کی سزائیں، اس کے رب ہونے کی وجہ سے ہیں۔ ﴿ربک﴾
- ۲۔ بیان کئے اور خبردار کئے بغیر عذاب اور سزا دینا ظلم ہے اور بُری بات ہے۔

آیت ۱۳۲

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمَلُوا وَمَا رُبُّكَ بَغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ۔ اور تمام انسانوں کیلئے اس بنیاد پر درجات ہیں جو انہوں نے انجام دیئے ہیں اور تیرا پروردگار اس بات سے غافل نہیں ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔

ایک نکتہ:

۔ اس آیت میں "درجہ" سے مراد صرف اس کی بلندی ہی نہیں، بلکہ درجات اور سقوط کے مراحل کو بھی شامل ہے۔

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم عادل ہے اور ہر شخص کو اس کے کارناموں کی وجہ سے رتبہ اور درجہ عطا کرتا ہے۔ ﴿مما عملوا﴾
- ۲۔ انسان ک سعادت (خوشبختی) اور شقاوت (بدبختی) ایسی کے اعمال سے وابستہ ہیں۔ ﴿مما عملوا﴾ ۳۵
- ۳۔ انسان کو اپنے ہوش و حواس ٹھکانے رکھنے چاہئیں کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ ﴿وما ربک بغافل﴾

آیت ۱۳۳، ۱۳۴

﴿وَرُبُّكَ الْعَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخِرِينَ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾

ترجمہ: اور تیرا پروردگار بے نیاز اور رحمت والا ہے۔ (لہذا اے ظلم کرنے کی ضرورت نہیں ہے) اگر چاہے تو تم سب کو لے جائے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہارا جانشین بنائے۔ جس طرح تمہیں ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔

یقیناً تمہارے ساتھ جو وعدہ کیا گیا ہے وہ البتہ ضرور آنے والا ہے ورتتم (خدا کو) ناتواں نہیں بنا سکتے (اور اس کی سزا اور عدل سے گریز نہیں کر سکتے۔)

ایک نکتہ:

- سابقہ آیات میں خدا کے عدل و انصاف پر مبنی سزا کی بات ہو رہی تھی اور یہاں پر اس کی بے نیازی اور رحمت کا ذکر ہے اور یہی دونوں اس کی عدالت کی دلیل ہیں۔

لفظ "الغنی" میں ایک نکتہ پوشیدہ ہے جو "غنی" میں نہیں ہے۔ اور وہ یہ کہ "الغنی" کے ذرکہ بتایا جا رہا ہے بے نیازی صرف اور صرف خدا ہی کے لئے ہے۔

پیام:

- ۱۔ بے نیازی صرف خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہے لہذا تم کبھی بھی خود کو بے نیاز نہ سمجھو۔ ﴿ربک الغنی﴾ ۳۶
- ۲۔ گناہگاروں کو اسی دنیا میں بھی خدا سے ڈرنا چاہیے کیونکہ ان کا مٹانا خدا کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ ﴿یذہبکم﴾
- ۳۔ ظلم (کہ جس کا ذکر دو آیت پہلے ہو چکا ہے) یا تو ضرورت کی بنا پر کہا جاتا ہے یا سنگدلی کی وجہ سے اور خدا ان دونوں ضرورتوں سے بے نیاز ہے۔ ﴿الغنی ذوالرحمة﴾
- ۴۔ ایک اچھے مربی کی خصوصیت یہ ہے کہ بے نیاز اور مہربان ہو۔ البتہ کبھی قدرت اور تہدید کو بھی کام میں لانا پڑتا ہے۔ ﴿ربک الغنی ذوالرحمة﴾
- ۵۔ بشری معاشروں کی بقا مشیعت ایزدی سے وابستہ ہے۔ ﴿ان یشاء یذہبکم﴾
- ۶۔ خدا کو ہماری عبادتوں کی کوئی ضرورت نہیں وہ اس سے بے نیاز ہے اس کے عبادت کے فرامین ہماری ہی رشد و ہدایت اور ترقی کا عامل ہیں۔ ﴿الغنی﴾
- ۷۔ رحمت خدا کا خاص موقع سے تعلق ہے۔ اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضوں کے پیش نظر اپنے قہر و غضب کو کام میں لاتے ہوئے سب کو نابود کر سکتا ہے۔ ﴿ذوالرحمة۔۔۔۔۔ یذہبکم﴾
- ۸۔ الہی وعدے قطعی ہوتے ہیں مذاق نہیں۔ ﴿لات﴾ ۲۷
- ۹۔ قیامت کے دن مجرم، قدرت خداوندی سے نہیں ٹکرا سکے گا۔ ﴿ما انتم بمعجزین﴾

﴿قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾

ترجمہ۔ کہہ دو کہ اے میری قوم جو کچھ تم عمل کر سکتے ہو کرو۔ (تمہاری ہٹ دھرمی میرے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتی) میں بھی اپنے فریضہ پر عمل کرتا رہوں گا (جو کہ تبلیغ اور صبر ہے) پس بہت جلد جان لو گے کہ نیک انجام (اور عزت کا مقام) کس کیلئے ہے؟ یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوں گے۔

پیام:

- ۱۔ پیغمبر اکرم کو چونکہ اپنے موقف پر یقین ہے لہذا اس پر پورے اطمینان سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ ﴿اعملوا علیٰ مکانتکم﴾
- ۲۔ لوگوں کا انجام خود ان کے اپنے کارناموں سے وابستہ ہے۔ ﴿اعملوا -- فسوف تعلمون﴾
- ۳۔ لوگوں کی سرکشی، انبیاء کے فرائض کو نہیں بدل سکتی۔ ﴿انی عامل﴾
- ۴۔ کامیابی کا دار و مدار اچھے انجام پر ہے، ناکہ دنیا کی ظاہری زرق و برق اور بھاگ دوڑ پر۔ ﴿عاقبة اللہ﴾
- ۵۔ ظالم، کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ﴿لا یفلح﴾
- ۶۔ خدا اور انبیاء کے رستے سے روگردانی ظلم ہے۔ ﴿الظالمون﴾

آیت ۱۳۶

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾

ترجمہ: اور ان (بت پرست) لوگوں نے جو خدا نے کھیتی اور جانور پیدا کئے ہیں ان میں سے اپنے باطل گمان کے مطابق ایک حصہ خدا کیلئے (بھی) مقرر کر دیا اور کہا: یہ حصہ خدا کیلئے ہے اور یہ حصہ ہمارے شریکوں (بتوں) کیلئے ہے (جو کہ خدا کے بھی شریک ہیں اور مال کے بھی) پس جو حصہ ان شریکوں (بتوں) کا تھا وہ خدا تک نہیں پہنچتا تھا لیکن جو خدا کا حصہ تھا ہو شریکوں تک پہنچ جاتا تھا۔ یہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

ایک نکتہ:

- جو لوگ انبیاء کی ترتیب کے مدار سے نکل کر وادی خیال میں جا پہنچتے ہیں ان کی باتیں اور فیصلے بھی خیالی او بے منطق ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ہر چیز کا مالک سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اپنی مرضی کی تقسیم شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی تو لڑکوں کو اپنا حصہ لڑکیوں کو خدا کا حصہ سمجھتے ہیں۔ "﴿الکم الذکرو له الانثی﴾" (نجم/ ۲۱) اور کبھی غلہ اور جانوروں کو تقسیم کرتے ہیں۔

- مشرکین سمجھتے تھے کہ بتوں کا حصہ تبدیل نہیں ہو سکتا لہذا اسے بت خانوں اور ان کے پجاریوں پر خرچ کر دیا کرتے تھے اور جو خدا کا حصہ ہوتا تو اس بناء پر کہ آسمانوں کا مالک خدا تو بے نیاز ہے لہذا جب بت خانوں اور ان کے پجاریوں کا خرچہ کم ہونے لگتا تو خدا کے حصے سے اٹھا کر وہیں پر لگا دیتے اور غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ نہیں کرتے تھے۔

پیام:

۱۔ زراعت اور پرورش حیوانات کے ساتھ اگرچہ انسان کا تعلق ہے لیکن زراعت اور جانوروں کا اصل خالق تو خدا ہی ہے۔ ﴿مماذی أ﴾

۲۔ زکوٰۃ کی نوعیت اور آمدنی اور منافع کی تقسیم تمام انسانوں کے عقائد میں شامل رہی ہے یہ اور بات ہے کہ خرافاتی انداز میں رہی ہے۔ ﴿ہذا للہ ----- هذا لشركائنا﴾

۳۔ انبیاء کے فرائض میں شامل ہے کہ خرافات کے خلاف علم بلند کرنا ﴿ساء ما یحکون﴾

۴۔ مشرکین اگرچہ بتوں کو خدا کا شریک سمجھتے تھے لیکن خدا کے لئے خصوصی عظمت کے قائل بھی تھے اور عزت اور بے نیازی خدا کے لئے خاص سمجھتے تھے۔ اور کسی کو خدا کے حصے سے پورا کرتے تھے۔

آیت ۱۳۷

﴿وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَائِهِمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾

ترجمہ: اور اسی طرح بتوں (کے ساتھ عشق و محبت) نے بہت سے مشرکین کے لئے ان کی اولاد کے (بتوں کی قربانی کے طور پر) قتل کو مزین کر دیا تھا کہ انہیں ہلاکت اور بربادی تک لے گئے اور ان کے دین کو ان کے لیے دگرگوں کر ڈالا۔ اور اگر خدا (زبردستی کرنا) چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے لہذا تو بھی انہیں ان کی انترپردازیوں کی حالت میں چھوڑ دے۔

دو نکات:

۱۔ جس طرح زراعت اور جانوروں کی خدا اور بتوں کے درمیان تقسیم اگرچہ ایک فضول خیال تھا لیکن ان کی نظروں میں ایک بہت اچھا کام تھا، اسی طرح بتوں کے ساتھ محبت اور بتوں کے آگے قربانی کے طور پر اولاد کا قتل بھی شیطانی وسوسوں کی وجہ سے ان کی نگاہوں میں بہت اچھی ریت تھی۔

۲۔ "یردوہم" کا لفظ "ارداء" سے ہے جس کا معنی ہے ہلاکت اور بربادی۔

پیام:

- ۱۔ جس معاشرے کی انہی خطوط پر تربیت نہ ہوئی ہو۔ اس کے افراد اپنی اولاد تک کو پتھر اور لکڑی کے تراشے بتوں کے آگے قربان کر دیتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں اور اسے عبادت بھی سمجھتے ہیں۔ ﴿زین ----- قتل اولادہم﴾
- ۲۔ مجرم لوگ اپنی اولاد کئی تک کی (بزعم خویش) صحیح توجیہ کرتے ہیں۔ (زین) ۳۸
- ۳۔ گناہ کی توجیہ اور برائیوں کو اچھائیوں کی صورت میں پیش کرنا انسان ہی نہیں انسانیت کے بھی سقوط و تباہی کا موجب ہے۔ ﴿لیردوہم﴾
- ۴۔ گناہوں کو آراستہ کر کے پیش کرنا، دین کو شبہات کے ساتھ مخلوط کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ ﴿ولیلبسوا﴾
- ۵۔ انسان، آزاد ہے۔ ﴿ولو شاء الله مافعلوه﴾
- ۶۔ پیغمبر پر تو صرف تبلیغ کا فریضہ عائد ہوتا ہے، اگر لوگ ان کی بات کو نہیں سنیں گے تو انہیں چھوڑ کر ان سے زیادہ آمادہ دل رکھنے والوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔ ﴿فذرہم﴾

۷۔ گمراہ لوگوں کے افکار اور ان کا رویہ، حق کی دعوت دینے والوں کے لئے پریشانی کا سبب نہیں بننا چاہیئے۔ ﴿فَذَرِهِمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾

آیت ۱۳۸

﴿وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ لَا يُطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾

ترجمہ: اور (مشرکین نے) کہا! یہ حیوانات اور کھتیاں ممنوع ہیں، ان کے گمان کے مطابق کسی کو ان کے مصرف اور ان سے کھانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ مگر (بت خانے کے پجاریوں کے) جنہیں ہم چاہیں اور چوپائے کہ جن کی پشت (پر سواری) حرام ہے۔ اور چوپایوں کو بغیر خدا کے نام کے ذبح کیا کرتے تھے۔ (ان احکام کو) خدا کی طرف جھوٹ کے ساتھ منسوب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد انہیں ان کی افترا پر دازی کی سزا دے گا۔

چند نکات:

- "حجر" کا معنی ہے رکاوٹ۔ اور "حجارہ" اور "تجیر" کا معنی بھی رکاوٹ ہے۔ یعنی کسی علاقے کے گرد پتھر رکھ کر لوگوں کو وہاں پر آمدورفت اور قبضہ کرنے سے روکنا۔ "حجر اسماعیل" وہی جگہ ہے جو پتھروں کی دیوار کے ذریعے مسجد الحرام سے علیحدہ کی گئی ہے۔ "عقل" کو بھی "حجر" کہتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو بُری چیزوں سے باز رکھتی ہے۔ جب کہ قرآن میں ہے "﴿هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ﴾" (الفجر/۵) یعنی کیا اس میں صاحبان عقل کے لئے بڑی قسم نہیں ہے؟

- اس سے دو آیات قبل زراعت اور جانوروں میں خدا اور بتوں کے حصوں کے بارے میں مشرکین کے خرافاتی عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس آیت میں بتوں کے حصے کی تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ بت خانے اور بتوں کے پجاریوں کے علاوہ کسی کو اس سے استفادہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اور وہ بھی جنہیں ہم چاہیں۔

- چوپایوں اور جانوروں سے بہرہ برداری کو حرام قرار دینا، زمانہ جاہلیت کی بدعتوں میں سے ایک ہے۔ اس سلسلے میں سورہ مائدہ / ۱۰۳ میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔

پیام:

- ۱۔ خرافات اور گمراہ کن عقائد سے نبرد آزمائی انبیاء کرام کے اصل فرائض میں سے ایک ہے۔ ﴿افتراءً علیہ﴾
- ۲۔ دین کو خدائی اور خدا کی طرف ہی منسوب ہونا چاہیئے۔ ناکہ انسان کے اپنے خیال، گمان، قیاس اور استحسان کی بنیاد پر۔ ﴿زعمہم﴾
- ۳۔ بدعت اور حلال کو حرام کر دینا یا حرام کو حلال کر دینا خدا پر تہمت لگانا ہے۔ ﴿افتراء﴾ (۳۹)
- ۴۔ اسلام ایک ایسا جامع دین ہے کہ جانوروں تک کے بارے میں بھی انحراف و گمراہی کو برداشت نہیں کرتا۔ جب قرآن مجید کسی جانور کو بغیر مصرف کے رکھنے اور اس پر سواری کو حرام جاننے کی مذمت کرتا ہے تو انسانوں، قدرتی وسائل، سرمائے اور استعداد اور لیاقتوں کو بغیر مصرف کے رکھنے یا ضائع کر دینے کو تو اور بھی زیادہ قابل مذمت جانتا ہے۔
- ۵۔ بدعت ایجاد کرنے والوں کو اپنے موہیوماتی قوانین کی اختراع کے سزا کا منتظر رہنا چاہیے۔ ﴿سیجزیہم﴾

آیت ۱۳۹

﴿وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰی أَرْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مِیْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اور (مشرکین دوسرے خرافاتی عقائد میں یہ بات شامل تھی کہ وہ) کہتے: جو بچہ ان چوپایوں کے شہم میں ہے ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر حیوان کوئی بچہ مردہ پیدا ہو تو سب (زن و مرد) اس میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس قسم کے توصیف (غلط احکام) کی سزا انہیں دے گا کہ وہ حکمت والادانا ہے۔

پیام:

- ۱۔ زن و مرد کے درمیان بے جا تفریق جاہلیت کی ایک رسم ہے۔ ﴿خالصة الذکورز۔﴾

۲۔ عورت کو اس قدر حقیر بنا دیا گیا تھا کہ ایک پورا مردہ جانور تک بھی اسے نہ دیا جاتا، بلکہ اسے اس کا کچھ حصہ دیا جاتا۔ ﴿شُرکاء﴾

۳۔ زمانہ جاہلیت کی خرافات سے آگہی، انسان کو پیغمبرِ اسلام کی زحمتوں اور رکاوٹوں سے آشنا کرتی ہے اور قدر شناسی کی روح کو زندہ کر کے اسے پروان چڑھاتی ہے۔

۴۔ قیامت کے دن خدا کی طرف سے ملنے والی سزایا جزا انسان کے وہی اوصاف، نفسانی حالات اور اختیار کئے ہوئے عادات ہوں گے جو جسمانی صورت اختیار کر لیں گے۔ ﴿سیجزیہم و صفہم﴾

۵۔ خدا کی طرف سے ملنے والی سزایا جزا اس کے علم و حکمت کی بنیاد پر ہوگی۔ ﴿سیجزیہم - حکیم علیم﴾

آیت نمبر ۱۴۰

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾

ترجمہ: یقیناً ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنہوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی اور جہالت کی بنا پر قتل کیا۔ اور خدا نے ان کے لئے جو روزی مقرر کی تھی انہوں نے خدا پر جھوٹ باندھ کر ان پر حرام کر دی، وہ یقیناً گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہیں تھے۔

چند نکات:

- حضرت ابن عباس کہتے ہیں جو شخص زمانہ جاہلیت کی اقوام کی کا اندازہ کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ سورہ انعام کی انہی چند آیات کو پڑھ لے۔ (از تفسیر نمونہ)

- دور جاہلیت کے عرب، بتوں کا قرب حاصل کرنے یا اپنی آبرو بچانے کے خیال سے اپنی لڑکیوں کو یا تو بتوں کی قربانی کر دیا کرتے یا پھر انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔

- ایک شخص نے اپنی پریشانی کا سبب پیغمبرِ خدا سے ان الفاظ میں کہا: "خدا نے زمانہ جاہلیت میں مجھے ایک بیٹی عطا کی، میں چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دوں لیکن میری بیوی اس سے مانع ہوئی۔ لڑکی جوان ہو گئی، اس کی خواستگاری کیلئے

لوگ آنے لگے، میری غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی، اور اُس کا غیر شادی شدہ رہنا بھی مناسب نہیں تھا، آخر اسے ایک دن جنگل میں لے گیا اور کنویں میں جا کر پھینک دیا۔ وہ جتنا چیختی چلاتی رہی میں نے ذرہ بھر پرواہ نہیں کی " یہ سُن کر رسول خدا روئیے اور فرمایا "اگر گزشتہ خطائیں معاف نہ کر دی ہوتیں تو تجھے سخت سزا دیتا۔"

پیام:

- ۱۔ خرافات کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کرنی چاہیے۔ ﴿قد خروا، سفہا، بغیر علم، افتراءً، ضلوا، ماکانوا مہتدین﴾
- ۲۔ جہالت اور حماقت، خسارے کا موجب ہیں۔ (خسارے مثلاً اولاد کو ضائع کر دینا، محبت اور نرم دلی کو دل سے نکال دینا، حلال نعمتوں کا فقدان، جہنم خرید کرنا، اور خدائی عذاب کا مستحق ہونا۔)
- ۳۔ بہت بڑا خسارہ یہ ہے کہ انسان باطل کی راہ میں قربان ہو جائے۔ (خواہ بتوں کی قربانی کی صورت میں ہو یا خیالات اور بے جا غیرت کیلئے)
- ۴۔ کسی چیز کا حرام قرار دینا یا شرعی دلیل کی وجہ سے ہوتا ہے یا عقلی دلیل کی وجہ سے ﴿بغیر علم۔ افتراءً علی اللہ﴾
- ۵۔ حلال چیزوں کو بے مقصد حرام کر دینا خدا پر تہمت لگانے کے مترادف ہے۔ ممنون ہے۔ ﴿وحرموا ما رزقہم اللہ﴾

آیت ۱۴۱

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾

ترجمہ۔ اور وہ وہی ہے جس نے باغات اور بوستانوں کو پیدا کیا جو مچانوں کے ساتھ بھی ہیں اور مچانوں کے بغیر بھی ہیں۔ اور کھجور کے درخت، کھیتی کہ جن کی مختلف خوراکیں ہیں۔ اور زینوں و انار کو بھی پیدا کیا۔ کچھ تو ان پھلوں میں سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور کچھ آپس میں نہیں ملتے، جب باغات پھل دینے لگیں تو ان کے پھلوں میں سے کھاؤ، اور فصلات کو کاٹنے کے وقت اور پھلوں کو چننے کے وقت (غریبوں کو) ان کا حق دو۔ اور اسراف نہ کرو کیونکہ خدا اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا۔

دو نکات:

- "جنت" درختوں سے بھرے باغات اور کھیتی سے ڈھکی زمینوں کو کہتے ہیں۔ "معروش" ایسے درختوں یا بالفاظ دیگر ایسی بیلوں کو کہتے ہیں جن کے لئے مچان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے انگور وغیرہ۔ اور "کل" کا معنی ہے کھائی جانے والی چیزیں۔

- اسی سورت کی ۹۹ ویں آیت میں آیا ہے۔ ﴿انظروا الی ثمره اذا اثمر﴾ " یعنی جو نہی کوئی درخت پھل لے آئے اسے غور سے دیکھو اور اس آیت میں بھی ہم پڑھتے ہیں۔ ﴿کلوا من ثمره اذا اثمر﴾ یعنی جب درخت پھل دے تو کھاؤ، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارا کھانا غور و فکر اور اچھی طرح دیکھ بھال کر ہونا چاہیے، غفلت برت کر نہیں کھانا چاہیئے۔

پیام:

۱۔ اس آیت سے ہمیں چند چیزوں کا درس ملتا ہے۔ ۱۔ خدا شنائی، ۲۔ استعمال کی اجازت، ۳۔ غریبوں اور معاشرہ کے محروم لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا، ۴۔ راہ خدا میں خرچ کرنا اور ۵۔ اسراف سے کام نہ لینا ﴿انشاء۔ کلوا، اتو۔ لا تسرفوا﴾

- ۲۔ اسلام ایک معتدل اور میانہ رو دین ہے۔ جہاں ہر وہ حلال چیزوں کو بے جا طور پر حرام کرنے سے منع کرتا ہے۔ وہاں پر بے رویہ استعمال سے بھی روکتا ہے۔ ﴿لاتسرفوا﴾ جبکہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا۔ "حرموا ما رزقہم اللہ"
- ۳۔ استعمال کی شرط یہ ہے کہ غریبوں کا حق دیا جائے۔ ﴿کلوا- اتواحقہ﴾
- ۴۔ کس قدر کھایا جائے؟ جب تک اسراف کی حد تک نہ چاہیے۔ ﴿کلوا- لاتسرفوا﴾
- ۵۔ اناج اور پھل کے محصولات اٹھانے کے دن غریبوں کو نہیں بھولنا چاہیے۔ ﴿یوم حصادہ﴾
- ۶۔ فصلات کو دن کے وقت اٹھایا کرو تا کہ دوسرے بھی ان سے محروم نہ رہ جائیں۔ ﴿یوم حصادہ﴾
- ۷۔ محصولات اور فصلات کو اٹھانے کے دن راہ خدا میں خرچ کرنے کیلئے بہتر آمدگی ہوتی ہے۔ لہذا فرصت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا کرو۔ ﴿یوم حصادہ﴾
- ۸۔ کپے پھل نہ کھایا کرو۔ ﴿اذا اثمر﴾ تازہ پھل کھایا کرو۔ ﴿اذا اثمر﴾ پھل طبعی طور پر پکنے چاہتیں انہیں مصنوعی طور پر نہ پکایا کرو۔ ﴿اذا اثمر﴾
- ۹۔ اسراف کرنے والے پر خدا ناراض ہوتا ہے۔ ﴿لا یحب﴾

آیت نمبر ۱۴۲

﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾

ترجمہ: اور چوپاؤں میں سے بعض تو وہ ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور بعض (بوجھ نہیں اٹھاتے اور) چھوٹے چھوٹے اور فرش کی مانند (ان کے بدن زمین سے نزدیک ہوتے ہیں) اس سے کھاؤ جو خدا نے تمہارے لئے روزی مقرر کی ہے۔ اور شیطان کے نقش قدم (اور اس کے وسوسوں) کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ یقیناً وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

چند نکات:

بعض چوپاؤں میں سے فرش کے کلمہ سے مراد گو سفند جیسے جانور ہیں جن کے بدن زمین سے نزدیک ہونے کی وجہ سے فرش کی مانند ہوتے ہیں، یا یہ کہ ان جانوروں کے اون، پشم اور بالوں سے زمین پر بچھانے کے لئے فرش بنائے جاتے

ہیں۔ چنانچہ سورہ نحل / ۸۰ میں بھی جانوروں کی پشم، بالوں اور چمڑے سے بہرہ گیری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ "﴿وجعل لكم من جلود الانعام بيوتا-- ومن اصوافها واوبراها واشعارها اثاثا ومتاعا﴾" سابقہ آیت میں چند پھلوں کا نام لیا گیا تھا اور یہاں پر جانوروں کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا "حمولہ اور فرش کو پھلوں اور باغات پر عطف کیا گیا ہے جو گذشتہ آیت میں مذکور ہوئے ہیں۔

پیشتر مفسرین نے "حمولہ" سے مراد بوجھ اٹھانے والے اور "فرش" سے بوجھ نہ اٹھانے والے جانور مراد لئے ہیں۔ اس لیے پہلی آیت میں کاشتکاری کی ضرورت پر اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہاں پر جانور رکھنے کی طرف۔

پیام:

- ۱۔ یہ جہان اور اس میں موجود تمام مخلوق کسی مقصد اور حکمت کے تحت پیدا کی گئی ہے۔ اور انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہے۔ ﴿حمولہ وفرشا﴾
- ۲۔ حیوانات کے بارے میں اصول اور کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان کا مصرف اور استعمال حلال ہے۔ بشرطیکہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ ﴿کلوا﴾
- ۳۔ حلال گوشت جانور صرف چوپاؤں ہی میں منحصر نہیں اسی لئے "کلوا من الانعام" نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے۔ ﴿خلوا ممارزکم اللہ﴾
- ۴۔ حلال جانوروں کو بے جا اور بغیر کسی دلیل کے حرام کر دینا شیطانی قدم ہے۔ ﴿کلوا ---- ولا تتبعوا﴾
- ۵۔ شکم پُری سے انسان بھٹک سکتا ہے لہذا تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ ﴿کلوا ----- ولا تتبعوا﴾
- ۶۔ دینی عنوان کے ساتھ خام خواری، بدعت اور ممنوع ہے۔ ﴿کلوا مما رزقکم اللہ﴾
- ۷۔ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا سب سے پہلا حربہ خوراک تھا (شجر ممنوعہ کا ماجرا) لہذا کھانے کے معاملے میں احتیاط برتنی چاہیے۔ ﴿کلوا---- ولا تتبعوا﴾
- ۸۔ خدائی دسترخوان پر بیٹھ کر اس کے دشمن کا اتباع نہ کرو۔ ﴿رزقکم اللہ----الشیطان﴾
- ۹۔ خدائی نعمتوں سے صحیح طریقے سے استفادہ کرو۔ نہ تو حرص سے کام لو اور نہ ہی دوسروں کے مال کو ہتھیانے کی سوچو۔ ﴿رزقکم اللہ---- لا تتبعوا﴾

۱۰۔ شیطان جن رستوں کے ذریعہ اپنے اثرات قائم کرتا ہے ان میں سے ایک شکم پرستی اور حرام خوری بھی ہے۔
﴿کلوا--- ولا تتبعوا﴾

۱۱۔ شیطانی سیاست یہ ہوتی ہے کہ قدم بقدم گمراہ کیا جائے تاکہ ایک ہی دفعہ میں۔ ﴿خطوات الشیطان﴾

آیت ۱۴۳

﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ أَلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ
نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جانوروں میں سے حلال کیا ہے) آٹھ جوروں کو، دو توہیں بھڑیں (ایک نر اور ایک مادہ) اور دوہیں بکریاں (ایک نر ایک مادہ) جو لوگ اپنی طرف سے بعض چوپاؤں کو حرام قرار دیتے ہیں ان سے) کہہ دو کہ آیا خدا نے گوسفندوں اور بکریوں میں سے دونوں نر کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچے کو جو ان دونوں مادہ کے پیسٹ میں ہے؟ اگر تم سچ کہتے ہو تو علم و دانش کی رو سے مجھے باخبر کرو۔

چند نکات:

- "زوج" کا لفظ نر اور مادہ دونوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ کے لئے بھی۔ اس آیت میں ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ کیلئے زوج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور آٹھ جوڑوں سے مراد آٹھ عدد ہیں۔ جن میں سے چار نر اور چار مادہ ہیں۔ جن میں سے چار تو اسی آیت میں اور چار اگلی آیت مذکور میں ہیں۔ سورہ نجم کی ۴۵ ویں آیت "خلق الزوجین الذکر والانثی" نے ابھی "زوج" کا لفظ "فرد" کے لئے استعمال کیا ہے تاکہ جوڑے کے لئے۔

بعض روایات میں آٹھ جوڑے (جو سولہ عدد بنتے ہیں) یوں بیان ہوئے ہیں کہ ان چاروں نسلوں (گوسفند، بکری، اونٹ اور گائے) میں سے ایک پالتو ہے اور ایک جنگل ہے، ایک نر ہے اور ایک مادہ ہے۔

سورہ زمر کی پانچویں آیت میں آٹھ نر اور مادہ کو انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "خلقکم من نفس واحدة ثم جعل منہا زوجھا وانزل لکم من الانعام ثمنیۃ ازواج" اور یہ شاید جانوروں کی تخلیق اور انسانوں کی پیدائش اکٹھا ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

پیام:

۱۔ خرافات کو ختم کرنے اور ذہن میں سیٹھے ہوئے غلط نظریات کو اصلاح کرنے کے لئے عقائد حقہ کو اچھی طرح اور زیادہ سے زیادہ اور واضح طور پر بیان کرنا چاہیے۔ جس طرح قرآن نے اس آیت میں مشرکین کے خرافاتی عقائد کے لئے بیان کیا ہے۔

۲۔ فتویٰ دینے کے لئے یا کسی چیز کے حلال یا حرام کا عقیدہ رکھنے کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے۔ ﴿بِئْسَ ثَوْنِي بِعَلْمٍ﴾

آیت ۱۴۴

﴿وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ أَلَّذَكَرِينَ حَرَّمَ أَمْ الْأُنثِيَيْنِ أَمْ مَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثِيَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمْ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: اور اونٹ سے دو عدد (نر اور مادہ) اور گائے سے دو عدد (نر اور مادہ) کو (تمہارے لئے حلال کیا ہے) کہہ دو: آیا اللہ نے ان دونوں کے نر جانوروں کو حرام کیا ہے یا مادہ جانوروں کو یا ان کے ان بچوں کو دونوں مادہ کے شکم میں ہیں۔ یا تم گواہ تھے کہ خدا نے ان کے گوشت کے حرام ہونے کی تمہیں سفارش کی ہے؟ پس اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے؟ یقیناً خداوند تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ایک نکتہ:

احتمال یہ ہے کہ ان چار جانوروں (بھیڑ، بکری، اونٹ، اور گائے) کا بالترتیب نام لینے کی وجہ ان کے گوشت کے استعمال میں برتری کی طرف اشارہ ہے۔

پیام:

۱۔ خدا پر بہتان طرازی بہت بڑا ظلم ہے۔ ﴿فمن اظلم﴾

۲۔ خدا پر جھوٹ باندھنا، لوگوں کے گمراہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ﴿ليضل الناس﴾

۳۔ ظلم اور افترا پر دازی، انسان کو ہدایت کو قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔ ﴿لا یهدی﴾

آیت ۱۴۵

﴿قُلْ لَأَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِعَيِّبٍ اللَّهُ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ۔ کہہ دو کہ جو مجھ پر وحی ہوئی ہے اس میں کسی کھانے والے کے لئے جو وہ غذا کھاتا ہے کسی حرام کو نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ مردار، یا بہر جانے والا خون یا کنزیر کا گوشت ہو کہ حتما وہ نجاست ہیں۔ یا (پھر) یہ کہ فسق اور نافرمانی کی بنا پر خدا کا نام لئے بغیر ذبح کیا جائے۔ پس جو شخص ان کے کھانے کے لئے مضطر اور ناچار ہو بشرطیکہ سرکشی اور ضرورت کی حد سے زیادہ نہ ہو (تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے) یقیناً تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

چند نکات:

مردار صرف وہی حرام نہیں ہوتا جو خود بخود مر جائے، بلکہ اگر الہی اصولوں کے مطابق بھی اُسے ذبح نہ کیا جائے پھر بھی مردار کے حکم میں اور حرام ہے۔

مردار اور خون کے حرام ہونے کا تذکرہ قرآن مجید میں چار مقامات پر ہوا ہے دو مرتبہ مکی سورتوں میں اور دو مرتبہ مدنی سورتوں میں۔ اور یہ اس سلسلے کی پہلی آیت ہے۔

۔ "أهل" کا لفظ "احلال" مصدر سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے پہلی رات کا چاند دیکھنے کے موقع پر آواز کو بلند کرنا۔ پھر اس کا پھر اس کا استعمال پر بلند آواز کے لئے ہونے لگا۔ جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی بلند آواز کے ساتھ بتوں کا نام لیا جاتا تھا۔ اس لئے "أهل" کہا گیا ہے۔

۔ "لا اجد" -- الا ان یكون میتة ﴿ کا جملہ درحقیقت مشرکین کے جاہلانہ انداز میں حرام کرنے کے مقابلے میں ہے۔ ورنہ بعض پرندے اور درندے بھی حرام ہیں۔ اور اصولی اصطلاح میں اس حصر کو "حصر اضافی" کہتے ہیں۔ یعنی یہ "حصر اضافی" ہے۔ "حصر حقیقی" نہیں ہے۔ ۱

- تفسیر مراغی میں اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "حرام جانور فقط یہی چار طرح کے ہیں۔ باقی جانوروں کی حرمت کی روایات کراہت پر محمول ہیں۔" ان سے پوچھنا چاہیے کہ آیا کتنے کا گوشت بھی مکروہ ہے؟

پیام:

- ۱۔ اصولی طور پر قانون اولیہ کے مطابق سب جانور حلال ہیں۔ ﴿لا اجد﴾
- ۲۔ ہم، ظاہر کے پابند ہیں اور اسی پر عمل کرنے کا ہمیں حکم ہے۔ اور آیات میں جن محرّمات کو بیان کیا گیا ہے ان پر عمل پابند ہیں۔ اگر ہم تلاش کرتے ہیں لیکن اچھی خاصی تگ و دو کے بعد ہمیں کسی جانور کی حرمت کا حکم نہیں ملتا تو وہ ہمارے لئے حرام ہے۔ (البتہ پیغمبر کے لئے: "عدم الوجدان" دلیل ہے۔ "عدم الوجود" ہر لاجد) یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے فقط وہی چند چیزیں حرام تھیں، لہذا بعض دوسرے جانوروں کا حرام ہونا اس آیت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ان کی حرمت بعد میں یا تو قرآن کے ذریعے یا پھر پیغمبر اکرم اور ان کی پاک آل کے ذریعے بیان ہوئی۔
- ۳۔ جب کسی چیز کے کھانے یا نہ کھانے کے متعلق خود پیغمبر اکرم بھی وحی کے ذریعے حکم کے محتاج ہیں کہ ادھر سے حکم ملے اور لوگوں کو بتائیں، تو عام لوگ کیونکر کسی چیز کو اپنی طرف سے حرام کر سکتے ہیں؟
- ۴۔ غذا کا قانون زن و مرد کے لئے یکساں ہے، ﴿طاعم يطعمه﴾ یہ قانون اس بے ہودہ عقیدہ کے مقابل میں ہے جس کے تحت مشرکین ان جانوروں کا گوشت مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ "خالصة لذكورنا ومحرم علی ازورجننا"
- ۵۔ قانون میں "اہم" اور "اہم تر" کے قاعدہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ جان کی حفاظت مردار کھانے سے زیادہ اہم ہے۔ ﴿فمن اضطر﴾
- ۶۔ دین اسلام میں کہیں پر بھی رکاوٹ نہیں ہے۔ جب مجبوری کا سوال پیدا ہوتا ہے تو حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔ ﴿فمن اضطر﴾
- ۷۔ قانون اور استثنائی صورتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا ممنوع ہے۔ صرف مجبوری ہی کی حد تک اکتفا کرنا چاہیے۔ ﴿غیر باغ والاعاد﴾

۸۔ جو خون شرعی ذبح کرنے کے بعد گوشت کے اندر یا رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ حرام نہیں ہے۔ ذبح کے وقت بہنے والا خون حرام ہے۔ ﴿دمامسفوحا﴾

۹۔ حرام ہونے کا سبب یا تو مادی اثرات ہیں (رجس) یا معنوی بُرے اثرات ہیں جیسے خدا کے نام سے غفلت یا شرک کے جلوے ہیں کہ اُن کا شمار بُرے معنوی اثرات میں ہوتا ہے۔ ﴿فسقا﴾

۱۰۔ جہاں پر جبری طور پر اضطراب اور مجبوری پیش آجائے وہاں حرام گوشت کو کھایا جاسکتا ہے لیکن اگر ہم خود اپنے ہاتھوں سے کوئی ایسا کام کریں مجبور اور مضطر ہو جائیں تو پھر ایسی حالت میں اس کی حرمت بحال رہے گی اور کھانا حلال نہیں ہوگا (کیونکہ "اضطر" کا لفظ ہے "اضطر" کا نہیں۔)

آیت ۱۴۶

﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزْنًا كَلَّ ذِي ظُفْرِ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَزْنًا عَلَيْهِمْ شُحُومُهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوْ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَعْضِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ﴾

ترجمہ۔ اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا اور گائے اور گوسفند سے ان دونوں کی چربی کو اُن پر حرام کیا مگر وہ چربی جو گائے اور گوسفند کی پشت پر ہو یا انٹریوں کے ساتھ ہو یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو۔ یہ (حرمت) ان کے اس ظلم کی وجہ سے ہے جس کے وہ مرتکب ہوئے ہیں اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

چند نکات:

اس سے پہلی آیت میں ان چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جو اسلام میں حرام ہیں اور اس آیت میں وہ چیزیں بتائی گئی ہیں جو یہودیوں پر حرام تھیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مشرکین کے یہودہ عقائد کسی بھی آسمانی دین کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ (تفسیر نمونہ)

"ظفر" کا معنی ناخن ہے، لیکن اس کا اطلاق جانوروں کے ان سموں پر بھی ہوتا ہے جو چیرہ ہونے نہیں ہوتے (مثلاً گھوڑے کے سُم یا اونٹ کے پاؤں کی نوک) بنا بریں اونٹ اور ہر وہ جانور جس کے سُم چیرے ہوتے نہیں ہوتے خواہ چوپائے ہوں یا پرندے، یہودیوں پر حرام ہیں۔ (ملاحظہ وہ تورات، سفر لاویان فصل ۱۱)

"حوایا" جمع ہے "حاویہ" کی جو شکم کے مجموعی حصے پر بولا جاتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)
 اس آیت کا مضمون توریت، سفر لاویان فصل ۷ آیت ۲۴ میں بھی مذکور ہے۔
 سورہ نساء / ۱۶۰ میں ہے "﴿فَبِظَلَمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ-----﴾" یعنی بعض پاکیزہ چیزیں یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ان پر حرام کر دی گئی تھیں۔
 اور یہ اس کے علاوہ ہے جو یہودیوں نے مشرکین کی مانند کچھ چیزیں اپنے اور خود حرام کر دی تھیں۔ ۵۰

پیام:

- ۱۔ یہودیوں پر یہ چیزیں وقتی اور عارضی طور پر حرام تھیں جو بعد میں حضرت عیسیٰ کے ذریعہ حلال کر دی گئیں۔ ۵۱
- ۲۔ احکام خداوندی تین طرح کے ہیں۔ الف: جن میں واقعاً کوئی بھلائی یا بُرائی ہوتی ہے جیسے اکثر دینی احکام۔ ب: جو امتحان اور آزمائش کیلئے ہوتے ہیں جیسے حضرت اسماعیل کے ذبح کرنے کا حکم۔ ج: جو سزا کے طور پر ہوتے ہیں جیسے یہی زیر بحث آیت ہے۔ خدائی سزائوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی کی مشیعت تنگ کر دی جائے۔
- ۳۔ خلاف ورزی کرنے والوں، باغیوں اور قیدیوں کے خوراک کے لئے پروگرام کو محدود کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
- ۴۔ خدائی سزائیں صرف آخرت ہی میں نہیں ملیں گی، دنیا میں بھی ملتی ہیں۔ (جزینا ہم ینہم)

آیت ۱۴۷

﴿فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رُبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اس پر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو تم (ان سے) کہہ دو کہ تمہارا پروردگار وسیع رحمت کا مالک ہے (اور اگر تم توبہ نہیں کرو گے اور اپنی تکذیب کے سلسلے کو جاری رکھو گے تو) اس کا قہر و عذاب مجرم لوگوں سے پلٹایا نہیں جائے گا۔

پیام:

- ۱۔ رہبر کو لوگوں کی طرف سے تکذیب و تہمت سننے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ﴿كذَّبُوكَ﴾

- ۲۔ جھٹلانے والوں کے ساتھ بھی خیر خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے، لیکن اگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے تو پھر ڈانٹ ڈپٹ سے بھی کام لینا چاہیے۔ ﴿ذو رحمة ---- لایردباسہ﴾
- ۳۔ مربی کو رحمت کا موجیں مارنے والا سمندر ہونا چاہیے۔ ﴿ذو رحمة﴾
- ۴۔ خوف اور امید ساتھ ساتھ ہوں تو کام بنتا ہے۔ ﴿رحمة ---- باسہ﴾
- ۵۔ خدا کی رحمت کے دروازے تو انبیاء کے مخالفین کے لئے بھی بند نہیں ہیں۔ ﴿کذبوک - ذو رحمة﴾

آیت ۱۴۸

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾

ترجمہ: عنقریب مشرکین کہیں گے: اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا مشرک ہوتے اور نہ ہی کسی چیز کو حرام کرتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے ان (انبیاء ماسلف) کو بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے قہر و عذاب کا ذائقہ چکھا۔ کہہ دو کہ آیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے لئے ظاہر کرو؟ تم تو صرف خیال اور گمان کی پیروی کرتے ہو اور بے جا تخمینے لگاتے ہو۔

دونکات:

مشرکین کا یہ بہانہ کہ "اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا مشرک نہ ہوتے" قرآن میں بار بار بیان ہوا ہے ا۔ منجملہ ان کے سورہ نخل کی ۳۰ ویں آیت اور سورہ زخرف کی ۲۰ ویں آیت میں بھی ہے اس آیت میں ہے کہ در عنقریب مشرکین کہیں گے جب کہ سورہ نخل میں ہے۔ ﴿قال الذين اشركوا﴾ - یعنی انہوں نے کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیب کی خبر ہے

۱۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہے کہ انبیاء اور آسمانی کتابوں کا بھیجنا اور توحید کی دعوت دنیا صرف اس لئے ہے تاکہ لوگ اپنے ارادے، اختیار اور پوری آزادی کے ساتھ توحید پرست بنیں لہذا مشرکین کی یہ منطق کہ اگر خدا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ غلط ہے ﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اشْرَكْنَا﴾

۲۔ دین کے رہبر اور دانشوروں کو مستقبل میں پیش آنے والے شبہات اور بہانوں کا جواب دینے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے ﴿سَيَقُولُ﴾ ۵۲

۳۔ عذرگناہ، بدتر ازگناہ کے مصداق مشرکین اپنے ترکو خدا کی منشا اور مشیت سمجھتے تھے۔ ﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ﴾
 ۴۔ جبر کا عقیدہ گمراہ لوگوں کی بے بنیاد توجیہ ہے، شیطان نے بھی جو گمراہوں کا سردار ہے۔ اپنی گمراہی کو خدا کی طرف منسوب کیا تھا۔ ۵۳

۵۔ خدا چاہتا ہے کہ لوگ مومن بنیں، ناکہ انہیں زبردستی مومن بنایا جائے۔ قرآن مجید میں بارہا آیا ہے کہ: "اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت کرتا" لیکن زبردستی کے ایمان میں نہ تو تربیت کا عنصر ہوتا ہے اور نہ ارتقاء کا۔ اور پیغمبر کو بھی زبردستی یا کسی کو مجبور کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اور نہ ہی وہ لوگوں پر جبار ہے اور نہ ہی ان کا وکیل۔

۶۔ قرآن، مخالفین سے بھی دلیل اور ثبوت طلب کرتا ہے۔ ﴿هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ﴾
 ۷۔ جبر کے معتقدین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے صرف باتیں کرتے ہیں ﴿الَا الظَّنُّ﴾
 ۸۔ تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگ جبر کا سہارا لے کر انبیاء کو جھٹلاتے رہے۔ ﴿كَذَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾

۹۔ اگر کسی بھی بہانے کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے فرار کریں گے تو پھر انہیں خدا کا قہر و غضب چکھنے کے لئے منتظر رہنا چاہیے۔ ﴿ذَاقُوا لِينَا﴾

۱۰۔ اگر علم و یقین کی بجائے ظن اور گمان کی پیروی کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ ﴿إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾

آیت ۱۴۹

﴿قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دو کہ صرف خدا ہی کے لئے (روشن اور مقصد تک پہنچانے والی دلیل) پس اگر وہ چاہتا تو یقیناً تم سب کو (زبردستی) ہدایت کرتا۔

چند نکات:

خداوند عالم نے "فطرت توحیدی" جو انسان کے اندر قرار دی ہے اور انبیاء و عقل کی ہدایت کے ذریعہ اپنی حجت تمام لوگوں پر تمام کر دی ہے۔ اور خیر و شر کی راہیں اور ہر ایک کا نیک و بد انجام بھی بیان کر دیا ہے۔ خطا کاروں کے لئے توبہ اور تلافی کے دروازے بھی کھلے رکھے ہیں۔ انبیاء کے روشن معجزے، ان کی دعوت کا احسن طریقہ کار اور فطرت و عقل کے ساتھ دین کی مطابقت اور سازگاری کے محکم دلائل غرض ہر قسم کی حجت کو تمام کر دیا ہے۔ تمام گمراہ کن رستوں کا سدباب بھی کر دیا ہے۔ خدائی راستے کے علاوہ دوسرے تمام راستے اختیار کرنے کے خطرات سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ اب کسی کیلئے کسی قسم کے جواب کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

اب مشرکین کے پاس بے بنیاد گمان کے علاوہ ان کے شرک کی کوئی اور دلیل باقی نہیں رہ گئی۔ اور اگر وہ خدا کے بتائے ہوئے رستے کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کریں گے تو اوہام و خیال اور علمی اور فکری محدودیت اور ہوار و ہوس کی پیروی کریں گے۔

تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ: خداوند عالم قیامت کے دن انسان سے فرمائے گا: "آیا تو جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا؟" اگر وہ جواب دے گا کہ "میں جانتا تھا!" تو خدا پوچھے گا کہ "تو اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟" اور اگر وہ کہے گا کہ "میں نہیں جانتا تھا!" تو خدا سوال کرے گا: "اسے سیکھا کیوں نہیں؟" تو یہ ہے بندوں کے لئے خدا کی حجت بالغہ۔

پیام:

۱۔ یہ صرف خدا ہی ہے کہ جس کے پاس حجت بالغہ ہے اور ہم سب اس کے جواب کے لئے عاجز، یہی دست اور قصور وار! ﴿فَللّٰهُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾

۲۔ مخالفین کیلئے راہ خدا میں کسی قسم کا ابہام اور بہانہ نہیں ہے جس سے وہ کوئی دلیل قائم کر سکیں نہ تو استدلال میں نہ سابقہ حالات و واقعات میں نہ انبیاء کی صفات میں اور نہ ہی ان کے اندازِ تبلیغ میں۔ ﴿فَللّٰهُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾

۳۔ خدا کی مشیت اور ارادہ یہ ہے کہ بندے آزاد اور خود مختار رہیں ﴿فلو شاء لهداكم﴾

آیت ۱۵۰

﴿قُلْ هَلَمْ شُهَدَائِكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا
وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾

ترجمہ: (جن لوگوں نے ناجائز طور پر اپنے اوپر زراعت اور جانوروں کو حرام کر دیا ہے ان سے) کہہ دو کہ اگر تمہارے پاس اس بات کے گواہ ہیں کہ خدا نے حرام کیا ہے تو لے آؤ! پس اگر وہ (اس بات کی) گواہی دیں تو تم ان کے ساتھ (مل کر) گواہی نہ دینا۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور جو لوگ آخرت ایمان نہیں رکھتے اور خدا کا ہمسر اور شریک ٹھہراتے ہیں۔

چند نکات:

چونکہ اسلام خود منطق اور آزادی کا دین ہے لہذا وہ فی لفظ سے بھی دلیل اور برہان کا مطالبہ کرتا ہے۔ پہلے کی دو آیات میں بھی اس نے پوچھا کہ: "آیا تمہارے پاس کسی کوئی اطلاع ہے جو ہمارے پاس نہیں؟" ﴿هل عندكم من علم﴾ اور یہاں پر فرماتا ہے: "اگر تمہارے پاس گواہ ہیں تو لے آؤ!" ﴿هلتم شهداء کم﴾ اس آیت میں پہلے تو فرمایا: اگر ان کے پاس کوئی دلیل یا گواہ ہے تو لے آئیں! پھر فرمایا کہ! "اگر گواہی دیں بھی تو تم اسے قبول نہ کرو۔" (اس لئے کہ صداقت پر مبنی نہیں ہے۔) "یعدلون" کا کلمہ "عدل" سے لیا گیا ہے جس کا معنی "ہم پلہ" پس ﴿برہم یعدلون﴾ کا معنی ہوگا "وہ خاکے لئے شریک، ہمسر اور مشابہ قرار دیتے ہیں۔" (تفسیر نمونہ)

پیام:

۱۔ اسلام، منطق اور دلیل کا دین ہے لہذا مخالفین سے بھی گواہی مانگ رہا ہے۔ ﴿هلتم شهداء کم﴾

۲۔ ہر شہادت اور گواہی قابل اعتبار نہیں ہوتی ﴿فان شهدوا فلا تشهد معہم﴾

۳۔ خبردار! کہیں معاشرہ اور ماحول تمہیں دام اور اشتباہ میں ڈال دے۔ ﴿فان شهدوا فلا تشهد معہم﴾

۴۔ آیات الہی کا منکر، عوام کا رہبر نہیں بن سکتا ﴿فلا تتبع --﴾

۵۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین چونکہ کفار کی خواہشات کے مطابق بنائے جاتے ہیں لہذا ناقابلِ عمل ہیں۔

﴿لاتتبع اھوائہم﴾

آیت ۱۵۱

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَنبَأْ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَنْزِلُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ آؤ میں وہ چیز تمہارے لئے پڑھوں جو تمہارے پروردگار نے تمہارے اوپر حرام کر دی ہے۔ (وہ) یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بناؤ، والدین کے ساتھ نیکی کرو، اپنی اولاد کو تنگدستی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ (اس لئے کہ) ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی اور برائیوں کے نزدیک نہ جاؤ۔ خواہ وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔ اور کسی جان کو کہ خدا نے جس کا قتل حرام قرار دیا ہے، قتل نہ کرو سوائے (قصاص یا دفاع وغیرہ جیسے) حق کے۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ عقل و خرد سے کام لو۔

ایک نکتہ:

زیر نظر آیت اور اس کے بعد کی آیت میں محرّمات کے وہ گانہ اصول بیان ہوئے ہیں۔ جن کا آغاز توحید سے اور اختتام: اختلافات کے خاتمے پر ہوتا ہے۔ بقول تفسیر المیزان یہ آیت تمام ادیان کے مشترکات میں سے ہے۔ توریت (سفر خروج باب ۲۰) میں بھی اس سے ملتے جلتے احکام مذکور ہیں۔

مدینہ سے وہاں سے دو سردار حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنجناب نے جب ان کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی تو وہ مسلمان ہو گئے اور آپ سے مبلغ کی درخواست کی۔ حضور پاک نے مصعب بن عمر کو ان کے ہمراہ بھیج دیا۔ اس طرح مدینہ کے لوگوں کے مسلمان ہونے کی راہیں ہموار ہو گئیں۔

پیام:

- ۱۔ لوگوں کو حرام چیزیں بتانا انبیاء کے فرائض میں شامل ہے۔ ﴿اتل ما حرم﴾
- ۲۔ چونکہ ہر چیز میں اصل اس کا حلال ہونا ہے لہذا حلال کو شمار کرنے اور تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ حرام کو بیان کرنا چاہیئے۔ ﴿اتل ما حرم﴾

۳۔ دین میں حرام کردہ چیزیں خدا کی طرف سے ہیں، پیغمبر اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام نہیں کرتے۔ ﴿حرم ربکم﴾

۴۔ بُرے کاموں سے رکاوٹ، انسان کی تربیت اور ارتقاء کے لئے ہے۔ ﴿حرم ربکم﴾

۵۔ چونکہ شرک بہت بڑا ظلم اور تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے ممنوعات میں سرفہرست بیان کیا گیا ہے۔ ﴿الائشركوا﴾

۶۔ توحید پرستی کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور خاندان کے نظام کی حفاظت کا حکم ہے۔ ﴿وبالوالدین﴾
قرآن مجید میں چار مقامات پر والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ہر جگہ مسئلہ توحید اور شرک سے نہی کے بعد۔ ۵۳

۷۔ اس آیت میں تمام احکامات نہی کی صورت میں بیان ہوئے ہیں مگر والدین کے ساتھ نیکی کا امر کیا گیا ہے یعنی نہ صرف انہیں اپنی نظروں سے نہ گراؤ بلکہ ان کے ساتھ احسان (نیک سلوک) بھی کرو۔

۸۔ غربت کے ڈر سے اولاد کشی اور اسقاط حمل ایک جاہلانہ کام ہے، اگر خدا ہی روزی کا ضامن ہے تو پھر غربت کا خوف کیسا؟ ﴿نحن نرزقکم﴾

۹۔ معاشرے کی اصلاح خرابیوں کا دور کرنا بھی ضروری اور روح کی اصلاح کے لئے اس سے رذالتوں کا دور کرنا بھی۔ ﴿ماظہرمن ہاوما بطن﴾

۱۰۔ ایک گناہ سے آلودگی، دوسرے گناہوں کی چابی ہوتی ہے، اسی لئے "فواحش" کہا ہے "فاحشہ" نہیں کہا۔

۱۱۔ بعض گناہ ایسے خطرناک ہیں کہ ان کے نزدیک بھی نہیں بھٹکنا چاہئے جیسے پیڑول کے نزدیک آگ نہیں لائی جاسکتی۔ ﴿لاتقربوا﴾

آیت ۱۵۲

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَأَنْكَلِفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

ترجمہ: بہتر اور مفید تر انداز کے بغیر یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ۔ جب تک کہ وہ بلوغ اور رشد کی حد تک نہ پہنچ جائیں۔ اور (لین دین میں) پیمانے اور وزن کے حق کی عدالت کے ساتھ پورا کرو ہم کسی شخص کو اس کی وسعت کے

سوا تکلیف نہیں دیتے اور جب تم کوئی بات کرو (خواہ فیصلہ کی ہو خواہ گواہی دینے کی) تو عدالت کی بات کرو خواہ تمہارے قریبی شرتہ داروں کے بارے میں ہو، اللہ سے کہتے ہوئے اپنے وعدے پورے کرو، یہ ایسے امور ہیں جن کی خدا نے تم کو حکم دیا ہے، شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

ایک نکتہ:

خداوند تعالیٰ اپنے کام "احسن طریقے" سے انجام دیتا ہے۔ "احسن الخالقین"۔ "احسن تقویم" "نزل احسن الحدیث" وغیرہ۔ وہ ہم سے بھی یہی چاہتا ہے کہ ہمارے کام بھی احسن طریقے سے انجام پائیں خواہ یتیموں کے مال میں دخل اندازی ہو یا دم مقابل کے ساتھ مباحثہ و مجادلہ۔ خواہ دوسرے لوگوں کی باتوں کو سن کر ان میں اچھی باتوں کو قبول کرنا ہو یا لوگوں کی برائیوں کا بہترین انداز میں جواب دینا۔ کیونکہ ان تمام صورتوں میں لفظ "احسن" استعمال ہوا ہے۔

پیام:

- ۱۔ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے بہترین رویہ اپنانا چاہیئے (التي هي احسن) جو لوگ اقتصادی صلاحیت رکھتے ہیں اور کافی حد تک تقویٰ کے پابند ہیں ان کے علاوہ کسی کو ان کے مال کے نزدیک نہیں جانا چاہیئے۔ ﴿لَاتَقْرَبُوا --- الا﴾
- ۲۔ جب یتیم اچھی طرح رشد اور سوجھ بوجھ کی حد تک پہنچ جائیں ان سے اپنا تسلط اٹھا لو۔ (حتیٰ یبلغ اشده)
- ۳۔ اقتصادی نظام عدل اور قسط کی بنیادوں پر چلنا چاہئے (ب) ﴿القسط﴾ ۵۵
- ۴۔ اگر عدالت کا اجر صحیح معنوں میں ممکن نہیں ہو سکتا تو امکان اور طاقت کی حد تک تو اس کا لحاظ ضرور رکھو۔ ﴿لَاتكلف نفسا الا وسعها﴾
- ۵۔ قرآنی آیات میں خدا کے امر اور نہی انسانی طاقت سے زیادہ نہیں ہے ﴿لَاتكلف نفسا الا وسعها﴾
- ۶۔ فرائض کی بجا آوری کے لئے قدرت اور توانائی کا ہونا شرط ہے اور عروج کی نفی ہے۔ اور یہی چیز فقہ کے قوانین مرتب کرنے کے لئے کافی حد تک معاون اور کارساز ہے۔ ﴿الا وسعها﴾
- ۷۔ اسلام میں فریضہ کی بجا آوری، قدرت اور توانائی کے مطابق ہے۔ جو جس قدر طاقتور ہوگا، فرائض کی بجا آوری اس کے لئے اسی قدر سنگین ہوگی۔

۸۔ گفتگو اور گواہی دینے میں مشفقانہ جذبات کا شکار ہو کر حق اور عدالت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ ﴿اذا هلتم فاعدوا﴾

۹۔ عدالت ایک ضروری اصول ہے خواہ وہ رفتار میں ہو یا گفتار میں۔ ﴿وفوا الکیل۔۔۔۔۔ واذاتلتم فاعدلوا﴾ اسی طرح (قرار کرنے) گواہی دینے، وصیت کرنے، فیصلہ کرنے، حکم جاری کرنے، کسی پر تنقید کرنے یا کسی تعریف کرنے میں عدل کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنا چاہیے۔

۱۰۔ خدا کے کئے ہوئے عہد و پیمانے کے وفادار رہو (جس میں اور مر اور نواہی، نیز ضمیر اور فطرت سب داخل ہیں)

۱۱۔ رشتہ داری کے "رابطہ" کو حق اور عدل کے "ضابطہ" پر ترجیح نہ دو ﴿ولوکان ذاقربى﴾

آیت ۱۵۳

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

ترجمہ: اور یقیناً یہ (مذکورہ احکام) یہ سیدھا راستہ ہیں۔ پس تم اس راستے کی پیروی کرو۔ اور دوسرے کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں راہ خدا سے پرانگندہ کر دیں گے۔ یہ تمہیں خدا کا حکم ہے شاید کہ تم متقی بن جاؤ۔

چند نکات:

پیغمبر خدا نے اس آیت کی وضاحت کے لئے تصویر کشی سے کام لیا، چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ زمین پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا "یہ سیدھا راستہ ہے جو ایک سے زیادہ نہیں ہے" پھر اس لکیر کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچی اور فرمایا۔ "متعدد راستے ہیں جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک نہ ایک شیطانی دعوت کرتا ہے۔" پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمایا۔ (تفسیر مراغی منقول از ابن عباس)

حضرت رسول اکرم انہی تین آیات کی بنیاد پر لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ (تفسیر فرقان)

ان آخری تین آیتوں میں تین مختلف تعبیریں بیان ہوئی ہیں، آیت ۱۵۱ میں شرک، قتل اور فحاشی سے روکا گیا ہے اور آخر میں کہا گیا ہے۔ "﴿لعلکم تعقلون﴾" یعنی ان امور کی بُرائی تھوڑے سے غور و فکر کرنے سے سب پر روشن ہو جاتی ہے۔ آیت ۱۵۲ میں یتیموں کے مال کی حفاظت، قسط و عدل کا پس، اور ایفائے عہد کا حکم دیا گیا ہے اور آخر میں کہا گیا ہے کہ "﴿لعلکم تذكرون﴾" یعنی عدالت کی اچھائی کو ہر شخص کی فطرت اور ضمیر قبول کرتے ہیں۔ صرف یاد دلانے کی

ضرورت ہے۔ اور زیر بحث آیت میں خدائی احکام کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا آخر میں "﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾" آیا ہے۔ کیونکہ تقویٰ نام ہی فرمان الہی کی اطاعت کی راہ میں قدم اٹھانے کا ہے۔

پیام:

۱۔ جس طرح "نور" ایک ہے اور "ظلمات" بہت زیادہ، اسی طرح راہ مستقیم بھی ایک ہے یعنی تمام صحیح صرکتیں اور سلیقے ایک ہی منزل مقصود تک جا پہنچاتے ہیں۔ لیکن گمراہ کن رشتے بہت زیادہ ہیں۔ ("صراط" مفرد ہے اور "سبل" جمع ہے۔)

۲۔ تمام خدائی ادیان کی اساس اور بنیاد خدا کی راہ پر چلنا اور دوسرے رستوں سے دوری اختیار کرنا ہے۔ ﴿صراطی، فاتبعوه، ولا تتبعوا السبل﴾ ۵۶

۳۔ تقویٰ کے حصول کی راہ صرف یہی ہے کہ متعدد اور مختلف رستوں سے دوری اختیار کی جائے ﴿ولا تتبعوا السبل -- -- تتقون﴾

۴۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاید انسان کے رشد و کمال کے مراحل تعقل، تذکر اور تقویٰ سے عبارت ہیں۔ (جو ان آخری تین آیتوں میں ذکر ہوتے ہیں۔ یعنی "﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾" اور "﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾" پہلے تعقل ہے پھر تذکر ہے اور آخر میں راہ حق کو اختیار کرنا اور دوسری راہوں سے بے اعتنائی برتنا ہے۔

آیت ۱۵۴

﴿ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ ﴿﴾ ﴿رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو (آسمانی) کتاب دی تاکہ ہم اپنی نعمتیں اس شخص پر مکمل کریں جو اچھی طرح سمجھتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے۔ اور (یہ کتاب) تمام مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کرے اور لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا وسیلہ ہو۔ تاکہ لوگ (قیامت کے دن) اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

ایک نکتہ:

قرآن مجید اور توریت میں کئی طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ جب کہ روایات میں ہے کہ: مسلمانوں کی سرنوشت بھی قوم بنی اسرائیل سے ملتی جلتی ہے۔ انجیل میں زیادہ زور و عظ و نصیحت پر دیا گیا ہے۔ زبور میں دعائیں بہت زیادہ ہیں۔ لیکن قوانین کے لحاظ سے توریت قرآن مجید سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ اسی لئے توریت کو "امام" بھی کہا گیا ہے جیسا کہ سورہ ہود/ ۱۷ میں: "ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما" اور زیر بحث آیت میں بھی توریت کا رحمت، ہدایت اور ہر چیز کا تفصیل سے بیان کرنے والی کتاب کے عنوان سے تعارف کرایا گیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ ہر کتاب اپنے زمانے کے حساب سے کامل و مکمل ہے۔ ﴿تماما﴾
- ۲۔ صرف نیک لوگ اور نیک فکر رکھنے والے افراد ہی آسمانی کتابوں کے پیغامات کو لیتے اور انبیاء کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپناتے ہیں۔ ﴿علی الذی احسن﴾
- ۳۔ تمام انسانی ضروریات جو معنوی ارتقا کے لئے ضروری ہوتی ہیں آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ﴿تفصیلا لكل شیء﴾ (-)
- ۴۔ جو نقطہ ہمیشہ اور ہر نبی کے پیش نظر رہا "قیامت" ہے۔ ﴿لقاء ربهم﴾

آیت ۱۵۶، ۱۵۷

﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَي طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لِعَافِلِينَ﴾

ترجمہ: اور یہ کتاب (قرآن مجید) جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت سے بھرپور ہے۔ لہذا تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔
(اسے ہم نے اس لئے نازل کیا ہے) تاکہ تم یہ نہ کہو کہ کتاب تو بس دو ہی گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر نازل ہوئی ہے جو ہم سے پہلے تھے اور ہم اس کے پڑھنے سے بے خبر تھے۔

چند نکات:

"مبارک" اور "برکت" جیسے کلمات میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ طاقتور اور پائیدار بنیاد، ۲۔ ہمیشہ کی ترقی، چنانچہ قرآن مجید میں بنیادی اور ناقابل تغیر و تبدل: محکم اور پائیدار مطالب بھی پائے جاتے ہیں اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ اس کے اسرار سے پردے بھی اٹھتے جاتے ہیں اور روز بروز اس کا جلوہ افروز تر ہوتا جاتا ہے۔
"ان تقولوا" کا معنی ہے "لنلا تقولوا" یعنی تاکہ تم کوئی بات نہ کر سکو اور کسی قسم کا بہانہ نہ بنا سکو۔
"دراستہ" کا معنی تلاوت اور علم ہے۔

پیام:

- ۱۔ قرآن مجید صرف تھیوری کی کتاب نہیں ہے بلکہ عمل کی کتاب اور قابل اتباع ہے۔ ﴿فاتبعوه﴾
- ۲۔ انسان کی سعادت کا راز دو چیزوں میں مضمحل ہے۔ ۱۔ حق کی اطاعت اور ۲۔ باطل سے دوری۔ ﴿فاتبعوه انقو﴾
- ۳۔ قرآن کی اتباع تو راہ کا صرف ایک حصہ ہے۔ جبکہ اس کا دوسرا حصہ پیغمبر اسلام کی نیت اور ان کے معصوم جانشینوں کے اسوہ عمل کی پیروی ہے۔ ﴿لعلکم﴾
- ۴۔ خدا نے اپنی حجت لوگوں پر تمام کر دی ہے ﴿ان تقولوا﴾
- ۵۔ مسلمانوں کی نشریاتی اور تبلیغی مشینری پر ملک، ہر ملت، اور ہر زبان کے لئے ہونی چاہئے جس کے ذریعہ سے صحیح پروگرام عالمی سطح پر نشر کئے جائیں تاکہ دنیا کے تمام لوگوں پر حجت تمام ہو جائے۔ ﴿ان تقولوا﴾

آیت ۱۵۷

﴿أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجِزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ﴾

ترجمہ: یا یہ کہو کہ: اگر آسمانی کتاب ہم پر نازل ہوتی تو ہم بھی یقیناً ان سے زیادہ اور بہتر ہدایت پا جاتے۔ (اس بہانے کو ختم کرنے کے لئے) تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔ پس اس شخص سے بڑھ

کر اور کون ظالم ہوگا جو آیات الہی کی تکذیب کرتا ہے اور اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ہم بہت جلد ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے روگردانی کرتے ہیں سخت عذاب کے ساتھ سزا دیں گے۔ اس لئے کہ حق کی راہ کی طرف پشت کرتے تھے۔

ایک نکتہ:

"صدف" کا معنی ہے بغیر سوچے سمجھے کسی چیز سے سخت روگردانی کرنا۔

پیام:

- ۱۔ قرآن، دلائل کی کتاب، ہدایت اور رحمت ہے۔ ﴿جاء کم بینة --- وهدیٰ ورحمة﴾
- ۲۔ آزمائش سے پہلے دعویٰ کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں لیکن جب امتحان ہوتا ہے تو سب کی صداقت آشکار ہو جاتی ہے۔ ﴿لکننا اهدیٰ --- وصدف عنہا﴾
- ۳۔ آسمانی کتابوں سے روگردانی، انسانیت پر بہت بڑا ظلم ہے۔ ﴿فمن اظلم﴾
- ۴۔ دین حق سے بلاوجہ روگردانی کی سزا، عذاب شدید ہے۔ ﴿سواء العذاب بما کانوا ---﴾
- ۵۔ انسان کی بدبختی اور شقاوت کا اصل عامل و اس کے اپنے کارنامے ہوتے ہیں۔ ﴿بما کانوا یصدفون﴾

آیت ۱۵۸

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلْ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ﴾

ترجمہ: آیا (آیات، معجزات، بنیات اور رحمتوں کے دیکھنے کے باوجود بھی) اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آئیں یا خود تیرا پروردگار ان کے پاس آئے یا تیرے رب کی بعض آیات (قیامت کی نشانیاں) آئیں؟ (آیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ) جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں (خدا کے قہر و غضب کی صورت میں) آئیں گی تو انہیں ان کا (مجبوری کے تحت لایا جانے والا) ایمان (اور توبہ) کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ وہ اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے اسی طرح

ان لوگوں کا ایمان بھی بے کار ہوگا جنہوں نے نیکی کا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ (قہر خداوندی کے) منتظر رہیں ہم بھی انتظار میں ہیں۔

ایک نکتہ:

سورہ بنی اسرائیل کی ۹۱ ویں آیت میں بھی کفار کی بے جا توقعات کو ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے: "ہم تمہارے اوپر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ تم آسمان ہمارے سر پر گرا دو یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے پاس لے آؤ۔ اس آیت میں کفار کی اس قسم کی توقعات کو مسترد کر دیا گیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ ضدی مزاج کافر: خدا کے معجزات دیکھنے کے باوجود بھی انہیں تسلیم نہیں کرتے۔ ﴿ہل ينظرون﴾
- ۲۔ ایمان کے بارے میں ٹال مٹول سے کام لینے کا نتیجہ شفاوت اور بدبختی ہے۔ ﴿لا ينعف تفسا ايماها﴾
- ۳۔ ایمان اور عمل اس وقت فائدہ مند ہوتے ہیں جب آزادانہ اور طبعی طور پر اختیار کئے جائیں۔ مجبوری اور خوف کے مارے ایمان یا عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿يوم ياتي بعض آيات ربك لا ينعف--﴾

آیت ۱۵۹

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکروں میں بانٹ دیا اور گروہ گروہ بن گئے (تو اے پیغمبر!) تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کی سزا، انجام اور معاملہ صرف خدا کے سپرد ہے۔ پھر وہ انہیں ان کے کرتوتوں اور کارناموں سے آگاہ کرے گا۔

پیام:

- ۱۔ دین کے معارف میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا سب پر ایمان رکھنا اور عمل کرنا چاہیے۔ (ف) ﴿رقوادینہم﴾

۲۔ مسلم معاشرے کا بٹوارہ عام طور پر دین میں رد و بدل کرنے کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔ ﴿فرقوا دینہم وکانو اشیعا﴾

۳۔ جو لوگ تمام اسلامی نظام کو نہیں مانتے ان کے ساتھ تعاون اور ہمکاری نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی انہیں اپنا سمجھنا چاہیئے۔ ﴿لست منہم فی شیء﴾

۴۔ دین مس فرقہ رستی اور تفرقہ بازی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ سورہ روم / ۳۲ من ہے " ﴿ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینہم﴾ " یعنی مشرکین سے نہ ہو جاؤ یعنی ان لوگوں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکروں میں تقسیم کر دیا اور فرقوں میں بٹ گئے۔ ۵۷

آیت ۱۶۰

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

ترجمہ: جو شخص بھی کوئی نیکی لے آئے گا تو اس کے لئے (جزا کے طور پر) اس کا دس گناہیں۔ اور جو برائی لے آئے گا۔ اسے اسی مقدار کے علاوہ سزا نہیں ملے گی اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

چند نکات:

" ﴿جاء﴾ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا اور جزا کا تعلق قیامت کی عدالت سے ہے، ورنہ بہت سے ایسے گناہ ہوتے ہیں جو یا تو توبہ کے ذریعہ مٹا دیئے جاتے ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے "يقبل التوبه" توبہ / ۱۰۴۔ شوری / ۲۰ اور یہ خدا کی ایک صفت یا پھر نیکی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ " ﴿يبدل الله ميئاتهم حسنات﴾ " خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ (فرقان / ۷۰) یا معاف کر دئے جاتے ہیں۔ "يفعوا عن كثير" خدا بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (شوری / ۳۰)

اسی طرح کئی ایسی نیکیاں بھی ہیں جو ریا، خود پسندی اور دوسرے گناہوں کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ پس وہی عمل ہی تو اب و قعاب کا مستوجب بنے گا جو عرصہ محشر میں لایا جائے گا۔ ﴿جاء﴾

اگرچہ آیت کا تعلق نیک اور بد اعمال سے ہے لیکن روایات کے مطابق جو شخص نیکی کی نیت کرے گا اسے اس کا بھی ثواب ملے گا۔ (خواہ وہ نیکی نہ بھی بجالائے) لیکن برائی کی نیت کو جب تک عملی جامہ نہیں پہنایا جائے گا اس وقت اس کی سزا کا مستوجب نہیں ہوگا، اور یہ ایک فضل خداوندی ہے۔

روایات میں ہے کہ جو شخص ہر مہینے تین روزے رکھے گا اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے "اسی آیت" عشر امثالہ" کی دلیل کے مطابق کہ اس کا ہر ایک روزہ دس روزوں کے برابر شمار ہوگا۔

پیام:

۱۔ اسلام کے طریقہ تربیت میں تہیہ صرف ایک ہے اور تشویق دس گنا۔ ﴿عشر امثالہ﴾

۲۔ تشویق کئی گنا ہو تو یہ ظلم نہیں ہے لیکن حد سے زیادہ سزا ظلم ہے۔

۳۔ خداوند عالم جزا اور ثواب میں اپنے فضل کا مظاہرہ کرتا ہے اور سزا اور عذاب میں عدل کا۔ ۵۸

۴۔ دس گنا جزا من سے صرف ایک حصہ "مزدوری" ہے اور باقی نو حصے "فضل" جب کہ خود فرماتا ہے۔ "﴿فیوفیہم

اجورہم ویزیدہم من فضلہ﴾" یعنی انہیں ان کی اجرت بھی پوری ملے گی اور ساتھ ہی خدا کا مزید فضل بھی ہوگا۔

(مائدہ / ۱۷۳)

۵۔ انسان کا عمل ہمیشہ اور ہر جگہ اس کے ساتھ ساتھ ہے ﴿جاء بالحسنة - جاء بالسيئة﴾

۶۔ دس گنا ثواب تو ایک عمومی بات ہے ورنہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جنہیں بعض حالات میں بعض افراد سرانجام

دیتے ہیں جن کی جزا اور ثواب سات سو گنا بلکہ بعض اوقات بے حساب بھی ہے۔

آیت ۱۶۱

﴿قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے راہ راست کی اور ثابت و استوار دین کی ہدایت کر دی ہے۔

اس ابراہیم کے آئین کی جو (باطل سے منہ موڑ کر) حق کی راہ پر گامزن تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

چند نکات:

جس قدر اس سورت میں لفظ "قل" (کہہ) استعمال ہوا ہے اتنا قرآن مجید کی کسی اور سورت میں استعمال نہیں ہوا۔ اس خطاب کا ۴۴ مرتبہ تکرار شاید اس وجہ سے ہے کہ اس سورت میں گمراہ کن اور باطل عقائد کی تردید اور مشرکین کی ناروا اور بے جا توقعات کو بیان کر کے ان کو مسترد کیا جا چکا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ ایسے مواقع پر دشمنانِ دین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسالتِ خدا کی طرف سے مامور تھیا اور جو چکھ وحی ناز ہوا سے من و عن بیان کر دیں۔

- "﴿قِيَمٌ﴾" اور "﴿قِيَمٌ﴾" دونوں ایک ہی طرح کے کلمات ہیں جن کا معنی ہے سیدھا، پائیدار اور استوار دائمی اور جامع۔ یعنی ایسا دین جو لوگوں کے اس دنیا کے مادی مسائل پر بھی توجہ رکھتا ہے اور اُس جہان کے معنوی مسائل پر بھی۔

پیام:

- ۱۔ پیغمبرِ اسلام کے فرمودات اور ان کی تعلیمات، آپ کی ذاتی رائے کے مطابق نہیں تھیں بلکہ جو کچھ بھی تھا وحی خداوندی کا متن تھا۔ ﴿قل﴾
- ۲۔ پیغمبرِ خدا نہ صرف صراطِ مستقیم پر گامزن تھے بلکہ اس پر مسلط بھی تھے۔ (اس سے اچھی طرح آگاہ بھی تھے کیونکہ اس آیت میں "الی صراطِ مستقیم" ہے اور سورہ یس میں "علی صراطِ مستقیم" ہے۔
- ۳۔ ہدایت صرف خدا کا کام ہے، حضرت انبیاء کرام علیہم السلام بھی الہی ہدایت کے تحت راہِ مستقیم پر گامزن ہیں۔ ﴿هدنی ربی﴾
- ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راستہ بھی وہی توحید اور یگانہ پرستی کا راستہ تھا وہ مشرکانہ عقائد و افکار سے بالکل پاک اور منزہ تھے۔ ﴿حنیفا و مان من المشرکین﴾ مشرکین حضرت ابراہیم کی طرف عقائد باطلہا و مشرکانہ افکار کو منسوب کرتے تھے۔
- ۵۔ بت شکنی اور سرک سے روگردانی کا کام صرف رسولِ اسلام ہی نے سرانجام نہیں دیا بلکہ ابراہیم بھی ایسا کر چکے تھے۔ ﴿حنیفا﴾

۶۔ تاریخی لحاظ سے تمام توحیدی ادیان کی اساس اور اصول ایک ہی چکے آرہے ہیں۔ اسلام وہی دین ہے جو ابراہیم کا آئینی اصول تھا اور شرک سے نفرت اور بیزاری تمام انبیاء کا کام رہا ہے۔

آیت ۱۶۲، ۱۶۳

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ یقیناً میری نماز میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی بات (سر تسلیم خم کرنے اور اس کی عبودیت کا اقرار کرنے) کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ ۵۹

دونکات:

موت، زندگی کو، زندگی نُسک (عبادت) کو اور نُسک نماز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوتی ہے۔ بنا بریں نماز تمام عبادات کا اندرونی مرکز ہے اور عبادت و نُسک زندگی کے متن میں واقع ہیں۔

اسلام کا معنی ہے امر خداوندی کے آگے سر جھکانا اور اس کی نسبت تمام انبیاء کی طرف دی گئی اور حضرت آدم اور حضرت نوح خود کو مسلمان کہتے تھے ملاحظہ ہو سورۃ احقاف آیت ۱۵۔ سورہ یونس / ۷۲۔ حضرت ابراہیم نے خدا سے درخواست کی کہ انہیں مسلمان قرار دے۔ "واجعلنا مسلمین" تو پھر جناب پیغمبر اسلام کس معنی کے لحاظ سے سب سے پہلے مسلمان ہیں؟ یا تو اس معنی کے لحاظ سے کہ اپنے زمانے کے سب سے پہلے مسلمان ہیں یا چونکہ مقام اور رتبہ کی وجہ سے سب پر مقدم ہیں لہذا پہلے مسلمان ہیں۔

پیام:

۱۔ مخلص انسان اپنی "تکوینی راہ" (موت و حیات) اور "تشریحی راہ" (نماز و عبادت) صرف اور صرف خدا کے لئے سمجھتے ہیں۔

۲۔ اگرچہ نماز جزو عبادات ہے لیکن نُسک (عبادات) کے ساتھ ساتھ اس کا علیحدہ ذکر اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ باطل اور گمراہ کن رستوں کے مقابلہ میں اپنے موقف کو ڈٹ کر، صراحت اور پورے فخر کے ساتھ بیان کرو ﴿قل﴾

۴۔ پیغمبر اسلام ہم سب کے لئے اسے (نمونہ عمل) ہیں لہذا ہماری تمام زندگی اور موت بھی انہی کی مانند خدا کے لئے ہونی چاہیئے۔

۵۔ موت اور زندگی اہم نہیں۔ اہم یہ ہے کہ خدا کے لئے اور خدا کی راہ میں ہوں۔ ﴿اللہ﴾

۶۔ جو چیز خدا کے لئے ہو وہ پروان چڑھتی ہے ﴿اللہ رب العالمین﴾

۷۔ ہم جس طرح نماز میں قصد قربت کرتے ہیں اسی طرح ہر سانس میں اور موت اور زندگی کے ہر لمحے میں بھی ہمارا قصد قربت ہونا چاہیئے۔

۸۔ اگرچہ زندگی اور موت ہاتھوں میں نہیں ہیں لیکن انہیں رُخ دینا تو ہمارے اختیار میں ہے۔ ﴿اللہ﴾

۹۔ تمام کاموں میں خلوص، امر الہی ہے۔ ﴿ا مرت﴾

۱۰۔ رہبر کو چاہیئے کہ راستہ طے کرنے میں اور فرمان اور دعوت پر عمل کرنے میں پیش قدم ہو۔ ﴿اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

آیت ۱۶۴

﴿قُلْ أَغْيَرَ اللَّهُ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ آیا میں خدا کے علاوہ کوئی اور پروردگار تلاش کروں؟ حالانکہ وہ تمام چیزوں کا پروردگار ہے اور کوئی شخص جو کام بھی کرتا ہے، اسی کے ذمہ ہوتا ہے (اس کا نفع یا نقصان اسے ہی پہنچتا ہے) اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تمہاری بازگشت تمہارے پروردگار کی طرف ہے پس وہ تمہیں اس چیز سے آگاہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

چند نکات:

عدل الہی کا موضوع اور یہ کہ "کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا" نہ صرف اسلام میں بلکہ قرآنی تصریحات کے مطابق صحف اور ابراہیم و موسیٰ میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿ام لم ینبأ مافی صحف موسیٰ- و ابراہیم الذی وفیٰ- الا نزر وازرة وزرا خرض﴾ - "یعنی کیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم (کے صحیفوں میں بھی) جنہوں نے پورا پورا حق ادا کیا (یہ ہے کہ) کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (نجم / ۳۶ تا ۳۸)

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "اگر کوئی شخص کسی وجہ کے بغیر دوسرے کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہے تو پھر قرآن میں جو یہ ہے کہ "گمراہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے رہبر، اپنے پیروکاروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اپنے اوپر اٹھائیں گے، جب کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿لیحملوا اوزارہم کا ملة یوم القیمة ومن اوزار الذین یضلوہم﴾" (نحل / ۲۵) اس کا کیا جواب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا بلا وجہ نہیں ہے، وہ یوں کہ گمراہ کن رہبر دوسروں کے گمراہ ہونے اور ان کے بھٹکنے کا موجب بنے ہیں، درحقیقت گناہ کا بوجھ ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہوگا۔

پھر ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: "اگر کسی شخص کا عمل دوسروں کے لئے فائدہ مند نہیں ہے تو پھر عبادت میں نیابت کا یہ مسئلہ کیا ہے؟"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عمل کے وضعی آثار کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتے لیکن عمل کی جزا اور ثواب دوسروں کو "ہدیہ" دیا جاسکتا ہے۔

پیام:

۱۔ انسان کا بیدار ضمیر ایک ایسی بہترین عدالت ہے کہ جو اندرونی سوالات کے از خود جواب دیتی ہے۔ ﴿غیر اللہ

ابغی﴾

۲۔ خدا ہی ہر شے کا پروردگار ہے، اس کے علاوہ اور لوگ کون ہوتے ہیں؟ ﴿رب کل شیء﴾

۳۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ ﴿لا تزوروا زرة ورز اخری﴾

۴۔ لوگوں کا کفر و شرک یا نیکی اور بُرائی، خدا کو نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان، بلکہ جو کوئی جو کچھ کرے گا اس کا نفع یا نقصان خود اسی کا دامنگیر ہوگا۔ ﴿لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا﴾

آیت ۱۶۵

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ: اور وہ وہی خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں زمین کے جانشین قرار دیا۔ اور تم میں سے بعض کے درجات کو دوسرے بعض پر برتری دی تاکہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو تمہیں عطا کی ہے، یقیناً تمہارا پروردگار بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

دونکات:

سورہ انعام حمد الہی کے ساتھ شروع ہوئی اور اس آیت میں رحمت الہی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔
"﴿خلائف الارض﴾" سے مراد یا تو زمین میں خدا کے خلیفے اور جانشین ہیں یا پھر گذشتہ امتوں کے جانشین۔

پیام:

- ۱۔ انسان زمین میں خلیفہ اور اس کا امیر ہے اور کائنات پر حاکم ہے ناکہ کائنات کا اسیر۔ ﴿خلائف الارض﴾
- ۲۔ خدا کے عطیے، برتری کا معیار نہیں ہے بلکہ آزمائش کا ذریعہ ہے۔ ﴿لیبلوکم﴾
- ۳۔ جس کے جس قدر امکانات ہیں، اس کی اسی قدر آزمائش ہے۔ ﴿فیما اتاکم﴾
- ۴۔ خدا کے عطیات اور درجات دائمی نہیں بلکہ عارضی ہیں۔ اور وہ بھی آزمائش کے لئے کبھی کچھ دے کر آزمایا جاتا ہے اور کبھی لے کر
- ۵۔ ہر امتحان اور آزمائش کے بعد جو ناکام ہو جاتے ہیں خدا ان کے لئے (سریع العقاب) ہے اور جو کامیاب ہو جاتے ہیں ان کے لئے ﴿غفور الرحیم﴾ ہے۔

سورہ انفال

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾

آیت ۱

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ طَلِّ الْأَنْفَالِ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ۔ خداوند رحمان و رحیم کے نام کے ساتھ۔ (اے پیغمبر!) یہ لوگ آپ سے، جنگی غنیمتوں اور غیر مملوکہ املاک کے بارے میں سوال کرتے ہیں (کہ کس کی ملکیت ہیں؟) تو کہہ دیجئے کہ انفال خدا اور رسول کی ملکیت ہیں۔ پس تم خدا سے ڈرو اور اپنے اندرونی حالات کی اصلاح کرو اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو!

چند نکات:

قرآن مجید میں تقریباً ۱۳۰ مرتبہ لفظ "سوال" یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں، اور ۱۵ مرتبہ "﴿يسألونك﴾" کا جملہ استعمال ہوا ہے۔

"انفال" جمع ہے "نفل" کی جس کے معنی ہیں "عطیہ" اور "اضافہ"۔ اور "نوفل" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو صاحب عطا و بخشش ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کا عطیہ "نافلہ" کہلایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿ووهبنا له اسحق و يعقوب نافلة﴾ - (انبیاء / ۷۲) فقہی اصطلاح میں مندرجہ ذیل اشیاء کو "انفال" کہا جاتا ہے۔ قدرتی وسائل اور عمومی دولت، جنگی غنیمتیں، متروکہ املاک، لاوارث اموال، جنگلات، پہاڑی درے، بیشع، بنجر زمینیں ہر قسم کے معدنی ذرائع وغیرہ۔

تاریخی کتابوں میں ہے کہ جنگ بدر میں جو غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگی اس کے بارے میں مختلف سوالات ذہنوں میں گردش کرنے لگے کہ: مال غنیمت کا کیا کیا جائے؟ کسے دیا جائے؟ کسے نہ دیا جائے؟ کن لوگوں کا حق اولیٰ بنتا ہے؟ چنانچہ اس موقع پر مال غنیمت کی تقسیم کا کام سرکار رسالت نے خود اپنے ذمہ لے لیا اور ہر ایک کا حصہ منصفانہ طور پر اسے دیا

تاکہ زمانہ جاہلیت کے فرضی امتیازی سلوک کو ختم کر دیا جائے اور مستضعفین کی حمایت اور پشت پناہی کی جائے۔ ہر چند کہ کئی لوگوں نے اس مساویانہ سلوک کو سخت ناپسند بھی کیا۔ (ملاحظہ ہو کتاب "فروع ابدیت" جلد ۱ ص ۴۲۳)

چونکہ تقریباً تمام سورت جنگ بدر کے بارے میں ہے لہذا یہ آیت بھی زیادہ تر جنگی غنیمت پر نظر رکھے ہوئے ہے لیکن اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (از تفسیر المیزان)

پیام:

- ۱۔ عمومی اموال: لوگوں کی مقدس ترین اور محبوب ترین ذات کے ہاتھوں میں ہونے چاہئیں ﴿اللہ والرسولہ﴾
- ۲۔ انفال، اسلامی نظام کی پشت پناہ ہے اور اسلامی حکومت کو اقتصادی پشت پناہ کی ضرورت ہوتی ہے۔
- ۳۔ مسائل چاہے عمومی ہوں یا اقتصادی ان کے بیان کرنے کا اصل مرجع الہی رہبر ہی ہے۔ ﴿یسئلونک - قل﴾ ۱
- ۴۔ اسلام کے پاس تو جنگوں اور بیابانوں تک کے لئے قانون بھی ہیں۔
- ۵۔ حضرت رسول خدا کے تمام مصرف، اہداف الہی کی روشنی میں ہوتے ہیں ﴿اللہ و الرسول﴾ ۲
- ۶۔ عمومی اموال کی حفاظت کے لئے تقویٰ اور پاکیزگی قلب کی ضرورت ہوتی ہے ﴿فاتقوا اللہ﴾
- ۷۔ اتحاد و اتفاق کی حفاظت اور لوگوں کے اندر اصلاح قائم رکھنا ہر ایک پر واجب ہے۔ ﴿اصلحوا﴾ ۳
- ۸۔ ایمان کا تعلق صرف دل ہی کے ساتھ نہیں ہوتا، ظاہری جلوے اور عملی اطاعت بھی ضروری ہوتی ہے ﴿اطیعوا، ان کنتم مؤمنین﴾
- ۹۔ مسلمان کو چاہئے کہ اخلاق، معاشرے اور سیاست میں پیش پیش ہوتا کہ کہیں بھی ناکام نہ ہو ﴿اتقوا اللہ، اصلحوا - ذات بینکم، اطیعوا﴾
- ۱۰۔ صرف محاذ پر چلے جانا ہی ایمان کی نشانی نہیں ہے، جنگی غنیمت سے بے نیازی، برادری اور بھائی چارے کی حفاظت اور رہبر اور قائد کے حکم کی بجا آوری بھی لازمی شرط ہے۔ ﴿ان کنتم مؤمنین﴾
- ۱۱۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ محاذ پر جانے اور جان کی بازی میں تو کامیاب ہو جائیں، لیکن مال کی آزمائش، غنیمت اور انفال کی تقسیم کے موقع پر مار کھا جائیں اور ناکام ہو جائیں۔

۱۲۔ محاذ جنگ میں اصل اور بنیاد ہے "حق کی باطل پر فتح" غنیمت کا تو مسئلہ ہی فرعی اور اضافی ہے۔ (انفال عفی
"اضافہ" کے پیش نظر)

۱۳۔ جو معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے اسے خود بذاتِ متقی ہونا چاہئے۔ ﴿اتقوا الله واصلحوا﴾

آیت ۲، ۳

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ صِلِي
الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَبِمَا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ ط

ترجمہ۔ صحیح بات یہ ہے کہ مومن تو درحقیقت وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل (اس کی
عظمت سے) لرز جاتے ہیں، اور جب ان کے سامنے خدا کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ کر
دیتی ہیں، اور وہ صرف اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔
وہی لوگ تو ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ کہ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (معاشرہ کے محروم لوگوں
پر) خرچ کرتے ہیں،

ایک نکتہ:

جو نہی عاشق کے سامنے معشوق کا نام لیا جاتا ہے تو اس کا دل تڑپ اٹھتا ہے اور اس کے غیظ و غضب کا تصور دل کو
لرزادیتا ہے اور اس کے لطف و کرم کا احساس دل کو سکون عطا کرتا ہے، یا جس طرح بچہ اپنے ماں باپ سے ڈرتا بھی
ہے اور ان سے اپنا قلبی سکون بھی حاصل کرتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ ایمان، عشق اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے (المؤمنون۔ وجلت)
- ۲۔ ڈرنے والا دل ہی کمالات کی بنیاد ہے، سب سے پہلے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے (وجلت) پھر ایمان میں اضافہ،
نماز کے قیام اور خدا پر توکل کی باری آتی ہے ﴿ایمانا، يتوكلون، يقيمون﴾

- ۳۔ ایمان کے مختلف درجات ہیں اور اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ﴿زادتم﴾
- ۴۔ قرآن پاک کی ہر ایک آیت، حجت، دلیل اور نور ہے جو ایمان کے اضافے کا موجب بن سکتی ہے ﴿زادتم﴾
- ۵۔ جس خوف کا تعلق جہالت سے ہو وہ برا ہوتا ہے، اور جس کا تعلق معرفت سے ہو قابل تحسین ہے ﴿المؤمنون﴾
- وجلّت ﴿
- ۶۔ جو شخص اذان اور خدا کی آیات سننے کے باوجود بھی بے پروائی کا مظاہرہ کرے اسے اپنے ایمان کو مشکوک سمجھنا چاہئے۔

- ۷۔ مومن ہمیشہ دو حالتوں کے درمیان رہتا ہے۔ خوف اور امید۔ ﴿وجلّت، یتوکلون﴾
- ۸۔ راہ خدا میں حلال مال اور خدا کی عطا کردہ روزی سے ہی خرچ کیا جانا چاہئے۔ ﴿رزقناہم﴾
- ۹۔ مومن اپنے مال و دولت کو خدائی عطیہ سمجھتا ہے، اپنے ہاتھوں کی کمائی نہیں جانتا۔ ﴿رزقناہم﴾

آیت ۴

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا طَلَبُوا دَرَجَاتٍ وَ نَدَّ رَّبُّهُمْ وَمَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

ترجمہ۔ یہی تو حقیقی مومن ہیں، جن کے لئے ان کے پروردگار کے پاس درجات ہیں، بخشش ہے اور با عظمت اور کریمانہ روزی ہے۔

ایک نکتہ:

"کریم" رزق سے مراد ہمیشہ کی "کسی کے احسان کے بغیر" وسیع اور خالص روزی ہے۔

پیام:

- ۱۔ ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے جب اس کے ساتھ توکل، نماز، راہ خدا میں خرچ کرنا بھی جمع ہو جائیں۔ ایمان نعرے کے ساتھ نہیں عمل کے ساتھ ہوتا ہے ﴿حقاً﴾
- ۲۔ خداوند تعالیٰ سے درجات حاصل کرنے کا راز ایمان اور نماز میں پوشیدہ ہے ﴿لہم درجات﴾

۳۔ ہیں ایسے لوگ بھی جو ایک دنیوی درجے کے حصول کے لئے پوری زندگی خرچ کر دیتے ہیں لیکن الہی درجات سے بالکل غافل ہیں ﴿درجات﴾

۴۔ اللہ تعالیٰ کے درجے بہشت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، اس دنیا میں بھی ہیں اور برزخ میں بھی ﴿عند ربهم﴾ مطلق ہے۔

۵۔ چونکہ ایمان میں کمی بیشی کا امکان ہوتا ہے لہذا درجات بھی گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔

آیت ۵

﴿كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنَ الْبَيْتِ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُونَ﴾ لا

ترجمہ۔ جس طرح تمہارا پروردگار تمہیں (جنگ بدر کا حکم دے کر) اپنے گھر سے برحق طور پر باہر لے آیا جبکہ مومنین میں سے کچھ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے تھے۔

ایک نکتہ:

جس طرح کہ افرادی قوت اور وسائل کی کمی کی وجہ سے محاذ جنگ پر جانا اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنا کچھ لوگوں کے لئے سخت دشوار اور بہت ہی ناگوار تھا، بدر میں جنگی غنیمتوں کی تقسیم بھی ان کے لئے ناگوار تھی اور سب کچھ ٹھیک ہو گیا، اسی طرح یہ ناگواری بھی گزر جائے گی۔ اللہ کے رسول کو تو بس اس بات کی فکر ہونی چاہئے کہ حقیقی مصلحت کیا ہے اور احکام خداوندی کی بجا آوری کیسے کی جاتی ہے؟ لوگوں کی ناگواری اور ناپسندیدگی تو ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔

پیام:

۱۔ پیغمبر اسلام کا مدینہ سے جنگ بدر کے لئے باہر نکلنا حکم خداوندی کے مطابق تھا ﴿اخرجک﴾

۲۔ محاذ جنگ میں تمام امور کا محور و مرکز قائد اور رہبر ہی ہوتا ہے، اگرچہ جہاد کے لئے کئی اور لوگ بھی باہر نکلے تھے،

لیکن آیت صرف پیغمبر اکرم کے نکلنے کو بیان کر رہی ہے۔ ﴿اخرجک﴾

۳۔ جنگ ترقی اور تربیت کا موجب ہوتی ہے ﴿ربک﴾

۴۔ مدینہ، پیغمبر اکرم کا گھر ہے۔ ﴿بیتک﴾ (ہر شخص کے لئے گھر وہی ہوتا ہے جہاں وہ اپنی شخصیت کو منواتا ہے، صرف جانے پیدائش ہی گھر نہیں کہلاتی)

۵۔ مسلمانوں کے رہبر اور قائد کو اپنے فریضہ کی بجا آوری کی فکر ہونی چاہئے، ورنہ ہر کام میں اور ہر حکم کے صادر ہونے پر کچھ نہ کچھ لوگ ناراض ہوتے ہی ہیں ﴿بالحق﴾

۶۔ جہاد کو ناپسند کرنے سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑتا بشرطیکہ اطاعت میں فرق نہ آنے پائے ﴿من المؤمنین لکارہون﴾

۷۔ رہبر اور قائد کو اس بات کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ سب لوگ اس کی بے چون و چرا اطاعت کریں گے (فریقا)

۸۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ محاذ جنگ پر جاتا ہے، لیکن آخر میں مالی مسائل اور جنگی غنائم کی وجہ سے اس کے دل میں کئی قسم کی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۹۔ جس کے پاس مال یا مالی اختیارات ہوتے ہیں، اس کے دشمن اور مخالف بھی ہوتے ہیں خواہ وہ پیغمبر ہی کیوں نہ

ہو۔

آیت ۶

﴿يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُونَ﴾ ط

ترجمہ۔ وہ لوگ حق کے بارے میں اس کے واضح ہو جانے کے بعد آپ سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں (اور اس قدر ڈر چکے ہیں) گویا یہ دیکھ رہے ہیں کہ موت کی طرف ہنکا کر لے جائے جا رہے ہیں۔

ایک نکتہ:

مسلمانوں کے ایک گروہ کا پیغمبر کے ساتھ جھگڑا جنگ بدر کے بارے میں تھا، اور وہ بھی اس بات پر کہ نہ تو کافی مقدار میں وسائل جنگ ہیں اور نہ ہی افرادی قوت۔ اور پھر یہ کہ قریش تاجروں کا مال لینے کے لئے باہر نکل رہے ہیں۔ لشکر قریش سے جنگ کرنے کے لئے نہیں۔

چنانچہ کچھ لوگ تو جنگ نہ کرنے کی باتیں کرتے تھے اور کچھ دوسرے (جیسے حضرت مقداد) کہتے تھے: "ہم حضرت موسیٰ کے اصحاب کی مانند نہیں ہیں کہ خود بیٹھ جائیں اور پیغمبر سے کہیں کہ آپ خود جا کر لڑیں۔ ہم جنگجو لوگ ہیں، آپ

جو حکم دیں گے ہم بسر و چشم بجلائیں گے!" لیکن جو ڈرپوک لوگ جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے، حضرت رسول خدا سے لڑائی جھگڑا کرتے تھے۔

پیام:

- ۱۔ پیغمبر خدا کے سارے یار عادل اور آنحضرت کے مطیع امر نہیں تھے ﴿بِجَاد لُونِكَ﴾
- ۲۔ تن پرور اور ڈرپوک لوگ جنگ سے گریز کے طور پر ہمیشہ لڑائی جھگڑے، توجہیں، تاویلیں اور بہانے تراشا کرتے تھے۔
- ۳۔ اگر حوصلے پست اور دل خراب ہو جائیں تو فقط علم کافی نہیں ہوتا۔ ﴿بَعْدَ مَا تَبِينَ﴾
- ۴۔ حوصلہ ہار جانے والے سپاہیوں کا میدان جنگ کی طرف جانا ایسے ہے جیسے کسی تابوت کو اٹھا کر لے جایا جا رہا ہو۔ ﴿بِسَاقُونَ﴾

آیت ۷

﴿وَ إِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَهْمًا لَكُمْ وَ تَوَّ دُونَ اَنَّ عَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يَّحِقَّ الْحَقُّ بِكَلِمَتِهِ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ لا

ترجمہ۔ اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب خداوند عالم تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ ان دو گروہوں (دشمن کا تجارتی قافلہ یا جنگلی لشکر) میں سے ایک تمہارے لئے ہی ہوگا، اور تم اس بات کو دوست رکھتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (تجارتی قافلہ) تمہارے قابو میں آجائے۔ جبکہ خدا چاہتا ہے کہ اپنے کلمات (اور طریقہ کار) کے ذریعہ حق کو تقویت بخشے اور کفار کی بیخ کنی کر دے۔

چند نکات:

"شوكة" کا لفظ "شوک" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کانٹے اور نیزے کی انیاں، اور "ذات الشوكة" سے مراد مسلح گروہ ہے جبکہ "غیر ذات الشوكة" سے مراد غیر مسلح تجارتی قافلہ ہے۔

ابو سفیان ایک تجارتی قافلہ لے کر سفر پر روانہ ہوا، حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی طاقت کو کمزور کرنے اور مہاجر مسلمانوں کے مال کی تلافی کے لئے جو کہ کفار مکہ نے ان سے چھین لیا تھا یا قبضہ کر لیا تھا، کچھ لوگوں کو اس تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا، اس منصوبے کا ابو سفیان کو علم ہو گیا اور اس نے اس کی خبر مکہ والوں کو بھی پہنچادی، چنانچہ مکہ سے تقریباً ایک ہزار کا لشکر اس ۴۰ افراد پر مشتمل تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے مکمل طور پر سنبھل کر اور مسلح ہو کر پہنچ گیا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ان تینوں گروہوں (مسلمانوں، کفار کے لشکر اور تاجروں) کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے غیبی امداد کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد فرمائی، باوجودیکہ مسلمان فوجی تیاری اور جنگ کے قصد کے بغیر باہر آئے ہوئے تھے لیکن پھر بھی دشمن پر غالب آگئے۔ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی اور جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ میں واقع ہوئی۔ اس جنگ میں ابو جہل اور ستر دوسرے کفار و اصل جہنم ہوئے اور ستر آدمیوں کو قید کر لیا گیا، حالانکہ کفار کے لشکر کی تعداد مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھی۔

پیام:

- ۱۔ خدائی امداد کی یاد آوری، ایمان کی تقویت کا موجب ہوتی ہے ﴿واذ﴾
- ۲۔ حق کی باطل پر فتح، اقتصادی درآمد سے زیادہ اہم ہوتی ہے ﴿تو دون ان غیر ذات الشوكة تكون لكم ... يقطع دابر الكافرين﴾
- ۳۔ بعض اوقات خدائی ارادے کی تکمیل مومنین کے ہاتھوں سے بھی ہوتی ہے ﴿یرید اللہ﴾
- ۴۔ فتح صرف افرادی قوت اور جنگی وسائل کے ذریعہ ہی حاصل نہیں ہوتی اصل اور اہم عامل ارادہ الہی ہے۔ ﴿یرید اللہ﴾
- ۵۔ انسان طبعی طور پر آرام طلب ہے۔ ﴿تودون ان غیر ذات الشوكة﴾
- ۶۔ جہاد اسلامی کا اصل مقصد و مطلوب احقاق حق اور باطل کی بیخ کنی ہوتا ہے نہ کہ کشور کشائی اور زمینوں پر قبضہ!
- ۷۔ احقاق حق، اللہ اور اولیاء اللہ کے کلمات اور خدائی اوامر و قوانین کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور عزت و فتح جہاد اور فداکاری کے سایہ میں ہے، نہ کہ سیاسی مذاکرات اور مختلف سازشوں کے ذریعے۔
- ۸۔ کائنات میں حق کی عزت اور باطل کی ذلت کے ساتھ ہی آخری فتح حاصل ہوگی۔ ﴿یرید اللہ﴾

آیت ۸

﴿لِيُحِقَّ الْحَقُّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾

ترجمہ۔ تاکہ خداوند عالم حق کو پاییدار اور باطل کو نیست و نابود کر دے اگرچہ مجرمین اس بات کو ناپسند بھی کریں۔

ایک نکتہ:

یہ آیت مسلمانوں کے لئے بہترین تسلی اور دلجوئی کا باعث ہے۔

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم کے وعدے کسی کے ذاتی اور مادی مفادات کے لئے نہیں بلکہ حق کے پاییدار کرنے اور باطل کی نابودی کے لئے ہوتے ہیں۔ ﴿لیحق الحق﴾
- ۲۔ کافر دشمن کا اس بارے میں کیا رد عمل ہوتا ہے؟ اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے، خداوند عالم اپنے ارادے کو خود ہی عملی جامہ پہنائے گا۔ ﴿ولو کره المجرمون﴾

آیت ۹

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ﴾

ترجمہ۔ اس زمانے کو یاد کرو جب تم (بدر کے میدان میں) اپنے رب سے نصرت طلبی کر رہے تھے، پس اس نے تمہاری درخواست کو قبول کیا (اور فرمایا) میں ایک دوسرے کے پیچھے آئیوالے ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔

چند نکات:

"مردف" کا لفظ "ارداف" سے لیا گیا ہے جو "ردیف" کے معنی میں ہے یعنی ایک دوسرے کے پیچھے ہونا گویا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی امدادیں جاری رہیں گی۔

سورہ آل عمران / ۱۲۴ میں "ثلثۃ آلاف" تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ امداد کا ذکر ہے جبکہ اس کے بعد کی آیت میں پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں کا تذکرہ ہے۔ اور شاید یہ اس لئے ہے کہ مسلمانوں کی مقاومت و پایداری جتنا بڑھتی گئی غیبی امدادیں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کفار کی تعداد کے ایک تہائی تھی، جبکہ ان کے عسکری ذرائع اور حربی وسائل بھی کفار سے بہت ہی کم تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں ذہنی آمادگی بھی نہیں تھی، اس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنے رب کے حضور ان الفاظ میں دعا مانگی:

"اللهم انجزلی ما وعدتني، اللهم ان تھلك هذه العصابة لانعبد فی الارض" خداوند! تو نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اسے میرے لئے پورا فرما! بار الہا! اگر مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا گروہ بھی شہید ہو گیا تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔

پیام:

۱۔ سختی اور مشکلات کے دنوں کو کبھی نہ بھلاؤ اور خداوند عالم کی نعمتوں کو کبھی فراموش نہ کرو۔ کیونکہ خداوند عالم کی نعمتوں کی یاد انسان کے شکر اس کے حوصلے کو پروان چڑھاتی ہے۔ ﴿اذ﴾

۲۔ محاذ جنگ میں موجود مجاہدین کی دعا اور ان کا استغاثہ موثر ہوتا ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں ﴿تستغیثون - فاستجاب﴾

۳۔ انسانی زندگی میں فرشتے بہت ہی موثر ہوتے ہیں۔ ﴿مدکم﴾

۴۔ دعا، قبولیت کی کنجی ہے ﴿تستغیثون... فاستجاب﴾

۵۔ اللہ اگر چاہے تو دعا مانگے بغیر بھی عطا کر سکتا ہے، لیکن دعا، الہی تربیت کا ایک راستہ ہے ﴿ربکم﴾

۶۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے غیبی امداد اس وقت آتی ہے جب ہم بھی ان اسباب کو کام میں لائیں جو اللہ

نے ہمیں ظاہری طور پر عطا فرمائے ہیں۔ ﴿مدکم﴾

آیت ۱۰

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَ لَتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ط وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس (فتح اور فرشتوں کے نزول) کو اور کچھ بھی قرار نہیں دیا سوائے اس کے کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو اور یہ کہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ اور نصرت و کامیابی خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں ہوتی، یقیناً خداوند عالم غالب (اور) حکمت والا ہے۔

چند نکات:

قرآن مجید میں مومنین کے لئے امداد کرنے والے فرشتوں کا بارہا تذکرہ ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جب مومن کی روح قبض ہو رہی ہوتی ہے اور جان نکل رہی ہوتی ہے تو اس وقت بھی خداوند کریم فرشتے کو بھیجتا ہے تاکہ وہ مومن کے دل کی ڈھارس بن سکے اور حق کے کلمات اس کی زبان پر جاری کرائے اور اسے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھے۔

خداوند عالم کی تخلیق و آفرینش میں القادوس طرح کا ہوتا ہے ایک تو خدا کے فرشتوں کی طرف سے جو مومن لوگوں کے دلوں میں سکون و اطمینان کا القا کرتے ہیں۔ جب کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿اذبوحی ربک الی الملائکة انی معکم ففتبتوا الذین امنوا سألقی فی قلوب الذین کفروا الرعب﴾ "خداوند عالم فرشتوں کی طرف وحی کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم مومنین کو ثابت قدم رکھو، میں کفار کے دلوں میں خوف اور وحشت ڈال دوں گا (انفال / ۱۲)۔ اور ایک القا شیطان کی طرف سے خوف اور وحشت کی صورت میں ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿ذلکم الشیطان یخوف اولیائہ﴾ "یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے پیروکاروں کو ڈراتا ہے (آل عمران / ۱۷۴)

پیام:

۱۔ امداد کرنے والے فرشتے، مومنین کا حوصلہ بڑھانے کے لئے آئے تھے، کفار کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔ (کیونکہ تاریخی نکتہ نظر سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جنگ بدر میں کون کافر کس مسلمان مجاہد کی تیغ کا لقمہ بنا ہے

جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ جنگ بدر کے مقتولین کی زیادہ تعداد علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھوں فی النار ہوئی۔ ﴿وما جعلہ اللہ الابشری﴾

۲۔ اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی تو اس میں نہ تو ان کی جنگی چالوں اور وسائل حرب کی وجہ سے ہوئی اور نہ ہی فرشتوں کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف خداوند متعال کی جانب سے ہی ہوئی ﴿وما النصر الا من عند اللہ...﴾

۳۔ فتح و کامرانی نہ تو افرادی قوت سے حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی جنگی ساز و سامان سے، بلکہ اس کا دار و مدار رب العزت کی مرضی اور منشا پر ہے ﴿وما النصر الا من عند اللہ﴾

۴۔ خدا کی امداد اس کی حکمت کی بنیادوں پر ہوتی ہے ﴿حکیم﴾

آیت ۱۱

﴿ادْعِیْئِیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهِ وَ یُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لَیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهٖ الْاَقْدَامَ﴾ ط

ترجمہ۔ اس زمانے کو یاد کرو جب خداوند عالم نے اپنی طرف سے امن و سکون کی خاطر تم پر مختصر سی نیند مسلط کر دی اور تم پر آسمان سے پانی برسایا تاکہ اس سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان (کے وسوسوں) کی پلیدی کو دور کر دے، تمہارے دلوں کو محکم کرے اور تمہیں ثابت قدم رکھے۔

ایک نکتہ:

جنگ بدر میں ابتدا میں پانی کے تمام کنویں دشمن کے قبضے میں تھے، جس کی وجہ سے مسلمان سخت تزلزل کا شکار ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے نیند برسایا جس سے وہ نہال نہال ہو گئے، ان کے پاؤں کی ریت بھی جم کر سخت ہو گئی کہ لڑائی کے موقع پر ان کے پاؤں پھسلنے سے بچ گئے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ثبات قدم سے استقامت، ثابت قدمی اور پائیداری مراد ہو۔ نہ کہ بارش والی زمین پر ان کے پاؤں کا استحکام۔

پیام:

- ۱۔ جنگ میں ہلکی سی نیند بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے کہ اس سے ایک تو تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی دشمن کو شب خون مارنے کا موقع بھی نہیں مل پاتا ﴿النَّعَاسُ اَمْنَةٌ﴾
- ۲۔ اگر خدا چاہے تو انسان کثیر تعداد میں مسلح دشمن کی موجودگی میں بھی سکون کی نیند سو سکتا ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو بہترین باغات میں بھی نیند نہ آئے اور اگر آئے بھی تو سکون کی نہ ہو ﴿النَّعَاسُ اَمْنَةٌ﴾
- ۳۔ اگر مومن اور صابر رہو تو خداوند عالم تمام عوامل فطرت اور اسباب طبیعت تمہارے اختیار میں دے دے اور تمہارے مفاد میں چلا دے ﴿يَنْزِلُ عَلَيْكُمْ...﴾
- ۴۔ محاذ جنگ میں طبعی عوامل مثلاً ہوا، بارش، نیند وغیرہ کو اتفاقی امور نہیں سمجھنا چاہئے۔
- ۵۔ مسلمان مجاہد کو صاف ستھرا اور پاک و پاکیزہ ہونا چاہئے اور اس کے حوصلے بھی بلند ہونے چاہئیں۔ ﴿لِيُطَهِّرَكُمْ... لِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ﴾

آیت ۱۲

﴿اِذْ يُوحِي رُؤْيَاكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَتَبَيَّنُوْا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاَلِقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ ط

ترجمہ۔ اس زمانے کو بھی خاطر میں لے آؤ کہ جب تمہارے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم مومن لوگوں کو ثابت قدم رکھو، اور میں بہت جلد کفار کے دلوں میں رعب اور ڈر ڈال دوں گا پس تم ان کی گردنوں کے اوپر کو مارو اور ان کی انگلیوں کو کاٹ ڈالو (تاکہ ہتھیار نہ اٹھا سکیں)

دونکات:

"بنان" جمع ہے "بنانہ" کی، جس کے معنی ہیں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے سرے یا خود انگلیاں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ "﴿فوق الاعناق﴾" سے مراد کفار کے سر کردہ اور معروف سردار اور سربراہوں جیسا کہ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: "﴿فقاتلو ائمة الکفر﴾" کفر کے سربراہوں کے ساتھ جنگ کرو (توبہ / ۱۲) یعنی دشمن کے سرداروں اور سربراہوں کو ٹھکانے لگانا چاہئے۔ (از تفسیر فرقان)

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم اہل ایمان پر سکون و اطمینان نازل فرماتا ہے جبکہ کفار کے دلوں میں رعب ڈال کر انہیں وحشت زدہ کر دیتا ہے۔ ﴿فثبتوا... سالقی﴾
- ۲۔ دل خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور ان کا سکون یا اضطراب بھی اسی کی طرف سے ہوتا ہے ﴿سالقی﴾
- ۳۔ خداوند عالم، مومنین کی حمایت اور ہدایت کا کام بعض اوقات فرشتوں سے بھی لیتا ہے۔ ﴿الی الملائکة﴾
- ۴۔ خدا نے استقامت اور پائیداری کے لئے تشویق و ترغیب کا کام فرشتوں کے ذریعہ قرار دیا ہے، لیکن کافروں کے دلوں میں رعب و وحشت کا کام اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ ﴿فثبتوا... سالقی﴾
- ۵۔ فرشتے از خود کسی قسم کی قدرت و طاقت کے حامل نہیں ہیں، ان کے پاس جو بھی قدرت و طاقت ہے وہ سب لطف و حمایت پروردگار کی مرہون منت ہے۔ ﴿انی معکم فثبتوا﴾۔
- ۶۔ میدان جنگ میں اپنی رزمی توانائیوں سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ، اور حساس مقامات پر ضربیں لگاؤ ﴿فوق الاعناق... کل بنان﴾
- ۷۔ فقط وسائل اور توانائی آرام و سکون کا موجب نہیں ہیں، اس لئے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو عدی قلت کے باوجود آرام و سکون نصیب ہوا (اور وہ بھی ایک مختصر سی نیند کے ساتھ) جبکہ دشمن کثیر تعداد میں اور ہر طرح سے منظم ہونے کے باوجود بیمناک اور مرعوب ہو گیا ﴿امنة... الرعب﴾

آیت ۱۳، ۱۴

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗجَ وَ مَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ذٰلِكُمْ فَذَوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ﴾

(دشمن کے سروں اور انگلیوں کے پوروں پر مارنے کا) یہ حکم اس لئے تھا کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کے مقابلے میں سرکشی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر کے ساتھ الجھتا اور ان کی مخالفت کرتا ہے تو یقیناً خدا بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ تمہی تو ہو، پس اسے چکھو اور کافروں کے لئے (بہت سخت سزا) جہنم کا عذاب ہے۔

پیام:

- ۱۔ رسول خدا کی مخالفت، خدا کی مخالفت ہے ﴿شاقوا الله ورسوله﴾
- ۲۔ خداوند عالم کا ازل سے یہی شیوہ چلا آ رہا ہے کہ جو بھی حق کے ساتھ الجھے گا، نیست و نابود ہو جائے گا ﴿ومن يشاقق﴾
- ۳۔ خدا کا قہر و غضب، سرکش عناصر کی سرکشی کا نتیجہ ہوتا ہے کسی پر بے وجہ عذاب نازل نہیں ہوتا۔ ﴿ذالك﴾
- ۴۔ کفار دنیا میں بھی خدائی انتقام اور ہلاکت کا شکار ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عذاب الہی میں جکڑے جائیں گے (عذاب النار) ﴿فوق الاعناق﴾

آیت ۱۵

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمُ الْأَدْبَارَ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! جب کافروں کے ساتھ تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے کہ وہ میدان جنگ میں انہوہ کی صورت میں تم پر حملہ آور ہو جائیں تو تم انہیں پیٹھ دکھا کر بھاگ نہ جانا۔

ایک نکتہ:

"زحف" کے معنی ہیں گھٹنوں یا سرین کے بل زمین پر گھسٹنا، ایک انہوہ اور جرار لشکر کی حرکت کو اس لئے "زحف" کہتے ہیں کہ وہ دور سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر گھسٹتا چلا آ رہا ہے۔

پیام

۱۔ جنگ سے فرار حرام ہے۔ ﴿لاتولو ہم﴾

۲۔ میدان جنگ میں دشمن کی عدوی کثرت، میدان سے فرار کرنے کو جائز نہیں بنا دیتی (﴿زحفا-لاتولو ہم﴾)

۳۔ اس وقت فرار حرام ہے جب میدان میں دونوں فریق تیار ہو کر آئیں اور جنگ میں ایک دوسرے کے ساتھ مصروف ہو جائیں۔ لیکن اگر دشمن مسلح ہو کر شب خون مارے اور مسلمان اس وقت نہتے اور بے خبر ہوں تو پھر ایسی صورت میں ان کے لئے عقب نشینی اختیار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ۵ ﴿لقیم﴾

۴۔ اسلامی جنگیں مکتب اور مذہب کے لئے لڑی جاتی ہیں جن کا استعمار و استثمار اور ہوا و ہوس وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ﴿الذین امنوا- الذین کفروا﴾

۵۔ دین اور اس کے رہبر و رہنما پر ہزاروں جانیں قربان! ایک روایت کے مطابق حضرت امام رضا علیہ السلام نے میدان جنگ سے فرار کی حرمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ: "فرار، رہبر برحق کی توہین، دشمن کے جبری ہونے اور مذہب کے مٹنے کا موجب ہوتا ہے" ۵۔ (تفسیر نور الثقلین)

۶۔ میدان جنگ سے فرار نامردی پر دلالت کرتا ہے، قرآن مجید نے بھی "دبر" اور "ادبار" کے جیسے الفاظ استعمال کر کے دشمن کو پیٹھ دکھانے کو توہین آمیز انداز میں ذکر کیا ہے ﴿الادبار﴾

آیت ۱۶

﴿وَمَنْ يُؤْمِدْ ذُبْرَةً إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَىٰ فُتَّةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُط وَ بئسَ الْمَصِيرُ﴾

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کے علاوہ جو جنگی ساز و سامان کے لئے دوبارہ واپس جاتے ہیں یا جو لوگ دوسرے گروہ کی مدد کو جاتے ہیں کوئی اور شخص جنگ کے دن دشمن کو پیٹھ دکھائے گا تو وہ خداوند عالم کے غیظ و غضب کا شکار ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جہنم بہت بری جگہ ہے۔

چند نکات:

آیت میں بتایا گیا ہے کہ میدان جنگ سے بھاگ جانا حرام ہے سوائے دو موقعوں کے۔ ایک تو جنگی تکنیک کے تحت ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پر جاگزیں ہونا اور دوسرے اپنی جگہ سے فرار کر کے مسلمانوں کے دوسرے گروہ سے جا ملنا اور وہاں سے دشمن پر یکبارگی حملہ کرنا۔ البتہ تفسیر کی بعض دوسری کتابوں میں کچھ اور مواقع بھی ذکر ہوئے ہیں مثلاً مسلمانوں تک اطلاع پہنچانے کے لئے فرار کرنا یا موجودہ مورچے سے زیادہ اہم کسی اور مورچے کی حفاظت کرنے کے لئے دوڑ لگانا، (تفسیر فی ظلال القرآن) لیکن یہ سب اسی مذکورہ پہلی قسم کا مصداق ہیں۔

"متحرفاً" کے معنی ہیں تکنیکی بنیادوں پر دشمن کو زچ کر کے اور دھوکہ دے کر پھر اس کو کاری ضرب لگانے کے لئے خود کو ایک طرف کر لینا۔

"متحیزاً" جب مجاہد کو تنہائی اور دشمن سے مقابلے کی ناتوانی کا احساس ہونے لگے تو اس وقت دوسرے مجاہد گروہ کے ساتھ جا ملنا اور اس کے پہلو بہ پہلو دشمن کی طرف آگے بڑھنا۔

پیام:

۱۔ میدان جنگ سے فرار گناہ کبیرہ ہے اور خدا نے اس پر اپنے قہر و غضب اور عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ ۶ (باء لغضب)

۲۔ تکنیکی بنیادوں پر پیچھے ہٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ﴿متحرفاً﴾

۳۔ جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینا جائز ہے ﴿متحرفاً﴾

۴۔ صرف محاذ جنگ پر چلے جانا ہی اہم نہیں ہے وہاں سے فرار نہ کرنا بھی اہم ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ میدان جنگ میں تو تشریف لے جاتے ہیں لیکن وہاں علم چھوڑ کر واپسی پر جہنم کا پروانہ اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔

۵۔ یقیناً فتح و نصرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن فوجی فنون اور تکنیک اور جنگی سیاست بھی ضروری ہوتی ہے، (متحرفاً لقتال اور متحیزاً)

۶۔ تبصرہ کرتے اور نتیجہ نکالتے وقت سب کو متہم نہ کرو اور نہ ہی جلدی میں فیصلہ دے دیا کرو، ہو سکتا ہے کہ کسی کے عمل کی تبدیلی کسی خاص نقشے اور تکنیک کے ماتحت ہو ﴿متحرفاً﴾

۷۔ جنگ کے میدان سے فرار دنیا میں ذلت کا اور آخرت میں عذاب کا موجب ہے ﴿بغضب -- جہنم﴾

- ۸۔ محاذ جنگ سے بھاگ جانے والوں کی پناہ گاہ سیدھی، جہنم ہے ﴿ملاواہ جہنم﴾
- ۹۔ میدان جنگ کے بھگوڑے اللہ کے ایسے غضب شدہ لوگ ہوتے ہیں جن سے ہم ہر نماز میں برائت طلب کرتے ہیں۔ یا بہ الفاظ دیگر ان سے تبرا کرتے ہیں (بغضب) سورہ فاتحہ میں ہے "﴿غیر المغضوب علیہم﴾"۔
- ۱۰۔ نامراد بھگوڑوں کا انجام بہت ہی برا ہوتا ہے ﴿بئس المصیر﴾

آیت ۱۷

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ زَمِيحٌ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

ترجمہ۔ تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا ہے۔ (اے پیغمبر!) جب تم تیر پھینک رہے تھے، تم نہیں پھینک رہے تھے بلکہ خدا نے پھینکا تھا (تاکہ کافروں کو مرعوب کرے) اور تاکہ مومنین کو اپنی طرف سے اچھے طریقے سے آزمائے۔ کیونکہ اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

پیام:

۱۔ تگ و دو اور سعی و کوشش تو انسان کی طرف سے ہوتی ہے لیکن اسے اثر خداوند متعال عطا فرماتا ہے ﴿قتلہم ولكن اللہ قتلہم﴾

۲۔ غرور و تکبر، کامیابی کی آفات ہیں جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے ﴿ولكن اللہ قتلہم﴾

۳۔ کام چونکہ انسان کے اپنے اختیار کے ساتھ اسی سے سرزد ہوتا ہے لہذا اسی کی طرف اسے نسبت دی جاتی ہے لیکن چونکہ کام اس کی طاقت اور اثر خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور وہی اس کا حوصلہ اور قوت عطا کرتا ہے اسی لئے خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ ﴿مارمیت...ولكن اللہ رمی﴾

۴۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کو ملنے والی فتح و نصرت خداوند عالم کے ارادہ اور امداد سے تھی اور وہ بھی صرف مادی طاقت اور فوجی فارمولوں کے ساتھ نہیں، ورنہ دو گھوڑوں پر مشتمل مختصر سا لشکر ایک منظم اور آراستہ فوج پر جو سو گھوڑوں پر مشتمل ہو کیونکر غالب آسکتا تھا؟

۵۔ جنگیں اللہ تعالیٰ کی آزمائش و امتحان کے وسائل میں سے ایک ہوتی ہیں، جن سے ایمانداروں اور بے ایمانوں کی لیاقت، آمادگی، استعداد اور پائیداری کا پتہ چل جاتا ہے۔ ﴿بَلَاءٌ حَسَنًا﴾

آیت ۱۸

﴿ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُؤَمِّنٌ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ۔ یہ (جنگ بدر میں تم پر خدا کی مہربانی تھی) اور اللہ تعالیٰ یقیناً کافروں کی چالوں کو ناکام کر دینے والا ہے۔

ایک نکتہ:

"ذالکم" کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کی کیفیت اور آسمان و زمین سے الہی امداد، پیغمبر اکرم کے نیزہ پھینکنے اور اس قسم کی دوسری مہربانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، گویا یوں کہا جا رہا ہے "﴿ذالکم لطف اللہ علیکم﴾"

پیام:

۱۔ اگر تم محاذ جنگ میں اپنے فریضہ پر عمل کرو گے اور الہی رہبر کی اطاعت کرو گے تو خداوند عالم بھی تمہارے خلاف دشمن کے ہر قسم کے نقشوں کو ناکام بنا دے گا۔ ﴿مُوْهِنٌ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ﴾
 (معلوم ہونا چاہئے کہ دشمن کے دل میں رعب پڑنا، ان کے رازوں کا فاش ہونا، ان کے درمیان تفرقہ کا پیدا ہو جانا، طوفان اور رعد و برق کا انہیں اپنی لپیٹ میں لے لینا دشمن کے نقشوں کی ناکامی ہی ہے)

آیت ۱۹

﴿اِنْ نَّسْتَفْنِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَاِنْ نَنْتَهُوا فَهُوَ حَيْرٌ لَّكُمْج وَاِنْ نَعُوْذُوْا نَعُدْج وَاِنْ نُنْعِيْ عَنْكُمْ فَتُشْكُم شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ۔ اگر تم (اے کفار) اسلام کی فتح و کامرانی کے انتظار میں تھے تو وہ فتح و کامرانی تمہارے پاس آچکی (اور اسلام کی حقانیت آشکار ہو چکی) ہے۔ اور اگر تم گمراہی اور باطل سے باز آ جاؤ تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر (اپنے کفر و

عناد کی طرف) پلٹ جاؤ تو ہم بھی (تمہارے بارے اپنے قہر و غضب کی حالت میں) پلٹ جائیں گے۔ اور تمہارا گروہ خواہ کتنا ہی کثیر تعداد میں ہو تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا۔ کیونکہ یقینی طور پر اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

ایک نکتہ:

یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت کا خطاب جنگ بدر میں شکست خوردہ کفار کے ساتھ بھی ہو اور ان مسلمانوں کے ساتھ بھی جو مال غنیمت کی تقسیم پر اختلاف رکھتے تھے۔ پہلے نظریے کی تائید سابقہ آیت سے ہوتی ہے جس کا اسی آیت کے ساتھ تعلق ہے۔ "﴿مُوْهِنٌ كَيْدَ الْكَافِرِيْنَ - اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا - --﴾"

اسی طرح مشرکین کے سردار ابو جہل کی وہ باتیں بھی اس کی موید ہیں جب اس نے جنگ کے لئے مکہ سے باہر آتے ہوئے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر کہا تھا: "خدا یا! ان دونوں گروہوں میں سے جو زیادہ ہدایت یافتہ ہے تو اس کو فتح و کامرانی عطا فرما!" اس لئے کہ اسے اپنی فتح پر یقین تھا لیکن شکست کھا گیا۔

اگر مسلمانوں سے خطاب ہو تو اس فتح کے بعد یہ ان کے لئے بہت بڑی تنبیہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضات سے باز رہیں۔ اور اگر انہوں نے دوبارہ ایسی گستاخی کی تو خداوند عالم کا فضل و کرم ان سے پلٹا لیا جائے گا۔ دشمن کے مقابلے میں ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی اور وہ شکست سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ (البتہ پہلا معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے)

پیام:

- ۱۔ اللہ کا قہر و غضب یا لطف و کرم ہمارے اپنے انتخاب اور کارناموں سے وابستہ ہے ﴿اِنْ نَفْتٰهُوْا - اِنْ تَعُوْدُوْا﴾
- ۲۔ خداوند عالم نے اتمام حجت کر دی ہے اور ہر قسم کے حیلے بہانوں کے رستے بند کر دیئے ہیں۔ ﴿فَقَدْ جَآءَ كُمْ الْفَتْحُ﴾
- ۳۔ تشویق و ترغیب اور تنبیہ و انتباہ کو ساتھ ساتھ ہونا چاہئے ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ - اِنْ تَعُوْدُوْا نَعْدُ﴾
- ۴۔ خلاف ورزیوں کا تدارک کرنا چاہئے اور بات دو ٹوک کرنی چاہئے ﴿اِنْ تَعُوْدُوْا نَعْدُ﴾
- ۵۔ خدا کے قہر و غضب کے آگے عددی برتری افرادی کثرت کا کوئی بس نہیں چل سکتا ﴿لَنْ تَغْنِيْ﴾
- ۶۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے ﴿مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

آیت ۲۰، ۲۱

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ صَلِي وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾

ترجمہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو اور اب جبکہ اس کی باتوں کو سنتے ہو تو اس سے روگردانی نہ کرو۔

اور ان لوگوں کی مانند نہ بنو جو کہتے ہیں کہ "ہم نے سن لیا" درحقیقت وہ نہیں سن رہے ہوتے۔

ایک نکتہ:

پورے قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم ہو وہاں اس کے رسول کی اطاعت کا حکم بھی مذکور ہے اور گیارہ مقامات پر "اتقوا اللہ" کے بعد "اطیعوا اللہ" کا جملہ مذکور ہے۔ اور اس آیت میں اگرچہ خدا اور رسول "دونوں کی اطاعت کا ذکر ہے لیکن صرف رسول پاک کے فرمان کی سرپیچی سے منع کیا گیا ہے نہ کہ خدا اور رسول کے فرمان کی سرپیچی سے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے (خدا کی نہیں) رسول کی اطاعت مشکل تھی اور وہ بھی خصوصی طور پر جنگ بدر میں اور فوجی مسائل کے بارے میں آنحضرت کے فرامین کی اتباع اور بھی مشکل تھی۔

پیام:

- ۱۔ نظام برحق کو بحال رکھنے کے لئے لوگوں کو ہمیشہ خدائی رہبری کی اطاعت کی تاکید کرتے رہنا چاہئے ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ﴾
- ۲۔ پیغمبر کی عدم اطاعت یا ان کی نافرمانی درحقیقت خدا کی نافرمانی ہے ﴿ولا تولوا عنہ﴾ ہے "عنہما" نہیں ہے۔
- ۳۔ سننا اور سمجھنا، ذمہ داری کا موجب بن جاتا ہے ﴿تسمعون﴾
- ۴۔ دور سابق میں خلاف ورزی کرنے والوں کے حالات سننا اور ان سے آگاہ ہونا عبرت کا موجب ہوتا ہے ﴿ولا تكونوا كالذين...﴾
- ۵۔ قائد اور رہبر کی اطاعت صدق دل سے کرو، صرف "ہم نے سن لیا ہے" کہہ کر جان نہ چھڑاؤ ﴿ولا تكونوا...﴾

آیت ۲۲

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین چلنے والے وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

دونکات:

"صم" جمع ہے "اصم" کی جس کے معنی ہیں بہرا اور "بکم" جمع ہے "ابکم" کی جس کے معنی ہیں گونگا۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی الہی تربیت کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی حق کے آگے اپنے دل و جان کو جھکاتے ہیں، قرآن کی تعبیرات میں انہیں کہیں تو:

الف: مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے: ﴿إِنَّا لَا نَسْمَعُ الْمُوتِي﴾ "آپ یقیناً مردوں کو نہیں سنواتے۔ (روم/۵۲)
ب: چوپایوں سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے: ﴿يَا كَلَّ كَمَا تَا كَلَّ الْاِنْعَامِ﴾ "اسیے کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں (محمد/۱۲)

ج: چوپایوں سے بھی بدتر کہا گیا ہے، جیسے: ﴿كَلَّا لَإِنْعَامٌ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ "چوپایوں جیسے بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں (اعراف/۱۷۹)

د: روئے زمین پر چلنے والوں میں سے بدتر بھی کہا گیا ہے جیسے: ﴿شَرَّ الدَّوَابِّ﴾ "بدترین چلنے والے (انفال/۲۲)

پیام:

۱۔ انسان کی قدر و قیمت اس وجہ سے ہے کہ وہ عقل سے کام لیتا ہے، اگر ایسا نہیں کرتا تو بہر چلنے والے سے بدتر ہے ﴿شَرَّ الدَّوَابِّ﴾

۲۔ کان اور زبان کا حامل ہونا اہم نہیں۔ اہم یہ ہے کہ ان اعضاء سے صحیح کام لیا جائے جس شخص کی زبان سے امر بالمعروف یا نہیں عن المنکر کا کلمہ نہیں نکلتا وہ گویا گونگا ہے۔

۳۔ دینی تعلیمات سے رخ موڑنے والے بے عقل ہیں ﴿لَا يَعْقِلُونَ﴾^۸

آیت ۲۳

﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَا سَمِعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾

ترجمہ۔ اور اگر اللہ کو ان میں کوئی اچھائی نظر آتی تو انہیں ضرور سننے والا بنا دیتا (حق بات ان کے دلوں تک پہنچاتا) اور اگر انہیں سنواتا تو بھی وہ سرکشی کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے۔

ایک نکتہ:

ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ کچھ تو وہ ہیں جو قرآن مجید کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں: ﴿لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ﴾ "اس قرآن کو نہ سناؤ۔

(فصلت / ۲۶)

۲۔ کچھ وہ ہیں جو سنتے اور سمجھتے تو ہیں لیکن اس میں تحریف کرتے ہیں۔

۳۔ اور کچھ وہ ہیں جو اپنے شدید تعصب، حسد اور سنگدلی کی وجہ سے اپنے اندر تشخیص دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔

پیام:

۱۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کے اسباب خود اپنے اندر تلاش کرنے چاہئیں۔ ﴿فِيهِمْ﴾

۲۔ صرف آیات قرآنی کا یاد کر لینا، نور نہیں، حق کو قبول کر لینے کا نام نور ہے ﴿وَلَوْ اسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا﴾

۳۔ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی ہدایت سے کوئی مضائقہ نہیں، ضدی لوگ اپنا منہ پھیر لیتے ہیں ﴿وَلَوْ عَلِمَ... لَا سَمِعَهُمْ﴾

۴۔ انسان آزاد ہے اور حق کی ہر آواز کے سننے سے روگردانی کر سکتا ہے ﴿لَوْ اسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا﴾

آیت ۲۴

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! تمہیں جب بھی اللہ اور اس کا رسول اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہاری زندگی کا سبب ہے تو فوراً اس کا جواب دو۔ اور جانے رہو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، اور یہ کہ تم کو اسی کی طرف محسوس ہونا ہے۔

چند نکات:

حیات (زندگی) کی مختلف قسمیں ہیں۔

۱۔ نباتاتی حیات: جیسے "﴿يَحْيى الارض بعد موتها﴾" اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ (روم/۱۹)

۲۔ حیوانی حیات: جیسے "﴿لحى الموتى﴾" اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ (روم/۵۰، فصلت/۳۹)

۳۔ فکری حیات: جیسے "﴿من كان ميتا فاحييناه﴾" مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کر دیا (انعام/۱۲۲)

۴۔ ابدی حیات: جیسے "﴿قدمت لحياتى﴾" کاش میں اپنی زندگی کے لئے پہلے سے کچھ بھیجتا (فجر/۱۴)

جو حیات (زندگی) انبیاء کی دعوت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ "حیوانی زندگی" نہیں ہے، کیونکہ وہ تو ان کی دعوت کے بغیر بھی حاصل ہے، بلکہ مراد فکری، عقلی اور معنوی زندگی ہے۔

خدا کا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہر جگہ پر حاضر ناظر ہے اور وہ ہر چیز کو اپنے قبضہ قدرت میں لئے ہوئے ہے۔ تمام توفیقات اسی کی طرف سے ہیں، وہ ہم سے ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ عقل اور روح کی کارکردگی بھی اسی کے دست قدرت میں ہے۔

پیام:

۱۔ پیغمبر اسلام کی دعوت کی قبولیت درحقیقت خدا کی دعوت کی پذیرائی ہے (دعا کم) فرمایا ہے، "﴿دعواکم﴾" نہیں۔

۲۔ انسان کی حقیقی حیات و زندگی تو ایمان اور عمل صالح ہی میں ہے اور انبیاء بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں ﴿لما

يحييكم﴾

۳۔ احکام اسلام معنوی حیات عطا کرتے ہیں، جس طرح کہ دوا یا عمل جراحی (آپریشن) زندگی دیتے ہیں۔
 ۴۔ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے رستوں پر چلنے سے حقیقی زندگی ملتی ہے اور ان سے ہٹ کر چلنے سے انسانیت کی موت ہے۔

۵۔ زندگی بہت قیمتی چیز ہے اور انبیاء کا راستہ انمول نعمت ہے۔

۶۔ شیعہ، سنی روایات کے مطابق "حیات طیبہ" کے مصداقوں میں سے ایک مصداق علی اور اولاد علی علیہم السلام کی ولایت کے بارے میں پیغمبر اسلام کی آواز کو سننا اور قبول کرنا ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر فرقان، منقول از مناقب ترمذی)
 ۷۔ جس شخص کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور وہ ہر چیز پر محیط ہے تو وہ انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے سے روگردانی نہیں کرتا۔ ﴿يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ - استجيبوا﴾

۸۔ جب تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے اور تمہارے پاس فرصت بھی ہے تو حق کو قبول کر لو (اس تفسیر کی بنا پر خدا کا بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہونا، موت سے کنایہ ہے)

۹۔ خدا کا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہونے کا ایک مصداق "محو اثبات" کا مسئلہ بھی ہے یعنی کفر کا محو کرنا اور ایمان کا اثبات کرنا، شک اور غفلت کا محو کرنا اور یاد اور یقین کا اثبات کرنا۔ (تفسیر فرقان، اسی آیت کے ذیل میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان)

۱۰۔ مومن کو اپنے ایمان پر مغرور اور کافر کو اپنے کفر سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ دلوں کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ "مقلب القلوب" (دلوں کو پھیرنے والا) ہے۔ ﴿يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾

۱۱۔ تم سب کو قیامت کے دن محسوس ہونا ہے، لہذا انبیاء الہی کو ان کی دعوت پر مثبت جواب دو۔ ﴿استجيبوا... اليه تحشرون﴾

آیت ۲۵

﴿وَأَنْتُمْ فِتْنَةٌ لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً جَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

ترجمہ۔ اور اس فتنے سے ڈرو جو صرف تم میں سے ظالم لوگوں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا، اور جانے رہو کہ خداوند سخت عذاب دینے والا ہے۔

چند نکات:

سابقہ آیت میں پیغمبر اسلام کی طرف سے "حیات طیبہ" کی دعوت قبول کرنے کا حکم تھا اور اس آیت میں فرماتا ہے: "اگر تم نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو ایسے فتنے میں گرفتار کر لئے جاؤ گے جس کی آگ سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔"

"فتنہ" کے کئی معنی ہیں مثلاً شرک، کفر، آزمائش، شکنجہ وغیرہ۔

سابقہ آیت میں پیغمبر اکرم کی اطاعت کا حکم تھا، اور اس آیت میں فتنے سے ڈرنے کا حکم ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فتنہ: پیغمبر اسلام کی اطاعت نہ کرنے کا نام ہے۔ اور آیت کا مفہوم وہی "﴿واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا﴾" ہے۔ (تفسیر المیزان)

فساد اور فحاشی ایک نظام کی چھت کو گرا دیتے ہیں جس کا نقصان سب کو پہنچتا ہے جیسے بنی امیہ کے حکام کا فساد ہے، کیونکہ جب لوگوں نے پیشوائے حق کی ولایت کا انکار کر دیا تو بنی امیہ کے فساد کی زنجیروں میں صدیوں تک ذلیل و خوار ہو کر جکڑے رہے۔ ۱۰

پیام:

۱۔ معاشرہ کے افراد اپنے کاموں کے علاوہ دوسروں کے کاموں پر بھی نظر رکھیں، کیونکہ خلاف ورزی کے مضر اثرات سب کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ جس طرح کہ کشتی کے پیندے میں سوراخ کمر دینے سے اس میں سوار تمام لوگ ڈوب سکتے ہیں۔ ﴿لاتصیین﴾

۲۔ نہ تو خود فتنہ برپا کرو، نہ دوسرے فتنہ پرور لوگوں کی ہاں میں ہاں ملاؤ اور نہ ہی ان کی فتنہ پردازیوں پر خاموشی اختیار کرو۔ ﴿واتقوا فتنۃ﴾

۳۔ فتنے سے بچنے کا مقصد اس سے ہوشیار رہنا ہے نہ کہ معاشرہ سے کٹ جانا ہے۔

۴۔ زمانے میں پیدا ہونے والے آشوب اور فتنوں میں ہوشیار رہنا چاہئے کہ کہیں تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔

آیت ۲۶

﴿وَ اذْكُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَحَطَّفَكُمْ النَّاسُ فَاَوْكُمْ وَاَيْدِيكُمْ بِنَصْرِهِ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

ترجمہ۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم (تعداد میں) کم تھے اور (مکہ کی) زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تمہیں ہر وقت یہ ڈر رہتا تھا کہ (دشمن) لوگ تمہیں جلدی اچک لیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں (مدینہ میں) پناہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمہاری تائید کی اور تمہیں ہر قسم کی پاکیزہ روزی عطا فرمائی، شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

پیام:

- ۱۔ ناتوانی اور کمزوری کے دنوں اور خدائی امداد کی یاد آوری، خدا کے شکر، اس کے ساتھ عشق و محبت اور اس پر توکل کا سبب ہوتا ہے ﴿لعلکم تشکرون﴾
- ۲۔ ناتوانی اور امداد الہی کے ایام کی یاد، فتنوں سے دور رہنے کا موجب ہوتی ہے ﴿واتقوا فتنۃ - واذکروا﴾
- ۳۔ راہ حق میں افرادی قلت، کمزوری و ناتوانی اور جلا وطنی سے نہیں گھبرانا چاہئے کیونکہ تمام باوقار انقلابی اسی راہ سے گزر چکے ہیں۔

آیت ۲۷

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ وَ تَخُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور (نہ ہی) اپنی امانتوں کے ساتھ خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو کہ اللہ، رسول اور امانتوں کے ساتھ خیانت نہیں کی جاتی۔

ایک نکتہ:

اس آیت کے شان نزول میں شیعہ اور سنی تفسیروں میں مذکور ہے کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق بنی قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ کیا گیا تو اس دوران انہوں نے صلح کی پیشکش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ کر شام چلے جائیں گے۔ لیکن آنحضرت نے ان کی اس پیشکش کو قبول نہ فرمایا بلکہ اس بارے میں مذاکرات کے لئے سعد بن معاذ کو مامور فرمایا۔

اس وقت "ابو لبابہ" نامی ایک مسلمان موجود تھا، اس کی یہودیوں کے ساتھ پرانی دوستی تھی، اس دوران اس نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ سعد بن معاذ کو قبول کرنے کی صورت میں سب تہ تیغ کر دیئے جاؤ گے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ابو لبابہ کے اس اشارے کی حضرت رسول خدا کو خبر دی۔ ابو لبابہ بہت شرمندہ ہوا کہ اس نے تو بہت بڑی خیانت کی ہے۔ اس نے اس کے پاداش کے طور پر اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا اور سات رات دن تک کچھ نہ کھایا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا ﴿ --- ﴾ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر صافی، تفسیر نمونہ اور دوسری تفاسیر)

اس کا ایک اور شان نزول بھی بتایا گیا ہے وہ یہ کہ جنگ بدر میں ایک مسلمان شخص نے ابو سفیان کو خط لکھا جس میں اس نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے منصوبوں سے اسے آگاہ کیا، جس کی وجہ سے ابو سفیان نے اہل مکہ سے مدد طلب کی اور ایک ہزار آدمی اس کی مدد کے لئے بدر کی جانب چل دیا۔ (تفسیر المیزان۔ تفسیر مجمع البیان)

پیام:

- ۱۔ بعض اوقات دشمن کے حق میں ایک اشارہ بھی خیانت میں شمار ہوتا ہے (ابو لبابہ کا واقعہ اور آیت کا شان نزول)
- ۲۔ خیانت فطری طور پر بھی بری اور قابل مذمت عادت ہے ﴿وانتم تعلمون﴾
- ۳۔ جان بوجھ کر خیانت کرنا تو اور بھی خطرناک بات ہے ﴿وانتم تعلمون﴾
- ۴۔ فوجی رازوں کا فاش کرنا بدترین خیانت ہے (آیت کے دوسرے شان نزول کے مطابق)
- البتہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ انفال، زکوٰۃ، خمس اور دوسرے لوگوں کے باقی اموال تمہارے ہاتھوں میں امانت ہیں۔ اسی طرح مذہب و مکتب، رہبر و قائد، قرآن مجید، اولاد، وطن کی آب و خاک سب خدائی امانتیں ہیں)
- ۵۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلیت اطہار علیہم السلام بھی اللہ کی طرف سے امانت ہیں۔ ۱۲

۶۔ اہل، لائق، افضل اور صالح افراد کے ہوتے ہوئے نااہل، نالائق، "مفضول" اور غیر صالح افراد کو آگے لانا اور انہیں معاشرتی اجتماعی، حکومتی اور سرکاری ذمہ داریاں سونپنا خدا، رسول اور مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی خیانت اور بددیانتی ہے۔

۷۔ ایک تو ہم خود بھی اپنے لئے امانت ہیں اور اس کے ساتھ یہ معاشرہ بھی ہمارے لئے امانت ہے۔ (ایک اور آیت میں ہے "تختانون انفسکم" اپنے آپ کے ساتھ خیانت کرتے ہو (بقرہ/۱۷۸)

۸۔ اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت دراصل تمہاری اپنے ساتھ خیانت ہے اور اس کا نقصان خود تمہیں پہنچے گا۔ ۱۳ (ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رہے کہ جب تک ہمیں اپنی توبہ کی قبولیت کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک اپنے آپ کو مطمئن نہ سمجھیں۔) ۱۳

آیت ۲۸

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا آمَاؤُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ۔ جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں اور خدا کے نزدیک یقیناً بہت بڑا اجر ہے۔

ایک نکتہ:

مال اور اولاد کے ساتھ انسان کی محبت، انسان کے لئے بہت سی لغزشوں کا سبب بن سکتی ہے، حرام کاروبار، دروغ گوئی، ذخیرہ اندوزی، کم فروشی، راہ خدا میں خرچ نہ کرنا، خمس و زکوٰۃ کی عدم ادائیگی، حرص و لالچ، تخریب کاری، جھوٹی قسمیں، حقوق الناس کا ضیاع غرض اس قسم کی کئی دوسری خرابیوں کی اصل جڑ مال کے ساتھ بے تحاشا محبت ہے، اسی طرح میدان جنگ سے فرار، افراد خاندان سے جدا نہ ہونا، اسی طرح کی دوسری خامیوں کا اصل سبب اولاد کے ساتھ محبت ہے۔

پس یہ سب امتحان کے اسباب و عوامل ہیں، جس طرح (سابقہ آیت کی رو سے) ابولہبہ ایک لغزش کا شکار ہو گیا تھا، تو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اپنے مال اور اولاد کو بچانے کے لئے دشمن کے ساتھ ہمکاری پر آمادہ ہو گیا تھا۔

پیام:

- ۱۔ مال اور اولاد کے ساتھ حد سے زیادہ محبت انسان کو خیانت پر آمادہ کر دیتی ہے ﴿لَا تَحُونُوا... وَاَعْلَمُوا---﴾ سابقہ آیت کے شان نزول کے پیش نظر ۱۵
- ۲۔ مال اور اولاد دو ایسے جال ہیں جو انسان کو فریب دینے کے لئے اس کی راہوں میں بچھے ہوئے ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک نے مختلف تعبیرات کے ساتھ ان سے خبردار رہنے کو کہا ہے (فتنہ) ۱۶
- ۳۔ خداوند عالم کے اجر عظیم کی طرف توجہ ہی سے انسان کے دل سے دنیا کی محبت اور خیانت جیسی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے ﴿اجر عظیم﴾

آیت ۲۹

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

ترجمہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اگر خدا سے ڈرتے رہو گے اور اس کا تقویٰ اختیار کئے رہو گے تو خداوند عالم تمہارے لئے فرقان (حق اور باطل کی شناخت کی قوت) قرار دے گا اور تمہارے گناہوں کو چھپا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تو بہت بڑے فضل اور بخشش والا ہے۔

چند نکات:

- حق اور باطل کی شناخت کے معیار مختلف ہیں۔ مثلاً:
الف: "انبیاء اور اولیاء اللہ۔" جب کہ حدیث پیغمبر ہے "﴿من فارق علیا فقد فارق اللہ﴾" جس نے علی کو چھوڑ دیا (گویا) اس نے خدا کو چھوڑ دیا۔ (ملحقات احق الحق جلد ۴ ص ۲۶)
- ب: "آسمانی کتاب" اس کی طرف رجوع کر کے حق کو باطل سے پہچانا جا سکتا ہے۔
- ج: "تقویٰ" کیونکہ بے تقوائی کے ساتھ چونکہ خواہشات کے اور حب و بغض کے طوفانوں میں حقائق کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

فرقان یا حق و باطل کی تشخیص، ایک خداداد حکمت اور بینش ہوتی ہے جس کا تعلق پڑھنے لکھنے اور معلومات کی فراوانی کے ساتھ نہیں ہوتا۔

"تکفیر سبی ﴿۱﴾ ات" یا گناہوں کی پردہ پوشی اور "مغفرت" کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس بارے میں حضرت فخر رازی فرماتے ہیں: "گناہوں کی پردہ پوشی دنیا میں ہوتی ہے اور مغفرت یعنی قہر خداوندی سے چھٹکارا آخرت میں ہوتا ہے" لیکن "تفسیر نمونہ" کے بقول: "تکفیر، گناہ کے اجتماعی، معاشرتی اور نفسیاتی آثار کے مٹانے کو کہا جاتا ہے جبکہ "مغفرت" جہنم سے نجات اور بخشش کا نام ہے"

پیام:

۱۔ تقویٰ، صحیح معرفت کا عامل (فرقان) ہے اور اسی سے انسان کی معاشرتی حیثیت اور آبرو قائم رہتی ہے۔ اور آخرت میں مغفرت نصیب ہوتی ہے ﴿یَغْفِر لَكُمْ﴾

۲۔ جو لوگ نفسانی خواہشات سے بچے رہتے ہیں وہ صحیح معنوں میں حق کو پہچان سکتے ہیں اور تقویٰ صحیح پہچان کا سبب ہوتا ہے۔ ۱۷

آیت ۳۰

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَمَكَرُوا وَمَكَرُوا وَكَرُوا وَكَرُوا وَكَرُوا وَكَرُوا وَكَرُوا﴾

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر!) اس وقت کو یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے بارے میں منصوبے بنا رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا بے گھر کر دیں، وہ تدبیریں سوچ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیریں بنا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیریں بنانے والا ہے۔

دونکات:

اس آیت میں "شب ہجرت" اور کفار کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے شیطانی منصوبوں کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ اس منصوبے کا علم ہو گیا اور آپ نے

حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر لٹایا اور خود راتوں رات غار شور کی طرف چل دیئے اور وہاں سے مدینہ کی جانب ہجرت فرما گئے۔

آیت کے مطابق آنحضرت کے متعلق تین طرح کے منصوبے کفار کے پیش نظر تھے اور یہ مشرکین کے "دارالندوہ" میں ان کے مشترکہ اجلاس میں پیش ہوئے۔ بالآخر دوسری تجویز پاس ہوئی اور طے پایا کہ ہر قبیلے میں سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور تمام افراد مل کر آپ پر حملہ کر کے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ تاکہ اس طرح سے پیغمبر اسلام کے لواحقین کسی سے آپ کے خون کا بدلہ نہ لے سکیں۔

پیام:

- ۱۔ جو خطرات اللہ نے تم سے دور کئے ہیں انہیں خاطر میں لاؤ تاکہ دل کو قوت اور قلب کو سکون حاصل ہو ﴿واذبحکر﴾
- ۲۔ انبیاء کی مشکلات صرف مشرکین کی دشمنی یا ہسٹ دھر می ہی نہیں ہوتی تھیں، ان کی طرف سے دھمکیاں اور شیطانی منصوبے بھی ہوا کرتے تھے۔ ﴿واذبحکربک ---﴾
- ۳۔ قید، قتل اور جلا وطنی تو جباران تاریخ کا قدیم سے شیوہ چلا آ رہا ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے صر بے ہی اختیار کیا کرتے تھے ﴿یتنبوک او یقتلوک ---﴾
- ۴۔ انسان کے تمام افکار، خدا کے سامنے ہوتے ہیں ﴿یمکرون ویمکر اللہ﴾
- ۵۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب اور اپنے دوستوں کا حامی ہوتا ہے اور مکڑی کے جالے سے اشرف المخلوقات کی حفاظت کرتا ہے، تاریخ کی عظیم ترین سازش کو ناکام بناتا ہے اور تاریخ کے دھارے موڑ دیتا ہے۔
- ۶۔ جہاں ضروری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو سازشوں سے آگاہ کر دیتا ہے۔ جس سازش کے بارے میں دشمن چاہتا ہے کسی کو اس کا علم نہ ہونے پائے اسے ساری دنیا صدیوں تک جانتی سمجھتی رہتی ہے۔
- ۷۔ جو حق کے طرفداروں کے خلاف سازشیں کرتا ہے درحقیقت وہ خدا کے مقابلے میں آن کھڑا ہوتا ہے۔ ﴿یمکرون ویمکر اللہ﴾

۸۔ ضروری نہیں ہے کہ سپر طاقتیں ہمیشہ اپنے مقاصد میں کامیاب رہیں ﴿ ---﴾

۹۔ دشمن کا منصوبہ جس قدر مضبوط ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسی قدر کمزور مخلوق کے ذریعے اسے ناکام بنا دے گا ﴿---﴾
 بلقیس کو ایک ہدید کے ذریعے دعوت پہنچتی ہے۔ فرزند آدم ایک کوئے سے سبق سیکھتا ہے ابرہہ کے اور اس کے ہاتھی
 سوار لشکری اباہیل کے ذریعے نابود ہوتے ہیں، نمرود کا ایک مجھڑ کے ذریعے ستیاناس ہوتا ہے، اور کفار مکہ کی سازشیں، ایک
 مکڑی کے ذریعے ناکام ہوتی ہیں۔

البتہ اس بارے میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ جب شب ہجرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنی جان خوشی خوشی پیغمبر
 اکرم پر فدا کرنے کے لئے تیار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:
 "﴿ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله والله روفٌ بالعباد﴾" (بقرہ/۲۰۷)

آیت ۳۱

﴿وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا فَأَلْوُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾

ترجمہ۔ اور جب ان پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا ہے، اگر ہم چاہیں تو ہم بھی
 اس قرآن کی طرح کہہ سکتے ہیں، یہ تو پہلے لوگوں کے افسانوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

چند نکات:

سابقہ آیت میں پیغمبر اکرم کو قتل کرنے کے بارے میں دشمن کے قتل کے منصوبے کی بات ہو رہی تھی اور اس
 آیت میں دشمن کی طرف سے ان کے مکتب اور قرآن کو سبک کرنے کی گفتگو ہو رہی ہے۔
 "اساطیر" جمع ہے "اسطورہ" کی جس کے معنی ہیں خرافاتی اور خیالی قصے کہانیاں،
 بعثت سے پہلے "نضر بن حارث" ایران آیا تھا اور یہاں سے اس نے رستم اور اسفندیار کے قصے یاد کر لئے تھے، جب
 حجاز واپس گیا تو لوگوں سے کہنے لگا: "میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرح قصے کہانیاں بیان کر سکتا ہوں" (تفسیر
 آلوسی، مجمع البیان، فی ظلال القرآن)

پیام:

۱۔ عوام فریبی، حقارت اور سبک سمجھنا دشمن کے حربوں میں شامل ہیں۔ ﴿لو نشأ لقلنا مثل هذا﴾
 ۲۔ دشمن ڈھول کا پول ہوتے ہیں وہ بلند بانگ دعوتے کرتے ہیں ﴿لقلنا مثل هذا﴾ لیکن عملی میدان میں قرآن جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں۔

۳۔ قدیم الایام سے مومنین کو "قداست پرستی" کی تہمتوں سے متہم کیا جاتا رہا ہے۔ ﴿اساطیر الاولین﴾

آیت ۳۲

﴿وَ إِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اَوْ اَنْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

ترجمہ۔ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب انہوں نے (مخالفین نے دعا کے ہاتھ اٹھا کر) کہا: خداوند! اگر یہ (اسلام اور قرآن) حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو پھر ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسایا دردناک عذاب ہم پر نازل کر،

چند نکات:

اس قسم کی نفرین یا تو ان کے شدید تعصب اور سخت ہٹ دھرمی کی بنا پر ہوتی ہے جو کہ اپنی راہوں کو حق اور اسلام کو باطل سمجھتے تھے۔ یا پھر عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہ اپنے لئے بددعا کریں تاکہ سادہ لوح عوام کو اس بات کا احساس دلانیں کہ اسلام (نعوذ باللہ) باطل ہے۔

جب میدان غدیر خم میں پیغمبر خدا نے اللہ کے حکم سے علی بن ابی طالب کو امامت کے لئے منصوب کر کے "من كنت مولاه كمن ذريرة" اس کا اعلان فرمایا تو نعمان بن حارث جو کہ ایک منافق شخص تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر گستاخانہ لہجے میں کہنے لگا: تو نے ہمیں توحید، نبوت، جہاد، حج، روزے۔ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے قبول کیا، اب اس جوان کو بھی ہمارے لئے امام مقرر کر دیا؟ اس پر آنحضرت نے فرمایا: "یہ خدا کے حکم سے تھا" اس نے غصے میں پاگل ہو کر اپنے لئے بددعا کی اور اسی آیت کے الفاظ سے اقتباس کیا۔ (الغدیر جلد اول ص ۲۳۹ تا ۲۶۶۔ منقول از ۳۰ علمائے اہلسنت)

پیام:

۱۔ دشمن اپنے آپ کو اہل حق منوانے کے لئے ہو سکتا ہے کہ اپنے اوپر لعنتیں بھی بھیجنا شروع کر دے۔

آیت ۳۳

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر!) جب تک تم ان لوگوں کے درمیان موجود ہو خدا انہیں عذاب نہیں دے گا اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے پھر بھی اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں ہے۔

دونکات:

عذاب کی نفی سے مراد پیغمبر گرامی اسلام کے وجود مبارک کی وجہ سے مسلمانوں سے اس طرح کے عمومی عذاب اٹھا لئے گئے جن سے سابقہ اقوام ان سے دوچار ہوا کرتی تھیں، ورنہ انفرادی طور پر بہت سے افراد خصوصی مواقع پر عذاب الہی میں گرفتار ہوتے ہیں۔

احادیث شریفہ میں ہے کہ خداوند عالم بعض پاک دل افراد اور علمائے ربانی کی وجہ سے بھی لوگوں کے سروں سے عذاب کو ٹال دیتا ہے۔

پیام:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود گرامی اہل زمین کے لئے امان ہے ﴿وانت فیہم﴾ ۱۸

۲۔ استغفار، بلاؤں کو روک دیتی ہے۔ ﴿وہم یستغفرون﴾ ۱۸ - A

آیت ۳۴

﴿وَمَا لَهُمْ آلَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا الْمُتَّفُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ۔ اور کیوں نہ خدا انہیں عذاب میں مبتلا کرے حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہیں جبکہ وہ اس جگہ کے سرپرست بھی نہیں ہیں، متقی اور پرہیزگار لوگوں کے علاوہ کسی اور کو وہاں کی تولیت اور سرپرستی کا حق حاصل نہیں ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

ایک نکتہ:

سابقہ آیت میں یہ بات ہو رہی تھی کہ لوگوں کے درمیان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک اور ان کی استغفار کی وجہ سے قوم عاد و ثمود پر نازل ہونے والے عذابوں جیسے آسمانی عذاب اٹھالنے گئے ہیں۔ اور اس آیت میں ان کو ملنے والے عذاب کی بات ہو رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اس عذاب سے مراد دنیوی عذاب اور زمین پر جنگ ہو۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایسے لوگ عذاب کے مستحق تو ہیں لیکن یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں کرتا۔ یا یہ کہ انہیں دنیا میں عذاب نہیں دیا جاتا لیکن آخرت کا عذاب ان سے کبھی نہیں ٹل سکے گا۔ (از تفسیر نمونہ)

پیام:

- ۱۔ جو لوگوں کو مسجد الحرام میں جانے سے روکتے ہیں انہیں عذاب الہی کا منتظر ہونا چاہئے۔ ﴿وَمَا لَهُمْ بِالْأَيْدِيهِمْ...﴾
- ۲۔ جس گھر کی تولیت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں میں رہی ہو اور جس کی بنیادیں تقویٰ پر رکھی گئی ہوں اس کی تولیت غیر متقی افراد کے ہاتھوں میں نہیں ہونی چاہئے۔ ﴿إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ الْإِلْمَتُونَ﴾

آیت ۳۵

﴿وَمَا كَانَ صَلَاةٌ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَ تَصَدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾

ترجمہ۔ بیت اللہ (خانہ کعبہ) کے پاس ان کی (دعا اور) نماز سیٹیوں اور تالیوں کے علاوہ کچھ اور نہیں تھی۔ پس تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کو چکھو۔

ایک نکتہ:

"مکاء" کے معنی ہیں سیٹی بجانا اور "تصدیہ" کے معنی ہیں تالی بجانا۔ مشرکین اس لئے سیٹیاں بجاتے تھے تاکہ خانہ کعبہ کے اندر رکھے ہوئے بتوں کو باور کرا سکیں کہ یاترا کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ تاریخی طور پر مذہبی مراسم، تحریف سے دوچار چلی آرہی ہیں ﴿صلوٰتہم... مکاء﴾
 - ۲۔ بعض اوقات مقدس ترین مرکز، خرافات کا بالاترین محور بن جاتا ہے۔
 - ۳۔ اس آیت میں عذاب کا مصداق، مشرکین کی جنگ بدر میں شکست ہے۔ ﴿فذوقوا العذاب﴾ ۲۰
- (یاد رہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں اجلاسوں اور میٹنگوں میں صلوات پڑھنے کی بجائے تالیاں بجانا اسی دور جاہلیت کی ایک تبدیل شدہ صورت ہے جبکہ لوگ دعا و نماز کی بجائے سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔)

آیت ۳۶

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُخْشَرُونَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ اپنے اموال کو اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ خدا کی راہ سے (لوگوں کو) روکیں، پس وہ آئندہ بھی اس قسم کے خرچ کرتے رہیں گے (پھر ان کا یہ خرچ شدہ مال) ان کے لئے حسرت کا سبب بن جائے گا اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور جو لوگ کافر ہو چکے ہیں وہ جہنم کی طرف جمع کر کے لائے جائیں گے۔

ایک نکتہ:

منقول ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کی جنگ بدر کے لئے سرمایہ کاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کے تحت انہوں نے ایک عظیم بجٹ جنگ کے لئے مخصوص کر دیا تھا، لیکن آیت کی عموماً ان ہر قسم کی سرمایہ کاریوں کو اپنے دامن

میں لئے ہوئے ہے جو دین اسلام سے مقابلہ اور نبرد آزمائی کے لئے مخصوص کی جاتی ہیں۔ (جیسا کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے شیطان بزرگ امریکہ نے ایران کے اسلامی انقلاب کو ختم کرنے کے لئے کئی ملین ڈالر کا بجٹ مخصوص کر لیا ہے۔ از مترجم)

پیام:

۱۔ کفار تو اپنے ناپاک مقاصد کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کریں لیکن مسلمان اپنے مقدس دین کے مقاصد کے لئے خرچ نہ کریں اور بخل سے کام لیں، کیا تعجب کی بات نہیں ہے؟

۲۔ جو مال و دولت، باطل کی راہ میں خرچ ہو گا وہ موجب حسرت بنے گا اور جو اس قدر خرچ کر کے مومنین کے مقابلے میں آئیں گے شکست سے دوچار ہوں گے۔

۳۔ وحی کے ذریعہ پیغمبر اکرم غیب کی خبر دے رہے ہیں کہ آئندہ بھی ایسے لوگ اسلام کے خلاف سرمایہ کاری کریں گے ﴿فسینفقونھا﴾

(از مترجم۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دور حاضر کی شیطانی سپر طاقت امریکہ "نیو ورلڈ آرڈر" کے تحت عالم اسلام کو زک پہنچانے کی غرض سے کئی ملین ڈالر خرچ کر رہی ہے، یہ اسی شیطانی منصوبے کا تسلسل ہے جس کی پیشین گوئی اس آیت میں کی گئی ہے)

۴۔ کفار کی کوششوں کی سزا صرف دنیوی شکست ہی نہیں، انہیں آخرت میں عذاب بھی ہو گا ﴿یغلبون... جہنم﴾

۵۔ کفر، سقوط و پستی اور جہنم میں جانے کا موجب ہوتا ہے۔

۶۔ مومن چونکہ خدا کی رضا کے لئے کام کرتا ہے اور اس کی خوشنودی کی خاطر سرمایہ خرچ کرتا ہے اگر اسے بظاہر کوئی نتیجہ نہ بھی ملے پھر بھی اس پر حسرت نہیں کرتا کیونکہ خداوند عالم اسے اس کا اجر ضرور عطا کرے گا۔

۷۔ "الذین کفروا" کے جملے کا تکرار شاید اس لئے ہے کہ سرمایہ کاری کرنے والے بعض کفار بعد میں مسلمان ہو جاتے ہیں جو اپنے خرچ شدہ مال پر حسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے کافر اپنے کفر پر باقی رہتے ہیں اور جہنم کا ایندھن بنتے ہیں اور جہنم ایسے کافروں کے لئے ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔

آیت ۳۷

﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾

ترجمہ۔ (یہ حسرت اور شکست) اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ (اس جہان اور اس جہان میں) ناپاک لوگوں کو پاک و پاکیزہ لوگوں سے جدا کر دے اور ناپاک اور پلید لوگوں کو آپس میں ملا دے، اور باہم یکجا کر کے انہیں جہنم میں بھیج دے، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

ایک نکتہ:

"یرکمہ" کا کلمہ "رکم" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کئی چیزوں کو ایک دوسرے کے اوپر تہ بہ تہ رکھنا۔

پیام:

- ۱۔ باہمی تضادات، حدگیری اور حق و باطل کی جنگ کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اس سے حوصلوں کا، مقاصد کا، اعمال کا پائیداری کا اور سازشوں کا پتہ چلتا ہے اور انسان کے جوہر کھلتے ہیں۔ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ﴾
- ۲۔ حق اور باطل کے طرفداروں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ابتدا ہی سے خدا کا کام چلا آ رہا ہے ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ﴾
- ۳۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام ناپاک لوگوں کو جمع کرے گا اور سب کو اکٹھا و اصل جہنم کرے گا ﴿فِي رَكْمِهِ جَمِيعًا﴾
- ۴۔ جگہ کی تنگی، دباؤ اور ایک دوسرے پر گمرے پڑنا، جہنمیوں کی خصوصیات میں شامل ہے، اگرچہ دوزخ بہت وسیع ہے جو بھرنے میں بھی نہیں آئے گی بلکہ مسلسل "ہل من مزید" کی رٹ لگاتی رہے گی۔ اور زیادہ سے زیادہ خوراک کی طالب ہوگی لیکن دوزخی ہمیشہ دباؤ اور جگہ کی کمی کی شکایت کریں گے۔ بالکل وسیع جیسے ایک بہت بڑی دیوار ہو جس میں بہت سی میخوں کی گنجائش ہو، لیکن ہر ایک میخ تنگی میں گھٹی ہوئی ہوتی ہے۔

آیت ۳۸

﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوا يُعَفِّرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَ اِنْ يَّعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِينَ﴾ -

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر (گمراہی اور ناشائستہ افعال سے) باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اگر (اپنی سابق کارستیوں کی طرف) پلٹ جائیں تو خدائی طریقہ کار جو گزشتہ لوگوں کے ساتھ چلا آ رہا ہے ان کے بارے میں بھی جاری ہوگا۔

پیام:

- ۱۔ مسلمان ہونا، سابقہ گناہوں اور خلاف ورزیوں کو مٹا دیتا ہے ﴿ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف﴾ ۲۱
- ۲۔ اسلام میں ہمیشہ توبہ اور اصلاح کی راہیں کھلی ہیں اور اسلام کبھی بندگلی میں محدود نہیں ہوتا۔ ﴿ان ینتھوا﴾
- ۳۔ فیصلہ کرتے وقت یہ دیکھا جائے کہ افراد کی موجودہ حالت کیا ہے؟ سابقہ حالت کو نہیں دیکھا جائے گا ﴿ان ینتھوا﴾۔
- ۴۔ تشویق کے ساتھ ساتھ دھمکی بھی ہوتی ہے ﴿ان ینتھوا، ان یعودوا﴾
- ۵۔ امید کا دروازہ کھلا رکھنے سے کسی کو یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ کسی قسم کی کمزوری کی وجہ سے مجرمین کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ ﴿ان ینتھوا ان یعودوا﴾
- ۶۔ لوگوں کو سوچنے کا موقع، توبہ اور نظر ثانی کی مہلت دینی چاہیے ﴿ان ینتھوا--﴾
- ۷۔ پہلے تشویق و ترغیب اور اتمام حجت پھر دھمکی، سختی اور دباؤ ﴿ان ینتھوا، ان یعودوا﴾
- ۸۔ کافر اور زندیق کی توبہ بھی قابل قبول ہے۔ ﴿قل للذین کفروا ان ینتھوا﴾
- ۹۔ اسلام جنگ کا خواہاں نہیں بلکہ اصلاح طلب دین ہے ﴿ان ینتھوا یغفرلھم﴾
- ۱۰۔ اللہ کے عادلانہ اور حکیمانہ قوانین ہر دور میں ہر ایک کے لئے یکساں اور ناقابل تبدیلی ہیں ﴿مضت سنت الاولین﴾
- ۱۱ سابقہ امتوں میں خدائی طریقہ کار یہ رہا ہے کہ خدا نے انبیاء کو ہی غلبہ عطا فرمایا ہے۔ ۲۲

آیت ۳۹

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

ترجمہ۔ اور ان (دشمنوں) کے ساتھ اتنی جنگ کرو کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہ جائے، اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے، پس اگر ان لوگوں نے (اپنے کفر سے) دست کشی اختیار کر لی تو خداوند بھی ان کے کارناموں کو جانتا ہے۔

دونکات:

اسلام میں جنگ کشور کشائی کے لیے نہیں بلکہ دین اسلام کی وسعت و ہمہ گیری اور فتنوں سے مقابلے کے لیے ہے۔ "فتنہ" کے وسیع معنی ہیں اور دباؤ پر بنی ہر طرح کے اعمال کو بھی شامل ہے۔ اور قرآن مجید میں "شُرک" کے معنی میں بھی آیا ہے۔ اور یہ شاید اس لیے ہے کہ مشرکین کی طرف سے انسانی افکار، معاشرے اور حق طلب افراد پر مختلف قسم کی حد بندیاں اور طرح طرح کے دباؤ ڈالے جاتے ہیں۔ یا پھر اس لئے کہ شرک چونکہ ابدی عذاب کا موجب ہوتا ہے اسی لئے مومنین اور پاک فطرت لوگوں پر اس کا مسلط کرنا بھی ایک فتنہ ہے۔ (از تفسیر نمونہ)

پیام:

- ۱۔ اسلام میں جنگ کا مقصد حق کی دعوت کے لئے فتنے اور کفار کے تسلط کا خاتمہ اور صاف ستھری فضا قائم کرے۔
- ۲۔ تاریخی طور پر جب تک کفار فتنہ پردازی میں مشغول رہیں گے، فتنے کے قلع قمع کرنے کا حکم بھی موجود رہے گا۔ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾
- ۳۔ یہ آیت دین میں آزادی اور "لا اکفرہ فی الدین" کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ طاغوت اور فتنے کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا جائے تاکہ آزادی کے ساتھ اسلام کی اختیار کرنے کی فضا سازگار ہو۔
- ۴۔ جب بھی دشمن جنگ سے ہاتھ اٹھالے اس کے اسی وقت کو مطابق مناسب سلوک کیا جائے۔

آیت ۴۰

﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلِمْنَا إِنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾

ترجمہ۔ اور اگر (پھر بھی) وہ روگردانی اور سرپیچی کریں تو معلوم کمر لو کہ خدا تمہارا مولا اور سرپرست ہے کس قدر بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔

پیام:

- ۱۔ اگر دشمن، فتنہ پردازی سے باز نہ آئے تو تم مومنوں کو ہرگز گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمہارا مددگار اللہ ہے۔
- ۲۔ فوجی مسائل پر عملدرآور کراتے اور سیاسی منصوبہ کرتے وقت تمام اطراف پر نگاہ ہونی چاہیے ﴿فان تولوا﴾ اور درفان انتہوا
- ۳۔ تم اپنے فرائض ادا کرتے جاؤ اگر دوسرے اس پر عمل نہیں کرتے یا روگردانی کرتے ہیں تو نہ گھبراؤ خدا تمہارا یار و یاور ہے۔
- ۴۔ خدا کی ولدیت، سرپرستی اور مدد و نصرت سے کبھی غفلت نہ برتو۔ ﴿فاعلموا﴾
- ۵۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے لطف و کرم کی یاد مومنین کے دلوں کو مشکل وقت اور ہر سازش کے موقع پر تفویض عطا کرتی اور سکون بخشتی ہے۔
- ۶۔ خداوند عالم بہترین مولا ہے کیونکہ نہ تو ہمیں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہے اور نہ ہی فراموش کرتا ہے۔ نہ ہمیں اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے چاہتا ہے اور نہ ہی کسی کا حق ضائع کرتا ہے۔ ﴿نعم المولیٰ﴾ (۱۰)
- ۷۔ ہر یار و یاور سے خدا کی مدد و نصرت بالاتر ہے ﴿نعم النصیر﴾

آیت ۴۱

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبَىٰ وَ الْيَتَامَىٰ وَ الْمَسْكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ أَمْنْتُمْ بِاللَّهِ وَ مَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّفْصِي الْجُمُعَةِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ۔ اور جان لو کہ جو بھی غنیمت حاصل کرو تو یقیناً اس کا خمس (پانچواں حصہ) خدا، رسول خدا اس کے قریبداروں (اہلبیت) یتیموں، بے نواؤں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم خدا اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر حق اور باطل کی جدائی کے دن نازل کی، جس (جنگ بدر کے) دن دو گروہ ایماندار اور بے ایمان آپس میں گھٹم گتھا ہو گئے۔ اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

چند نکات:

– شیعہ نقطہ نظر اور روایات کی رو سے اس آیت میں "غنیمت" جنگی غنائم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ہر طرح کی آمدنی کو شامل ہے خواہ وہ معدنیات ہوں، غوطہ زنی ہو، تجارت ہو یا کوئی اور ذریعہ آمدنی۔ اور جنگ بدر کے موقع پر آیت کا نزول اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس سے مراد صرف جنگی غنیمتیں ہیں۔

– اس سورت کی سب سے پہلی آیت میں "انفال کو خدا اور رسول کا مال بتایا گیا ہے اور اس آیت میں مال غنیمت کے صرف پانچویں حصے کو اللہ اور رسول اللہ کا مال بتایا گیا ہے۔

– اگر غنیمت سے مراد "جنگی غنیمت" ہی لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خمس کا ایک موقع اور محل اسی آیت میں ہے اور دیگر موارد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

– "ذوی القربی" سے مراد بہت سی شیعہ روایات اور بعض اہلسنت روایات کے مطابق پیغمبر اسلام کے تمام رشتہ دار نہیں ہیں بلکہ صرف ائمہ اہلبیت ہی ہیں جن کے پاس امت اسلامیہ کی قیادت اور رہبری ہے۔ اور خمس اسلامی حکومت اور اس کے رہبر سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ پیغمبر کے سارے رشتہ داروں سے۔

– خمس کا ایک اور مصرف سادات بنی ہاشم میں سے غریب و مسکین اور مسافر افراد ہیں۔ کیونکہ غریب سادات پر غیر سیدوں کی زکوٰۃ حرام ہے لہذا خمس کے ذریعہ ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

– روایات جو کہ۔۔۔ ذوی القربی" سے مراد معصوم امام سمجھتی ہیں ان کے علاوہ ان کا اللہ اور رسول کے ساتھ ہی ساتھ ذکر ہونا اور خاص طور پر صرف "لام" کے ساتھ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ذوی القربی سے مراد ائمہ اطہار ہیں جو خدا اور اسکے رسول کے ساتھ ساتھ مذکور ہیں۔

پیام:

۱۔ اب جب کہ تم جنگ بدر میں خدا کی مدد اور نصرت سے کامیاب ہو گئے ہو لہذا غنیمت کے مال سے خمس کی ادائیگی کے لئے ٹال مٹول سے کام نہ لو۔ ﴿ان کنتم آمنتم۔۔۔ قدیر﴾

۲۔ مال غنیمت کا خمس رسالت اور مقام حکومت کے لئے ہے۔

۳۔ حکومت اور سربراہ حکومت راہبر اور قائد کو تبلیغ اور رسالت کے لئے اموال کی ضرورت ہوتی ہے ﴿لله وللرسول﴾

۴۔ خمس واجب ہے خواہ آمدنی اور غنیمت کم ہی کیوں نہ ہوں، ﴿من شییء﴾

۵۔ ایمان، ایثار کا موجب ہوتا ہے۔ ﴿اللہ خمسہ -- ان کنتم آمنتم﴾

۶۔ مالی قربانی اس حد تک مشکل ہوتی ہے کہ بعض موقعوں پر مجاہدین کیلئے بھی دشوار ہو جاتی ہے ﴿ان کنتم -﴾

۷۔ غریب طبقہ اور حکومت، لوگوں کے ۲۰ فیصد اموال کے مالک ہیں۔ ﴿اللہ خمسہ و --﴾

۸۔ خداوند عالم کو مال کی ضرورت نہیں، آیت میں خدا کے سہم (حصہ) کا ذکر خدا اور رسول کی حاکمیت اور ولایت کے

لئے ہے۔

۹۔ خدا کا حصہ کلمہ حق کی بلندی، خانہ کعبہ، دینی تبلیغات اور قانون الہی کی حاکمیت اور سر بلندی کے لئے خرچ کیا

جاتا ہے۔

۱۰۔ فقر و فاقہ اور محرومیت کو دور کرنا اسلام کے پروگراموں میں شامل ہے لہذا جہاد اور غنیمت کے ثمرات سے فقراء

اور مساکین کو بہرہ ور کیا جانا چاہیے۔

۱۱۔ ایمان کامل کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے تمام قوانین کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے، صرف عبادات اور جنگ

ہی میں سر کو نہ جھکایا جائے۔ ﴿ان کنتم ----﴾

۱۲۔ جنگ کا دن، سچوں کا جھوٹوں سے جدا ہونے کا دن ہوتا ہے ﴿یوم الفرقان﴾

۱۳۔ جنگ بدر میں خدائی امدادوں نے حقانیت اسلام کو روشن کر دیا۔

۱۴۔ جس طرح "غرامت" ہر قسم کے نقصان کو کہا جاتا ہے صرف جنگی نقصان ہی کو نہیں کہا جاتا۔ ۲۳ اسی طرح

"غنیمت" بھی ہر گونہ منافع اور فائدوں کو کہا جاتا ہے صرف جنگی مال کو نہیں۔

۱۵۔ خدا کا سہم (حصہ) رسول خدا کے پاس ہوتا ہے اور رسول خدا کا سہم (حصہ) امام علیہ السلام کے اختیار میں ہوتا

ہے۔ (روایات کی رو سے۔ تفسیر صافی)

آیت میں مذکور سہم میں فیصلہ کرنا امام کا کام ہوتا ہے (حضرت امام رضا علیہ السلام کا تفسیر صافی)

۔ معاشرہ کے غریب اور محروم لوگوں کی شان بلند کرنے کے لئے ان کا نام اللہ اور رسول اللہ کے ناموں کے ساتھ

ہی مذکور ہوا ہے

آیت ۴۲

﴿إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ طَوْقًا تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَدِ وَلَكِنَّ

لِيُقْضَىٰ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنَّمْ بَيِّنَةً وَ يُحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنَّمْ بَيِّنَةً ط وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۴۲﴾

ترجمہ - (وہ وقت یاد کرو) جب تم نچلی جانب تھے اور وہ (دشمن) اوپر کی طرف (اور تم پر برقرمی رکھتے) تھے اور (ابو سفیان) کا لشکر تم سے بہت نیچے تھا۔ اگر تم جنگ کے لئے پہلے کوئی وعدہ کر لیتے تو یقیناً اس میں اختلاف کرتے (کیونکہ ایک دشمن تو تمہارے اوپر تھا اور ایک نشیب میں اور تم دو مخالف صفوں کے درمیان ہوتے اور ہر گز ایسی جنگ میں شرکت نہ کرتے) لیکن خدا ہونے والے امر کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا تاکہ جو ہلاک ہو تو وہ بھی دلیل اور آگاہی کے ساتھ ہلاک ہو اور جو حقیقی زندگی چاہتا ہے تو وہ بھی دلیل اور حجت کے ساتھ زندہ رہے اور خدا یقیناً سننے اور جاننے والا ہے۔

دونکات:

- "عدوہ" کا لفظ "عدو" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا۔ ہر چیز کے حاشیہ اور اطراف کو جو درمیانی حد سے بڑھ چکی ہو اسے بھی "عدوہ" کہتے ہیں۔ اور اس آیت میں "عدوہ" سے مراد اطراف و جوانب ہے۔ "دنیا" کا لفظ "دنو" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں نیچے اور نزدیک تر۔ جبکہ "قصوی" اور اقصیٰ کے معنی ہیں "دور تر"۔

- جنگ بدر میں کفار کو صرف اسلحے، افرادی قوت اور آمدگی کے لحاظ ہی سے برقرمی حاصل نہیں تھی، بلکہ لشکر کے پڑاؤ کے اعتبار سے بھی علاقائی فوقیت رکھتے تھے۔ اور اس طرح جگہ کا انتخاب کیا ہوا تھا کہ بوقت ضرورت بحیرہ احمر کی طرف بھاگ کر جا سکتے تھے۔ لیکن خداوند عالم نے کفار اور ان کے اموال ان کے قبضہ میں دینے کے لئے، مسلمانوں کو کفار کے مقابل لاکھڑا کیا۔ اور جنگ کے سوا چارہ کار نہ رہا۔ اور خدا کے لطف و کرم نے انہیں سرفراز اور کامیاب و کامران کر دیا۔

سورت کی ابتدا سے ایک مرتبہ پھر جنگ بدر پر ایک نگاہ

امداد الہی کی بہتر پہچان

- ۱۔ اے مسلمانو! تم جنگ کے لئے نہیں مال ہتھیانے کی فکر میں تھے "﴿تودون ان غیرذات الشوكة تكون لكم﴾" (آیت ۷)
- ۲۔ جب جنگ شروع ہوئی تو تم پریشان ہو گئے۔ "﴿فریقامن المومنین لكارهون﴾" (آیت ۵)
- ۳۔ موت سے ڈر رہے تھے۔ "﴿كانما يساقون الى الموت﴾" (آیت ۶)
- ۴۔ پریشان ہو کر نصرت طلبی کر رہے تھے "﴿تستغيثون ربكم﴾" (آیت ۹)
- ۵۔ حملے کی رات شیطان نے تم پر اپنی پلیدی (جنابت) مسلط کر دی "﴿رجز الشيطان﴾" (آیت ۱۱)
- ۶۔ فرمانروائے لشکر کی مکمل اطاعت نہیں کی "﴿قالوا سمعنا و هم لا يسمعون﴾" (آیت ۲۱)
- ۷۔ تعداد میں کم تھے اور دشمن کا شکار ہونے سے پریشان تھے۔ "﴿انتم قليل تخافون يتخطفكم﴾" (آیت ۲۶)
- ۸۔ تم میں سے بعض لوگوں نے تو ابتداء ہی سے خیانت کا ارتکاب کیا تھا "﴿ابولبابه كما ماجرا﴾" (آیت ۲۷)
- ۹۔ تمہارا قائد اور رہبر دشمن کی سازشوں اور دھمکیوں سے دوچار ہو چکا تھا "﴿بمكر بك﴾" (آیت ۳۰)
- ۱۰۔ تم پیاسے تھے اور پھر ساتھ ہی جنب بھی ہو گئے، تمہارے پاؤں کے نیچے کی ریت بھی فرم تھی۔ ہم نے بارش برسانی۔

پیام: (آیت ۴۲)

- ۱۔ اگر جنگ کا مسئلہ تمہارے اختیار میں ہوتا تو ان مشکلات کی وجہ سے کسی بات پر اتفاق نہ کر پاتے ﴿لاختلفتم﴾
- ۲۔ جب خدا چاہتا ہے تو کمزوری کے تمام اسباب برطرف کر دیتا ہے۔ ﴿ليقضى الله﴾
- ۳۔ ایسی ہر طرح کی امداد آجانے کے باوجود بھی جو ایمان نہیں لایا وہ بطور آگاہ ہلاک ہو گیا اور جو ایمان لے آیا وہ سوچ سمجھ کر اور آگاہ ہو کر ایمان لے آیا ﴿ليهلك --- عن بينته﴾
- ۴۔ جلدی میں فیصلہ نہ کر دیا کرو، ابتدا میں تو جنگ تمہیں پسند نہیں تھی لیکن بعد میں اس کی بہتری سے باخبر ہوئے۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ تمام منصوبے ناکام بنا دیتا ہے اور کیفیت کو تبدیل کر دیتا ہے، اور یہیں سے خدا کو پہچانا جا سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر کے دن کو۔۔۔ گزشتہ آیت میں۔۔۔ "فرقان کا دن" کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس دن اس قدر غیبی امدادیں نازل ہوئیں کہ سب لوگوں پر حق واضح ہو گیا، لیکن اس کے باوجود جس نے بے توجہی سے کام لیا اور اس پر ایمان نہیں لایا تو یہ اس کی ہٹ دھرمی، عناد اور ضد کا نتیجہ تھا۔ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنِ بَيْنْتِهِ﴾۔

آیت ۴۳

﴿إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَايِكَ قَلِيلًا طَوْقًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

ترجمہ۔ اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دشمن کی تعداد کم کر کے دکھائی، اور اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تمہیں زیادہ دکھلاتا تو تم سست ہو جاتے اور جنگ کے معاملہ میں لڑائی جھگڑا کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے (تمہیں اس سے) محفوظ رکھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سینے کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے

چند نکات:

۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنے لطف و کرم اور امداد و نصرت کے سلسلے میں مسلمانوں کی نگاہوں میں کفار کی تعداد کم کر کے دکھانے کی بات کر رہا ہے۔ کہ ایک نہیں کئی مرحلوں پر ایسا ہوا ہے۔ ایک تو خود پیغمبر اکرم نے خواب میں ان کی تعداد کو بہت ہی کم دیکھا، اور یہ خواب مسلمانوں کو بتایا جس سے ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی نگاہوں میں مسلمانوں کی تعداد کو کم کر کے دکھایا۔ تاکہ اس طرح سے وہ مکہ سے تازہ دم لشکر نہ منگوائیں۔ (یہ بعد کی آیت میں ہے)

۔ حضرت رسول خدا کی عمہ محترمہ جناب عاتکہ نے جنگ بدر سے تین دن پہلے مکہ میں خواب دیکھا کہ: کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ اے مکہ والو! اپنی مقتل کی طرف جانے میں جلدی کرو، اتنے میں ایک پتھر کے ٹکڑے کو ہلایا جس سے اس کے کئی ٹکڑے ہو گئے اور ایک ایک ٹکڑا کر کے ایک گھر میں جا گرا جس سے پورے شہر سے خون جاری ہو گیا۔

چنانچہ یہ خواب ہر ایک کی زبان پر جاری ہو گیا جس سے کفار کے دل پر وحشت طاری ہو گئی، اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ (تفسیر نمونہ)

۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی کا پرتو ہوا کرتا ہے، لیکن پیغمبر اسلام نے خواب میں کفار کی بھاری تعداد کو بہت کم تعداد میں ملاحظہ فرمایا تو یہ ان کفار کی باطنی کیفیت تھی جو ان کی ناتوانی اور کمزوری پر دلالت کر رہی تھی جو تعداد کی صورت میں مجسم ہو کر دکھائی دی، ارشاد رب العزت ہے "﴿تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شِيءٌ﴾" (حشر ۱۴)

پیام:

- ۱۔ خواب اللہ تعالیٰ سے امداد حاصل کرنے، حوصلہ پانے اور اس کی ذات کے ساتھ ربط پیدا کرنے کا ایک راستہ ہے ﴿فِي مَنَامِكَ﴾ ۲۵
- ۲۔ خواب کی محیر العقول دنیا کی زبان اور نشانی ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ دشمن کی کمزوری اور شکست، افرادی تعداد کی کمی کی صورت میں نظر آئی اگرچہ ان کی تعداد بہت ہی زیادہ تھی۔
- ۳۔ اطلاعات، اعداد و شمار وغیرہ یا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے یا ان کے حوصلے پست ہو جائیں ایسی چیزوں کو ظاہر کرنا، خصوصاً محاذ جنگ میں ایسی چیزوں کا فاش کرنا ممنوع ہے ﴿وَلَوْ رَاكُمْ كَثِيرًا لَفَشْتُمْ﴾
- ۴۔ خداوند عالم سخت ترین بحرانی لمحات میں بھی مومنین کی حفاظت فرماتا ہے۔ ۲۶

آیت ۴۴

﴿وَ إِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اِذْ التَّفَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُفَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط وَّ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

ترجمہ۔ اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب تم دشمن سے دوبدو ہوئے، اس وقت خدا نے دشمن کو تمہاری نگاہ میں کم کر کے دکھایا (تاکہ تم پوری جرأت کے ساتھ ان پر حملہ کرو) اور تمہیں بھی ان کی نظروں میں کم کر کے دکھایا (تاکہ کفار مکہ سے کمک کی درخواست نہ کریں) یہ اس لئے تھا تاکہ جو کام ہونا تھا اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دے۔ اور تمام امور خدا کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے (اور اس کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا)

ایک نکتہ:

جب کفار کی نگاہ مسلمانوں پر پڑی تو انہیں اس قدر کم نظر آئے کہ کہنے لگے "ان کے ساتھ لڑنے کے لئے تو ہم اپنے نوکر غلام ہی بھیجیں گے جو ان کا مقابلہ کریں گے، ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفسیر صافی) لیکن جو نہی جنگ شروع ہوئی تو دوران جنگ ہی انہیں مسلمانوں کی تعداد دو گنی نظر آئی اس پر وہ سخت مرعوب ہو گئے (تفسیر صافی، نمونہ اور المیزان) ﴿يُرَوِّهُمْ مِثْلِهِمْ رَأَى الْعَيْنَ﴾ " (آل عمران / ۱۳)

پیام:

- ۱۔ اللہ کی مدد جنگ سے پہلے بھی مسلمانوں کے شامل حال ہوئی "فی منامک" اور جنگ کے دوران بھی ﴿اِذَا لَقِيتُمْ﴾
- ۲۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی امداد کے لئے ولایت تکوینی اور نگاہوں میں تصرف سے کام لیتا ہے ﴿فِي اعْيُنِكُمْ قَلِيلًا﴾
- ۳۔ ظاہری حواس سے بہرہ برداری بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔
- ۴۔ اگر کسی کام میں ارادہ خداوندی کار فرما ہو تو تمام رکاوٹیں برطرف ہو جاتی ہیں، ﴿لِيَقْضِيَ اللَّهُ ---﴾
- یہ کلمہ ایک مرتبہ تو ۴۲ ویں آیت اور ایک مرتبہ یہاں پر ذکر ہوا ہے۔
- ۵۔ کامیابی اور فتح کا دار و مدار افرادی قوت اور عددی برتری پر نہیں ہے، مجاہدین کے ایمان و حوصلے اور ارادہ الہی پر منحصر ہے۔

آیت ۴۵

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! جب بھی میدان جنگ میں (دشمن سے) دوبدو ہونے لگو تو ثابت قدم رہو اور خدا کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ایک نکتہ:

ذکر خدا سے مراد صرف، زبان اور لبوں کے ساتھ ذکر نہیں ہے، بلکہ اس کے لطف و کرم، احسان و مہربانی اور غیبی ادا دوں اور وعدوں، عزت و عظمت اور اس کے احکام و فراین کی یاد بھی مراد ہے۔

پیام:

- ۱۔ میدان جنگ میں ثبات قدمی، پائیداری اور خدا کی یاد ہی جنگ میں کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔
- ۲۔ میدان جنگ میں ہمیں حکم ہے کہ ثابت قدم رہیں، لیکن اس بات کی درخواست بھی خدا ہی سے کرنی چاہئے۔ ۲۷ ﴿فَاثْبُتُوا﴾
- ۳۔ ثابت قدمی، ایمان کا جزو لازم ہے ﴿اٰمِنُوْا، فَاثْبُتُوْا﴾
- ۴۔ مسلمانوں کے محاذ جنگ کی فضا کو یاد الہی سے معمور ہونا چاہئے، اور مشکلات جس قدر زیادہ ہوں گی نیاز اور یاد خدا اسی قدر زیادہ ہوگی۔
- ۵۔ جنگ کے بحر ان اور محاذ جنگ کے حوادث میں اگر خدا کی یاد نہ ہو تو اہداف و مقاصد میں انحراف اور اعمال و افعال میں گمراہی کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
- ۶۔ محاذ جنگ میں زن و فرزند اور مال و دولت کی یادوں کی بجائے خدا کی یاد کو جاگزین ہونا چاہئے ۲۸ ﴿وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ﴾
- ۷۔ محاذ جنگ ان مقامات میں سے ہے جہاں انسان کو فلاح اور کامیابی کی سند ملتی ہے ﴿تَفْلِحُوْنَ﴾

آیت ۴۶

﴿وَ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذٰهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

ترجمہ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور فزع مت کرو کیونکہ اس سے سست ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہیبت اور قوت جاتی رہے گی اور صبر کرو کہ اللہ تعالیٰ یقینی طور پر صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

دو نکات:

سابقہ آیت میں فتح اور کامیابی کے دو اہم عوامل "پائیداری" اور "خدا کی یاد" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس آیت میں دو عوامل "اطاعت" اور "وحدت" کی بات ہو رہی ہے۔

"﴿رِيحٌ﴾" (ہوا) قدرت اور شان و شوکت سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ ہوا، کشتی کو متحرک رکھتی ہے اور اس کے پرچم کو لہرائے رکھتی ہے جو کہ تمہاری کامیابی و کامرانی اور عزت و عظمت کی علامت ہے، اگر تمہارے اختلاف و انتشار اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے یہ ہوا خالی ہو جائے تو تم ذلیل و خوار اور حقیر ہو جاؤ۔

پیام:

- ۱۔ قانون اور رہبر وحدت کا محور و مرکز ہیں۔
- ۲۔ مسلمانوں کا جہاد مسلمانوں کے رہبر کی قیادت میں اور خدا و رسول (اور رسول کے برحق جانشینوں) کے حکم کے مطابق ہونا چاہئے۔
- ۳۔ محاذ جنگ میں اطاعت اور وحدت کے سلسلے میں ثابت قدم اور پائیدار رہو، اگر کوئی چیز تمہاری مرضی کے خلاف ہو یا تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام ہو تو صبر سے کام لو۔
- ۴۔ عقائد کا اختلاف، تمہارے اعمال و کردار کو کمزور کر دے گا ﴿تَفْشَلُوا﴾
- ۵۔ باہمی نزاع تمہیں اندر سے کھوکھلا اور باہر سے بے عزت و بے آبرو کر دے گا۔ ﴿تَفْشَلُوا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾

آیت ۴۷

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَ يُصْذَوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کے مانند نہ بنو جو لوگ سرمستی، خودنمائی، غرور اور ریاکی بنا پر اپنے گھروں سے (محاذ جنگ کی طرف) نکلے ہیں اور خدا کا راستہ لوگوں کے لئے بند کر دیتے ہیں حالانکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں خداوند عالم اسے جانتا ہے۔

دو نکات:

جب ابو سفیان کا تجارتی قافلہ مسلمانوں سے بچ کر صحیح سالم مکہ پہنچ گیا تو ابو سفیان نے ابو جہل کو پیغام بھیجا کہ "ہم خیر و عافیت کے ساتھ مکہ پہنچ گئے ہیں، تم لوگ جو کہ ہماری امداد کے لئے گئے ہوئے تھے واپس آ جاؤ!" ابو جہل نے نہایت مغرورانہ انداز میں کہا: "جب تک ہم مسلمانوں کو سرکوب نہیں کر لیں گے اور اس خوشی میں جام شراب نہیں پی لیں گے اور اپنی قدرت انہیں نہیں دکھادیں گے واپس نہیں پلٹیں گے" لیکن اللہ کے فضل و کرم سے شکست سے دوچار ہوئے اور خیر سے ﴿---﴾ گھر کو آئے۔

اس آیت میں اور اس سے پہلے کی دو آیات میں محاذ جنگ میں کامیابی کے عوامل کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ "ثبات قدم، یاد خدا، رہبر کی اطاعت، اختلافات سے دوری، صبر کی پابندی، غرور، ریا اور دنیا طلبی سے پرہیز" ﴿بطرا و رثاء الناس﴾ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ یہ سورت زیادہ تر جنگ بدر کے بارے میں ہے اور اس میں فوجی اصول، عسکری تجربے، جنگی غنائم اور فتح و شکست کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ غرور اور ریاکاری، قدرت و طاقت، محاذ جنگ اور لشکر کشی کی آفتیں ہیں ﴿بطرا﴾
- ۲۔ محاذ جنگ پر روانہ ہوتے وقت اپنی نیت کو خالص کر لیا کرو۔ ﴿رثاء الناس﴾ ۲۹
- ۳۔ اسلامی محاذ جنگ کو زیب و زینت اور دکھاوے اور آرائش کی آلودگی سے پاک ہونا چاہئے۔ (تفسیر المیزان)
- ۴۔ اسلامی اور غیر اسلامی جنگوں کا اصولی فرق ان کے اہداف اور مقاصد میں ہوتا ہے، کیونکہ مسلمانوں کا ہدف عالم سے فتنہ کمی بیچ کنی ہے (انفال/۳۸) جبکہ دوسروں کا مقصد استعمار، سامراج اور تسلط و اظہار قدرت ہوتا ہے۔ ﴿بطرا و رثاء الناس﴾

آیت ۴۸

﴿وَ إِذْ يَبْتَغِيكَ اللَّهُ يَأْتِيكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌّ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَآءِ تِ الْفِئْتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ وَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

ترجمہ۔ اور اس زمانے کو یاد کرو جب شیطان نے ان (مشرکین) کے کارناموں کو ان کی نظروں میں مزین کر کے دکھایا، اور کہا: آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی شخص تم پر غالب آنے والا نہیں۔ اور میں بھی تمہارے لئے پناہ ہوں۔ لیکن جو نہی دونوں لشکر آپس میں گتھم گتھا ہوئے (اور سپاہ اسلام کی امداد کے لئے فرشتے آپہنچے) تو شیطان پیچھے ہٹ کر کہنے لگا: میں تم سے بیزار ہوں میں ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، میں خدا سے ڈرتا ہوں اور خدا بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔

دو نکات:

اس آیت میں بیان ہونے والی شیطان کی اپنے دوستوں سے گفتگو، ہو سکتا ہے کہ وہی شیطانی وسوسے ہوں جو ان کے دلوں میں پیدا ہوئے یا چونکہ شیطان انسانی قالب میں ڈھل کر اپنے ناپاک مقاصد کو پورا کرتا رہتا ہے لہذا اس موقع پر بھی اس نے انسانی شکل میں ان کے دلوں میں وسوسے ڈالے ہوں۔ (اور روایات بھی اس بارے میں موجود ہیں)

روایات کے مطابق جنگ بدر میں شیطان، قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص "سراقہ بن مالک" کی صورت میں مشرکین کے پاس آیا، اور اپنی شکست کے بعد جب کفار و مشرکین مکہ واپس آئے تو اسے کہنے لگے "تو ہماری شکست کا سبب بنا" جبکہ اس نے قسمیں کھائیں کہ "وہ تو مکہ سے باہر گیا ہی نہیں تھا" بعد میں معلوم ہوا کہ شیطان، سراقہ کی شکل میں ان کے پاس آیا انہیں فتح و نصرت کے وعدے دینے، پھر بھاگ گیا۔

پیام:

- ۱۔ شیطانی فریب کاری کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ برائیوں کو اچھائی کی صورت میں پیش کرتا ہے۔
- ۲۔ شیطان، انسانی شکل و صورت میں ظاہر ہوتا ہے (روایات کی رو سے)
- ۳۔ شیطان اور شیطان صفت لوگ، دوسرے لوگوں کو فساد برپا کرنے کے لئے مختلف توجیہات کے ذریعے انہیں برائیوں پر اکساتے ہیں۔

۴۔ شیطان بے وفا ہے ﴿جارلکم - بریٰ منکم﴾

۵۔ شیاطین فتنے کی آگ تو بھڑکاتے ہیں لیکن خود وارد معرکہ نہیں ہوتے ﴿انی بریٰ﴾

- ۶۔ خدائی راہوں سے ہٹ کر مراسم اور روابط ہمیشہ ناپائیدار اور ابن الوقتی ہوا کرتے ہیں ﴿انی جار لکم انی بری﴾
- ۷۔ ایمان، فرشتوں کی حمایت کو اور کفر، شیطان کی حمایت کو اپنی طرف مبذول کرتا ہے۔ ﴿جار لکم﴾
- ۸۔ غیر اللہ پر توکل، انسان کو مشکلات میں پھنسا دیتا ہے۔ ﴿انی بری، انی جار لکم﴾
- ۹۔ شیطان، فرشتوں کی قدرت سے آگاہ ہے ﴿انی اری مالاترون﴾

آیت ۴۹

﴿إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُمْ أَلاَّ دِينُهُمْط وَ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اس وقت کو یاد کرو جب منافق اور دلوں کے بیمار لوگ کہتے تھے: "ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے" حالانکہ جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے تو خدا بھی یقیناً ناقابل شکست اور صاحب حکمت ہے۔

دونکات:

نصرت الہی پر عقیدہ نہ رکھنے والے منافقین کو تو یہ تصور تک نہیں تھا کہ مسلمان اپنے تھوڑے سے ہتھیاروں سے فتح حاصل کر لیں گے، اسی لئے وہ کہتے تھے "دین نے ان لوگوں کو دھوکہ دیا ہے"

ہو سکتا ہے "منافقین" سے مراد، مدینہ کے کچھ مسلمان نما افراد ہوں اور "فی قلوبہم مرض" سے مراد، مکہ کے ضعیف الایمان افراد ہوں (تفسیر فخر رازی) اور ممکن ہے منافقین سے مراد مدینہ کے وہ لوگ ہوں جو بظاہر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے یا وہ لوگ مراد ہوں جو مکہ میں مسلمان تو ہوئے تھے لیکن پیغمبر کی حمایت اور مسلمانوں کے ساتھ ہجرت سے دست کش ہو گئے تھے۔

پیام:

۱۔ منافق لوگ مسلمانوں کو فریب خوردہ سمجھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ آیا ممکن ہے کہ خالی "اللہ اکبر" کے نعرے کے ساتھ ہر قسم کے جدید اسلحہ کا مقابلہ کیا جائے؟ آیا فقط نعرہ تکبیر سے غیر اسلامی طاقتوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ دین نے انہیں دھوکہ دیا ہے) ﴿غرہو لآء دینہم﴾

۲۔ خدا پر توکل اور ہے اور غرور کی بات اور ہے۔

۳۔ اس قدرت اور طاقت پر بھروسہ کیا جانا چاہئے جسے کوئی شکست نہیں دے سکتا اور اس کی حمایت بھی حکمت پر

بنی ہے۔ ﴿عزیز حکیم﴾

۴۔ جن کے حوصلے پست ہوتے ہیں وہ منافقین کے ہم نوا ہو جاتے ہیں ﴿المنافقون والذین فی قلوبہم مرض﴾

۵۔ ایک ہی عمل کے متعلق مختلف نظریئے قائم کئے جاسکتے ہیں کوئی اسے "توکل" سمجھتا ہے اور کوئی "غرور" اور کوئی

فریب۔

آیت ۵۰، ۵۱

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِئْتَوَىٰ فِي الدِّينِ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةَ يَضْرِبُونَ وُجُوهُهُمْ وَ أَدْبَارَهُمْج وَ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ذَلِكَٰ بِمَا قَدَّمْت
أَيْدِيكُمْ وَ أَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیِّ ۝۵۱﴾

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر!) اس وقت دیکھو جب فرشتے، کافروں کی جانوں کو لے رہے ہوتے ہیں کہ ان کے چہروں پر اور پشت پر ضربیں لگا رہے ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) جلانے والے عذاب کو چکھو۔ یہ تمہارے اس کئے کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ انجام دے چکے ہیں، ورنہ خدا تو اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

ایک نکتہ:

قرآن مجید میں کئی بار کفار کی سخت جانکنی کا تذکرہ آیا ہے جن میں سے سورہ محمد/۲۷، اور سورہ انعام ۹۳ میں بھی یہی چیز مذکور ہے۔

پیام:

۱۔ کافروں پر قہر الہی کا آغاز، ان کی جانکنی کے لمحہ ہی سے ہو جاتا ہے۔ ﴿بضربون...﴾

۲۔ برزخ میں بھی عذاب ہے، ﴿ذوقوا عذاب الحریق﴾

۳۔ خدا کی سزائیں، عدل کی بنیاد پر ہوتی ہیں ﴿بما قدمت...﴾

آیت ۵۲

﴿كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) تمہارے زمانے کے کافروں کی عادت بھی) فرعون والوں اور ان سے پہلے کے کفار جیسی عادت ہے کہ جنہوں نے (عناد اور دشمنی کی بنا پر) آیات خداوندی کا کفر کیا، تو اللہ نے بھی انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں اپنی گرفت میں لے لیا، یقیناً اللہ تعالیٰ طاقتور اور سخت عذاب دینے والا ہے۔

پیام:

- ۱۔ بعض اوقات کفر اور ہٹ دھرمی بعض لوگوں کی عادت اور خصلت ہو جاتی ہے۔ ﴿كَذَابِ﴾
- ۲۔ تمام اقوام خدا کے نزدیک یکساں ہیں اگر گمراہی اور کفر کی راہیں اختیار کریں گی تو سزا پائیں گی ﴿وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾
- ۳۔ اللہ تعالیٰ کا تو قدیم سے یہی طریقہ چلا آ رہا ہے کہ کفار کو ضرور سزا دے (جنگ بدر میں مشرکین کو سزا کوئی نئی بات نہیں تھی)
- ۴۔ گناہ قہر خداوندی کا سبب ہے۔ ﴿بِذُنُوبِهِمْ﴾
- ۵۔ خدا قطعاً عاجز نہیں ہے۔ بلکہ تمام اقوام (خواہ فرعون و فرعونوں جیسی طاقتور ہوں یا مشرکین جیسی کمزور ہوں) قہر الہی کے آگے عاجز ہیں۔ ﴿قَوِيٌّ، شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾
- ۶۔ جب خدا کا عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو گناہ اور کفر ان کی عادت اور خصلت بن جاتے ہیں (کذاب)

آیت ۵۳

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُعَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَ أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ لا

ترجمہ۔ یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ جب خداوند عالم کسی قوم کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اسے تبدیل نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ خود اپنے آپ کو تبدیل کر دیں، یقیناً خدا سننے اور جاننے والا ہے۔

ایک نکتہ:

احادیث میں ہے کہ بعض عوامل مثلاً ظلم اور گناہ ایسے ہیں جو نعمتوں کے تبدیل ہو جانے کا موجب بنتے ہیں، اسی طرح اقوام و ملل کا گناہوں سے توبہ تا تب ہو جانا اور گمراہی کو چھوڑ کر راہ حق کو اپنا لینا اللہ کی نعمتوں کے نزول کا موجب بن جاتا ہے۔ (تفسیر فرقان) گناہ اور ظلم انسان کو خدائی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے سے دور کر دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ظلم سے بڑھ کر اور کوئی چیز خدائی نعمتوں کے تبدیل ہونے کا موجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ خداوند عالم مظلوم کی آہ و فریاد کو جلد شرف پذیرائی بخشتا ہے (تفسیر فرقان)

پیام:

- ۱۔ نعمتوں کا زوال خود ہماری اپنی طرف سے ہوتا ہے۔
- ۲۔ معاشرے کی تقدیر خود افراد کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔
- (بقول علامہ اقبال نئی سطر افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر۔ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ۔ از مترجم)
- ۳۔ خدا کی طرف سے نعمتوں کی عطا اور گرفت اس کے حکیمانہ قانون کے تحت ہوتی ہے۔
- ۴۔ اسلام میں شخصی سزاؤں کے علاوہ اجتماعی اور معاشرتی سزائیں بھی ہیں اور معاشروں کی تبدیلی کے لئے بھی قوانین موجود ہیں۔
- ۵۔ انسان ہی تاریخ کو بناتا ہے نہ کہ اقتصاد، تاریخی جبر اور ماحول!
- ۶۔ انسان بھی آزاد ہے اور اپنی راہیں تبدیل کرنے میں آزاد ہے اور معاشرہ بھی انقلابی بن کر اپنے اندر تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔
- ۷۔ اقوام و ملل کی سعادت و شقاوت ان کی اندرونی تبدیلیوں کی مرہون ہوتی ہیں۔ قدرت اور ثروت سعادت یا بد بختی پیدا نہیں کر سکتیں۔
- ۸۔ سیاسی، اقتصادی اور فوجی تبصروں میں محور و مرکز افراد کی روحانی کیفیت ہوتی ہے نہ کہ اتفاق اور چانس، خرافات، حکمران نظام (سسٹم) اور تاریخی جبر وغیرہ۔

۹۔ افراد کے اندر کی تبدیلی معاشرے کے اندر تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ اور معاشرے کی یہی اندرونی تبدیلی نعمتوں میں تبدیلی اور انقلاب کی راہیں ہموار کرتی ہے۔

۱۰۔ تم سب خدا کی نگرانی میں ہو اور خدا تمہیں دیکھ رہا ہے ﴿سمیع علیم﴾

آیت ۵۴

﴿كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ طَكَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ﴾

ترجمہ۔ (تمہارے زمانے کے کافر لوگوں کی اندرونی کیفیت) فرعون والوں اور ان سے پہلے کے لوگوں کی جیسی ہے۔ انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کو جھٹلایا۔ پس ہم نے بھی انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور یہ سب لوگ ظالم تھے۔

ایک نکتہ:

اس سے دو آیات پہلے بھی "کذاب آل فرعون ﴿۵۴﴾" کا جملہ گزر چکا ہے، چونکہ ہر ایک جملے کی نوعیت علیحدہ تھی لہذا اس جگہ پر اسے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس جگہ پر ظالم کو سزا دینے کی بات ہو رہی تھی اور یہاں لوگوں کی حالات کی تبدیلی کی بنا پر نعمتوں کی تبدیلی کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی آیت میں آخرت کا عذاب مراد ہو اور اس آیت میں دنیوی عذاب مقصود ہو۔

پیام:

۱۔ گزشتہ لوگوں کے حالات سے درس حاصل کرو۔

۲۔ ظلم اور گناہ قہر خداوندی کا موجب ہوتے ہیں خواہ اپنے نفس پر ظلم ہو یا لوگوں پر یا انبیاء اور دین پر ﴿اھلکنا ھم

بذوبھم﴾

۳۔ آیات خداوندی کا جھٹلانا، ظلم ہے، ﴿کذبوا... کانوا ظالمین﴾

آیت ۵۵

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً اللہ کے نزدیک چلنے والوں میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو کافر ہو گئے ہیں، پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

چند نکات:

اسی سورت کی ۲۲ ویں آیت میں "شرالدوآب" (چلنے والوں میں سے بدترین) ان لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو سوچ و بچار اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ اور اس آیت میں ان لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر کا سرچشمہ، صحیح معنوں میں عقل سے کام نہ لینا ہے۔

قرآن مجید انسان کی تصویر کشی عقل اور ایمان میں کرتا ہے یعنی اگر کوئی شخص عقل سے کام نہیں لیتا یا کفر کا ارتکاب کرتا ہے وہ مدار انسانیت سے خارج ہے۔ پس حقیقی انسان عاقل اور مومن ہی ہے۔

ممکن ہے کہ کافر، لوگوں کے نزدیک کسی عزت و احترام کا حامل ہو لیکن خدا کے نزدیک وہ بدترین جانور ہے۔

تفسیروں میں اس آیت کا مصداق یہودیوں کو بتایا گیا ہے: لیکن اس کے مفہوم کے کلی ہونے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

پیام:

- ۱۔ عقل سے کام نہ لینا، کفر کی جڑ ہے۔ (اسی آیت اور اسی سورت کی ۲۲ ویں آیت کے پیش نظر)
- ۲۔ جو لوگ انبیاء کی آواز کو سنتے ہیں لیکن اس کی طرف توجہ نہیں دیتے وہ روئے زمین پر چلنے والوں میں سے بدترین مخلوق ہیں۔
- ۳۔ بعض اوقات، بعض لوگوں کے لئے کفر ملکہ بن جاتا ہے اور ان کے مستقبل کو تاریک کر دیتا ہے (کفر۔ لایو منون

آیت ۵۶

﴿الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَ هُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَ هُمْ لَا يَتَّقُونَ﴾

ترجمہ۔ یہ وہی لوگ تو ہیں کہ جن سے تم نے عہد و پیمان لیا ہے لیکن پھر وہ ہر مرتبہ اسے توڑ دیتے ہیں اور (اپنے عہد و پیمان کے حفظ کرنے میں) تقویٰ سے کام نہیں لیتے۔

ایک نکتہ:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہودیوں کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ مشرکین کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے اور مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ لیکن بد عہد یہودیوں نے اپنے اس معاہدے پر عمل درآمد نہ کر کے اپنی روایتی عہد شکنی کا ثبوت دیا اور جنگ خندق میں مشرکین کی کمک کرتے ہوئے انہیں اسلحہ بھی فروخت کیا۔

پیام:

- ۱۔ عہد شکنی، انسانیت سے سازگار نہیں ہے۔ ﴿شر الدوآب... ینقضون عہدہم﴾
- ۲۔ عہد شکنی کافروں کا وطیرہ ہے۔ "کفر و" گزشتہ آیت میں ﴿ینقضون﴾ اسی آیت میں۔
- ۳۔ وفا شعاری اور جوانمردی تقویٰ کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ ﴿ینقضون، لایتقون﴾
- ۴۔ عہد شکنی کرنے والا، جھوٹا بھی ہے اور خیانت کار بددیانت بھی۔ ۳۰
- ۵۔ زیادہ خطرہ ان لوگوں سے ہوتا ہے، پیمان شکنی اور بد عہدی جن کا شیوہ اور خصلت بن چکی ہوتی ہے اور انہیں اس بات کی کوئی پروا تک بھی نہیں ہوتی۔ ﴿ینقضون۔ فی کل مرة، لایتقون﴾

آیت ۵۷

﴿فَمَا تَتَّقَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) جب تم ان کے ساتھ جنگ کرو تو (دشمن کو سزا دے کر) ان کے بعد والوں کو وحشت میں ڈال کر انہیں منتشر کر دو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں (اور سازشوں سے باز آجائیں)۔

دونکات:

"﴿تَنْقَفْنَهُمْ﴾" کا جملہ "شق" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں خوب غور و خوض اور بڑی تیزی کے ساتھ کسی چیز کا درک کرنا، یعنی کفار کے ساتھ جنگ کے موقع پر مکمل ہوشیاری کے ساتھ ان کا سامنا کرو تا کہ غفلت کا شکار نہ ہو جاؤ۔
"تشرید" کے معنی ہیں بدامنی اور بے چینی پیدا کر کے منتشر کر دینا، یعنی دشمن پر اس طرح حملہ کرو اور ایسے جنگی منصوبے کے ساتھ ان سے لڑو کہ ان کے پس پردہ حامی اور مددگار نیز محاذ کے پیچھے چھپے ہوئے ان کے ساتھی اس حد تک گھبرا جائیں اور وحشتناک ہو جائیں کہ تم پر حملے کا سوچ بھی نہ سکیں۔

پیام

- ۱۔ جو عہد شکن، قوم اور معاشرے کے امن و امان کو درہم برہم کرتے ہیں ان کی سزایہ ہے کہ وہ خود وحشت ناک اور غیر مطمئن ہو جائیں۔
- ۲۔ عہد شکنوں پر تمہارا حملہ اچانک، بڑی تیزی کے ساتھ، پورے حساب و کتاب کے تحت اور تباہ کن ہونا چاہئے ﴿تَنْقَفْنَهُمْ - شَرْدَبْهُمْ﴾
- ۳۔ دشمن کو غافل کر کے مار دینا، ان میں انتشار پیدا کرنا، ان کے لشکر میں خوف اور وحشت ایجاد کرنا فوجی اصولوں میں شامل ہے۔
- ۴۔ عہد شکنوں سے بڑی سختی کے ساتھ پیش آؤ۔ ﴿شَرْدَبْهُمْ﴾
- ۵۔ اگرچہ اسلام رحمت و مہربانی کا دین ہے لیکن خیانت، عہد شکنی، گڑبڑ پھیلانے اور امن و امان کا مسئلہ پیدا کرنے کو برداشت نہیں کرتا۔
- ۶۔ مسلمانوں میں بیست اور شان و شوکت ہونی چاہئے۔ ﴿فَشَرْدَبْهُمْ مِنْ خَلْفَهُمْ﴾
- ۷۔ کفار کے حوصلے اس قدر پست کر دو کہ دوبارہ کبھی تم پر حملہ کرنے کا سوچ بھی نہ سکیں، ﴿فَشَرْدَبْهُمْ﴾
- ۸۔ اسلام جہاں تبلیغ اور مواعظ کا دین ہے وہاں قدرت و طاقت اور پیش قدمی اور حملے سے بھی بے خبر نہیں ہے۔ ﴿فَشَرْدَبْهُمْ﴾

آیت ۵۸، ۵۹

﴿وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَأَمْ نَبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاطِئٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ع وَلَا يُحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبْقُوطًا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ﴾

ترجمہ۔ اور اگر (کچھ علامتوں کی وجہ سے) ان لوگوں سے اس بات کا خوف محسوس کرو کہ وہ عہد و پیمان میں خیانت کریں گے تو تم پیمان کو یکدم ختم کر کے انہیں بتادو کہ ان کے ساتھ انہی کے جیسا عمل کیا جائے گا، یقیناً خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور کفار یہ خیال نہ کریں کہ وہ (مسلمانوں سے) سبقت لے گئے ہیں، یقیناً وہ (تمہیں) عاجز نہیں کر سکیں گے۔

چند نکات:

"فانبد" کا لفظ "نبذ" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں پھینکنا، اور یہاں پر دشمن کی طرف پیمان کے پھینکنے سے مراد یہ ہے کہ اسے ختم کر دینے کا اعلان کر دیا جائے تاکہ دشمن بھی غفلت میں نہ رہے اور تمہیں بھی یہ نہ کہا جائے کہ "انہوں نے جو انمردی کا ثبوت نہیں دیا"

"علی سوا" کے معنی یا تو "مقابلہ بہ مثل" کے ہیں یعنی جس طرح وہ دشمن سازشوں اور معاہدہ کے توڑنے کی فکر میں ہیں تم بھی انہی کی طرح معاہدہ کو ختم کر دو، یا پھر معاہدے کے خاتمے کا واضح اعلان مراد ہے۔ (تفسیر نمونہ) یا دشمن کے ساتھ عادلانہ سلوک مراد ہے (تفسیر المیزان)

یہ آیت اس موقع کے لئے ہے جہاں دشمن کی طرف سے اس بات کے قرائن پائے جائیں کہ وہ حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، تو ایسے موقع پر معاہدہ کو ختم کرنے کے لئے پہل کی جا سکتی ہے۔

پیام:

۱۔ معاہدے کی پابندی اس وقت تک ہے جب تک کسی قسم کی سازش کا خطرہ نہ ہو، ورنہ اسے ختم کر دینے کا اعلان کر

دیا جائے۔

۲۔ اگر تمہیں دشمن کی طرف سے خطرہ بھی درپیش ہو پھر بھی بددیانتی کا مظاہرہ نہ کرو، معاہدے کے خاتمے کا کھلم کھلا اعلان کر دو۔ ﴿فَانبِذَالِيَهُمْ﴾

۳۔ دشمن کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا سلوک کرو۔ ﴿علیٰ سواہ﴾ بنا بر تفسیر المیزان "﴿علیٰ سواہ﴾" کے معنی ہیں "بالعدل"

۴۔ معاہدے کا ختم کر دینا، "مقابلہ بہ مثل" کے طور پر ایک عادلانہ طریقہ کار ہے۔ ﴿علیٰ سواہ﴾

۵۔ خیانت خواہ کسی طرف سے ہو حرام اور قابل مذمت ہے، خواہ کفار کی طرف سے ہو یا مسلمین کی طرف سے ﴿لایحب الخائنین﴾

۶۔ غیر اعلانیہ جنگ خیانت ہے۔ (از تفسیر المیزان)

۷۔ اسلام، انسانی حقوق، اقرارناموں اور معاہدوں کا پابند ہے۔

۸۔ خدائی طریقہ کار سے سبقت حاصل نہیں کی جا سکتی ﴿سبقوا﴾

۹۔ کفار، خیانت کر کے کسی مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ ﴿لایعجزون﴾

۱۰۔ ایسا زیرکانہ طریقہ کار اپناؤ کہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ تم سے آگے بڑھ گئے ہیں۔

آیت ۶۰

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَأَخْرِبِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمُج
اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ طَوْماً تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوفَّ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ﴾

ترجمہ۔ اور ان (دشمنوں کے ساتھ مقابلے) کے لئے جتنا کر سکتے ہو طاقت اور گھوڑے تیار رکھو، تاکہ خدا کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ ان دشمنوں کو ڈراؤ جنہیں تم نہیں جانتے لیکن خدا جانتا ہے۔ اور خدا کی راہ میں جس قدر بھی خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں ملے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ایک نکتہ:

یہ آیت مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے میں ہر طرح سے خبردار کر رہی ہے اور ساتھ ہی انہیں ہر دور میں ہر قسم کے اسلحہ، وسائل، امکانات، تبلیغی طریقہ کار حتیٰ کہ نعرے اور ترانے وغیرہ تیار رکھنے کے متعلق آمادہ رہنے کا حکم دے رہی ہے۔ کہ "اے مسلمانو! تم ہر وقت اس حد تک تیار رہو کہ کفار تمہاری جنگی صلاحیتوں سے گھبرا جائیں اور تم پر حملہ کرنے کا سوچ بھی نہ سکیں"

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ یمن میں جدید اسلحہ تیار کیا جا رہا ہے تو آپ نے کسی شخص کو بھیجا کہ وہاں سے وہ خرید کر لے آئے۔ اور آپ ہی سے روایت ہے کہ فرمایا: "ایک تیر کے ذریعہ تین آدمی بہشت میں جائیں گے، بنانے والا، تیار کرنے والا اور چلانے والا" (تفسیر فرقان، منقول از تفسیر درنثور) اسلام میں تیر اندازی اور گھڑسواری کے مقابلوں کی تاکید کی گئی ہے اور ان مقابلوں میں لگائی جانے والی بازی کو جائز قرار دیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں میں جنگی آمادگی ہمیشہ برقرار رہے۔

"﴿لھم﴾" کی ضمیر کفار اور ان لوگوں کی طرف لوٹ رہی ہے جو سابقہ آیت میں مذکور ہوئے ہیں کہ جن سے خیانت کا خطرہ ہوتا ہے۔

پیام:

۱۔ مسلمانوں کو جنگ کے لئے ہمیشہ مکمل طور پر آمادہ رہنا چاہئے، افرادی قوت کے لحاظ سے، اسلحہ کے لحاظ سے اور وسائل حمل و نقل کے لحاظ سے غرض کسی بھی لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے اور اس انتظار میں نہ رہیں کہ دشمن حملہ کرے گا تو پھر تیاری کریں گے۔ ﴿اعدوا﴾

۲۔ ہر مقام پر منطق اور مذاکرات بھی کارساز اور کافی نہیں ہوا کرتے کبھی قدرت اور طاقت کا مظاہرہ بھی ضروری ہو جاتا ہے ﴿قوة﴾

۳۔ ہر دور میں جدید ترین اور ترقی یافتہ ترین اسلحہ کو اور دیگر وسائل جنگ کو اپنے دفاع کے لئے آمادہ رکھو اور کسی بھی چیز سے فروگزار نہ کرو۔ اور سیاسی اور عسکری قوت سے کبھی غفلت نہ برتو، خواہ تبلیغی وسائل ضروری ہوں تو بھی اور عسکری ذرائع کی ضرورت ہو تو بھی، غافل ہرگز نہ ہونا ﴿من قوة﴾۔

۴۔ اسلام میں سب مسلمان سپاہی ہیں اور عمومی لام بندی ضروری ہے۔ ﴿اعدوا، ترهبون، تنفقوا...﴾

۵۔ اگر صورت تبدیل کر لینے سے دشمن کے دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے تو بھی ایسا کرو۔ اور رعب ڈالنے کا یہ انداز ایک فریضہ بن جاتا ہے ﴿من قوۃ﴾ ۳۱

۶۔ جنگی گھوڑے وہ ہوتے ہیں جو اصطل میں ہر وقت جنگ کے لئے تیار رکھے جاتے ہیں اور انہیں اصطل ہی میں دانہ پانی دیا جاتا ہے ناکہ وہ جو کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

۷۔ افرادی قوت کی آمدگی بھی لازم ہے اور جنگی وسائل کی بھی، ﴿من قوۃ- من رباط الخیل﴾

۸۔ موجودہ فوجی وسائل پر ہی اکتفا نہ کرو، ان وسائل میں اضافہ بھی کرو ﴿من قوۃ﴾

۹۔ وحدت اور قومی اتحاد بھی ایک طرح کی قوت ہے، جو فراہم رکھنا چاہئے، کیونکہ قومی انتشار کی صورت میں دشمن کو نہیں ڈرایا جا سکتا۔ ﴿من قوۃ﴾

۱۰۔ جنگی آمدگی کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت ہوتا ہے نہ کہ لوٹ مار، غارت گری اور استعمار و استثمار (یا بالفاظ دیگر مارشل لاء)

۱۱۔ اقدار اسلامی کی بھی حفاظت ہونی چاہئے اور حقوق انسانی کی بھی ﴿عدو اللہ وعدو کم﴾

۱۲۔ اسلام میں دین و مذہب ہی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے ذاتی، نسلی اور قومی اغراض کو نہیں ﴿عدو اللہ وعدو کم﴾

۱۳۔ سارے دشمن بھی پہچانے ہوئے نہیں ہوتے ﴿لاتعلموہم﴾ ۳۲

۱۴۔ آمادہ رہنے کے بارے میں صرف جانے پہچانے دشمن کو مد نظر نہ رکھو، بلکہ ہر موقع محل پر ان جانے دشمن کو بھی ضرور مد نظر رکھا کرو۔ ﴿لاتعلموہم﴾

۱۵۔ صرف اسلحہ اور افرادی قوت ہی کافی نہیں مالی تعاون بھی ضروری ہوتا ہے ﴿وما تنفقوا﴾

۱۶۔ مالی امداد، امت مسلمہ کی تقویت کا موجب ہوتی ہے جس کا فائدہ خود لوگوں ہی کو پہنچتا ہے اور اسلامی معاشرے

کی اقتصادی حالت سدھر جاتی ہے جو مسلمانوں کی عزت و عظمت کا موجب ہوتی ہے ﴿یوف الیکم﴾

۱۷۔ اسلام ایک نظام اور منظم حکومت کا دین ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر دشمن کو کوئی خوف و ہراس نہیں ہوتا ﴿ترہبون﴾

۱۸۔ دشمن کے مقابلے میں آمادہ رہنے کے لئے تمام دفاعی بنیادوں کو خواہ وہ علمی ہوں یا ثقافتی، اقتصادی ہوں یا عقیدتی اور سیاسی اس قدر مضبوط ہونا چاہئیں کہ دشمن ہر لحاظ سے مسلمانوں سے خوف کھائے، اور ہر محاذ پر اس کے ناپاک منصوبے ناکام ہو جائیں ﴿ترہبون بہ﴾ بطور مطلق بیان ہوا ہے۔

۱۹۔ محاذ جنگ کی امداد صرف مالی لحاظ ہی سے نہیں کی جاتی بلکہ ہر طرح سے کی جاتی ہے خواہ مالی ہو یا جانی، عزت کی ہو یا آبرو کی، اثر و رسوخ کی ہو یا قلم کی غرض ہر طرح سے محاذ کی امداد ضروری ہے ﴿من شیء﴾

۲۰۔ کمک کی بہم رسانی کے لئے مالی امداد کی ضرورت ہوتی ہے خالی تقریروں اور نعروں سے کچھ نہیں بنتا۔

۲۱۔ تمہارے خرچ کرنے اور خیر و برکت کے آثار کا تمہیں اس وقت فائدہ ہوگا جب یہ انفاق خدا کی راہ میں اور خدا کی خوشنودی کے لئے ہوگا، اگر مقصود ریاکاری شہرت، خودنمائی اور شرما شرمی ہوں گے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ﴿فی سبیل اللہ﴾

۲۲۔ جنگ کا بجٹ اور محاذ جنگ کا سنبھالنا لوگوں کے ذمہ ہے اور پھر یہ کہ یہ جنگ کے دنوں کے ساتھ بھی مخصوص نہیں ﴿وما تنفقوا﴾ کا حکم ہے جو مطلق طور پر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر وقت آمادہ رہنے کے لئے رقم خرچ کریں۔

آیت ۶۱

﴿وَأِنْ جَاحُوا لِلْسَّلَامِ فَأَجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

ترجمہ۔ اور اگر دشمن صلح کے لئے مائل ہو جائیں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور خدا پر توکل کرو کیونکہ وہ یقیناً سننے اور جاننے والا ہے۔

پیام:

- ۱۔ اسلام، جنگ کا خواہاں نہیں ہے۔
- ۲۔ مسلمانوں کو اس قدر طاقتور ہونا چاہئے کہ صلح کی پیشکش دشمن کی طرف سے ﴿جنگوا﴾
- ۳۔ جنگ کا حکم ہو یا صلح کی پیشکش کی منظوری اس کا اختیار پیغمبر خدا کے ہاتھ میں ہے اور یہ رہبر کے اختیارات میں شامل ہے۔ ﴿فاجنح﴾ کا لفظ ہے "فاجنحوا" نہیں ہے۔
- ۴۔ جب قدرت مند بن جاؤ تو اپنی اس قدر تمندی سے ناجائز مفاد نہ اٹھاؤ بلکہ میلان دکھاؤ ﴿فاجنح﴾
- ۵۔ صلح کی پیشکش منظور کرتے ہوئے خدا پر بھروسہ کرو ﴿فاجنح لها و توکل﴾
- ۶۔ صلح کی پیشکش کے وقت دشمن کی سازش کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور بعض "یار دوستوں" کی زبان کے زخم کا خطرہ بھی ہوتا ہے، لیکن ہر حالت میں خدا پر بھروسہ کیا جائے ﴿توکل علی اللہ﴾ ۳۳

آیت ۶۲

﴿وَأِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ط هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾ لا

ترجمہ۔ اور اگر دشمن آپ کو دھوکہ دینا چاہیں گے بھی تو یقیناً خدا آپ کے لئے کافی ہے، خدا وہی تو ہے، جس نے اپنی اور مومنین کی نصرت کے ساتھ آپ کی تائید کی ہے۔

دونکات:

اگر رہبر مسلمین کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ دشمن صلح کے پردے میں دھوکہ دینا چاہتا ہے تو یہ اور بات ہے، ورنہ اگر احتمال ہو کہ دھوکہ ہے یا نیک نیتی تو ایسی صورت میں مکمل ہوشیاری کے ساتھ صلح کی پیشکش کو قبول کر لینا چاہئے۔ بعض روایات میں "مومنین کے ذریعے پیغمبر اکرم کی تائید و حمایت" سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی تائید اور حمایت ہے، چنانچہ ابن عساکر اپنی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرش الہی پر لکھا ہوا ہے:

"لا اله الا انا لا شریک لی محمد عبدی و رسولی: ایدتہ بعلی" میرے سوا کوئی معبود نہیں، میرا کوئی شریک نہیں، حضرت محمد میرے بندے اور رسول ہیں اور میں نے علی کے ذریعہ ان کی تائید و نصرت کی ہے، یہ وہی ہے جو اللہ نے قرآن کی اسی آیت میں فرمایا ہے (ہو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین)۔

(ملاحظہ ہو تفسیر فرقان منقول از در ثنور جلد ۳ ص ۱۹۹، و ملحقات احقاق الحق جلد ۳ ص ۱۹۴)

پیام:

- ۱۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ صلح کی پیشکش کو نہ ٹھکرائیں تاکہ دشمن کو ان کے خلاف اس پروپیگنڈے کا موقع نہ مل سکے کہ "مسلمان جنگ طلب ہوتے ہیں"، البتہ ہوشیاری ضروری ہے تاکہ دھوکہ نہ کھا جائیں۔
- ۲۔ اگر ہم اپنے فریضہ پر عمل پیرا ہیں تو مشکلات سے نہیں گھبرانا چاہئے، کیونکہ مشکل کشا خدا کی ذات ہے۔ ﴿ایدک﴾
- ۳۔ خدائی امداد بھی، عوامی حمایت کے ساتھ ساتھ ہے ﴿بنصرہ و بالمومنین﴾
- ۴۔ لوگ، رہبر کے دست و بازو اور حامی و مددگار ہوتے ہیں ﴿و بالمومنین﴾
- ۵۔ اگر خدا سے غفلت برتے بغیر اس کے بندوں سے مدد مانگی جائے تو شرک نہیں ہے۔
- ۶۔ اگر عوام بیدار ہوں اور لطف الہی شامل حال ہو تو دشمن کی تمام چالیں ناکام ہو جاتی ہیں۔
- ۷۔ عوامی حمایت بھی اللہ کے ارادے اور منشا کے تحت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿حسبک اللہ﴾

آیت ۶۳

﴿وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ طَائِفَةٌ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اور اللہ نے ان (مومنین) کے دلوں میں الفت پیدا کر دی ہے، اگر آپ وہ سب کچھ خرچ کرتے جو کہ زمین میں ہے پھر بھی ان کے دلوں میں الفت اور محبت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت پیدا کی ہے اور وہ یقینی طور پر غالب اور حکمت والا ہے۔

پیام:

- ۱۔ دل اور دلوں کے درمیان الفت خدا کے ہاتھ میں ہے (الف)
 - ۲۔ مال و دولت اور جاہ و مقام ہر جگہ پر کارآمد نہیں ہوا کرتے۔ ﴿لوانفقت... ما الفت﴾
 - ۳۔ لوگوں کے دیرینہ اختلافات کا حل کرنا، پیغمبر اسلام کی نبوت کا ایک معجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا۔ اور ان کے درمیان الفت برقرار ہو گئی۔
 - ۴۔ وحدت اور الفت اللہ کی نعمتیں ہیں جنہیں قرآن میں ذکر کیا گیا ہے اور ان کو لوگوں اور پیغمبر کے لئے احسان کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ۳۳
 - ۵۔ ظاہری اتحاد سے زیادہ اہم، قلبی اور باطنی پیوند ہے ورنہ ظاہر میں تو کافر بھی متحد ہیں لیکن ان کے دل منتشر ہیں۔ ۳۵
 - ۶۔ وحدت اور اتحاد قائم کرنے کی واحد راہ، خدا پر ایمان اور "جبل اللہ" (خدائی رسی) کو مضبوطی سے تھامنا ہے اور وہ بھی خدا کی طرف سے ہے۔
 - ۷۔ لوگ اپنے رہبر کے لئے اس وقت زور بازو ثابت ہو سکتے ہیں جب وہ باہم متحد ہوں، ورنہ رہبر کی کمر کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ (گزشتہ اور موجودہ آیت کے پیش نظر)
- سوال: اس آیت میں تو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمام روئے زمین کا سرمایہ بھی خرچ کر ڈالو تب بھی ان لوگوں کے دلوں میں الفت اور محبت ایجاد نہیں کر سکو گے، تو پھر زکوٰۃ کی مدد سے تالیف قلب کے لئے کیوں خرچ کرنے کا حکم ہے کہ "والمولفۃ قلوبہم"؟
- جواب: لوگوں کے دلوں میں موجود کینہ اور اس کی تاریخ مختلف ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی مسکراہٹ اور مختصر سے تحفے کے ساتھ تمام رنجشیں دور ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ اس قدر گہرا اور پرانا ہوتا ہے کہ کسی بھی طرح سے اسے دور نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۶۴

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ۔ اے پیغمبر! آپ کے لئے اللہ اور مومنین میں سے وہ لوگ کافی ہیں جو آپ کی پیروی کر چکے ہیں۔

دونکات:

بنی قریظہ اور بنی نضیر میں سے کچھ یہودیوں نے پیغمبر اسلام کو اپنی مدد کی جھوٹی یقین دہانی کرائی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مومنین ہی آپ کے لئے کافی ہیں۔ اور اسی آیت کے ضمن میں اگلی آیت میں بیان ہونے والا جہاد کا حکم بھی مقدمہ کے طور پر ذکر ہو گیا ہے۔

کتاب "فضائل الصحابة" میں حافظ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں مذکور "مومنین" سے مراد ذات علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ ۳۶

پیام:

۱۔ اسلامی نظام کا دار و مدار خدا، رسول اور مومنین پر ہے۔ اسلامی معاشرے میں رہبر کا تعین خدا کی طرف سے ہوتا ہے، جس کا قانون وحی کے ذریعہ مرتب ہوتا ہے اور لوگ اس قانون اور رہبر کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔

۲۔ اگر غیر اللہ سے استمداد اور حمایت سے دلی سکون خداوند عالم کی منشا اور اس کی مرضی کے ساتھ ہو تو یہ توحید کے منافی نہیں ہے۔ شرک تو وہاں ہوتا ہے جہاں خدا کی قدرت اور مرضی کے خلاف غیر اللہ پر ہی سارا تکیہ کیا جائے۔ لیکن جب تک قلوب، افکار، نظریات اور حمایتیں خدائی ارادہ کے تحت اور اس کے نور کی روشنی میں باقی رہیں گے توحید کے مدار سے باہر نہیں نکل پائیں گے۔

۳۔ ایمان کے ساتھ ہی اطاعت سود مند ہوتی ہے نہ کہ ایمان کے بغیر اطاعت یا اطاعت کے بغیر ایمان، ﴿مَنِ اتَّبَعَكَ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

۴۔ کچھ لوگ پیغمبر کے اطاعت گزار نہیں تھے۔ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

آیت ۶۵

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْهِجَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾

ترجمہ۔ اے پیغمبر! مومنین کو جنگ کے لئے آمادہ کرو، اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں اور اگر تم میں سے سو (صابر) لوگ ہوں تو وہ کفار کے ہزار افراد پر کامیابی حاصل کر لیں، کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

دونکات:

یہ آیت تعداد کے لحاظ سے افرادی طاقت کی نفی کر رہی ہے اور ایمان، صبر اور حوصلے ہی کو معیار قرار دے رہی ہے، آیت اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے کہ بیس آدمی دو سو پر فتح پاسکتے ہیں، اس بات کو ایک بار پھر دہراتی ہے کہ سو آدمی ہزار انسانوں پر غالب آسکتے ہیں بشرطیکہ وہ مومن اور صابر ہوں۔

زمانہ صدر اسلام کی جنگوں میں کبھی بھی اعداد و شمار کے ذریعے موازنہ نہیں کیا جاتا تھا، اور نہ کہیں پر عددی قوت کو معیار قرار دیا جاتا تھا، جنگ بدر میں ۳۱۳ مجاہد ہزار کفار کے مقابلے میں تھے، احد میں تین ہزار کفار کے مقابلے میں صرف سات سو جنگجو تھے، جنگ خندق میں تین ہزار مسلمانوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ تھا جبکہ جنگ موتہ میں دس ہزار مسلمان ایک لاکھ کے ساتھ نبرد آزما تھے۔

پیام:

- ۱۔ رہبر کے وظائف اور فرائض میں شامل ہے کہ لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کرے۔ لشکر کے فرمانروا کا فرض بنتا ہے کہ جنگی کارروائی سے پہلے اپنی دلنشین باتوں سے لشکر کا دل گرمادے (حرض)
- ۲۔ دشوار اور مشکل کام تشویق و ترغیب اور تلقین کے ذریعہ آسان ہو جاتے ہیں اور اسی میں کامیابی کا راز ہے۔
- ۳۔ جنگ اور جہاد میں تبلیغات کا ہونا بہت ضروری ہے۔

- ۴۔ محاذ جنگ میں اصل اہمیت ایمان اور صبر کو حاصل ہے عددی قلت اور کثرت کی کوئی اہمیت نہیں۔
- ۵۔ ابتدائے اسلام میں دشمن کے دسویں حصے کے برابر مجاہدین کی موجودگی سے حکم جہاد صادر ہو جاتا تھا۔
- ۶۔ مجاہد کے لئے ان تین صفات کا حامل ہونا ضروری ہے ایمان، صبر اور معرفت و آگاہی (مومنین، صابرين) اور کفار کے بارے میں ہے " ﴿لَا يَفْقَهُونَ﴾ "۔
- ۷۔ اسلامی لشکر کو کم از کم بیس افراد پر مشتمل ہونا چاہئے اس سے کم پر نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں تو ایک سو سے کم افراد پر مشتمل نہیں ہونا چاہئے۔ (از تفسیر فرقان)
- ۸۔ آگاہی اور معرفت کامیابی کے عوامل میں سے ہے چنانچہ اگر گہری شناخت، آگاہی پر مبنی عقائد اور مقصد و ہدف کی معرفت نہ ہو تو شکست یقینی ہو جاتی ہے ﴿لَا يَفْقَهُونَ﴾

آیت ۶۶

﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِجَ وَ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

ترجمہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے بوجھ کو ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ تمہارے اندر کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صابر آدمی ہوں تو وہ (کفار کے) دو سو لوگوں پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار آدمی ہوں تو (ان کے) دو ہزار افراد پر خدا کے حکم سے کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

دونکات:

آیت میں مذکور "ضعف" (کمزوری) سے مراد عقیدتی اور روحانی کمزوری ہے کیونکہ سپاہ اسلام میں جسمانی اور عددی کے اعتبار سے کمی نہیں ہوئی تھی۔

اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں تین ایسے روحانی مسائل کی طرف اشارہ ہوا ہے جو کامیابی کے اصل عوامل ہیں۔ اور جن کے بغیر شکست یقینی ہے اور وہ ہیں صبر، ایمان اور معرفت۔

پیام:

- ۱۔ امور کو چلانے کے لئے بعض خصوصی احوال کی بنا پر آئین اور قوانین میں تبدیلی کرنا پڑتی ہے اور اس سے استقلال مزاجی متاثر نہیں ہوتا۔ ﴿الان خفف﴾
- ۲۔ فرائض کی ادائیگی کا حکم بھی استطاعت کے مطابق ہوتا ہے اور قانون سازی کے موقع پر کمزور لوگوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ﴿فیکم ضعفا﴾
- ۳۔ شکست کا اصل موجب اندر سے ہی ظاہر ہوتا ہے باہر سے نہیں ﴿فیکم ضعفا﴾
- ۴۔ بعض اوقات ارادے کی کمزوری، جنگی توانائیوں کو دس گناہ سے دو گناہ کی حد تک یعنی اسی فیصد تنزلی پر لے آتی ہے۔

- ۵۔ ایک گروہ کی کمزوری دوسرے لوگوں کے حوصلے بھی پست کر دیتی ہے۔ ﴿فیکم ضعفا﴾
- ۶۔ فتح و کامرانی میں اصل شے خدا کا ارادہ اور حکم ہے (ورنہ جنگ حنین میں اس قدر زیادہ افرادی قوت کے باوجود مسلمان شکست کھا کر بھاگ نہ جاتے۔ "اعجبتکم کثرتکم... ثم ولیتم مدبرین")
- ۷۔ صابر، خدا کا محبوب اور اسی کی پناہ میں ہوتا ہے۔ ﴿والله مع الصابرين﴾
- ۸۔ سالار لشکر کو سپاہ اسلام کے حوصلوں، ارادوں اور قوت ایمانی پر توجہ رکھنی چاہئے ﴿علم ان فیکم ضعفا﴾
- ۹۔ "والله مع الصابرين" (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) کا نعرہ اسلام کے جنگی محاذوں پر لگنا چاہئے۔
- ۱۰۔ اپنی فتح و کامرانی پر اتراؤ نہیں کیونکہ یہ اس ذات کی عطا کردہ ہے۔ ﴿باذن الله﴾

آیت ۶۷

﴿مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ آسْرَى حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ طُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ۔ کسی پیغمبر کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو اسیر بنائے مگر اس کے بعد جب (فوجی علاقہ اور) زمین پر پوری طرح قابو پالے۔ تم تو جلد گزر جانے والی دنیا کو چاہتے ہو لیکن اللہ (تمہارے لئے) آخرت کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ناقابل شکست اور صاحب حکمت ہے۔

دو نکات:

"شخن" کے معنی ہیں ضخامت، سنگینی اور ٹھوس ہونا اور یہ کنایہ ہے کامیابی، واضح غلبہ اور اقتدار سے۔ آیت خبردار کر رہی ہے کہ قیدی بنانا، پھر فدیہ لے کر اسے آزاد کر دینا اور جنگی غنیمتوں کا سمیٹنا مسلمانوں کو اپنے اصل مقصد سے نہ ہٹا دے کہ جس سے وہ اچانک کوئی نقصان اٹھائیں۔

پیام:

- ۱۔ دنیا ناپائیدار اور جلد گزر جانے والی ہے۔ ﴿عرض﴾
- ۲۔ فوجی کارروائیوں میں مرحلہ وار حکمت عملی کا اجرا کیا جاتا ہے اور حالات پر مکمل قابو پانے سے پہلے جنگی قیدی بنانے کی پالیسی صحیح نہیں ہے۔ ﴿ماکان... حتی یشخن﴾
- ۳۔ اسلامی جنگوں کا اصل مقصد، رضائے الہی کا حصول، حق کی تقویت اور مستضعفین کی نجات ہے، غنیمتیں سمیٹنا، قیدی بنانا اور فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینا اصل مقصد نہیں ہے۔
- ۴۔ جنگ کے بحرانی ترین لمحات میں مومنین کو بھی دنیا کی طرف رغبت و رجحان سے پرہیز کرنا چاہئے۔
- ۵۔ مقصد میں مرکزیت اور انتشار و افتراق سے دوری ایک ضرورت ہے (جب تک میدان جنگ میں اپنی پوزیشنیں مضبوط نہ کر لو، ہرگز قیدی نہ بناؤ)

آیت ۶۸-۶۹

﴿لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لِمَسَّكُمْ فِيمَا آخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ فَكُلُّوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالاً طَيِّباً وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اگر خداوند عالم کا پہلے سے قانون نہ ہوتا (کہ اطلاع دیتے بغیر کسی امت کو ہلاک نہیں کرتا) تو تم نے جو بے جا اسیر پکڑے تھے اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب آلیتا۔

پس جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس سے کھاؤ کہ یہ حلال اور پاکیزہ ہے اور خدا سے ڈرتے رہو بلاشبہ خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

چند نکات:

"کتاب من اللہ" سے مراد یا تو خداوند عالم کا وہ طریقہ کار ہے کہ کسی حکم کے بیان کرنے سے پہلے کسی کو سزا نہیں دیتا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾۔ جب تک رسول نہ بھیج دیں اس وقت تک ہم عذاب دینے والے نہیں (بنی اسرائیل ۱۵) یا جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تقدیر الہی نہ ہوتی تو، پوزیشن مضبوط ہونے سے پہلے جو قیدی بنائے ہیں اس کی سزا میں تمہیں زبردست زک پہنچاتا۔ (تفسیر الطیب البیان)

روایات کے مطابق اس آیت میں "غنیمت" سے مراد وہ رقم ہے جو مسلمانوں نے فدیہ کے طور پر قیدی آزاد کرنے کے بدلے میں لی تھی۔ اور وہ فدیہ ہر ایک قیدی کی طرف سے ایک ہزار سے چار ہزار درہم تک تھا۔

فدیہ زبردستی نہیں لیا جاتا اور نہ ہی اسے انسان فروشی کے زمرے میں لے آئیں گے، بلکہ یہ رہبر مسلمین کی صوابدید پر منحصر ہے اور مسلمانوں کے نقصان کی تلافی کے طور پر ہے۔

پیام:

- ۱۔ کسی چیز کے استعمال میں لانے کی شرط اس کا حلال اور پاکیزہ ہونا ہے۔
- ۲۔ ہوشیار اور خبردار ہنا کہیں جنگی غنیمتیں اور قیدیوں کے فدیے تمہیں جہاد سے اعلیٰ اور والاترین مقصد سے نہ ہٹا دیں۔ لہذا ہمیشہ خدا کو پیش نظر رکھے رہو۔ ﴿اتقوا اللہ﴾

آیت ۷۰

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي آيَاتِكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَ يُعْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

ترجمہ - اے پیغمبر! ان اسیروں سے کہہ دیجئے جو آپ کے ہاتھ میں ہیں کہ: اگر خدا کو علم ہو جائے کہ تمہارے دلوں میں خیر اور بھلائی ہے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا کرے گا (اور تم مسلمان ہو جاؤ گے) اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

چند نکات:

- آیت کے شان غزول کے بارے میں منقول ہے کہ: عباس، عقیل اور نوفل جنگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تو حضرت رسول خدا نے ان سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا، اس پر وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے فدیہ کی رقم انہیں واپس کر دی گئی۔ (تفسیر نور الثقلین، منقول از کافی) ۳۷

- اسلامی نظام میں جنگی قیدیوں کے بارے میں تین صورتیں ہیں -

۱- فدیہ لئے بغیر انہیں آزاد کر دیا جائے جیسے فتح مکہ کے موقع پر کہ کسی کو قیدی ہی نہیں بنایا گیا۔

۲- فدیہ لے کر قیدی کو آزاد کر دیا جائے، قیدی کا قیدی سے تبادلہ کیا جائے۔

۳- قیدیوں کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ ایک تو دشمن کے طاقت حاصل کرنے سے رکاوٹ ہوگی اور ساتھ ہی وہ بتدریج دینی تعلیم حاصل کر کے اسلام کے بارے میں بہت کچھ سیکھ لیں گے۔
البتہ ان تین صورتوں میں سے کسی کا بھی اختیار سربراہ کو حاصل ہے۔

پیام:

۱- قیدیوں سے ایسا سلوک کرو جس سے انہیں ہدایت اور ارشاد ملے (خیر، مغفرت وغیرہ جیسے کلمات ان لوگوں کے لئے استعمال کئے جائیں جو شکست کھانے کے بعد پشیمان ہو چکے ہیں)

۲- جنگ کا مقصد قتل و غارت اور قیدی اور فدیہ لینا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد لوگوں کی ہدایت اور طاغوت شکنی ہے۔

۳- اسراء کو تبلیغ اور ان کی رہنمائی لازم ہے۔ ﴿قل لمن فی ایدیکم﴾

۴- حقیقی خیر تو ایمان ہی ہے ﴿ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا﴾

آیت ۷۱

﴿وَأِنْ يُرِيدُوا إِخْيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اور اگر وہ (قیدی) آپ کے ساتھ خیانت کرنا چاہیں گے تو (کیا ہوا) وہ پہلے بھی خدا سے خیانت کر چکے ہیں۔ پس خدا نے (آپ کو) ان پر غلبہ اور تسلط دیا ہے اور اسے تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔

پیام:

- ۱۔ دشمن طاقتوں پر نہ تو سو فیصد یقین کامل رکھو اور نہ ہی ان کے بارے میں سو فیصد بدگمانی۔ نہ صرف سختی اور نہ ہی بالکل نرمی۔ بلکہ زیرک، خبردار، ہوشیار اور مہربان بنے رہو، (سابقہ اور موجود آیات کا مجموعہ)
- ۲۔ دشمن کا کام تو ہے ہی خیانت کرنا ﴿خانو اللہ من قبل﴾
- ۳۔ خداوند عالم حق اور حق کے طرفداروں کو غلبہ عطا کرتا ہے ﴿امکن منهم﴾
- ۴۔ اللہ تعالیٰ دشمن کی نیتوں سے آگاہ اور حکم فرمائی میں حکیم اور مصلحت اندیش ہے۔ ﴿علیم حکیم﴾

آیت ۷۲

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْوُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَ إِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

ترجمہ۔ یقیناً لوگ ایمان لے آئے، ہجرت کی، اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اور جنہوں نے (مجاہدین اور مہاجرین کو) پناہ دی اور ان کی مدد کی وہی تو ایک دوسرے کے دوست، حامی اور ہم پیمان ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لے آئے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی تو تمہیں ان کے ساتھ دوستی اور ان کی حمایت کا حق نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ اور اگر (کفار میں) دے ہوئے مومنین اپنے دین کی حفاظت کے لئے) تم سے مدد طلب

کریں تو تم پر لازم ہے کہ ان کی امداد کرو۔ مگر ان لوگوں کے خلاف جن کا تمہارے ساتھ (جنگ نہ کرنے کا) معاہدہ ہے۔ اور خداوند عالم جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

دونکات:

اس آیت میں چند اہم باتیں بتائی گئی ہیں مثلاً مہاجرین اور انصار کا باہمی تعلق، ہجرت کی ضرورت، ہجرت سے جان بچانے والے اشرافیہ سے بے اعتنائی، مہاجرین اور کفار کے درمیان موجود معاہدے اور مسلمانوں کی نجات بشرطیکہ پہلے سے کئے ہوئے معاہدے متاثر نہ ہوں۔

۱۔ وحدت و اتحاد کو مستحکم کرنے کے لئے اسلام نے تین منصوبے پیش کئے ہیں۔ ۱۔ لوگوں کا اپنے رہبر کی بیعت کرنا۔

۲۔ مہاجرین اور انصار کی باہمی دوستی۔ ۳۔ مسلمانوں کی باہمی اخوت

پیام:

۱۔ سعی و کوشش کے بغیر اسلام اور ایمان پروان نہیں چڑھتے۔ اوائل اسلام کے مسلمان یا مہاجر تھے یا مہاجرین کو پناہ دینے والے تھے یا مجاہد یا پھر مجاہدین کے حامی۔

۲۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان گہرا رابطہ ہے، ہر شخص کے اپنے حالات کے مطابق ہی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور اس پر فریضہ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ کسی پر ہجرت واجب ہوتی تو کسی پر مہاجرین کی پناہ ضروری۔

۳۔ اسلامی معاشرے کی طرف ہجرت، ولایت کی ایک شرط ہے (﴿لم یہاجرُوا مالکم من ولا یتہم﴾)

۴۔ صرف عقیدہ ہی کافی نہیں ہجرت، جہاد، مہاجرین اور مجاہدین کی حمایت بھی ضروری ہے۔

۵۔ ترقی کی طرف پرواز اس وقت ممکن ہوتی ہے جب اذہان و افکار، قوت بازو، سرمایہ، طاقت اور ہجرت یکجا ہوں

﴿امنوا، ہا جروا، جاہدوا، امواہم﴾

۶۔ اسلامی معاشرہ میں ہجرت کرنے والوں اور مرفہ حال یا ہجرت سے گریز کرنے والے اشرافیہ کے درمیان فرق

ضرور ہونا چاہیے ﴿امنو ولم یہاجرُوا﴾

۷۔ ہجرت کرنے سے ایک تو کافرانہ نظام کو زک پہنچتی ہے اور دوسرے دین کی حفاظت اور مسلمانوں کی طاقت محفوظ رہتی ہے۔ ۳۸

۸۔ کفار کے ساتھ بین الاقوامی معاہدوں اور بین الاقوامی حقوق کا احترام، مسلمانوں کی حمایت سے زیادہ اہم ہے، ﴿الاعلیٰ قوم۔۔۔۔۔﴾

۹۔ ان لوگوں کو کھلے دل سے خوش آمدید کہنا چاہیے جو بعد میں مسلمانوں سے آلتے ہیں ﴿حتیٰ یہاجروا﴾
۱۰۔ اگرچہ مہاجرین کافی امتیازات کے مستحق ہیں لیکن اگر رفاہ طلب اور بے حال مسلمان کفر کے دباؤ میں ہوں اور ان کے مظالم کی چکی میں پس رہے ہوں تو ان کی امداد کرنے سے بھی قطعاً گریز نہیں کرنا چاہیے ﴿ان استنصروکم فاعلیکم النصر﴾

آیت ۷۳

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ لَئِنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيرٌ﴾ ط
ترجمہ۔ اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں (تم ان سے معاہدے نہ کرو) اگر تم بھی یہ ہم بستگی نہ رکھو تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد کھڑا ہو جائے۔

ایک نکتہ:

"﴿الافعلوہ﴾ کے تین معنی بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ اگر ہمارے حکم کے مطابق تم مومنین کے ساتھ باہمی موالات پر عمل نہیں کرو گے اور کفار کے ساتھ تعلق رکھو گے تو اس سے بہت بڑا فساد پیدا ہو جائے گا، کیونکہ وہ متحد ہیں اور تم متفرق ہو۔

۲۔ اگر ان مسلمانوں سے بے پرواہی برتو گے جنہیں تمہاری امداد کی ضرورت ہے اور وہ کفار کے سخت دباؤ میں ہیں تو یا تو ان کا قتل عام ہو جائے گا یا پھر وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔

۳۔ اگر کفار کے ساتھ بین الاقوامی معاہدوں کا پاس نہیں کرو گے اور صرف چند مسلمانوں کی حمایت کرو گے تو کفار لکھے ہو کر تمہارے خلاف ہو جائیں گے جس سے بہت بڑے فساد کا اندیشہ ہے،

پیام:

- ۱۔ دشمنوں سے محبت۔ انہیں اپنے امور میں داخل کرنا، ان کی ولایت و حکومت اور اثر و نفوذ کو قبول کر لینا زمین میں بہت بڑا فتنہ و فساد ہے۔
- ۲۔ جب کفار ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں تو اگر مسلمان آپس میں دوستی اور محبت کا ثبوت نہیں دیں گے تو فتنہ و فساد میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ﴿وَالَا تَفْعَلُوهُ﴾ (از تفسیر اطیب البیان)
- ۳۔ اگر تم مسلمانوں کے درمیان دوستی اور ولایت کا مستحکم رشتہ نہیں ہوگا تو کفار متحد ہو کر تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ ﴿الَا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَتَهُ﴾

آیت ۷۴

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَا وَ نَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا، اور جنہوں نے پناہ دی اور امداد کی تو یہی لوگ حقیقی مومن ہیں انہی کے لئے بخشش اور شانستہ رزق و روزی ہے۔

پیام:

- ۱۔ ایمان ہمیشہ نیک اعمال پر مقدم ہوتا ہے۔ ﴿امنو و هاجروا﴾
- ۲۔ حقیقی ایمان ہجرت، جہاد، مجاہد مسلمانوں کو پناہ دینے اور ان کی امداد کرنے میں مضمر ہے۔ ﴿هم المومنون حقا﴾
- ۳۔ کسی عمل کی قدر و قیمت اسی وقت ہوتی ہے جب اس پر خدائی رنگ اور رضائے الہی غالب ہو۔ ﴿فی سبیل اللہ﴾
- ۴۔ انسان ہر مرحلے پر اور ہمیشہ جواب دہ ہے اور اس پر کوئی نہ کوئی ذمہ داری عائد رہتی ہی ہے کبھی جہاد کی صورت میں کبھی ہجرت کی صورت میں اور کبھی مجاہدین کی نصرت کی صورت میں۔
- ۵۔ ہجرت اور جہاد بخشش اور رزق الہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

۶۔ اگر ہجرت اور جہاد کی خاطر معمول کے رزق و رزی سے آنکھیں بند کر لو تو خدا کے کریم اور شائستہ رزق کو ضرور حاصل کر لو گے۔

آیت ۷۵

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَّم بَعْدُ وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنكُمْ ط وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿﴾

ترجمہ۔ اور لوگ بعد میں ایمان لائے اور تمہارے ہمراہ ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا، تو وہ لوگ بھی تم میں سے ہیں، اور قرابت دار (خدائی قانون اور) کتاب خدا میں ایک دوسرے کی نسبت اولیت رکھتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

دونکات:

۱۔ اسلام سے پہلے وراثت کی تقسیم خاندانی اعزہ منہ بولی اولاد اور باہمی عہد و پیمان کی بنیادوں پر ہوا کرتی تھی۔ لیکن اسلام نے اسے صرف قرابت داری کی بنیاد پر ہی مقرر فرمایا ہے۔

۲۔ ہمارے آئمہ اطہار اور علماء اسلام نے علی بن ابی طالب اور ان کے مقدس جانشینوں کی امامت اور خلافت کے مسئلے میں بارہا اسی آیت سے استناد کیا ہے۔ البتہ علم، سبقت ایمانی جہاد اور تقویٰ جیسی صفات اس کے علاوہ ہیں کہ جن سے امامت کے لئے استناد کیا جاتا ہے اس آیت سے علی بن ابی طالب کی پیغمبر خدا سے قرابت داری کے ذریعہ ان کی امامت اور خلافت بلا فصل پر استدلال کیا جاتا ہے۔

پیام:

۱۔ اگر اسلامی معاشرے کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اس نے کسی اور پر کبھی اپنا دروازہ بند نہیں کیا۔ اگرچہ اس میں بہت سے سابق الایمان اور صاحبان فضیلت لوگ رہتے ہیں۔

۲۔ قرابت دار مومنین میں ایمانی ولایت جو کہ ہجرت اور جہاد کے سایہ میں انہیں ملی ہے اپنی قرابتداری کی ولایت کے حامل بھی ہیں۔

۳۔ باہمی رشتہ داروں میں سلسلہ مراتب موجود ہے (﴿اولیٰ ببعض﴾
(صدق اللہ العلی العظیم)۔

حوالات - فٹ نوٹس

۱ چونکہ اسلام سے پہلے مال غنیمت کو امتیازی سلوک کے تحت تقسیم کیا جاتا تھا، اور جنگ بدر میں جو کہ مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی اور اس جنگ میں مال غنیمت بھی ہاتھ لگا تھا، لہذا مسلمانوں نے اس بارے میں پیغمبر خدا سے سوال کیا

۲ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "سہم خداوند بھی حضرت رسول خدا کی نگرانی میں خرچ ہوگا۔"

۳ روایات میں ان لوگوں کا اجر و ثواب عام مستحبی نماز روزے سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے جو لوگوں کے درمیان صلح و صفائی اور اصلاح قائم کرتے ہیں، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل سے فرمایا: "اگر ہمارے دو پیروکاروں کے درمیان کوئی جھگڑا کھڑا ہو جائے تو میرے ذاتی مال سے خرچ کر کے بھی ان کے درمیان صلح کرادو"

۴ بعض اوقات ایک چھوٹا سا گروہ خدا کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق بہت بڑے گروہ پر غالب آجاتا اور فتح پا لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "کم من فئۃ قلیلة غلبت فئۃ کثیرة باذن اللہ" (بقرہ / ۲۴۹)

۵ تفسیر فرقان

۵- a تفسیر نور الثقلین میں حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل میں سے ۶۳ ویں فضیلت یہ ذکر کی ہے کہ آپ نے اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی میدان جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔

۶ البتہ یہ گناہ قابل توبہ ہے ملاحظہ ہو سورہ آل عمران / ۱۵۵ "ان الذین تولوا منکم یوم النقی الجمعان اغوا استرطہم الشیطان بعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنہم"

۷ ایک اور جگہ پر فرماتا ہے: "ولو سمعوا لا استجابوا" (فاطر / ۱۴) یعنی عملی جواب، صداقت کی علامت ہے،

۸ اس بے عقلی کا وہ خود بھی اعتراف کریں گے اور کہیں گے: "لو کنا نسمع اور نقل نقل نغقل ما کنا فی اصحاب السعیر" اگر ہم سننے والے کان رکھتے ہوئے یا عقل سے کام لیتے تو جہنمی نہ ہوتے۔ (ملک / ۱۰)

۹ ارشاد قدرت ہے: "من عمل صالحا من ذکر اور انہی وهو مومن فلنجینہ طیبہ" جو انسان نیک عمل کرتا ہے خواہ مرد ہے یا عورت اور وہ ہے بھی مومن تو ہم اسے پاک و پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں (نخل / ۹۷)

۱۰ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور پیغمبر خدا نے فرمایا: من ظلم علیا مقعدی هذا بعد و فاتی فکا نما حجد نبوتی و نبوة الانبیاء قبلی" جس نے میرے بعد علی پر میری جانشینی کے بارے میں ظلم کیا گویا اس نے میری اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کر دیا۔ (تفسیر فرقان، منقول الاشواہد التزیل حسکانی جلد اول ص ۲۰۶)

۱۱ حضرت علی علیہ السلام نبج البلاغہ حکمت اول میں فرماتے ہیں: "کن فی الفتنۃ کابن للبون، لا ظہر فیرکب ولا ضرع فیحلب" فتنہ اور فساد کے دورانیے میں اونٹ کے اس بچے کی مانند بن جاؤ کہ جس پر نہ تو بوجھ لاوا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے دودھ دوہا جا سکتا ہے۔

حضرت زبیر فرماتے ہیں: "جنگ جمل میں شریک ہونے سے پہلے میں اس آیت کے معنی کو نہیں سمجھتا تھا۔" (تفسیر فخر رازی) حضرت بینمبر اکرم فرماتے ہیں: "جب میری امت میں فتنے ظاہر ہونے لگ جائیں تو تمہیں علی کے ساتھ رہنا چاہئے خواہ وہ اکیلے ہی کیوں نہ ہوں!" (تفسیر مجمع البیان)

۱۲ شواہد التنزیل حاکم حسکانی جلد اول ص ۲۰۵ منقول از لمحات احقاق الحق جلد ۱۴ ص ۵۶۴

۱۳ اس معنی کے مطابق جو کہ آیت کے متن سے بھی مطابقت رکھتا ہے "تخونوا اماناتکم" میں "لا" نافیہ کے مقدر کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔

۱۴ ابو لباہ کی داستان کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ کر اس قدر گریہ کیا کہ خدا نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا،

۱۵ جن لوگوں نے مدینہ سے ابوسفیان کو اطلاع دی تھی کہ مسلمان، مشرکین کے خلاف فوجیں اکٹھی کر رہے ہیں وہ ایسے مہاجر تھے مکہ میں جن کے مال و اولاد رہ گئے تھے (تفسیر المیزان) مثلاً: الف: شیطان انسان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا ہے "شاکم فی الاموال و الاولاد" (بنی اسرائیل / ۶۴) ب: مال و اولاد کی کثرت طلبی لیکن اس کے منفی اثرات "تکافری الاموال و الاولاد" (حدید / ۲۰) ج: مال و اولاد کا یاد خدا سے روک دینا "لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ" (منافقون / ۹) د: قیامت کے دن مال اور اولاد نجات نہیں دلائیں گے: "ان تعنی عنہم اموالہم ولا اولادہم" (آل عمران / ۱۰)

۱۷ بقول حافظ، جمال یار ندارد حاجب و پردہ ولی، غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد۔

یعنی جمال یار تو پردوں میں چھپا ہوا نہیں ہے، یہ غبار راہ ہے جس نے اسے چھپایا ہوا ہے، اسے بیٹھ جانے دو پھر اس کا دیدار کرو۔

حقیقت سرائی است آراستہ ہوا و ہوس گرد برخاستہ

بنینی کہ ہر جا کہ برخاست گرد بنیند نظر، گرچہ بنیاست مرد

ایک اور آیت میں ہے "اتقوا اللہ وعلمکم اللہ" خدا سے ڈرتے رہو خدا تمہیں تعلیم دے گا (بقرہ / ۲۸۲) گویا روح کی مثال آئینے جیسی ہے۔ تقویٰ جس پر پڑے ہوئے غبار کو صاف کرتا ہے اور خورشید حق کا نور اس میں جلوہ فگن ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس ہوا و ہوس اور حرص و لالچ، عقل و خرد کی لغزش کا موجب بنتے ہیں، جیسا کہ حضرت امام الاولیاء علیہ السلام فرماتے ہیں: "اکثر مصارع العقول تحت بوق المطامع" (نبج البلاغہ)

۱۸ نبج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے جناب رسالت مآب کی رحلت کے بعد فرمایا: "ہمارے درمیان دو امانتیں تھیں جن میں سے ایک تو اٹھ چکی ہے دوسری (استغفار) کی حفاظت کرو" (حکمت صحبی صالح) دعائے کبیر میں کچھ ایسے گناہوں کا تذکرہ ہے جو عذاب نازل کرتے ہیں "الذنوب التي تنزل البلاء" سورہ ہود / ۱۱۷ میں ہے "ما کان ربک لیلہک القرئ بظلم و اهلہا مصلحون" جب تک کسی آبادی کے لوگ اصلاح کرتے رہیں گے اور صلح رہیں گے اس وقت تک تمہارا رب کسی کو ہلاک نہیں کرے گا۔

۱۹ نبج البلاغہ میں ہے: "اسدنی بیت ربکم فانھا ان ترکتم تم تناظروا" اپنے رب کے گھر کے بارے میں خدا سے ڈرو، کہ اگر اس کا حج اور عبادت ترک کر دیئے گئے تو پھر تمہیں عذاب الہی مہلت دیئے بغیر اپنی پلیٹ میں لے لیا،

۲۰ تفسیر مجمع البیان، المیزان اور فی ضلال القرآن

۲۱ حدیث شریف میں ہے: "الاسلام محو ما قبلہ" اسلام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے،

۲۲ "كتب الله لاغين انا و رسلي" اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہیں۔ (مجادلہ / ۲۱)

۲۳ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں عملی جامہ پہنے گی۔

۲۴ لسان العرب، تاج العروس، قاموس، تفسیر قرطبی، تفسیر فخر رازی اور تفسیر آلوسی کو بھی لغت کی عمومیت میں شک نہیں ہے اور قرآن مجید میں بھی "غنیمت" کا لفظ جنگی غنیمت کے علاوہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو سورہ نساء / ۹۴، ارشاد ہوتا ہے "وعند الله مغنم كثيرة" نیز غنیمت کا لفظ قرآن مجید میں چھ مرتبہ استعمال ہوا ہے اسی طرح "غراست" کا لفظ بھی چھ مرتبہ ذکر ہوا ہے

۲۵ قرآن مجید میں بارہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رویائے صادقہ (سچے خوابوں) کا تذکرہ آیا ہے۔

۲۶ گرنگہدار من آنست کہ من می دانم # شیشہ رادر بغل سنگ نگہ می دارد

میرا بچانے والا تو وہ ہے جسے میں جانتا ہوں جو شیشے کو پتھروں کے درمیان بھی بچائے رکھتا ہے

۲۷ سورہ بقرہ / ۲۵۰

۲۸ حضرت امام سجاد علیہ السلام سرحدی محافظین کے بارے میں دعا فرماتے ہیں کہ: "خداوند! مال و اولاد کی یاد مجاہدین کے دلوں سے نکال دے اور بہشت کو ان کی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر کر دے۔ (صحیفہ سجادیہ دعا ۲۷)

۲۹ اگرچہ آیت کا سیاق جنگ بدر سے تعلق رکھتا ہے، لیکن آیت کا کلی معنی ان منافقین کو بھی اپنے دامان میں لئے ہوئے ہے جو ریاکاری کے طور پر اور خود نمائی، پرابلیگنڈے، افواہیں اڑانے اور حوصلہ پست کرنے کے لئے محاذ جنگ پر جاتے ہیں۔ (بصدون، رقاء الناس)

۳۰ روایات میں ہے: "جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ منافق ہے خواہ نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا ہو۔"

۳۱ حدیث میں ہے کہ "خضاب کر کے بھی دشمن کو ڈراؤ، تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ اسلام کے سپاہی بوڑھے ہیں" (تفسیر فرقان، منقول از "من لا یحضرہ الفقیہ"

۳۲ شاید اس سے مراد منافق لوگ ہوں اس لئے کہ اس طرح کے الفاظ انہی کے واسطے آئے ہیں مثلاً "لا تعلمم نحن نعلم" یعنی آپ انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں (توبہ / ۱۰۱)

۳۳ مالک اشتر کے نام امیر المومنین علیہ السلام کے مکتوب گرامی میں ہے: "لا تدفعن صلحا دعاک الیہ عدوک ولكن الحذر الحذر من عدوک بعد صلحه فان العدو ربما قارب لیتغفل" دشمن کی صلح کی پیشکش کو نہ ٹھکراؤ، لیکن صلح کے بعد دشمن کے نیرنگ سے بہت زیادہ ہوشیار رہو کیونکہ بعض اوقات دشمن، غافل کرنے کے لئے بھی قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۳۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے: "القیتم علیک محبۃ منی" (طہ / ۳۹) شادی کے بعد زن و شوہر میں باہمی محبت کے بارے میں ہے: "وجعل ینکم مودۃ و رحمۃ" (روم / ۲۱)

۳۵ ارشاد ہوتا ہے: "تخسبہم جمیعا و قلوبہم شی" (حشر / ۱۴)

۳۶ الغریر جلد ۲ ص ۵۱

۳۷ تفسیروں میں ہے: جنگ بدر میں کچھ لوگوں نے کہا: رسول خدا کے احترام کے پیش نظر ان کے چچا حضرت عباس سے فدیہ نہ لیا جائے۔ آنحضرت نے فرمایا: "واللہ لاتذرن فیہ درہما" خدا کی قسم ان کو ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔ پھر آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا: 'چچا! آپ مالدار شخص ہیں اپنا بھی اور اپنے بھتیجے عقیل کا بھی فدیہ ادا کرو' عباس نے کہا: "اگر میں فدیہ دوں تو میں غریب ہو جاؤں گا" آنجناب نے فرمایا: "اس رقم سے دو جو آپ کی بیوی ام الفضل مکہ میں چھوڑ آئے ہو!" اس پر عباس نے کہا: "اس رقم کا کسی کو بھی علم نہیں ہے لہذا میں نے سمجھ لیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، اس پر میں مسلمان ہو گیا"

۳۸ اگر تمام صاحبان عقل و فہم اور ہر علم و فن کے متخصص (سپیشلسٹ) مسلمان مغربی ممالک سے ہجرت کر کے اسلامی ملکوں میں آجائیں تو اس سے ایک تو دشمن کو زبردست دھچکا لگے گا اور دوسرے اسلامی ملکوں کو بہت زیادہ تقویت مل جائے گی، ہماری بہت سی مصیبتوں کا سبب یہ ہے کہ ہمارے لوگ دوسروں کے نظاموں میں غرق ہو چکے ہیں اور ہجرت کو ترک کر چکے ہیں کہ جس سے اسلامی ملکوں کو فائدہ پہنچتا۔

سورہ اعراف

آیت ۱، ۲

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾
﴿كَتَبْنَا أَنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

الف۔ لام۔ میم۔ صاد

(یہ) وہ کتاب ہے جو (اے پیغمبر) تمہاری طرف نازل کی گئی، پس اس سے تمہارے سینے میں تنگی (اور شک و شبہ) نہیں ہونا چاہیے۔ (یہ کتاب اس لئے نازل ہوئی ہے۔) تاکہ اس کے ذریعہ تم ڈراؤ اور مومنین کے لئے نصیحت ہو۔

ایک نکتہ

صاحب تفسیر المیزان کے بقول، وہ تمام موضوعات جو سورۃ "الم" اور سورۃ "ص" میں ذکر ہوئے ہیں۔ وہ سب اسی سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔ (کیونکہ اس کی پہلی آیت ان دونوں کا مجموعہ (یعنی "المص" ہے۔)

پیام:

- ۱۔ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے مفہوم کی طرف توجہ سینے کی وسعت کا سبب ہوتی ہے۔ ﴿أَنْزَلَ - فَلَا يَكُنْ﴾
- ۲۔ رسالت کی شرط وسعت قلبی ہے۔ ﴿فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنذِرَ﴾
- ۳۔ اے پیغمبر! آپکو کفار کی ہٹ دھرمی اور اکھڑپن سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا کام تو صرف (انہیں ڈرانا) ہے۔ اجبار و زبردستی نہیں ہے۔ ﴿لِتُنذِرَ﴾
- ۴۔ انبیاء علیہم السلام کی تنبیہ، عمومی ہوتی ہے لیکن یاد دہانی اور سبق سکھانا صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ﴿وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

آیت ۳

﴿اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَلِيئًا مَّا تَدْكُرُونَ﴾

ترجمہ: جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اور اس کے علاوہ کسی اور معبود کی پیروی نہ کرو۔ تم کیا ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

سابقہ آیت پیغمبر اکرم کے فرائض کو بیان کر رہی ہے۔ اور یہ آیت امت کے فریضہ کو۔ اس آیت میں پیغمبر کو وسعت قلبی کا ثبوت دینے کے لیے کہا گیا اور اس آیت میں امت سے اطاعت کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس آیت میں "انزل الیک" ہے۔ اور اس میں "انزل الیک" ﴿

پیام:

- ۱۔ آیات الہی کی پیروی تمہارے اپنے ارتقاء اور رشد و تربیت کا سبب ہے ﴿ربکم﴾
- ۲۔ آیات الہی کی پیروی کا نتیجہ "ولایت الہی" کو تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کے ترک کر دینے کا نتیجہ غیر اللہ کی ولایت کا جو گلے میں ڈالنا ہوتا ہے۔ ﴿ولا تتبعوا من دونه اولیاء﴾
- ۳۔ جو خداوند یکتا و وحدہ لا شریک کی ولایت اور اس کے قانون کو قبول نہیں کرتا۔ (ربکم) اسے کئی "ولیتوں" کو راضی کرنا پڑتا ہے۔ ﴿اولیاء﴾
- ۴۔ نصیحت حاصل کرنے والا ہمیشہ اور ہر دور میں قلیل تعداد میں ہوتے ہیں۔ ﴿قلیلا ماتذکرون﴾

آیت ۴-۵

﴿وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَ هَا بَاسُنَا بَيِّنًا أَوْ هُمْ فَاثِلُونَ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ هُمْ بِأَسْنَاءِ إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ﴾

اور کتنی ایسی آبادیاں ہیں کہ ہم نے وہاں کے رہنے والوں کو (ان کے اپنے کرتوتوں اور کفر کی وجہ سے) نیست و نابود کر دیا۔ پس ہمارا عذاب رات کو یا دن کو جب وہ سو رہے ہوتے تھے ان کے پاس پہنچ جاتا۔

پس جب ہمارا عذاب ان کے پاس آجاتا تو وہ اس کے سوا اور کچھ نہ کہتے کہ "ہم خود ظالم تھے"

چند نکات:

دو "قریہ" کے معنی گاؤں یا بستی کے نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں آبادی، لوگوں کے جمع ہونے کا مرکز، خواہ شہر ہو یا گاؤں۔

دو "قائلون" کے لفظ کو "قیلولہ" سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں دوپہر کا آرام و استراحت اور اقالہ کا تعلق بھی اسی باب سے ہے جس کا معنی ہے فروخت شدہ چیز کو واپس لینا۔ کیونکہ اس طرح سے خریدار معاملے کی پریشانی سے راحت محسوس کرتا ہے۔

"بیات" کے معنی "شبانہ" یا رات کا وقت ہے۔ (از تفسیر نمونہ)

پیام:

- ۱۔ جو علاقے خدائی قہر و غضب سے نیست و نابود ہوئے ہیں وہ بہت کم ہیں۔ ﴿وکم﴾
- ۲۔ دوسروں کے تلخ تجربوں سے عبرت حاصل کرو ﴿وکم﴾
- ۳۔ خدائی سزاؤں کا تعلق صرف قیامت ہی سے نہیں بلکہ دنیا میں اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ﴿اہلکنا﴾
- ۴۔ خدائی قہر و غضب ناگہانی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ ﴿بیاتا او ہم قائلون﴾
- ۵۔ آرام کے وقت عذاب کا اپنی گرفت میں زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ ﴿بیاتا او ہم قائلون﴾
- ۶۔ خدائی عذاب اس وقت اپنی لپیٹ میں لیتا ہے جب سوچنے سمجھنے اور چارہ جوئی کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ ﴿بیاتا او ہم قائلون﴾
- ۷۔ با حوصلہ رہبر اور کامل قانون (سابقہ دو آیات کی طرف اشارہ ہے۔) کے آجانے کے بعد لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ لہذا اس کی نافرمانی سخت سزا کا موجب بن جائے گی۔ ﴿وکم اہلکنا﴾
- ۸۔ خطرات اور جو اذات، غرور کا سر نیچا کر دیتے ہیں۔ غفلت کے پردے چاک کر دیتے ہیں۔ اور مردہ ضمیروں کو زندہ اور سوتے ہوئے ضمیروں کو بیدار کر دیتے ہیں۔ ﴿لانا قالوا﴾
- ۹۔ ہر ظالم و جابر انسان جب عذاب الہی کو دیکھتا ہے تو اس میں ٹھراؤ آجاتا ہے۔ اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیتا ہے۔ ﴿انا کنا ظالمین﴾

۱۰۔ نعرے اس وقت لگائے جاتے ہیں جب آسائش کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن جب خطرہ سر پر منڈلانے لگتا ہے تو ایک صرف بھی منہ سے نہیں نکل پاتا۔ ﴿فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ﴾

۱۱۔ اگر آج اپنے ارادے اور اختیار سے سر تسلیم خم نہیں کرو گے۔ تو کل خواہ مخواہ مجبوراً کورنش بجانا پڑے گی۔ ﴿قَانُوا انَا كُنَا﴾ -

۱۲۔ غیر اللہ کے پیچھے جانا ان کی اطاعت کرنا اور انبیاء کی اطاعت سے منہ موڑنا۔ (سابقہ دو آیات کے پیش نظر) ظلم ہے۔ (کنا ظالمین)

آیت ۶-۷

﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَ لَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ فَلَنَقْضُنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَ مَا كُنَّا غَائِبِينَ﴾

ترجمہ: پس ہم یقیناً ان لوگوں سے باز پرس کریں گے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے۔ اور خود پیغمبروں سے بھی جواب طلبی کریں گے۔

پس ہم یقیناً علم (اور پوری تحقیق) کی بناء پر ان لوگوں کو (وہ) سب کچھ بتادیں گے (جو انہوں نے کیا ہوگا) اور ہم غائب اور بے خبر نہیں تھے۔

ایک نکتہ

سابقہ آیت میں دنیوی سزا کا تذکرہ تھا۔ اور یہ آیت اخروی سزا اور احتساب کو بیان کر رہی ہے۔ اور اس طرح تاکید کے ساتھ اس کا تذکرہ کر رہی ہے کہ قیامت کے دن سوال و جواب ختمی ہوں گے۔ اور یہ صرف گناہگاروں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

پیام:

۱۔ قیامت کے دن، رہبروں اور راہنماؤں سے بھی سوال ہوں گے۔ اور اُمتوں اور پیروکاروں سے بھی۔ نیک لوگوں سے بھی پوچھا جائے گا۔ اور بدکاروں سے بھی۔ علماء سے بھی باز پرس ہوگی اور مقلدین سے بھی۔

۲۔ قیامت کے دن سوال کرنے کا مقصد یہ نہیں ہوگا کہ خدا سے کوئی چیز پوشیدہ ہے۔ اور وہ پوچھ پوچھ کر شکوک و شبہات دور کرے گا، نہیں بلکہ مقصد بندوں کی اپنے اعمال کے بارے میں شہادت، ان کا اقرار اور خدا کی ہے۔ جب کہ سورہ سبا / ۳ میں ہے۔

"﴿وما يغرب عن ربك مثقال ذرة في السموات والارض﴾"

تفسیر:

اس آیت میں چند نکتے موجود ہیں۔

الف: کن چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ ان چیزوں کے بارے میں:

۱۔ نعمتوں کے بارے میں جیسا کہ ارشاد ہے۔ "﴿ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم﴾" (تکواثر / ۷) تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔ اور روایات میں ہے کہ یہاں ہر نعمت سے مراد "رہبری اور ولایت" ہے۔

۲۔ کمردار کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ "﴿لنسئكنهم اجمعين عما كانوا يعملون﴾" (حجر / ۹۲) ہم ان سے ضرور سوال کریں گے ان چیزوں کے بارے میں جو وہ انجام دیتے رہے۔

۳۔ اعضاء کے بارے میں پوچھا جائے گا جیسا کہ فرماتا ہے۔ "﴿ان السمع والصبرو الفواد كل اولئك كان عنه مسئولا﴾" (بنی اسرائیل / ۸۳) کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال ہوگا۔

۴۔ عمر و جوانی اور مال و دولت کا حصول اور ان کے مصرف کے بارے میں سوال ہوگا۔ جیسا کہ روایات و احادیث اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ب: سوال کس انداز میں کیا جائے گا؟ اس انداز میں مثلاً

(۱) "﴿بعشر الجن والانس اكم ياتكم رسل منكم﴾" -- "(انعام / ۱۳۰) اے گروہ جن و انس! آیا دنیا میں تمہارے پاس پیغمبر نہیں آتے تھے کہ تمہیں حقائق بتاتے؟

(۲) "﴿يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم﴾" -- "(مائدہ / ۱۰۹) جس دن اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو اکٹھا کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ لوگوں نے آپ کو کس طرح جواب دیا تھا؟

ج: اس آیت میں فرماتا ہے کہ یقیناً انبیاء سے بھی سوال کریں گے اور لوگوں سے بھی! جبکہ سۃ الرحمن / ۳۹ میں فرماتا ہے کہ "اس دن کسی جن و انس سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔" ﴿فِيَوْمَئِذٍ لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ﴾ "تو کیا ان دونوں آیات کا آپس میں اختلاف ہے؟

جواب: قیامت میں صرف ایک جگہ ہی سوال نہیں کیا جائے گا، کئی مقامات پر ٹھہرایا جائے گا اور ہر مقام پر مختلف نوعیت کا سوال کیا جائے گا۔ اور ایک جگہ پر ہونٹوں پر مہر لگا دی جائے گی اور کسی کو بولنے کا یا را نہیں ہوگا۔ کہیں پر مہر سکوت توڑ دی جائے گی۔ ہر طرف سے چیخ و پکار، نصرت طلبی اور اقرار کی آوازیں گونج رہی ہوں گی۔ کسی جگہ پر سب سے پوچھا جائے گا۔ اور کہیں پر سب خاموش!

آیت ۸

﴿وَالْوِزْنُ يُوَمَّئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ تَقَلَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ: اور (قیامت کے دن) میزان (لوگوں کے جاننے کا ذریعہ) حق ہے، پس جس شخص (کے اعمال) کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہ لوگ ہی کامیاب ہیں۔"

"میزان" کسی چیز کے وزن کرنے اور جانچنے کے ذریعہ کو کہتے ہیں اور ہر چیز کا میزان جداگانہ ہے۔ دیوار کو ساہول کے ساتھ، آب و ہوا کو تھرما میٹر کے ساتھ، پھل و میوے کو کلو کے ساتھ اور کپڑے کو میٹریا گز کے ساتھ جانچتے ہیں۔ عام انسانوں کی جانچ اور وزن کا ذریعہ انسان کامل ہیں جو مجسم حق ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام "﴿وَنُضِعَ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ﴾" ہم عدل و انصاف کے ترازو قائم کریں گے۔ (انبیاء / ۴۷) کی تفسیر کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اور انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام میزان ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین ﴿﴾ و منین علی علیہ السلام کی زیارت مطلقہ میں ہم پڑھتے ہیں۔ "السلام علی میزان الاعمال" اعمال کے ترازو پر ہمارا سلام۔ اس لئے کہ یہی ذوات قدسیہ بذات خود دوسروں کے اعمال و افعال کے جانچنے، پرکھنے اور تولنے کا حقیقی معیار ہیں۔

پیام:

- ۱۔ قیامت کے دن حق کی حکومت ہوگی۔ "﴿هنا لك الولاية لله الحق﴾" (کہف/۴۴) اور وہ دن بذاتِ خود حق ہوگا۔ "﴿ذالك اليوم الحق﴾" (بنا/۳۹) اس دن وزن بھی حق ہوگا اور فیصلہ بھی برحق ہوگا۔ (آیت الذکر)
- ۲۔ قیامت کے دن تمام بندوبست باقاعدہ منظم طریقے سے کئے جائیں گے، حساب و کتاب احکام اور فیصلوں کا صدور، سزا و جزا کا فیصلہ سب کچھ حق کی بنیادوں پر ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "﴿والوزن يومئذ الحق﴾"
- ۳۔ ہر شخص کے لئے کسی قسم کے جانچنے اور وزن کرنے کے معیار ہوں گے۔ "و ﴿موازينه﴾"
- ۳۔ عمل کے بغیر کسی جزا کی توقع غلط ہے۔ "﴿فمن ثقلت ---- هم المفلحون﴾"

آیت ۹

﴿وَمَنْ حَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ﴾

ترجمہ: اور جس شخص کے (اعمال کے) پلڑے ہلکے ہوں گے (اور ان کے اعمال و افکار ناشائستہ ہوں گے) تو یہی وہ لوگ ہوں گے جو ہماری آیات پر ظلم کرنے کی وجہ سے خود کو تباہ و برباد کر کے نقصان پہنچائیں گے۔

پیام:

- ۱۔ ایک انسان کے جانچنے اور پرکھنے کے لئے کئی وسائل ضروری ہوتے ہیں۔ ﴿موازين﴾
- ۲۔ اعمال صالح اگر کم مقدار میں ہوں تو خسارے کا موجب ہوتے ہیں، چہ جائیکہ سرے ہی سے نہ ہو۔ ﴿خفت خسروا﴾
- ۳۔ آیات الہی کا انکار اور ان سے بے پرواہی۔ ان پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ (ب) ﴿ایاتنا یظلمون﴾
- ۳۔ اس دنیا کو بازار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں رہ کر ایمان لانا "منافع" ہے اور کفار و انکار کا خسارہ ہے۔ اور فطرات سلیم اور استدلال کو نظر انداز کر دینا جو ہر انسانیت کو نابود کرنے اور اپنے اوپر ظلم کا موجب ہے۔ ﴿خسرو النفسهم﴾

آیت ۱۰

﴿فِي الْأَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعِيشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے یقیناً تمہیں روئے زمین پر تسلط اور حکومت عطا کی (اور فطرت کو مسخر کر کے) تمہارے لئے اس زمین میں وسائل زندگی فراہم کئے۔ (لیکن) تم بہت ہی کم شکر بجا لاتے ہو۔

پیام:

- ۱۔ دنیا میں تمام چیزیں انسان کے اختیار میں اور اس کے لئے مسخر ہیں۔ ﴿مکناکم﴾ ۱
- ۲۔ زمین کی تخلیق اور اس کے متعلقہ امور مثلاً گردش، حرارت، جاذبتیت، وافعییت، پانی، نباتات، فضلات کو قبول کر کے سبزیجات و پھل میوے واپس کرنا وغیرہ ایسے امور کہ جنہیں دیکھ انسان اپنے لئے زمین کو محل سکونت کے عنوان سے منتخب کر سکتا ہے۔ "﴿مکناکم فی الارض﴾"
- ۳۔ طبیعت و فطرات پر حکمران قوانین کچھ اس طرح سے ہیں کہ انسان ان پر تسلط قائم کر سکتا ہے اور انہیں اپنے اختیار میں لاسکتا ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ زمین کو رام نہ کرتا۔ تو انسان کے بس کی بات نہیں تھی کہ اسے اپنے قابو میں رکھتا اور اس سے بہرہ گیری کرتا۔ "﴿مکنا﴾"
- ۴۔ نعمتوں کو شکر بجا لانے کا سبب سمجھو نہ کہ غفلت اور عیاشی کا موجب۔ ﴿تشکرون﴾
- ۵۔ قرآن مجید بار بار لوگوں کی ناشکری، غفلت اور بے ایمانی کی بات کرتا ہے۔ ﴿قلیلا مایشکرون﴾

آیت ۱۱

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے یقیناً تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بندی اور چہرہ نگاری کی، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ "آدم کو سجدہ کرو" پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

دو نکات:

سابقہ آیت میں انسان کو زمین پر تسلط کی بات ہو رہی تھی جو کہ اس کی مادی قدرت کی بات تھی، اور اس آیت میں اس کے "مسجود ملائکہ" ہونے کا تذکرہ جو اس کی تصویر عظمت کی دلیل ہے۔

اس آیت سے لے کر بعد کی ۱۰ آیت تک حضرت آدم کی داستان سے تعلق رکھتی ہے۔ جو گذشتہ آیت یعنی انسان کی زمین پر تمکین و قدرت کی تفصیل ہیں۔

پیام:

- ۱۔ انسانی تخلیق چند مراحل میں عمل میں آئی۔ ﴿ثُمَّ ثُمَّ﴾
- ۲۔ انسان میں اس مقام پر و منزلت تک پہنچنے کی استعداد و صلاحیت ہو کہ مسجود ملائکہ بن سکتا ہو۔ ﴿اسجدوا لادم﴾
- ۳۔ اگر فرمان خدا کے مطابق غیر خدا کو سجدہ کیا جائے تو شرک نہیں ہے۔ ﴿قلنا - السجدوا﴾
- ۴۔ باپ پر احسان، اولاد پر احسان ہوتا ہے (حکم خداوندی کے ملائکہ نے ابو ابستہ آدم کو سجدہ کیا ہے اپنی قدر و منزلت کو خوب اچھی طرح پہچانو)

آیت ۱۲

﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾

ترجمہ: اللہ نے (ابلیس سے) فرمایا جب میں نے تجھے سجدے کا حکم دیا تھا تو تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے باز رکھا؟ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی کے خلق کیا ہے۔

ایک نکتہ:

سجدہ کرنے کی وجہ لیاقت اور شایستگی تھی تاکہ "ذات پات" اور شرعی روایات کی مطابق سب سے پہلے جس کسی نے قیاس کیا وہ شیطان تھا ۲

پیام:

۱۔ غرور اور تکبر کے خطرہ اس حد تک ہے کہ متکبرین خدا کے فرمان کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ امر کے آگے لکڑ جاتے ہیں۔ ﴿اناخیرمنہ﴾

- ۲۔ شیطان نے قیاس سے کام لیا جو گمان اور تخمین پر مبنی ہے۔ ﴿خَلَقْنِي نَارٍ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾
- ۳۔ تعصب اور بے جا حمیت نے شیطان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ﴾
- ۴۔ کائنات کا سب سے پہلا گناہگار شیطان ہے اور اس کی تباہی و بربادی کا موجب اس کا غرور و تکبر اور دریں کہنا ہے۔
- ۵۔ میرے خدا کی خالقیت ہی کو قبول کر لینا۔ (تسلیم کر لینا) کافی نہیں بلکہ امر کا حکم ماننا اور امر کے آگے سر تسلیم حکم کرنا بھی ضروری ہے۔ (خراستنی)
- ۶۔ شیطان، آدم کے نہیں خدا ایک ہے ڈٹ گیا۔ (اذام تک) ۳
- ۷۔ شیطان نے نص کے مقابلے میں اجتہاد کیا۔ اور آگ کی مٹی ہے بدتر کا سہارا لے کر خدائی حکمت کا انکار کر دیا۔ ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ﴾

آیت ۱۳

﴿قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ﴾ ترجمہ: اللہ نے شیطان سے کہا: اس مرتبے اور درجے سے نیچے آ جا! تجھے نہیں چاہیے تھا کہ تکبر کرتا۔ پس باہر نکل جا کیونکہ تو یقیناً ذلیل اور رسواؤں سے ہے۔

پیام:

- ۱۔ غرور و تکبر کا نتیجہ حقارت ذلت اور رسوائی ہے۔ ﴿فَاهْبِطْ - فَاخْرُجْ﴾
- ۲۔ تکبر صرف عام لوگوں کے لئے خطرناک نہیں ہے بلکہ ان کیلئے بھی خطرناک ہے جو ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کا ہم نشین رہ کر ہزاروں سال کی ریکارڈ عبادت کے حاصل ہوتے ہیں۔ ﴿فَاهْبِطْ فَاخْرُجْ﴾
- ۳۔ نہ تو شیطان کمر اس کا خدا کے بارے میں علم بچا سکا اور نہ ہی لمبی چوڑی عبادت، راہ نجات اور صرف اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینے میں ہے۔ ﴿تَتَكَبَّرَ فِيهَا - فَاخْرُجْ﴾ ۳
- ۴۔ تکبر اعمال کی نابودی اور بربادی کا موجب ہوتا ہے۔ ﴿فَاخْرُجْ﴾

- ۵۔ "میں بہتر ہوں" (انا خیر) کے نعرے کا جواب "نکل جا" ﴿فاخرج﴾ ہے۔
- ۶۔ بعض اوقات ایک لمحے کا تکبر، اور تباہی کا موجب بن سکتا ہے۔ ﴿تتكبر - فاخرج﴾

آیت ۱۴-۱۵

﴿قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ - قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ﴾

ترجمہ: (شیطان نے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کی بجائے) کہا: مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن لوگ قبور سے اٹھائے جائیں گے۔ (اللہ نے) فرمایا: یقیناً تو ان افراد میں سے ہے جنہیں مہلت دی جا چکی ہے۔

دونکات:

ابلیس تو قیامت تک کی مہلت چاہتا تھا۔ لیکن اس آیت سے اور سورہ ۳۸ ویں اور سورہ ص کی ۸۱ ویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قیامت تک تو نہیں البتہ ایک لمبے عرصے کے لئے مہلت ملی ہے۔ کہ "در انک من المنظرین امریوم الوقت المعلوم"

تفسیر صافی میں ہے کہ ابلیس پہلے صور کے پھونکے جانے تک زندہ رہے گا پھر وہ بھی مر جائے گا۔
سوال: ابلیس کو خدا نے کس لیے مہلت دی ہے؟

جواب: اس لئے کہ مہلت دینا خدا کا ایک طریقہ کار چلا آ رہا ہے۔ تاکہ خیر اور شر کے اسباب مہیا رہیں اور انسان اپنے ارادہ اور اختیارات۔ راہ کا انتخاب کرے، ابلیس، انسان کو گمراہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ (سورہ ابراہیم ۲۶)

پیام:

- ۱۔ پر لمبی عمر بھی قابل قدر نہیں ہوا کرتی۔ ﴿انظرني﴾
- ۲۔ بعض اوقات کافر کی دلی تمنا بھی پوری ہو جاتی ہے۔ ﴿انک من المنظرین﴾
- ۳۔ شیطان بھی جانتا ہے کہ عمر خدا کے ہاتھ اور ارادے میں ہے۔ اسی لئے اے خدا اے خدا مانگا ہے۔ ﴿انظرني﴾
- ۴۔ مہلت دینا خدا کا طریقہ کار ہے۔ ﴿انک من المنظرین﴾

۵۔ ابلیس، اپنے خالق کو بھی پہچانتا تھا کہ کہا ﴿خَلَقْتَنِي﴾ اور معاد کو بھی جانتا تھا اسی لئے قیامت کے دن تک کی مہلت مانگی (یوم یبعثون) لیکن ایسی معرفت کا کیا فائدہ جب اس کے فرمان پر عمل نہ کرے۔

آیت ۱۶-۱۷

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ - ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا بَجْدُ أَكْثَرُهُمْ شَاكِرِينَ﴾

ترجمہ: (شیطان نے) کہا: تو چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے لہذا میں بھی یقیناً (فریب دینے کے لئے) تیرے سیدھے راستے پر بیٹھا رہوں گا۔

پھر (تیرے) ان (بندوں) کے آگے سے یا پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے ان تک آپہنچوں گا (میرے مسلسل وسوسوں کے نتیجے میں تو ان میں سے بہترین کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

دو نکات:

شیطان نے خدا سے اس لئے مہلت نہیں مانگی تھی کہ غلطی کی تلافی کرے، بلکہ آدم کا انتقام اولاد آدم سے لینے کے لئے مہلت مانگی تاکہ انہیں گمراہ کرے۔

حدیث میں ہے کہ شیطان نے قسم کھائی کہ اولاد آدم کے چاروں طرف گھات لگائے رکھے گا تاکہ انہیں گمراہ کر دے یا نیکی سے روکے رکھے۔ فرشتوں نے انسانوں کی ہمدردی میں خدا کی بارگاہ میں عرض کی۔ "پروردگار! یہ انسان کے پنچے سے کیسے چھٹکارا پاسکے گا؟" اللہ نے فرمایا "اگر وہ چاروں اطراف سے انہیں گمراہ کرے گا تو دو راستے اوپر اور نیچے والے ان کے لئے کھلے ہوں گے جب بھی انسان دعا کے لئے ہاتھ کھڑے دے گا یا اپنی صورت خاک پر رکھ دے گا تو اس کے ستر سال کے گناہ معاف کر دوں گا" (از تفسیر فخر الدین رازی)

جب آدم کو شیطان کے تسلط کا علم ہوا تو خدا کی بارگاہ میں فریاد کرنے لگ گئے۔ اللہ نے فرمایا: "گھبرانے کی ضرورت نہیں میں گناہ کو اور نیکی کو اسی گناہ کروں گا۔ اور توبہ کا دروازہ بھی کھلا رکھوں گا"

(از تفسیر نور الثقلین)

پیام:

- ۱۔ اپنی خلاف ورزیوں کی توجیہ نہیں کرنی چاہئے جب کہ عذر گناہ بلا تراز گناہ کے میدان شیطان نے اپنے تکبر کو تو نظر انداز کر دیا اور گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دیدی۔ ﴿اغوتنی﴾
- ۲۔ شیطان، انسان کا تو قسم خوردہ دشمن ہے۔ ﴿لاغوینہم﴾
- ۳۔ راہ مستقیم پر چلنا اور اس راہ کا تلاتر کرنا بہت مشکل ہے جس کے الھی امداد کی ضرورت ہے چونکہ شیطان بروقت گھات میں ہے لہذا اس کے بروقت ہوشیار اور اس کے خلاف نبر آزمانا رہنے کے لئے بروقت مسلح رہنا چاہئے (لاقعدن لھم۔۔)
- ۴۔ شیطان سب کچھ سے واقف ہے۔ صراط مستقیم کو بھی جانتا ہے۔ شکر گزاروں سے بھی واقف ہے و سوسے ڈالنا بھی خوب جانتا ہے اور جارحانہ انداز سے حملے کرنے سے بھی باخبر ہے۔ (تفسیر)
- یاد رہے کہ شیطان کے و سوسے ڈالنے کے کئی راستے ہیں۔ اگر آپ ایک راہ کو بند کر دیں گے تو وہ دوسری راہ لے آ جائے گا۔ لہذا اچھی طرح ہوشیار اور خبردار رہنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ اس کا آگے کی طرف سے آنے کا مقصد جاہ و مقام اور سال کے حصول کی خواہش ہو، پیچھے کی طرف یہ آنے کا مقصد اولاد اور الماتوں کی فکر ہو، دائیں طرف کا مقصد علم و عبادت کے اور سماجی خدمات کے ذریعہ و سوسے ڈالنا ہو اور بائیں جانب کے رسوخ سے مراد برائیوں اور بے حیائیوں کی طرف رغبت دلانا ہو۔ (از تفسیر المیزان)
- ۵۔ شیطان کے گھات کی تاثیر چند چیزوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے یا گمراہ کرنے سے یا پیچھے ہٹا دینے سے یا روک دینے سے یا دل میں مختلف شکوک و شبہات اور و سوسے ڈالنے سے۔
- ۶۔ شیطان آگے کی طرف سے یوں آتا ہے کہ دنیا کو انسان کے لئے مزین کر کے پیش کر کے پیش کرتا ہے پیچھے سے یوں کہ آخرت کو فراموش کرا دیتا ہے۔ دائیں طرف سے اس طرح کہ عبادتوں کو بوجھل اور سنگین ظاہر کرتا ہے۔ اور بائیں جانب سے اس طرح کہ گناہوں کو شیریں لذیذ اور خوشگوار انداز میں پیش کرتا ہے۔ (از تفسیر مجمع البیان)

﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْثُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تو ذلیل و خوار ہو کر (اپنے مقام و منزلت سے) نکل جا، (میں قسم کھا کر کہتا ہوں) ان میں سے جو شخص تیری پیروی کرے گا تو میں یقیناً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

دونکات:

ایک لمحہ کے لئے اظہار تکبر اور "﴿اناخيرة﴾" کہنا کہ قذیبی کا موجب بن گیا! "اهبط، اخرج" انک من الصاغرين" جیسے الفاظ انجام دے دو چار ہونا پڑا اور یہ سب حقارتیں پستی اور ذلت، متکبر نام پرور قربان" اس لئے کہ معذرت طہی کی اور معافی مانگنے کی بجائے ڈٹ گیا اور نسل انسانی کی گمراہی پر کمر باندھ لی۔
"ذعوم" کو اصل "ذعم" ہے جس کا معنی ہے شدید عیب اور "مدحور" کی اصل "دم" ہے جبر کا معنی ہے ذلت و رسائی کے ساتھ دھکے دیکر باہر نکال دینا۔

پیام:

۱۔ انسان خود شیطان کی پیروی کرتا اور جہنم کا حقدار بنتا ہے۔
۲۔ گمراہ اور اس قدر زیادہ ہیں کہ دوزخ جب "واهل من مزید" (اور کچھ) کا نعرہ لگانے لگی تو (لااملن) کے تحت اسے بھر دیا جائے گا، جبکہ نیک اور پاک سیرت لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جب کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "﴿وقليلًا ماتشكرون﴾"

آیت ۱۹

﴿وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: اور اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ بہشت میں جا ٹھہرو! اور جو چیز جہاں ہے اور جب چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے نزدیک نہ جانا کہ (اپنے اوپر) ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

دونکات:

اس جیسی آیت سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے ملاحظہ ۳۵ میں آیت
آیت میں مذکور نہیں تحریمی نہیں بلکہ کرایت پر مبنی تھی۔ لیکن آدم کا بلند مقام و مرتبہ اس قدر زہر و تونج کا موجب بن گیا
یا پھر نہی ارشادی تھی کہ جس کا خبر کی خلاف ورزی کا ضبطی نتیجہ وہی نکلا جو آگے بیان ہو رہا ہے۔ جیسے کوئی ڈاکٹر بیمار کو
ایک غذا سے روکتا ہے کہ اگر اسے کھائے گا تو سخت پریشان ہوگا۔ ورنہ وہ حرام نہیں ہے۔

پیام:

- ۱۔ مقام رہائش میں عورت مرد کے تابع ہوتی ہے۔ (انت وزوجک)
- ۲۔ حلال راستہ ہو جانے کے باوجود (فکلا) حرام کے پیچھے جانا ظلم ہے۔ ﴿فتکو نامن الظلمین﴾
- ۳۔ پہلے حلال مصرف کی راہیں کھو لو پھر انہیں اور ممنوعیت کے مقامات کی نشاندہی کرو ﴿کلالاتقرب﴾ (۱)
- ۴۔ گناہ کے نزدیک جانا بھی آلودگی کا موجب بن جاتا ہے ﴿لاتقربا۔ فتکونا﴾

آیت ۲۰

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ
تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ﴾

ترجمہ: پس شیطان نے ان دونوں (آدم اور ان کی بیوی) کو وسوسہ میں ڈال دیا تاکہ ان کے چھپائے جانے کے مقامات
کو ظاہر کرے اور کہا: تمہارے پروردگار نے اس درخت سے کھانے سے نہیں روکا مگر اس لئے کہ کہیں فرشتے بن جاؤ یا
حیات ابدی حاصل نہ کر لو۔

چند نکات:

شیطان ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈال رہا تھا کہ اس درخت سے کھانے سے وہ فرشتے بن جائیں گے یا اور زندگی کے
حاصل ہو جائیں گے، اور چونکہ خدا یہ نہیں چاہتا کہ تم اس مقام و منزلت تک جا پہنچو لہذا تمہیں اس سے روک دیتا ہے۔

وہ درخت کونسا تھا جس کے قریب جانے سے انہیں روک دیا گیا تھا؟ اس بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ گندم کا پودا تھا، اور نباتات پر بھی "شجرہ" کا لفظ بولا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "شجرۃ من لقطین" (کدو کا درخت) حالانکہ وہ تو پودا بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بیج ہوتی ہے لیکن چونکہ نباتات ہے اس لئے اسے "شجرہ" کہا گیا۔

بعض حضرات نے اس درخت سے "حسد" کی خصلت مراد لی ہے۔

توریت نے شجرہ سے "علم و معرفت کا درخت" مراد لیا ہے (جو نباتات اس کی تحریف کی دلیل ہے، اس لئے کہ خداوند متعال انسان کو علم و معرفت سے ہی نہیں کرتا ہے اگرچہ پورے کلام پاک میں یہ ماجرا چھ مرتبہ بیان ہوا ہے لیکن کہیں پر بھی اس درخت کی تعین نہیں کی گئی۔

پیام:

- ۱۔ شیطان تو انبیاء تک کو بھی نہیں چھوڑتا۔ ﴿لہما﴾
- ۲۔ شیطان کا آخری حربہ و سوسے پیدا کرنا ہوتا ہے کسی کو مجبور کرنا نہیں ہوگا۔ رہنمائی کرنا ہے مداخلت نہیں۔ ﴿فوسوس﴾
- ۳۔ گناہ کے ارتکاب اور خلاف ورزی کا نتیجہ رسوائی ہوتا ہے۔ ﴿لیبیدی﴾
- ۴۔ پردے اتارنا اور جنسی مسائل کو نمایاں کرنا انسان کی راہ پر شیطان کے بچھائے جانے والے جال اور اس کی دلی آرزو ہے۔ ﴿لیبیدی﴾
- ۵۔ احکام الہی کی خلاف ورزی کے لئے غلط توجیہات اور فلسفہ آرائی ممنوع ہے۔ ﴿ماخا کماربکما﴾ (-)
- ۶۔ انسانی آرزوؤں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بے غم، بے فکر اور سکون کی فضا میں زندگی گزارے۔ ﴿ملکین﴾
- ۷۔ ہمیشہ کے لئے اور زندگی جاودانہ سے محبت پر انسان کو ہے۔ ﴿خالدین﴾
- ۸۔ انسانی آرزوؤں کے راستہ ہی سے شیطان کو داخل ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ﴿تکونامن الخالدین﴾
- ۹۔ شیطان انسان کو گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے اس کی فکری اس کے اندر ثقافتی اور تعلیمی راہوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ﴿تکونا من الخالدین﴾

آیت ۲۱

﴿وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾

ترجمہ: اور شیطان نے (اپنے وسوسے کو موثر بنانے کے لئے) ان دونوں کے قسم کھائی کہ یقین جانو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

چند نکات:

سب سے پہلی جھوٹی قسم شیطان نے کھائی۔

قرآن مجید کے بقول منافقین ہی جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو سورہ توبہ آیات ۴۵۶ - ۶۲: ۷۴ - ۱۰۷) جو ہمیشہ یا اکثر و بیشتر قسمیں کھاتا رہتا ہے وہ قیادت اور رہبری کے لائق نہیں ہے ملاحظہ ہو سورہ قلم ۱۰ اور لا تطع کل حلاف مھین"

پیام:

۱۔ جھوٹی قسمیں کھانا، شیطانی کام ہے ﴿قاسمہا﴾

۲۔ ہر قسم پر اعتماد نہیں کر لینا چاہئے ﴿قاسمہا﴾

۳۔ دشمن ہمارے عقائد سے اپنے مفادات اٹھانے کی کوشش کرتا ہے ﴿قاسمہما﴾

۴۔ خیر خواہی کے بلند بانگ دعوے اور نعرے ہی دشمن کے ہمارے اندر در آنے کے موجب ہوتے ہیں۔ ﴿لمن

لناصحین﴾ ۶

آیت ۲۲

﴿فَدَلَاهُمَا يُغْرورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ
أُحْكَمَا عَنْ تَلْكُمَا الشَّجَرَةَ وَأَقلُّ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾

ترجمہ: پس شیطان نے ان دونوں (آدم اور ان کی زوجہ) کو دھوکہ دیا (اور انہیں مقام و مرتبہ سے نیچے گمراہ کیا) پس جو نہی انہوں نے (ممنوعہ) درخت سے چکھا (انکا لباس گمراہ اور) شرمگاہیں ان کے لئے نمایاں ہو گئیں۔ اور اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ اور ان کے رب نے انہیں آواز دی: آیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا۔ اور نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارے لئے کھلم کھلا دشمن ہے؟

چند نکات:

"دلی" کا لفظ "تدلیۃ" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے "نزدیک کرنا" اور یہ ڈول اور رسی کی طرف اشارہ ہے کہ جب پانی کے حصول کے لئے اسے کنویں میں چھوڑا جاتا ہے۔ اور پھر کھینچا جاتا ہے۔ گویا شیطان نے دھوکے کی رسی سے آدم کو فریب کے کنویں کے قریب کر دیا۔

"یخصفان" لفظ "خصف" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے سینا، ٹانگنا، جوڑ لگانا۔

آدم و حوا کے بارے میں اللہ نے "﴿ناداھما﴾" فرمایا ہے جس کا معنی ہے انیس دورے پکارا، گویا ممنوعہ درخت سے کھانے کے بعد وہ قریب خداوندی سے دور ہو گئی۔

پیام:

- ۱۔ زن و مرد دونوں میں ہمیشہ شیطانی وسوسوں کے تیروں کی زد میں ہیں۔ ﴿دلاھما﴾
- ۲۔ شیطان کا حربہ دھوکا اور فریب ہی ہے ﴿بغرور﴾
- ۳۔ شیطانی چالیں ایسی ہوتی ہیں جیسے گناہ کے کنویں میں سقوط کے لئے رسی ہوتی ہے ﴿دلاھما﴾
- ۴۔ گناہ کے ارتکاب میں کم یا زیادہ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ جسارت اور گستاخی کو دیکھا جاتا ہے۔ ﴿ذاقا﴾
- ۵۔ عریانی برائی اور چھپا رہنا شرافت ہے اور دونوں انسانی فطرت میں شامل ہیں۔ ﴿طفقا یخصفان﴾
- ۶۔ عریانی ایک الہی سزا ہے (نہ کہ فیشن و ارتمدن و ترقی کی علامت)

۷۔ ہر شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ اور حسب حال بات کرنی چاہئے۔ (آدم جو کہ خد کے مخاطب تھے۔ ممنوعہ درخت سے کھالینے کے بعد اپنا مقام گنوا بیٹھے۔ اور "خطاب" کی بجائے داند "اے نورزے گے۔ اور "هذه الشجرة" کے بجائے "تکلم الشجرة" کہا گیا۔

۸۔ اور ابلیس نے انسان پر سب سے پہلا جو وار کیا وہ یہی کہ اس کا پردہ اتروا دیا۔

۹۔ باوجودیکہ شیطان کی دشمنی حکم کھلا، واضح آشکار اور الم نشرح ہے، لیکن انسان کے اس خطرات غافل ہے۔ ﴿الم

اقل - عدومبین﴾

۱۰۔ ممنوع لقمہ اور بے مقصد اخراجات عریانی کا موجب ہیں اس لئے کہ عریانی اور اقتصاد کا آپس میں گہرا تعلق

ہے۔ ﴿ذاقا الشجرة بدتلہما، سورہتہما﴾

۱۱۔ عریانی بری شے ہے خواہ اپنے محرم اور زن و شوہر کے سامنے بھی ہو، ﴿سوناہما﴾

۱۲۔ چھپانا لازمی ہے جیسے بھی ہو اور جہاں بھی ہو۔ ﴿ورق الجنة﴾

آیات ۲۳

﴿قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

ترجمہ: (آدم و حوانے) کہا خداوند! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اگر تو ہمیں بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

ایک نکتہ:

شیطان اور آدم میں یہی فرق ہے کہ شیطان نے اپنے سجدہ نہ کرنیکی نافرمانی کے بارے میں خدا کے عدل اور کرم کی حکمت پر اعتراض کیا، تکبر کا مظاہرہ کیا، غرور کا اظہار کیا، اپنی غلطی پر ڈٹ گیا، قوم پرستی کو فروغ دیا، پشیمانی کا اظہار نہ کیا۔ لیکن آدم نے اپنی اور اپنی بیوی کی خلاف ورزی کا اعتراف کیا، اپنی بخشش کا خدا نے تقاضا کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ "تو ہمیں بخش دے" بلکہ کہا: اگر نہیں بخشے گا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

پیام:

۱۔ ہر قسم کی خلاف ورزی اپنے اور ہر ظلم ہوتا ہے۔ (کیونکہ خدا کے فرمان کی مخالفت، حقیقی سعادت اور ارتقاء بشریت کی مخالفت ہوتی ہے)

۲۔ بخش دیا جاتا، قہر خداوندی سے نجات مل جاتا ہے۔ ﴿وانِ لمتغفرلنا و ترحمنا﴾۔

۳۔ آدم و حوا جس طرح خلاف ورزی میں شریک تھے اسی طرح گزشتہ کی تلافی اور عذر خواہی میں بھی شریک تھے۔ ﴿ذاقا۔ قالاربنا﴾

۴۔ تاریخ شریعت میں سب سے پہلی خواہش غفور و رحمت الہی کا تقاضا ہے۔ ﴿وانِ نم تغفرلنا﴾

۵۔ گناہگاروں کا سب سے اہم مسئلہ خدا کی مغفرت ہے اس کے بعد باقی درخواستیں۔ ﴿تغفرلنا و ترحمنا﴾

۶۔ خداوند عالم کے ایک لمحہ کی رحمت اور عنایت ابدی اور دائمی خساروں کے آگے بند باندھ دیتی ہے۔ ﴿خاسرین﴾

آیت ۲۴-۲۵

﴿قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ - قَالَ فِيهَا تُحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾
﴿وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ﴾

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: نیچے اترو! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور ایک (مقررہ) مدت تک تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ اور فائدہ اٹھانے کے ذریعہ ہو گا۔

فرمایا: اسی زمین ہی میں سے زندگی گزرو گے اسی میں مرو گے اور (قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے) اسی سے نکالے جاؤ گے۔

دونکات:

بالکل یہی آیت سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے، ملاحظہ ہو ۳۷ ویں آیت۔

اگرچہ خداوند نے آدم و حوا کی توبہ قبول کر لی "﴿فتاب علیہ﴾" بقرہ ۳۷ لیکن خلاف ورزی کا ایک طبعی اثر ہوتا ہی ہے

اور اس نافرمانی کا طبعی اثر بہشت سے خروج اور زمین پر نزول ہو گا۔

پیام:

- ۱۔ خلاف ورزی کے طبعی اثر سے فرار ناممکن ہے۔ ﴿اھبطوا﴾
- ۲۔ بسا اوقات والدین کی خلاف ورزی کا اثر اولاد بلکہ نسلوں کے ہبوط و سقوط میں بھی ہوتا ہے۔
- ۳۔ دنیا، تنازع، چپقلش، گیردار اور تضاد کا گھر ہے اور انسان اپنے مفادات کے حصول اور غرائز کی تسکین کے لئے آپس میں دست و گریبان رہتے ہیں۔ ﴿بذضیکم بعض عدو﴾
- ۴۔ دنیاوی زندگی اور اس کے فوائد و منافع ابلا نہیں ہیں۔ ﴿الی حین﴾

آیت ۲۶

﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سِوَانِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ
يَذَكَّرُونَ﴾

ترجمہ: اے اولاد آدم! یقیناً ہم نے تمہارے لئے بکاسر اتارا ہے تاکہ تمہاری عریانی کی برائی کو بھی چھپائے اور تمہاری
زینت بھی ہو۔ لیکن تقویٰ کا لباس بہتر ہے۔ یہ خدا کی نگاہوں میں سے ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

دونکات:

حضرت آدم کی داستان بیان کرنے کے بعد چار مقامات (اس آیت میں اور آیت ۲۷، ۳۱، ۳۴) پر بنی آدم کو خطاب
کرتے ہوئے کئی سفارشوں سے نوازا ہے جن کا تعلق عالم انسانیت سے ہے، مثلاً تدبیر تقویٰ کی حفاظت، شیطان کے
فریب میں نہ آنا۔ اسراف نہ کرنا، کھانے، پینے، اور پہننے کی چیزوں میں سے فضول خرچہ سے بچنا اور انبیاء کی دعوت کو
تسلیم کرنا وغیرہ۔

"درویش" کا ابتدائی معنی تو پرندوں کے ہر میں جو ان کے لباس کا کام بھی دیتے ہیں۔ اور ان کی زینت کا ذریعہ بھی۔
اور جو لباس انسان کی زینت و آرائش کا سبب بنے اسے "ریش" کہا جاتا ہے۔

پیام:

۱۔ نعمتوں کی طرف توجہ خدا کے ساتھ محبت اور اس کی بندگی کا موجب ہوتی ہے۔ (تمام آیت کو غور سے پڑھیں)
۲۔ مادی نعمتوں سے تمام لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں ﴿بنی آدم﴾ لیکن معنوی نعمتوں سے صرف شائستہ پرہیزگار ہی بہرہ
مند ہوتے ہیں۔ ﴿لباسا- لباس التقوی﴾

۳۔ تمام نعمتیں خدا کے غیبی خزانوں سے انسان کے لئے آموچود ہوتی ہیں۔ ﴿انزلنا علیکم﴾ اور ان کا خزانہ خدا کے
پاس ہے۔ ۸ اور وہ اندازے اور اپنی حکمت کی مطابق نازل کرتا ہے۔ پس تمام نعمتیں مقام ربوبیت سے ہی نازل ہوتی

ہیں۔ ﴿انزلنا﴾

۴۔ لباس کا اسی وقت نعمت ہے جب بدن کو بھی چھپائے۔ ﴿یواری﴾

۵۔ لباس پہنانا خدا کا کام ہے ﴿انزلنا علیکم لباسا﴾ اور برہنہ کرنا شیطان کا کام ہوتا ہے۔ ﴿فوسوس - لیبدی لهما ماوری عنہما من سوا تھما﴾

۶۔ لباس پہنانا نعمت ہو اور اس کا اتار لینا سزا ہے ﴿فلماذا اقالشجرة بدت لهما سوء اتھما﴾۔

۷۔ جب تک اسراف کے زمرے میں نہ آجائے اس وقت تک خوبصورت لباس سے زینت و آرائش کرنے میں کوئی

صرح نہیں۔ ﴿ریشا﴾

۸۔ تقویٰ کا بھی زینت و زیبائش کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ (ریشا و لباس و تقویٰ) گویا لباس تقویٰ کے ساتھ اچھا لگتا ہو اگر تقویٰ سے ہٹ کر لباس اختیار کیا جائے تو وہ اسراف تکبر، فساد، خودنمائی، فیشن، رشوت دانی، استعمار، کفار کی جیبیں بھرنے اور بے جا مصرف کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۹۔ مادیت کے ساتھ معنویت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ﴿لباسا - لباس التقویٰ﴾ ۹

۱۰۔ جس طرح مادی لباس عیبوں کا چھپاتا ہے۔ سردی گرمی سے بچاتا ہے، زیبائی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح تقویٰ بھی عیبورہ کے چھپانے، گناہوں سے بچانے اور معنوی حسن عطا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔

۱۱۔ زمین سے گھاس اگتی ہے زمین سے ہی اگنے والی گھاس کو جانور چرتا ہے اور اس سے پشم حاصل کی جاتی ہے اور

کیڑے کی لعاب سے ریشم بنتی ہے یہ سب خدا کی آیات ہیں۔ ﴿ذلک من آیاتِ اللہ﴾

آیت ۲۷

﴿یابنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج أبویکم من الجنة ینزع عنھما لباسھما لیربھما سؤاتھما ینہ یراکم ھو

وقبیلہ من حیث لاترؤھم ینا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون﴾ -

ترجمہ: اے فرزندِ آدم: کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں دھوکہ دے جس طرح کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکال دیا تھا۔ (جبکہ درخت کے وسوسہ میں) ان سے لباس اتروا دیا تاکہ ان کی شرمگاہ انہیں دکھائے۔ یقیناً شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھ رہے ہیں جہاں سے تم انہیں دیکھ رہے۔ یقیناً جانو کہ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لائے۔

دونکات:

اس سے پہلی آیت میں لباس کو نعمت کے عنوان سے ذکر کیا ہے اور یہاں خبردار کرتا ہے کہ ہوشیار رہنا کہ شیطان کہیں تم سے یہ لباس اور نعمت نہ طلب کر لے۔

شیطان اگرچہ اہل ایمان کے دلوں میں سے وسوسے ڈالتا ہے اور انہیں بھی گمراہ کرنے کوشش کرتا ہے، لیکن ان پر اس کا پورا تسلط اور ولایت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مومن خدا نے توبہ کر کے اسی کے حضور پناہ لیتا ہے اور کافر کا چونکہ کوئی ایسا ٹھکانہ اور اس کے لئے جائے پناہ نہیں ہے لہذا اس پر پوری طرح مسلط ہے۔

پیام:

- ۱۔ ہر قسم کا پروپیگنڈا جو عریانی کا سبب بنے شیطانی کام ہے۔ ﴿الفیتنکم﴾
- ۲۔ ان کے جسم سے ضروری چھپائے جانے والے مقامات کا کھلا رکھنا بے ایمانی اور شیطانی تسلط کی علامت ہے ﴿ینزع عنہما لباسہما - لایؤمنون﴾
- ۳۔ عریانی، قرب خداوندی سے دور کر دینے کا موجب ہے ﴿اخرج ابویکم - ینزع عنہما﴾
- ۴۔ حضرت آدم جو کہ مسجود الملائکہ تھے، شیطان کے پھندے میں آگئے نہیں تو زیادہ ہوشیار رہنا چاہئے۔ ﴿اخرج ابویکم --﴾
- ۵۔ شیطان اکیلا نہیں ہے، اس کے ٹولے ہیں، آلہ کار ہیں، ایجنٹ ہیں جو ہر وقت آپ لوگوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ ﴿قبیلہ - یراکم﴾ - ۱۰
- ۶۔ چونکہ تم شیطان کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے تیار نہیں رہ سکتے ہو اور غفلت کا شکار ہو جاتے ہو۔ ﴿اثرؤنہم﴾
- ۷۔ شیطان اس لئے فریب میں جکڑ لیتا ہے کہ نظر نہیں آتا۔ لہذا زیادہ سے زیادہ خبردار رہو ﴿لایفتنکم لاترہم﴾
- ۸۔ شیطان نظر نہیں آتا لیکن اس کا دائرہ کار ہر ایک کو نظر آتا ہے۔ (مثلاً غصے کا موقع، فیصلہ کرنے کا وقت، نامحرم عورت کے ساتھ خلوت کا موقع) ۱۱
- ۹۔ شیطان کا تسلط، انسان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ﴿اولیاء للذین لایؤمنون﴾ ۱۲

آیت ۲۸

﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور جب وہ کوئی برا کام کرتے ہیں تو (اس کی توجیہ میں) کہتے ہیں: ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی حالت میں پایا ہے۔ اور خدا نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ تو (اے پیغمبر! آپ) کہہ دیجئے خدا قطعاً برائی کا حکم نہیں دیتا۔ تو جس چیز کو نہی جانتے ہو اس کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہو؟

دونکات:

یہ آیت عریانی سے متعلق ہے خصوصاً طواف کی حالت جس کا زمانہ قابلیت میں رواج تھا۔ بدکار لوگ پیروی تو اپنے باپ دادوں کی کرتے ہیں لیکن اپنے شرک کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں ۱۳ اور سمجھتے ہیں چونکہ خدا نے انہیں مہلت دی ہوئی ہے لہذا ان کی برائیوں اور بدکاریوں پر بھی راضی ہے، یا نہیں اس کا حکم دیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ عذر گناہ بدستر از گناہ خواہ مذہبی عذر تراشا جائے (کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے) یا معاشرتی اور سماجی (کہ ہمارے دادے پڑدادے ایسے تھے۔)
- ۲۔ بعض اعمال اس قدر فاسد و ابرے ہوتے ہیں اور ان کی برائی اس قدر فطری اور روشن ہے کہ انہیں "فحشاء" کہا جاتا ہے۔

۳۔ گمراہی تو آنے والی نسلوں میں بھی منتقل ہو جاتی ہے۔ ﴿آبائنا﴾

۴۔ گمراہ لوگ آئندہ نسلوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر لیتے ہیں۔

۵۔ گزشتہ لوگوں کا طریقہ کار ہمیشہ قابل فخر نہیں ہوتا۔ اور سابقہ لوگوں کی تقلید ناجائز ہے۔

آیت ۲۹

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میرے رب نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اور (نماز کے وقت) ہر مسجد میں اپنے چہرے اسی کی طرف سیدھے کر لو اور اپنے دین کو خالص بنتے ہوئے اسے پکارو اجر حرام اس نے تمہیں آغاز میں پیدا کیا ہے اسی طرح تم پلٹ جاؤ گے۔ ۱۳

دونکات:

"﴿قسط﴾" "انتیازی سلوک" کے مقابلے میں ہے یعنی ہر شخص کو جو اس کا حق بتاتا ہے دیا جائے نہ کہ کسی دوسرے کو۔

اس آیت میں متعدد موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً "ترصیت" (ربی) "عدل و انصاف" ﴿قسط﴾ "عبادت" ﴿اقیموا﴾ "جماعت" ﴿وجوہکم﴾ "وحدت" ﴿مسجد﴾ "دعوت" ﴿وادعوہ﴾ "نقطہ نظر" ﴿مخلصین له﴾ "معاد" ﴿تعودون﴾

پیام:

- ۱۔ انبیاء، قسط و عدل کے لئے مامور ہیں ﴿امر ربی﴾
- ۲۔ مسجد، صدق و صفا اور اخلاص کا مرکز ہے ترک و ریاکار نہیں۔ ﴿اقیموا- مسجد، مخلصین﴾
- ۳۔ اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے، ﴿امر ربی بالقسط﴾ اور برائیوں سے روکتا ہے، "لایامر بالفحشاء کی جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حسن اور قبائح عقلی ہیں یعنی عقلی طور پر چیزیں اچھی یا بری ہیں۔ اور ایسا نہیں ہے کہ خدا جو کام چاہے انجام دے حتیٰ کہ اگر چاہے تو انبیاء کو دوزخ میں بھیج دے (بایزید اور یزید جیسوں کو بہشت میں۔ از مترجم)
- ۴۔ نماز کے ساتھ ہی ساتھ انتیازی سلوک سے روکنے کا تذکرہ ہوا ہے، گویا نماز وہی قبل قدر ہوتی ہے جو عدل و قسط کی فضا میں ہو۔ ﴿قسط اقیموا﴾

۵۔ صحیح تربیت عادلانہ نظام ہی میں ممکن ہے۔ ﴿ربی بالقسط﴾

۶۔ عدل و انصاف اور قسط، خدائی راستہ ہے۔ اپنے باپ دادوں کے مشرکانہ افکار کے بجائے دل کے ساتھ اس کی بارہ میں آجاؤ۔

۷۔ قیامت کے دن خالص عبادت جو شرک دور کر کے انجام دی گئی ہو کام آئے گی۔ ﴿مخلصین - تَعُودُونَ﴾

۸۔ معاد پر ایمان قسط اور عمل میں اخلاص کا باعث ہوتا ہے ﴿کما بدأ کم تَعُودُونَ﴾

۹۔ معاد جسمانی ہے جس طرح تمہارے اندر غذا کے راستے خاکہ کے والے جمع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح تمہاری گلی سڑی ہڈیاں بھی جمع ہو جائیں گی۔ ﴿کما بدأ کم تَعُودُونَ﴾ جب اللہ نے تمہیں ایک خلنے اور ایک سپرم سے پیدا کیا ہے قیامت کے دن وہی تمہارے بقایا جات کو بھی زندہ کرے گا، وہی قدرت باقی ہے۔

آیت ۳۰

﴿فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾ -

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) ایک فریق کو ہدایت فرمائی اور ایک فریق کیلئے گمراہی حق بن گئی۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے بجائے شیطانوں کو اپنا سرپرست بنا لیا۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

پیام:

۱۔ انسان کو آزاد ہے چاہے تو خدا کی ولایت کو تسلیم کر کے اس کا تابع فرمان بن جائے اور رہ راست پر گامزن رہے اگر چاہے تو شیطان کی سرپرستی کو قبول کرے۔

۲۔ ہدایت کرنا خدا کا کام ہے لیکن گمراہی ہمارے اپنے غلط انتخاب سے ہوتی ہے۔ ﴿اتخذوا الشیطان

۳۔ گمراہ لوگوں کا نظریہ حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا۔ ﴿یحسبون انهم﴾

۴۔ شیطان و سو سے تو قابل علاج و تلافی ہوتے ہیں۔ ۱۵

لیکن خدا سے کٹ کر شیطان کی ولایت میں چلے جانا ناقابل تلافی ہے۔ ﴿حق علیہم الضلالة﴾

۵۔ غلط سوچ اور بے جا نظریہ قائم کرنا یہ گمراہی سے بدتر ہے۔ (گمراہ ہونے کے باوجود خود کو راہ ہدایت پر سمجھنا

﴿ویسبونناهم مهتدون﴾ ۱۶

آیت ۳۱

﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ -

ترجمہ: اے اولاد آدم! یہ مسجد کا وقت (نماز کے لئے اپنے لباس اور زینت اختیار کیا کرو۔ اور کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ بے شک خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دو نکات:

یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جن آیات میں (پانی آدم) کے ساتھ خطاب کیا جا رہا ہے ان کے مطالب کا تعلق تمام ادیان کے اور سب کے مشترکات سے ہو۔

قرآن نے مال اور اولاد کو بھی "زینت" کہا ہے اور اس آیت کی مراد شاید یہ بھی ہو کہ مسجد جاتے وقت انہیں بھی ساتھ لے لیا کرو۔ تاکہ مال کے ذریعہ مسلمانوں کے اقتصادی مشکلات میں ہاتھ بٹا سکو اور اولاد کو مسجد میں لے جا کر آنے والی نسلوں کی تربیتی مشکلات کو حل کر سکو۔ اور یہ اشارہ بھی لیا جا سکتا ہے "اول نماز بعد طعام"

پیام:

۱۔ مسجد چونکہ مسلمانوں کا دینی مرکز ہے لہذا اسے آراستہ، مرتب، منظم اور پرکشش ہونا چاہئے عبادت اور خوبصورتی و زیبائی آپس مخالف نہیں ہیں۔ ﴿خذوا زینتکم﴾

۲۔ اسلام نے باطن کو بھی پیش نظر رکھا ہوا ہے "فی صلواتھم خاشعون" اور ظاہر بھی اس کے نظر ہے۔ ﴿زینتکم عندکل مسجد﴾

۳۔ بہترین لباس، بہترین حکام کے لئے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اسی آیت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

۴۔ زینت کو اپنے ہمراہ مسجد میں لے جانا خدا، عبادت، وقت اور واقف کے احترام کے مترادف ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے مسجد و عبادت گاہ کی طرف آنے کے لئے باعث کشش اور عملی طور پر رغبت دلانے کا موجب ہے۔

۵۔ زینت کی اگرچہ فراد کی نماز میں بھی بڑی اہمیت ہے لیکن اجتماعی عبادت میں تو اس کا اپنا خاص مقام ہے۔
﴿عندکل مسجد﴾

۶۔ اسلام آئینِ فطرت ہے اور انسان زینت سے لذت اٹھاتا ہے۔

۷۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں: "مسجد کی زینت امام عادل ہے" (از تفسیر نور الثقلین)

۸۔ زینت کو مسجد میں لے جاؤ لیکن جوتے باہر اتارو ایک اور آیت میں ہے "﴿فاخلع نعلیک﴾" (طہ ۱۱)

۹۔ اخراجات محدود انداز میں ہونے چاہئیں، کفایت شعاری خدا کو پسند ہے، مال جو کہ انسان کے ہاتھوں میں اللہ کی ایک امانت ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھایا جائے لیکن اسراف کے پرہیز کیا جائے۔ (تفسیر صافی میں مذکور امام صادق کی حدیث کا ایک مضمون)۔

۱۰۔ زینت اور غذا سے بہرہ اندوزی قسط و عدل کے تقاضوں کے مطابق اور اسراف سے ہٹ کر ہولی (پہلی آیت میں رہ ہو چکا ہے)

۱۱۔ غذا میں اسراف اور پر خوری بہت بیماریوں کا سبب ہے جن میں جسمانی بیماریوں کے علاوہ سنگدلی اور عرفان کے مزے سے لطف اندوز ہونے کی محرومی بھی ہے۔ ۱۷

۱۲۔ زینت اور طعام سے استفادہ ایک طبعی اور فطری قانون ہے لیکن خاص معاشرتی حالات اور معاشرت کے ضرورت مند اور محروم طبقات کی موجودگی میں ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھا جائے اور ان کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کی جائے۔ حضرت امام جعفر صادق کا لباس ایرالمومنین کے لاس سے مختلف تھا۔ اس لئے ہر ایک معصوم کے دور کے معاشرتی حالات مختلف تھے۔ ۱۸

آیت ۳۲

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ

الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نَفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ -

ترجمہ: کہہ دو کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور دلپسند اور پاکیزہ رزق کو اپنے اوپر بغیر کی دلیل کے حرام قرار دیا ہے۔ کہہ دو کہ یہ نعمتیں دنیوی زندگی میں مومنین کے لئے ہیں (اگرچہ کفار بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔)

اور قیامت کے دن (آخرت میں) مومنین کیلئے مخصوص ہیں۔ اسی طرح ہم رہنما آیات کو ان لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

چند نکات:

یہ آیت انسان کے زینت کو حلال قرار دے رہی ہے۔ قرآن مجید نورِ آسمان کی ستاروں کے ساتھ زینت کو بھی انسانوں کے لئے بیان کر رہا ہے۔ فرماتا ہے " **زیناھا للناظرین** ﴿۱۶﴾ " (حجر ۱۶) ہاں البتہ انسان کی زینت کے محبت سے ہلاکت اور تباہیوں کے گڑھوں میں نہ پھینک دے اگر زینت لے استفادہ کرنا چاہتا ہے تو آئے، صحیح اور مناسب طریقوں سے فائدہ اٹھائے۔ قرآن مجید عورت کی زینت کو سوائے اپنے شوہر کے حرام سمجھتا ہے ارشاد ہو رہا ہے: " **لا یبدین** **زینتھن الا لبعولتھن** ﴿۳۱﴾ " (لفظ ۳۱)

عثمان بن مظعون حضرت رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے عزائم پیغمبر کی خدمت میں بیان کئے کہ مردانہ لذتوں کو خیر باد کہہ کر راہب بنا چاہتا ہے اور بیوی عطریات اور معاشرہ و سماج کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل کا رخ کرنا چاہتا ہے! آنحضرت نے اسے اس کام سے سختی سے روکا اور ارشاد فرمایا: "اپنی شہوت پر کنٹرول کرنے کے لئے روزے رکھو، رہبانیت اختیار کرنے کی بجائے مسجد چلے جاؤ اور جنگلوں، بیابانوں کی خاک چھاننے کی بجائے محاذ جہاد میں شرکت کرو اپنی عورت اور خوشبو کے فائدہ اٹھاؤ، اپنے مال میں سے غریبوں کو دو، یہ ہے میرا دین اور میری شریعت اور جو اس سے منہ موڑے گا اور تہہ نہیں کرے گا فرشتے اے حوض کو تدبیر آنے سے روک دیں گے۔ (از تفسیر فخر رازی)

عاصم بن زیاد نے بھی یہی تہہ کر لیا تھا، اس طرح سے اس نے اپنی زندگی میں تبدیل کر لینے کی ٹھان لی اور جلال اور لذت سے کنارہ کشی پر تل گیا۔ حضرت علی نے اس کے اس طرز فکر کی سخت مذمت کی، اس نے کہا تو پھر آپ یوں اس قدر سادہ ترین زندگی گزار رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: "میں امام اور رہبر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ائمہ اور رہبروں کے لئے لازم قرار دے دیا ہے کہ اپنی سطح زندگی ملک کے غریب بے غریب افراد کی سطح زندگی پر رکھیں اور دوسروں کے رنج و غم میں شریک رہیں۔" (نہج البلاغ حکمت ۲۸۴)

پیام:

- ۱۔ اسلام ریاکارانہ زہد، رہبانیت اور تقدس نمائی کے مخالف ہے۔ ﴿من حرم﴾
- ۲۔ خدا تک پہنچنے کا رستہ یہ نہیں ہے کہ انسان حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی ترک کر دے، بلکہ ان کے ذریعہ سے گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔
- ۳۔ اسلام، فطری تقاضوں کے ہم آہنگ اور معتدل آئین کا ہم خواہے اسی کے پاس فطری تقاضوں کا مثبت جواب اور جواز موجود ہے۔ مفید کو حلال اور مضر کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ ﴿من حرم - اخرج لعباده﴾
- ۴۔ ہر چیز کے لئے اصل یہ ہے کہ مباح ہے مگر جب اس کی حرمت پر کوئی خاص دلیل موجود ہو۔ ﴿من حرم﴾ یقیناً مسلمان کی ہر حالت میں جیت ہی جیت ہے کیونکہ وہ دنیا میں لذتوں اور پاکیزہ چیزوں سے اسی طرح بہرہ ور ہیں جس طرح کوئی غیر مسلم، جبکہ آخرت میں صرف مسلمان ہی بہرہ مند ہوں گے کافر محروم رہیں گے۔ اور ہار جائیں گے۔
- ۵۔ اپنے آپ کو لذتوں سے محروم نہ کرو، بلکہ انہیں خدائی طریقوں اور شرعی حدود میں لاکر ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ ﴿من حرم﴾

قرآن مجید میں ہے "﴿اناجعلنا ماعلى الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا﴾" جو کچھ کہ روئے زمین پر ہے ہم نے اس کی زینت قرار دیا ہے۔ تاکہ ہم اس بات کی آزمائش کریں کہ ان میں سے کس کے عمل سب سے بہترین۔ (کہف ۷)

آیت ۳۳

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ صرف میرے رب ہی نے ظاہری اور باطنی برائیوں کو گناہ کو لوگوں کے حق پر ناجائز تجاوز کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور خدا کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک قرار دینے کو جس کی حقانیت پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اور جو کچھ نہیں جانتے اے خدا کی طرف نسبت دے یہ سب کچھ حرام قرار دیا ہے۔

چند نکات:

"فواحش" جمع ہے "فاحشہ" کی اور وہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی برائی ہر ایک پر آشکار ہوتی ہے جیسے آتا ہے، چونکہ زمانہ جاہلیت میں چھپ کر زنا کرنے کو جائز سمجھتے تھے لہذا اس آیت نے اس کی حرمت کی دونوں صورتوں میں تاکید کر دی ہے۔ ﴿مابطن﴾

"﴿اٰثم﴾" وہ گناہ ہوتا ہے جس کے ارتکاب سے انسان پستی میں جا گرتا ہے۔

"یعنی دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کا نام ہے۔ اور اس آیت میں اعتقاد سے اور زبان سے تعلق رکھنے والے گناہوں کی ایک مختصر فہرست موجود ہے۔

پیام:

۱۔ خداوند عالم کی طرف سے حرام کردہ چیزیں انسان کو تربیت اور اسے ترقی و کمال کی منزلوں تک پہنچانے کے لئے ہوتی ہیں۔

۲۔ حلال زیادہ ہیں اور حرام کم ہیں۔

۳۔ گناہ کا قبح (برائی) ذات اور عقلی بھی ہے صرف اجتماعی ہی نہیں ﴿ومابطن﴾

۴۔ مشرکین کے افکار کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے

۵۔ تبلیغی رو سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا طریقہ کاریہ ہے کہ پہلے مثبت نقاط بیان کئے جائیں پھر منکر

اور ان کے منفی نقطے پیش کئے جائیں۔ اس سے پہلی آیت میں حلال چیزوں کا تذکرہ تھا یہاں پر حرام اشیاء کا

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾

ترجمہ: اور راحت کے لئے ایک مقررہ مدت ہے، پس جب بھی ان کا مقررہ وقت آن پہنچتا ہے تو پھر نہ تو ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہیں۔

ایک نکتہ:

اجل "صرف افرادی کے لئے نہیں ہے، حکومتوں، قوموں اور امتوں کے لئے بھی ہے، جو خود بھی ختم ہو گئیں اور ان کے تمدن، ثقافت، عادات و اطوار اور آثار بھی ملیا میٹ ہو گئے۔ اجل کا تعلق صرف زندگی اور موت ہی سے نہیں ہوتا، عزت، اقتدار، حکومت اور دولت سے بھی ہوتا ہے۔ جب ان میں سے کسی کی اجل آجاتی ہے تو الٹ ہو گئیں اب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام دیا کے مصداق سب کچھ رخصت ہو جاتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ اس کائنات میں کوئی بھی چیز، کوئی بھی تبدیلی، کوئی بھی حادثہ (اتفاقی) اور تدبیر الہی سے باہر نہیں ہے۔ اہم، اقوام اور ملل پر حکم فرما قوانین بھی ویسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ افراد پر ہوتے ہیں۔ ﴿لکل امة اجل﴾
- ۲۔ جو سہولیات تمہیں حاصل ہیں ختم ہو سکتی ہیں جس قدر ہو سکتے ان سے صحیح صحیح فائدہ اٹھاؤ۔
- ۳۔ دنیا اور امر کے دئیے ہوئے مقام و مرتبے ہر مغرور نہ ہو جانا۔ ﴿لکل امة اجل﴾
- ۴۔ ظالم لوگ خدا کی مہلت کو امر کی مہربانی نہ سمجھیں، ان کا وقت بھی آیا ہی چاہتا ہے ۱۹
- ۵۔ ازل سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے کہ کچھ افراد برسر اقتدار آتے ہیں۔ حکومت کرتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں وقت آنے پر صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔ ﴿جاء اجلهم﴾
- ۶۔ راہ خدا میں برسویکار لوگوں کو طاغوت کے تسلط سے مایوس نہ ہوں، کوشش جاری رکھیں، طاغوت نے آخر ایک دن ٹٹا ہی ہے۔ ﴿الکل امة اجل﴾

﴿يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَفْصُحُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنْ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ -
وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ: اے اولاد آدم! جب بھی تمہارے پاس تم میں سے پیغمبر آئیں جو میری آیات تم پر پڑھتے ہوں (تو ان کی پیروی کرنا) پس جو تقویٰ اختیار کرے اور نیک کام انجام دے تو ان پر نہ تو کوئی خود اپنے اور نہ ہی وہ عملگین ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر برتتے ہوئے ان سے روگردانی کی تو وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

پیام:

خدائی طریقہ کار کے مطابق انبیاء مسلسل آتے رہے ہیں۔ اور یہ پہلے ایک طے شدہ منصوبہ تھا۔ ﴿یاتینکم﴾
۲ انبیاء علیہم السلام کے کلام کی لوگوں میں تاثیر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا تعلق وہاں کے لوگوں ہی سے ہوتا ہے۔ ﴿منکم﴾

۳ متقی کو دوسروں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور مثبت سرگرمیاں انجام دینی چاہئیں گوشہ نشینی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔
﴿اتقی واصلح﴾

انبیاء پر حقیقی طور پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہی ہیں جو تقویٰ اور صلاح کے حامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ "آمن بھم" کی بجائے "اتقی واصلح" فرمایا ہے۔

سکون و اطمینان ایمان اور تقویٰ کے زیر سایہ ہے۔ ﴿الاحوف﴾
انبیاء کی پیروی سے منہ موڑ کر تکبر اختیار کرنے کی سزا ایزی عذاب اور جہنم ہے۔
۷ انبیاء کی تکذیب کے ساتھ ہی ساتھ تکبر ہوتا ہے۔ ﴿کذبوا- استکبروا﴾

آیت ۳۷

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ط أُولَئِكَ يَنَاهُمُ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ
رُسُلُنَا يَتَوَفَّوهُمْ قَالُوا أَإِنَّا لَمَاتُؤُونَ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ ط قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَ شَهِدُوا عَلٰى أَنفُسِهِمْ كَأَنَّهُمْ كٰفِرِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے یا اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے؟ وہ (اسی دنیا ہی میں) خدا کی طرف سے اپنا مقرر کردہ حصہ پالیں گے۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں تو ان سے پوچھیں گے کہ کہاں ہیں وہ جنہیں تم معبودِ حقیقی کی بجائے پکارا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے وہ سب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو کر گم ہو گئے ہیں۔ اور اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ کافر تھے۔

ایک نکتہ:

قرآنی آیات میں عام طور پر "خدا پر بہتان باندھنے" سے مراد سرکشی ہی ہوتا ہے۔ (تفسیر المیزان)

پیام:

خدا کو جھٹلانا اور خدا پر بہتان باندھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ ﴿اظلم﴾

۲ خداوند تعالیٰ دنیا میں مادی ذرائع، امداد، مہلت جس طرح مومنوں کو دیتا ہے اسی طرح کافروں کو بھی دیتا ہے۔ ﴿ینا

لھم نصیبہم﴾ ۲۰

انسان جب موت کی نشانیاں دیکھے گا تو بیدار ہوگا لیکن اب کیا فائدہ؟ ﴿یتوفونہم﴾

انسان سے جو اب طلبی کے مراحل کا آغاز ہنگام مرکزی سے شروع ہو جائے گا۔ ﴿این ماکنتم﴾

کچھ فرشتے روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔ ﴿رسلنا﴾

غیر اللہ تو سراپ ہیں اور بس ﴿ضلوا عنا﴾

آیت ۳۸

﴿قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ أَعْتَبَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا دَخَلُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأَوْلَاهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّوْنَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٍ وَلَكِن لَّا تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: (مرنے کے وقت ان کے اعتراف کے بعد) خداوند عالم فرمائے گا۔ تم بھی (جن و انس کے ان گروہوں میں داخل ہو جاؤ جو تم سے پہلے (یہاں) پہنچ چکے ہیں۔ جب بھی کوئی گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو اپنے ہم مذہب گروہ پر نفرتیں اور لعنت کرے گا۔ تو جب سب گروہ جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے تو بعد میں آنے والا، پہلے آنے والے گروہ کے بارے میں کہے گا۔ "پروردگارا یہی لوگ تھے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، پس تو انہیں جہنم کے دوہرا عذاب دے۔ (ایک تو ان کی اپنی گمراہی کا اور ایک ہمارے گمراہ کرنے کا) خدا فرمائے گا تم سب کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔

ایک نکتہ:

قیامت کے لمرزا دینے والے مناظر میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ جب جہنمی ایک دوسرے کے ساتھ خصوصاً ان سرداروں اور پیشواؤں کے ساتھ گفتگو کریں گے جو ان کے جہنمی ہونے کا سبب بنے تھے۔ اسی بنا پر وہاں پر یہاں کے جگمگی دوست، دشمن بن جائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "﴿الْاِخْلَآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾" اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگاروں (کہ وہ دوست ہی رہیں گے) (زخرف / ۶۷) اور سورہ ص / ۶۴ میں فرماتا ہے کہ "ان ذلک لحق تخاصم اهل النار" بیشک یہ بات حق اور ایک واقفیت ہے کہ دوزخی مخاصمانہ باتیں کریں گے۔

پیام:

- ۱۔ بہشت میں نہ کینہ ہوگا اور نہ ہی دشمنی صرف صلح و صفا ہوگی جبکہ جہنم میں افراد ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ ﴿لعنت اختھا﴾
- ۲۔ انسانوں کی طرح جنات بھی مکلف (احکام الہی کی پابندی کے ذمہ دار) ہیں۔ اور ایک جیسے انجام سے دوچار ہوں گے۔ ﴿الجن و انس﴾
- ۳۔ کفار ایک ہی دفعہ جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے بلکہ بالترتیب اور باری باری وارد جہنم ہوں گے۔ ﴿کلما دخلت﴾
- ۴۔ غیر الہی محبتیں، دوستیاں، حمایتیں بروز قیامت کینوں اور نفرتوں میں عناد اور دشمنی میں بدل جائیں گی۔ ﴿لعنت اختھا﴾

۵۔ قیامت کے دن ہر ایک کی یہی کوشش ہوگی کہ اپنا گناہ دوسروں کے سر تھوپنے یا اپنے لئے کسی ایک مجرم کو تلاش کرے ﴿ہولاء الضلونا﴾

۶۔ اعمال کی بجا آوری کے لئے انسان آزاد بنے لیکن ﴿اضلونا﴾ " (انہوں نے ہمیں گمراہ کیا) کہہ کر اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ کہ اپنے گناہ دوسروں کے کھاتے میں ڈال دے۔

۷۔ بعض اوقات انسان کی ایسی سزائیں بھی ملیں گی جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہونگی۔ ﴿واللہ تعلمون﴾ قرآن کہتا ہے "پیشواؤں کو بھی دوہری سزا ملے گی اور پیروکاروں کو بھی" پیشواؤں کو اس لئے کہ خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ پیروکاروں کو اس لئے کہ خود بھی گمراہ تھے اور باطل کے اماموں اور پیشواؤں کی دوکانوں کو خوب چمکایا۔ اگر یہ ان کی پیروی نہ کرتے تو باطل کے امام بھی اس قدر ترقی نہ کرتے۔ ﴿لعل ضعف﴾

آیت ۳۹

﴿وَقَالَتْ أُولَهُمْ لِأَخْرَهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾

ترجمہ: اور (عذاب میں) پیشگام گو (اپنے) پیروکاروں سے کہیں گے۔ "تم ہم سے برتر (اور زیادہ بے گناہ) نہیں تھے۔ پس تم اپنی کارستانیوں کا عذاب چکھو۔"

ایک نکتہ:

گمراہ کرنے والوں کے لئے دوہرے عذاب کے تقاضے کے خلاف وہ لوگ اپیل دائر کریں گے کہ "یہ پیروکار ہی تھے جنہوں نے ہماری ترقی کے اسباب فراہم کئے تھے۔ اگر یہ ہماری اتباع نہ کرتے تو ہماری گمراہ کرنے کی رفتار آگے نہ بڑھتی، لہذا یہ خود ہی قصور وار ہیں۔"

تو کیوں ایک لقمہ نان یا چند روزہ جاہ و مقام کی خاطر اے نامراد اور نالائق پیشواؤں کی اتباع کا دم بھریں جو شفاعت تو بجائے خود ہماری فریاد کو ہی نہ پہنچیں!؟

پیام:

۱۔ بروز قیامت ہر قسم کی مدد خواہی اور امداد طلبی بھی بیسودا ثابت ہوگی۔ ﴿فَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾

۲۔ حتیٰ کہ خود مجرمین کو بھی علم ہے کہ جہنم ان کے اعمال کی سزا ہوگی پھر بھی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ ﴿فَمَا كَانَ

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾

آیت ۴۰

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَأَنفُتَحَنَّ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ط وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ﴾

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کے ساتھ ان سے منہ پھیرا تو آسمان (رحمت) کے دروازے ان کے لئے نہیں کھولے جائیں گے۔ اور جب تک اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے اس وقت تک وہ بہشت میں نہیں جائیں گے۔ (یہ ان کے لئے انہونی بات ہے۔) اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

دونکات:

اس آیت سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ آسمان سے مراد ایک عالم ہے کہ جس پر بہشت واقع ہے۔ اور بہشت کے اندر جانے کے لئے ان کے لئے دروازوں سے ہو کر جانا پڑے گا۔

اس آیت میں "جمل" سے مراد یا تو اونٹ ہے یا پھر وہ ضخیم رسہ ہے جس کے ساتھ کشتیوں اور جہازوں کو ساحل پر باندھتے ہیں۔ اور یہ معنی سوئی کے ساتھ زیادہ مناسب یا نسبت اس معنی کے کہ کیا جائے "اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے"

اللہ تعالیٰ نے چونکہ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ کفار کا بہشت میں جانا محال ہے لہذا "جمل" کا معنی اونٹ اور اس سورخ سے اونٹ کا عبور کرنا اس سے زیادہ نزدیک ہے۔ اس کے علاوہ انجیل موقا (کے باب اٹھائیس آیت ۴۲) میں ہے کہ: اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا آسان ہے۔ لیکن دو لٹمنڈ اور سرمایہ داروں کا ملکوت اعلیٰ تک پہنچنا مشکل ہے۔"

پیام:

- ۱۔ جہاں ہر مومنین با تقویٰ کے لئے خدائی رحمت کے آسمانی اور زمینی رستے کھلے ہوتے ہیں ۲۲
- اس کے برخلاف کفار اور جھٹلانے والوں کے لئے آسمان کے دروازے بند رہتے ہیں۔ ﴿لَا تَفْتَحْ لَهُمْ﴾
- ۲۔ اس آیت سے یہ استفادہ بھی ہو سکتا ہے کہ "بہشت آسمانوں میں ہے" (تفسیر فخر رازی و المیزان)
- ۳۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں "آسمان کے دروازے پانچ موقع پر کھولے جاتے ہیں۔"
- ۱۔ جب مجاہدین اسلام راہ خدا میں جنگ کر رہے ہوتے ہیں۔
- ۲۔ جب بارش ہو رہی ہوتی ہے۔
- ۳۔ جب قرآن مجید یعنی اللہ کے کلام کی تلاوت کی جا رہی ہوتی ہے۔
- ۴۔ جب طلوع فجر ہو رہی ہوتی ہے اور اذان دی جا رہی ہوتی ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

آیت ۴۱

﴿لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝﴾

ترجمہ: ان (مجرمین) کے لئے جہنم کے بستر ہوں گے اور ان کے اوپر (آگ کی) اوڑھیاں ہوگی اور اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں۔

چند نکات:

اصل "مهاد" "مہد" سے ہے۔ جس کا معنی بستر اور "غواش" جمع ہیں۔ "غاشیہ" کی اور اس کا معنی ہے ڈھانپ دینے والی چیز۔ اور "خیمہ" کو بھی غاشیہ کہتے ہیں۔

ہر دشمن اور روگردانی کرنے والے گروہ کو اسی سورت کی ۳۷ ویں آیت میں "کافر" اور اسی آیت میں "ظالم" گروہ کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ آیات الہی کی تکذیب کرتے ہیں۔ لہذا ان کے شایانِ شان ہی یہی ہے کہ انہیں ایسے القاب کے ساتھ یاد کیا جائے۔ اور سورہ بقرہ کی آیت ۳۰۴ میں ہم پڑھ چکے ہیں ﴿وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

"اور کافر ہی تو ظالم ہیں۔"

اس آیت میں "مہاد" کا لفظ جہنمیوں کے لئے ایک قسم کے استہزاء کے طور پر یعنی "اُن کی آرام گاہ" اللہ نے جہنم بنائی ہے۔ (از تفسیر فی ظلال القرآن)

پیام:

۱۔ جہنم کفار کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی۔ (مہاد و غواش) ۲۳

آیت ۴۲

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَفْضَلِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لے آتے اور نیک کام انجام دیتے (جس قدر بھی انجام دیتے ہم قبول کر لیں گے کیونکہ) ہم کسی کو اتنا ہی تکلیف دیتے ہیں جتنا اس کی توانائی ہوتی ہے۔ یہی لوگ ہی بہشتی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دو نکات:

قرآن مجید عام طور پر خوشخبری اور خوف دلانے کو ایک دوسرے کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں بدکار متکبر بن کے انجام کو ذکر کیا ہے۔ یہاں پر شائستہ مومنین کے نیک انجام کا تذکرہ کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں شاذ و نادر افراد کے لئے بہشت کی جیسی نعمتیں مہیا ہوں۔ مثلاً دودھ اور شہد کی نہریں، خوبصورت بیویاں، باغات و محلات وغیرہ، لیکن ایک تو ان میں اور بہشت کی نعمتوں میں بڑا فرق ہوگا دوسرے یہ کہ ان میں ہمیشگی اور پائیداری ناممکن ہے۔

پیام:

۱۔ بہشت امان و عمل کی جزا ہے۔ یہ قیمت کے بدلے ملتی ہے۔ بہانوں سے نہیں ملتی۔ ﴿امنوا و عملوا﴾
 ۲۔ اگرچہ تمام نیک اعمال مطلوب ہوتے ہیں، لیکن ہر شخص اپنی توانائی کے مطابق اپنے اعمال کے بارے میں جوابدہ

ہوگا۔ ﴿الصلحاحات - وسعها﴾

۳۔ اسلام میں تکلیف مالا یطاق نہیں ہے۔ ﴿وسعها﴾ ۲۳

۴۔ اگر خداوند عالم نے ہم پر کوئی تکلیف عائد کی ہے تو یقیناً ہم اس کی توانائی بھی رکھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم اس توانائی سے کما حقہ استفادہ نہ کریں۔

آیت ۴۳

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ بَحْرِيٍّ مِنْ تَحْتِهِمْ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَبَّنَا بِالْحَقِّ ط وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمْ الْجَنَّةُ أَوْ رِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۰﴾

ترجمہ: اور ہم ان کے سینوں سے بھی کینے ہوں گے نکال دیں گے۔ (تاکہ وہ صدق و صفا اور غنیمت باہم زندگی گذاریں) ان کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور وہ کہیں گے اس نے ہمیں اس (بہشت) کی ہدایت کی ہے۔ اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ کرتا ہم (خود بخود) یہاں نہ پہنچ پاتے۔ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہمارے پاس آئے (جنہوں نے ہمیں ہدایت کی) اور ان ہدایت یافتہ افراد سے خطاب ہوگا۔ یہ وہی بہشت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث ہوئے ہو۔

دونکات:

"غل" کے معنی ہیں کسی چیز میں چپکے سے داخل ہو جانا۔ اسی لئے خفیاً نہ طور پر دل میں موجود حسد اور کینے کو "غل" کہتے

ہیں۔

گذشتہ آیات میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ جہنمی لوگ ایک دوسرے کو نصب اور نفرتیں کریں گے۔ جبکہ یہاں فرماتا ہے کہ اہل بہشت کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں کوئی کینہ اور حسد نہیں ہوگا۔ سب صلح و صفائی اور محبت بھرے ماحول میں مل جل کر رہیں گے۔ کوئی کسی کے مقام و مرتبے سے بھی حسد نہیں کرے گا۔

پیام:

۱۔ بہشت میں صفائے باطن اور صفائے ظاہر ایک جا جمع ہوں گے۔ ﴿نزعنا﴾ باطنی صفائی کا مظہر ہے۔ اور ﴿تجری﴾ ظاہر صفا کا۔

۲۔ بہشت میں اگرچہ درجات کا فرق ہوگا لیکن کسی بارے میں کسی کے دل میں حسد و کدورت نہیں ہوگی۔ ﴿نزعنا﴾

۳۔ مومن اپنی دنیوی زندگی کو بہشتی زندگی جیسا صاف و ستھرا رکھنا چاہتا ہے۔ ﴿نزعنا﴾ ۲۵

۴۔ ہدایت ایک ایسی نعمت ہے جو تا ابد شکرے کی مستحق ہے۔ ﴿هدانا لهذا﴾

۵۔ انبیاء علیہم السلام ہدایت کا وسیلہ ہیں اور ان کی ہدایت حق کے ساتھ ہوتی ہے۔ یعنی وہ خود آپ، ان کی گفتگو، ان کے اعمال، ان کے طریقہ پائے کار اور ان کے وعدے سب حق ہوتے ہیں۔

۶۔ بہشتی لوگ ذکر الہی میں مصروف ہیں۔ ﴿قالو الحمد لله﴾

۷۔ فقط عقل اور علم ہی کافی نہیں، ہدایت کے لئے خدا کی عنایت اور مدد بھی ضروری ہے۔ ﴿مولا ان هدانا﴾

۸۔ اہل بہشت خدا کے لطف و کرم پر شکر ادا کریں گے۔ اور اپنے ہدایت یافتہ ہونے پر مغرور نہیں ہوں گے۔

﴿الحمد لله﴾

۹۔ اور آیات کے مطابق ہر مومن اور کافر کا جنت اور دوزخ میں ایک ایک مقام ہے۔ لہذا بہشت میں کافر کا مکان

وراثت میں اور کافر جہنم میں مومن کا مکان وراثت میں لے جائے گا۔ ﴿اورثتموها﴾ (از تفسیر نور الثقلین)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور جہنم کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے ہوتے ہیں اور کوئی بھی

شخص ابتدا میں جنت یا دوزخ کے لئے خلق نہیں ہوا بلکہ اس کا راستے کا انتخاب اور اس انتخاب کی روشنی میں اس عمل

ہی سے "نوری یا ناری" بناتا ہے۔ (از مترجم)۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ

نوری ہے نہ ناری ہے۔۔۔ (اقبال)

۱۰۔ خیالی پلاؤ پکانے اور پکا کر کھانے سے نہیں عمل سے جنت ملتی ہے۔ ﴿تعلمون﴾

آیت ۴۴

﴿وَنَا دَىٰ اصْحَبِ الْجَنَّةِ اصْحَبِ النَّارِ اَنْ قَدْ وَّجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا . قَالُوا

نَعَمْ فَاذَنْ مُّؤَدِّبِيْنَهُمْ اَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى الظّٰلِمِيْنَ﴾

ترجمہ: اور بہشتی، دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے "ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے حق اور سچ پایا (اور اس تک پہنچ بھی گئے) تو کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو حق پایا؟ (ہم تو بہشت بریں کی نعمت کے مزے لوٹ رہے ہیں کی تم بھی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو۔؟) تو وہ کہیں گے "ہاں! تو اسی دوران میں ایک موذن ان کے درمیان میں بلند آواز سے کہے گا: "خدا کی لعنت ہے ظالموں پر"

ایک نکتہ:

شیعہ اور کچھ اہلسنت مثلاً حاکم حکانی وغیرہ کی روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ: "جو موذن بیانگ دہل اعلان کرے گا کہ "ظالموں پر اللہ کی لعنت!" وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوگا" علی نے جس طرح دنیا میں سورہ برات کے ذریعے اسے مکہ میں پڑھ کر مشرکین سے اعلان برات کیا تھا اسی طرح آخرت میں بھی ظالموں پر لعنت کا اعلان بھی وہی کریں گے۔ گویا خدا کی طرف سے مشرکین اور ظالمین کے خلاف نازل ہونے والی قراردادوں کا پڑھنا علی کا کام ہے۔

پیام:

- ۱۔ آخرت میں بہشتی اور دوزخی آپس میں گفتگو کریں گے۔ ﴿نادی --﴾
- ۲۔ جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان فاصلہ ہوگا۔ جس کے لئے ندا کی ضرورت ہوگی۔ ﴿نادی﴾
- ۳۔ جغرافیائی لحاظ سے جنت اور جہنم کا وقوع اس طرح سے ہوگا کہ بہشتی بہشت میں پہنچ کر اہل جہنم سے حال احوال پوچھ سکیں گے۔ ﴿نادی --﴾
- ۴۔ مومن بھی اور کافر بھی اپنے ساتھ خدا کے کئے ہوئے وعدے کو حق اور عملی صورت میں دیکھیں گے۔ ﴿وجدنا - حق﴾
- ۵۔ اللہ تعالیٰ بہشتی لوگوں کے ذریعہ جہنمیوں سے اعتراف لے گا ان کی شرمندگی اور عذاب میں مزید اضافہ ہو۔ (از تفسیر المیزان)

۶۔ کفار کی ہر قسم کی تکذیب، تہمت، زبان کے زخم کا ایک دن ایک اور صرف ایک جواب ہوگا جو انہیں ابد الابد تک دکھ اور درد میں مبتلا کئے رکھے گا وہ ہے ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

۷۔ قیامت کی عدالت اس نعرے کے ساتھ برخواست ہوگی۔ "ظالموں پر خدا کی لعنت" (لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)

آیت ۴۵

﴿الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَفِرُونَ﴾

ترجمہ: (ظالم وہیں) جو لوگوں کو خدا کی راہ سے ہٹاتے ہیں اور اس راہ کو ٹیڑھا بنانا چاہتے ہیں اور یہی لوگ آخرت کے منکر بھی ہیں۔

ایک نکتہ:

خدا کا راستہ، توحید و تسلیم، ایمان، ہجرت اور جہاد کا راستہ ہے۔ مگر ظالموں کا کام یہ ہوتا ہے کہ اس بارے میں شبہے اور سو سے پیدا کر کے لوگوں کو اس سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا پروپیگنڈا کر کے، مومنین کے دلوں میں کمزوری پیدا کر کے یا بدعتیں اور خرافات کو اس راہ پر ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں یا پھر الہی راہروں کے مقابلے میں یا مایوسیوں پھیلا کر یا رخنہ اندازی کر کے یا روڑے اٹکا کر خدا کے رستے سے لوگوں کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں یا اس میں تبدیلی اور ایجاد کر دیتے ہیں۔

پیام:

۱۔ خدا کی راہ سے جس طرح بھی ہٹایا جائے ظلم ہے۔ بلکہ اگر اس میں کجی اور انحراف پیدا کرنا بھی ستم ہے۔ اور "ثقافتی یلغار" تو ایک ایسا ظلم ہے جس کا مقابلہ کسی طرح کا ظلم بھی نہیں کر سکتا۔

۲۔ اگر دشمن کے بس میں ہو تو کھلم اور اعلانیہ طور پر جنگ کر کے راہ حق کو مکمل طور پر بند کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو پھر مختلف جیلوں، بہانوں اور عیاریوں کے ساتھ راہ کو کج کر کے اس میں تبدیلیاں پیدا کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿يَصُدُّونَ ----- يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾

آیت ۴۶

﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيْمَتِهِمْ وَنَا دُوَّ أَصْحَابِ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان دو (جنتی اور جہنمی گروہوں) کے درمیان حجاب ہے۔ اور اعراف ہر (اولیاء اللہ میں سے) کچھ لوگ ہوں گے جو تمام (بہشتوں اور دوزخیوں) کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گیا اور بہشتوں کو جو کہ ابھی بہشت میں نہیں پہنچے ہوں گے بلکہ اس کے امیدوار ہوں گے صدا دے کر کہیں گے "السلام علیکم" تم پر سلام ہو۔

چند نکات:

حجاب سے مراد شاید وہ دیولڈ ہو جس کا تذکرہ سورہ حدید کی ۱۳ ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ "فَضْرَبَ بَيْنَهُمْ مِنْ سُوْرَةِ بَابِ بَاطِنِهِ فِي الرَّحْمَةِ وَظَاهِرِهِ مِنْ قَبْلِ الْعَذَابِ" ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس کا بیرون حصہ عذاب اور اندرونی حصہ رحمت ہے۔ (از تفسیر المیزان)

"اعراف" جمع ہے۔ "عرف" جس کا معنی ہے بلند جگہ۔ اس سورہ کو "اعراف" کہتے ہیں۔ اور پورے قرآن مجید میں صرف اسی جگہ پر اعراف اور اہل اعراف کا تذکرہ ہے۔

اہل اعراف کون ہیں؟

اس بارے میں روایات اور تفاسیر میں مختلف آراء اور نظریات ملتے ہیں۔ کچھ تو وہ جو "اولیاء اللہ" کو اہل اعراف سمجھتے ہیں۔ جو کہ جنت اور جہنم کے درمیان بلند جگہ پر موجود ہوں گے۔ اور تمام لوگوں میں وہیں پر سے پہچان لیں گے۔ اہل بہشت کو سلام اور مبارک باد سے نوازیں گے۔ جبکہ جہنمیوں کے بارے میں پریشان دکھائی دیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد ضعیف اور کمزور لوگ ہیں جن کے گناہ بھی ہوں گے لیکن عبادت بھی ساتھ ہی ہوگی۔ خدا کے لطف و کرم کے منتظر ہوں گے۔ (جب کہ سورہ توبہ کی آیت ۱۰۵ بتلاتی ہے۔)

ان دونوں نظریات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ اصل مراد تو اولیاء اللہ ہوں لیکن ان کی اطراف میں مذکورہ متوسط اور ضعیف افراد بھی ہوں جو اعراف میں گرفتار اور اپنے انجام کے منتظر ہوں۔ کیونکہ بہشتی، بہشت ہیں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ اور متوسط اور ضعیف لوگ اپنے انجام کے منتظر ہوں گے۔ اور اولیاء اللہ جو اعراف پر ہوں ان کی مدد کرتے ہوئے ان کے حق میں شفاعت کریں گے۔ اور مفسرین اور روایات حدیث نے بھی اسی طرح ان نظریات کو جمع کیا ہے۔ (از مترجم: روایات اہل بیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ آمنہ اطہار ہی ہیں۔)

آیت ۴۷

﴿وَ إِذْ أَصْرَفْتَ أَبْصَارَهُمْ تَلَقَّاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور جب ان کی نگاہیں جہنمیوں کی طرف پلٹائی جائیں گی تو وہ کہیں گے پروردگار! تو ہمیں ظالموں کے ساتھ قرار نہ

دے۔

دونکات:

اہل اعراف، بہشتوں کی طرف دیکھیں گے بھی اور انہیں سلام بھی کریں گے۔ لیکن جہنمیوں کو دیکھنا گوارا نہیں کریں گے بلکہ ان کی ان پر صرف اچلتی ہوئی نگاہ پڑے گی۔ (صرف ابصار ہم) وہ اپنی دعا میں یہ نہیں کہیں گے کہ "ہمیں اہل جہنم نہ بنا" بلکہ کہیں گے "ہمیں ظالموں کا ہم نشین نہ بنا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم کی ہم نشینی، جہنم سے بھی بدتر ہے۔ (تفسیر الوسی)

(ہماری دعا بھی ہے کہ خداوند! اگر تو ہمیں بہشت میں نہیں لے جائے گا تو ظالموں کا ہم نشین بھی نہ بنا۔ آمین)

آیت ۴۸

﴿وَ نَا ذِي الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ قَالُوا مَا أَعْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور اہل اعراف (وہ اولیاء اللہ جو بلند جگہ پر موجود ہوں گے، جہنم والے) لوگوں کو ان کی نشانیوں سے پہچان کر آواز دیں گے اور کہیں گے۔ تمہیں نہ تو تمہارے جمع شدہ سرمائے اور مال نے فائدہ پہنچایا اور نہ ہی اشکبار نے۔

پیام:

۱۔ قیامت کے دن جہنمیوں کو خدائی عذاب کے علاوہ انسانوں کی جھڑکیاں اور سرزنش بھی سننا پڑیں گی۔ ﴿قالوا---

﴾ -

۲۔ زرا ندوزی اور تکبرِ قہرِ خداوندی کا موجب ہے۔

۳۔ مال اور اقتدار، نجات کا موجب نہیں ہیں۔ ﴿ماغنیٰ عنکم-----﴾ ۲۶

آیت ۴۹

﴿أَهْوَلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَا هُمْ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ط أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ﴾ .

ترجمہ: آیا یہ بہشتی دینی لوگ ہیں کہ جن کے متعلق تم قسم کھایا کرتے تھے (خدا کی) رحمت ان کے شامل حال نہیں ہوگی؟ (پھر مومنین سے خطاب ہوگا) بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ نہ تو تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی غم سے دوچار ہو گے۔

ایک نکتہ:

کفار میں سے کچھ مغرور فراد ایسے بھی تھے جو مومنین کی تحقیر کرتے تھیا اور کہتے تھے کہ خدا کی رحمت ان کے شامل حال نہیں ہوگی۔ حالانکہ وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کا ایمان اور نیک اعمال ہی انہیں خدائی رحمت کے شامل حال قرار دے چکے ہوں گے۔ اور "﴿ادخلوا الجنة﴾" خطاب انہیں سے ہوگا۔ رحمتِ خداوندی کے لئے اندرونی لیاقت و شائستگی اور بیرونی اعمالِ صالحہ کا ہونا ضروری ہے۔ جاہ و مال اور مقام و منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کیا رحمتِ خداوندی کی ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے کہ جسے چاہے دیدے یا اس ذات کے قبضہ قدرت میں جو ہر شے پر قادر ہے؟ اس لئے تو خداوند فرماتا ہے۔ "﴿اھم لیقسمون رحمة ربک﴾" آیا یہی لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟

پیام:

۱۔ کون لوگ خدائی رحمت کے مستحق ہیں؟ اس بارے میں جلد فیصلہ نہ کر لیا کرو۔

۲۔ دنیا میں فقر و فاقہ، تنہائی اور گنہگاری، قیامت کے دن رحمت خداوندی سے محرومیت کی علامت نہیں ہے۔

آیت ۵۰

﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ آفِئْضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ط قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِينَ﴾ ۰

ترجمہ۔ اور اہل جہنم بہشتوں کو پکاریں گے کہ کچھ پانی یا جو کچھ تمہیں اللہ نے عطا کیا ہے اس میں سے کچھ ہمارے اوپر بھی ڈالو۔ تو (بہشتی) کہیں گے کہ اللہ نے یہ پانی اور نعمتیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

ایک نکتہ:

قیامت کے منجملہ ناموں میں سے ایک نام "یوم التناد" بھی ہے۔ یعنی جس دن آوازیں بلند ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کو مدد کے لئے پکارا جائے گا۔

پیام:

۱۔ جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے توشہ تیار نہیں کرتے، قیامت کے دن ان کی ضرورت اور احتیاج کا ہاتھ ہر ایک کے آگے پھیلا ہوگا۔ ﴿ونادىٰ-----﴾

۔ قیامت کے دن مجرمین کی آہ و زاری کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ﴿ان الله حرمهما﴾

۔ آخرت کی نعمتیں، مومنین کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ﴿حرمهما علی الکفرین﴾

۔ نہ خدا بخیل ہے۔ اور نہ ہی اہل بہشت! لیکن کفر، آزادانہ مصرف اور دنیا میں عیاشی کی سزا قیامت کے دن نعمتوں

سے محرومی کی صورت میں ملے گی۔ ﴿حرمهما علی الکفرین﴾

آیت ۵۱

﴿الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ هُؤُاٰ وَ لَعِبًا وَ عَرَّهْمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَاَلْيَوْمَ نُنَسِّلُهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَ مَا كَانُوۡا
بٰاِيۡنَنَا يَجْحَدُوۡنَ﴾ ۰

ترجمہ: وہی لوگ تو (کافر) ہیں جو اپنے دین کو کھیل تماشہ سمجھتے ہیں اور دنیوی زندگی نے انہیں مغرور بنا دیا ہے۔ پس جس طرح وہ اپنے اس دن ملاقات کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور ہماری آیات کا انکار کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی انہیں فراموشی کے سپرد کر دیں گے۔

ایک نکتہ:

"لھو" یہ ہوتا ہے کہ انسان بنیادی کاموں سے غافل ہو جائے۔ اور "لعب" یہ ہے کہ انسان خیالی پلاؤ پکاتا ہے۔
(از تفسیر المیزان)

پیام:

- ۱۔ کفار دین کو مذاق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ایک یقینی چیز ہے۔ اور دنیا کو حقیقت سمجھتے ہیں حالانکہ کھیل تمام ہے۔
﴿دینہم لھو﴾ ۲۷
- ۲۔ جب دین کی طنابیں کٹ جاتی ہیں تو دنیوی گرداب انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ ﴿اتخذوا۔۔۔۔۔ عرہم﴾
- ۳۔ خدا اور قیامت سے غفلت، انسان کے قیامت کے دن فراموش ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ ۲۸
اور ﴿افیضواعلینا﴾ گذشتہ آیت ہیں۔
- ۳۔ دین کا مذاق اڑانا، دنیاوی لذتوں میں غرق ہو جانا، آخرت کو فراموش کر دینا، خدا کی آیات کا للکار غرض اس قسم کی تمام باتیں کفر کی علامتیں ہیں۔ ﴿الذین۔۔۔۔۔﴾

آیت ۵۲

﴿وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: اور یقیناً ہم ان کے لئے کتاب لے آئے کہ جس میں ہر چیز کو علم کی بنیادوں پر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا تاکہ ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہو۔

پیام:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کر دی ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی دنیا کے گرداب میں غرق ہے یا آخرت کو فراموش کر چکا ہے یا آیات خداوندی کو للکارتا ہے تو یہ اس کی اپنی کوتاہی ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ﴿لقد جئناهم﴾
- صدہا چراغ دار دو بیراہہ ہی رود۔ بگزارتا بیفتد و بند سزا سی خویش
- سینکڑوں چراغوں کے باوجود بھی غلط رستے پر چل رہا ہے تو چلنے دو تاکہ گر کر مرے اور اپنی سزا کو پالے۔
- ۲۔ خدا کی وحی کی اساس علم اور حقیقت ہے۔
- ۳۔ انسان کی ہدایت، خدا کی بہت بڑی رحمت اور مہربانی ہے۔
- ۴۔ دین اسے ہدایت کرتا ہے جو اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ضدی مزاج اور ہٹ دھرم افراد کو ہدایت اور دین نصیب نہیں ہوتا۔ ﴿لقوم یؤمنون﴾

آیت ۵۳

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ط يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلِ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ

شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ -

ترجمہ: کیا کفار کتاب کی تاویل (اور قرآنی وعدوں کے پورا ہونے) کے علاوہ کسی اور چیز کے منتظر ہیں؟ جس دن کہ کتاب کی تاویلیں (خدا کا قہر و غضب اور اس کے حساب و کتاب کی نشانیاں) پہنچ جائیں گی تو جو لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اس دن کو بھلا چکے تھے کہیں گے: اس میں شک نہیں کہ اللہ کے رسول ہمارے پاس ہی حق لے کر آئے (لیکن ہم نے ان سے منہ پھیرے رکھا) آیا ہمارے کوئی شفاعت کرنے والے ہیں جو شفاعت کریں گے؟ یا ممکن ہے کہ ہم دنیا میں

واپس ہٹائے جائیں تاکہ ایسے کام کریں جو نہیں کئے تھے؟ (یہ سب بے فائدہ حسرت ہے) یقیناً ان لوگوں نے اپنے آپ کو خسارہ پہنچایا اور وہ سب کچھ ختم ہو جائے گا جو وہ افترا پردازی کیا کرتے تھے (اور بتوں کو اپنا معبود سمجھتے تھے)۔

دو نکات

"تاویل" کا معنی ہے گزشتہ یا آئندہ (ماضی یا مستقبل کی طرف پلٹانا۔ اور قرآن میں اس کا معنی ہے حقیقت امر اور کسی کام کا آغاز یا انجام۔

اس سورت کی ۴۳ ویں آیت می اہل بہشت کی زبانی کہا گیا ہے "لقد جات رسل ربنا بالحق" اور اس جگہ ہر اہل جہنم یہی اقرار کر رہے ہیں۔

پیام

۱۔ قیامت کے دن کفار کی داد و فریاد اور اعتراف اور آرزوئیں کسی کام نہیں آئیں گی۔ لہذا انہیں چاہئے کہ جو کچھ کرنا ہے اسی دنیا میں ہی کر لیں۔ ﴿یوم باقی تاویل﴾

۲۔ دین، مذہب اور قرآن کو فراموش کر دینا بہت بڑا احسان ہے ﴿نسوہ﴾ ۲۹

۳۔ کفار، یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے اعمال صحیح ہیں، قیامت کے دن جب اپنی خطاؤں اور غلط کاریوں کی طرف متوجہ ہوں گے تو دنیا کی طرف واپسی کی خواہش کریں گے لیکن یہ آرزو غلط ہوگی ﴿اونرد فضل﴾ ۳۰

۴۔ قیامت آگاہی اور بیداری کا دن ہے۔ ﴿جائت رسل ربنا بالحق﴾

۵۔ شفاعت ہر ایک کے لئے نہیں ہوگی ﴿هل لنا من شفعاء﴾

۶۔ قیامت کے دن طاغوتوں، بتوں، مال و دولت اور اقتدار کا نام و نشان اور جلوہ گری نہیں ہوگی ﴿ضل عنہم﴾

آیت ۵۴

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَىٰ اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسْحَرَاتٍ مِّمَّ بِأَمْرِ ط آ لَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْإِمْرُ ط تَبْرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ۵۴

ترجمہ: درحقیقت تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے کہ جس نے چھ دنوں (اور دورانیوں) میں آسمان اور زمین کو پیدا پھر اقتدار کی کرسی اور کائنات کی تدبیر پر مسلط ہوا۔ وہی تو ہے جو دن کو رات کے ذریعہ چھپا دیتا ہے اور رات بڑی تیزی سے دن کا پیچھا کرتی ہے اور سورج، چاند اور ستارے اس کے احکام کے فرمانبردار ہیں۔ آگاہ رہو کہ تخلیق بھی اسی کا کام ہے اور تدبیر بھی۔ نہایت ہی بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

گزشتہ آیت میں بتایا گیا تھا کہ قیامت کے دن ہر چیز اور ہر شخص فنا ہو جائے گا بقا صرف ذات پروردگار عالم ہی کو حاصل ہے۔ ﴿ضَلَّ عَنْهُمْ ---﴾ اور اس آیت میں حقیقی پروردگار کا تعارف کرایا جا رہا ہے۔

"یوم" کے کئی معنی ہیں۔ اور یہ "نہار" (دن) کے علاوہ ہے جو "لیل" (رات) کے مقابل میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ "یوم" کا ایک معنی تو "دن" کا ہے ایک "دن رات" کا اور ایک "دورانے" کا۔

"تبارک" کو "برکت" سے لیا گیا ہے جو "برک" سے ماخوذ ہے۔ جبر کا معنی ہے "اونٹ کا سینہ جب وہ زمین پر رکھتا ہے" یہ اس کے وہاں پر ٹھہرنے کی علامت ہوتی ہے۔ اور "برکت" کا معنی بھی "بقا" اور "ٹھہرا رہنا ہے" اور "برک" (کنواں) اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی ٹھہرا اور ذخیرہ بنا رہتا ہے۔

پیام

۱۔ اگرچہ خداوند عالم اس بات پر قادر ہے کہ تمام کائنات کو ایک ہی لمحہ میں خلق فرمادے، لیکن آرام اور سکون کے ساتھ کام کی بجا آوری ہی اس کا انداز کار ہے اور اسی میں لوگوں اور کائنات کی مصلحت ہے۔ (فرشتہ ایام) ۳۱

۲۔ "عرش پر متمکن ہونا" یا "تخت پر بیٹھنا" تسلط، اقتدار، تدبیر امور، ہدایت اور مکمل ارادے سے کنایہ ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اسی قسم کا کنایہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ "فلاں کو عرش سے فرش پر پھینک دیا گیا" یعنی اسے اقتدار اور تسلط سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ﴿استوی علی العرش﴾

۳۔ زمین گول اور متحرک ہے ﴿بطلب حثینا﴾ شب و روز کا مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے لگ رہنا یہ زمین کے گول اور متحرک ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۴۔ کائنات کا ایک باقاعدہ نظام ہے اور وہ بھی ارادہ الہی کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے ﴿بامرہ مسخرات﴾

۵۔ کائنات کی پیدائش بھی خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کا ارادہ اور تدبیر بھی۔ ﴿لہ الخلق والامر﴾

آیت ۵۵

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ط إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾

ترجمہ: اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور مخفی انداز میں پکارو، یقیناً وہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

دونکات

ایک سفر میں حضرت رسول خدا نے اپنے بعض صحابیوں کو دیکھا جو زور زور سے دعا کر رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"دعا آہستہ مانگا کرو۔" (از تفسیر فخر رازی، فی ظلال القرآن اور مجمع البیان)
سابقہ آیت میں خدا کی معرفت کی بات ہوئی تھی اور اس میں خدا کی عبادت کی بات ہوگی۔

پیام

- ۱۔ خدا کی معرفت کے بعد اس کی عبادت ضروری ہے ﴿ادعوا ربکم﴾
- ۲۔ بہتر یہی ہے کہ دعا تضرع و زاری کے ساتھ اور آہستہ سے ہونی چاہئے۔ ﴿تضرعا و خفياً﴾
- ۳۔ دعا میں تضرع، نالہ اور زاری کا اسی لئے حکم ہے تاکہ انسان اپنی ضروریات اور اپنے اندر ہر قسم کی کمی کو محسوس کرے اور غرور، تکبر اور خودخواہی جو اس کے اندر موجود ہے اسے باہر نکال دے (جو خود کو بے نیاز اور طاقتور سمجھتا ہے وہ آہ و زاری نہیں کرتا)
- ۴۔ گریہ و زاری اس وقت موثر ہے جب خلوص قلب اور تہہ دل سے ہو ﴿تضرعا و خفياً﴾ حضرت زکریا علیہ السلام بھی اپنے رب کو مخفی انداز میں اور خلوص دل سے پکارا کرتے تھے جب کہ ارشاد الہی ہے "﴿اذنادی اللہ نداء خفياً﴾"
- ۵۔ عبادت اور دعا و نیایش میں بلند آواز یا کاری اور دکھاوے کا موجب بن سکتی ہے ﴿خفياً﴾
- ۶۔ پورے وجود کے ساتھ خدا کی عبادت کرو اور اس سے دعا مانگو، تمہاری زبان تمہارے وجود کی نمائندہ ہونی چاہئے۔

﴿لضرعا﴾

۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا ہی گڑگڑانا اور تضرع و زاری کرنا ہے" حضرت پیغمبر اکرم بھی ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا:

"خداوند عالم کو ایسا ہاتھ خالی لوٹانے سے شرم آتی ہے جو دعا کے لئے اٹھایا جائے" (اس روایت کو تفسیر قرطبی اور سنن ترمذی نے بھی نقل کیا ہے)

۸۔ سرے سے دعا ہی نہ مانگی جائے، اگر مانگی جائے تو اس میں تضرع و زاری نہ ہو، یا ریاکارانہ انداز میں مانگی جائے یا مخفی طور پر نہ مانگی جائے بلکہ زور زور سے اور بلند آواز کے ساتھ مانگی جائے تو "تجاوز" کے زمرے میں آئے گی ﴿لایجب المعتدین﴾

آیت ۵۶

﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾ ﴿مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ •
ترجمہ: زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، اور خدا کو خوف اور امید کے ساتھ پکارو! یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے نزدیک ہے۔

چند نکات

گزشتہ آیت میں بندے کا خدا سے تعلق بیان کیا گیا تھا اس آیت میں بندے کا بندوں کے ساتھ رابطہ کیا گیا ہے۔ اس میں اور اس سے پہلی آیت میں دو مرتبہ "ادعوا" کا حکم ہے۔ اور ان دونوں فرمانوں کے درمیان "﴿لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾" کا حکم ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زبان کے ساتھ مانگی جانے والی دعا کے ساتھ ساتھ اجتماعی طور پر اصلاح طلبی کی سعی پیہم کو بھی ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو دعا مانگی جائے لیکن عمل سے فساد اور معاشرے کی تباہی کے سامان مہیا کئے جائیں۔

اس میں اور اس سے پہلی آیت میں دعا کے شرائط، آداب اور قبولیت کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ دعا گڑگڑا کر اور تضرع و زاری کے ساتھ مانگی جائے ۲۔ ریاکاری سے ہٹ کر اور مخفی انداز میں دعا کی جائے ۳۔ امید اور خوف کے درمیان رہ کر دعا مانگی جائے ۴۔ حق کی حدود سے تجاوز کئے بغیر ہونی چاہئے ۵۔ فساد اور تباہی کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہونا چاہئے۔

پیام

- ۱۔ اصلاح شدہ اور صاف ستھرے معاشرے کو بھی خطرات لاحق ہوتے ہیں ﴿بعد اصلاحها﴾
- ۲۔ انقلابی مصلح دعا، عرفان اور مناجات سے بے نیاز نہیں ہوتے ﴿وادعوه خوف و ...﴾
- ۳۔ اگر دعا، خوف اور طمع حد اعتدال پر نہ ہوں تو فساد کی حد تک جا پہنچتے ہیں۔
- ۴۔ انسان کو ہر وقت خوف اور امید کی حالت میں رہنا چاہئے، اسی اعتدال کو خداوند عالم نے "احسان" کا نام دیا ہے ﴿---﴾ ﴿قرب من المحسنين﴾
- ۵۔ احسان، خداوند عالم کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر رحمت کا انتظار بے جا ہے ﴿قرب من المحسنين﴾
- ۶۔ حق کی جانب دست نیاز دراز کرنا اور فساد سے دور رہنا ہی "احسان" ہے ﴿قرب من المحسنين﴾

آیت ۵۷

﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا مِّمَّ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقْلَّتْ سَحَابًا ثَقَالًا سُفِّتْهُ لِيَلْدِ مِمِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

ترجمہ: اور وہ وہی (خدا) ہے جو اپنی (باران) رحمت کے آگے آگے ہو اؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب ہوا سنگین (اور پانی سے بھرے) بادلوں کو اٹھا کر روانہ ہوتی ہے تو ہم اسے بے جان سرزمین کی طرف روانہ کرتے ہیں پس اس ذریعے سے ہم بارش نازل کرتے ہیں، پس اس کی وجہ سے ہم ہر قسم کے میوے (زمین سے) اگاتے اور باہر نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زمین سے نکالیں گے تاکہ تم (زمین کے بے جان اور افسردہ ہونے کے بعد اس کی زندگی کو ملاحظہ کر کے) نصیحت حاصل کرو۔

ایک نکتہ

گزشتہ آیات میں خدا شناسی یا معرفت الہی کا ذکر تھا اور یہاں ہر معاد کا تذکرہ ہے۔ اور مبداء و معاد دونوں میں فطری مسائل اور نظام تخلیق کائنات سے استدلال کیا گیا ہے۔

پیام

- ۱۔ طبعی اور فطری قوانین اپنی تمام پیچیدگی اور نظم و انتظام کے باوجود پروردگار عالم کے ارادہ و اختیار کے ماتحت ہیں لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان کو مبراہستی یا خالق کائنات سے غافل کر دے۔ ﴿ہوالذی﴾
- (سائنسی اور مادی فارمولوں کے چکر میں پڑ کر مادیات کے سمندر میں غرق نہ ہو جانا ہو اس کی حرکت اور اس کی ہدایت، بارش کا برسنا اور نباتات کا اگنا سب خداوند عالم کی تدبیر کے تابع ہیں ﴿ہوالذی﴾
- ۲۔ معاد (قیامت کے منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے صرف وہ "استبعاد" (بعید سمجھنے) سے کام لیتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ قیامت کے دن منتشر اجزاء اور پرآگندہ ذرات کو یکجا کرنا بعید ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں اس کے نمونے موجود ہیں۔ سیب، ناشپاتی اور انار کے ذرات جو کہ اس زمین میں منتشر اور اجزا جو کہ پرآگندہ ہیں انہیں جمع کر کے سیب، ناشپاتی اور انار کی صورت میں پیدا کرنے والی ذات مردوں کے ذرات اور اجزا کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ اور یہی بات اس استبعاد کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ ﴿کذالک مخرج الموتی﴾
- ۳۔ موت، عدم (نیستی) نہیں بلکہ حالت کی تبدیلی کا نام ہے جبکہ مردہ زمین، معدوم چیز کا نام نہیں ہے۔

آیت ۵۸

﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتَهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبثَ لَا يَخْرِجُ إِلَّا نَجَسًا ط كَذَلِكَ نَصْرَفُ الْأَيَاتِ﴾ ﴿لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ﴾

ترجمہ: پاکیزہ (اور آباد) سرزمین کی نباتات اپنے پروردگار کے حکم سے (مفید اور بابرکت) باہر نکلتی ہے۔ لیکن جو زمین خبیث (شورہ زار اور معیوب) ہوتی ہے وہ تھوڑی سی بے فائدہ چیز کے علاوہ اور کچھ باہر نہیں نکالتی۔ اس طرح ہم اپنی آیات کو شکر گزار لوگوں کے لئے الٹ پھیر کر بیان کرتے ہیں۔

ایک نکتہ

قرآنی آیات بارانِ رحمت کی مانند ہیں اگر آمادہ دلوں پر پڑھی جائیں تو معرفت، عشقِ ایمان اور سعیِ مسلسل میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ نااہل افراد کے لئے ہٹ دھرمی اور ضد کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوتا۔ ارشادِ پروردگار ہے: ﴿وَنَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوشَفَاءٍ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ الْاِخْسَارًا﴾ (بنی اسرائیل / ۸۲)

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لاله روید و در شوره زار خس

پیام

- ۱۔ خاندانی، شرافت، وراثت اور شخصیت کے عوامل میں سے ایک ہے۔ ﴿البلد الطیب﴾
- ۲۔ صرف غزولِ رحمت ہی کافی نہیں، مکان و محل کی قابلیت اور فراخیت کے علاوہ اذنِ الہی بھی ضروری ہے ﴿باذن ربہ﴾
- ۳۔ اگرچہ نظامِ فطرت اپنے خاص قوانین کی بنیادوں پر استوار ہے لیکن سب کچھ پروردگارِ عالم کی زیر نگرانی اور اس کے ارادہ و اختیار کے تحت چل رہا ہے ﴿باذن ربہ﴾
- ۴۔ اگرچہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت اور بیان ہے لیکن اس سے صرف متقین اور شاکرین ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ﴿لقوم یشکرون﴾ ۳۲

آیت ۵۹، ۶۰

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ عٰبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ط اِنِّىۡٓ اَخَافُ عَلٰیكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۰
قَالَ الْمَلَاۗءُ مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱﴾ -

ترجمہ: بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو اس نے کہا: اے میری قوم! خدا کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ یقین جانو کہ میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔
اس کی قوم کے سرداروں نے کہا: اس میں شک نہیں کہ ہم تجھے واضح اور آشکارا گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔

چند نکات "بلا خبیث" (جو گزشتہ آیت میں بیان ہوا ہے) کا نمونہ حضرت نوح کی قوم تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں جس قدر بھی تبلیغ کی انہوں نے اس سے کوئی اثر نہ لیا۔
 حضرت نوح علیہ السلام کی داستان سورت احقاف، سورہ صافات، اسراء (بنی اسرائیل) احزاب، مومنون اور قمر میں مذکور ہے۔

"خوف" میں مثبت پہلو پایا جاتا ہے جبکہ "جن" (بزولی) منفی بھی ہے اور ناپسند میں بھی ﴿اخاف علیکم﴾

پیام

۱۔ توحید اور خدا پرستی کی دعوت تمام انبیاء کی دعوت و تبلیغ کا سرنامہ ہے اور تمام ادویات کے مشترکات میں شامل ہے ﴿اعبدوا اللہ﴾

۲۔ انبیاء، عالم انسانیت کے حقیقی اور دلسوز دست میں ﴿یا قوم، اخاف علیکم﴾
 (البتہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت عالمی تھی۔ کیونکہ ان کی قوم اس دور کے تمام لوگ تھے۔ اور حضرت نوح نے اپنی بدعا میں روئے زمین کے تمام کفار کو شامل کیا تھا اور وہ غرق ہو گئے تھے۔ انہوں نے بدعا کی کہ ﴿رب لاتعزى على الارض من الكافرين ديارا﴾ " (نوح/۸)

۳۔ انبیاء کے مخالف ہمیشہ بڑے لوگ، اشرافیہ، سردار، ثروتمند اور مالدار لوگ ہی ہوا کرتے تھے کہ جن کی دولت کی "چمک" لوگوں کی آنکھوں کو "پُر" کر دیتی تھی۔ ﴿اعلا من قومہ﴾

۴۔ اگرچہ ایمان نہ لانا بری بات ہے لیکن اس سے بڑھ کر برائی یہ ہے کہ انبیاء کو (نعوذ باللہ) گمراہ سمجھا جائے۔ جب فطرت مسخ ہو جاتی ہے تو حقیقی راہنماؤں کو بھی گمراہ سمجھا جانے لگتا ہے آج بیسویں صدی میں بھی دنیا کے الحاد کو روشن فکر اور انبیاء اور مبلغین دین کو رجعت پسند، و قیانوسی اور سادہ لوح سمجھتے ہیں۔

۵۔ جو نظام توحید کے اجرا اور نظام شرک کی بیخ کنی کا داعی ہوتا ہے اسے ہر قسم کی تہمت، توہین، استہزاء اور مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ﴿لنراک فی ضلل مبین﴾

آیت ۶۱-۶۲

﴿قَالَ يَوْمَ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَ لَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ . أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَ أَعْلَمُ مِّنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ .

ترجمہ: (حضرت نوح نے کہا! اے میری قوم! مجھ میں کسی قسم کا انحراف اور گمراہی نہیں ہے، بلکہ میں عالمین کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔

میں اپنے پروردگار کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں، تمہارا خیر خواہ ہوں اور خدا کی طرف وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

ایک نکتہ

"نصح" کا معنی ہے خالص اور کسی قسم کی ملاوٹ کے بغیر ہونا۔ اسی لئے خالص شہد و "ناصح العسل" کہتے ہیں۔

پیام

۱۔ تمام کائنات کا صرف اور صرف ایک ہی رب ہے جو سب کا پروردگار ہے، لہذا ہر ایک چیز کے لئے علیحدہ علیحدہ رب نہ بناؤ۔ ﴿رب العالمین﴾

۲۔ جاہلوں کی توہین و استہزاء کے مقابل میں صبر سے کام لو۔ ﴿یس بی ضلالۃ﴾

۳۔ سب سے پہلا اولوالعزم نبی، بدترین باتوں کے جواب میں نرم ترین روش اختیار کرتا ہے۔ اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے۔

۴۔ مبلغ کو ایک تو خیر خواہ اور دلسوز ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی کافی حد تک عوام سے بہرہ ور بھی ہونا چاہئے۔ ﴿الضح - اعلم﴾

۵۔ انبیاء کرام، علم و معرفت کی ان حدود تک پہنچنے ہوتے ہیں کہ جہاں پر عام انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ﴿لاتعلمون﴾

آیت ۶۳

﴿أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوا ۖ وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ۰

ترجمہ: کیا تم نے اس بات پر تعجب کیا ہے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم میں سے ایک شخص کے پاس نصیحت آ چکی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

پیام

۱۔ وحی کا اصل مقصد انسان کی تربیت ہے۔ ﴿ربکم﴾

۲۔ "حجاب معاشرت" (کسی کا ہم عصر ہونا اس کی) برحق اور منطقی باتوں کی قبولیت سے مانع ہوتا ہے۔ حضرت نوح کی قوم بھی کہتی تھی کہ "وہ کیونکر نبی ہوئے اور ان پر کسی لئے وحی نازل ہوئی ہے جبکہ ہم اس چیز سے محروم ہیں؟ وہ وحی کی باتوں کو سمجھیں اور ہم کیوں محروم رہیں؟ آخر کس لئے نوح جیسے غریب آدمی پر وحی نازل ہو اور فلاں امیر کبیر اور سرمایہ دار پر نازل نہ ہو؟" ﴿وعجبتم﴾

۳۔ بعثت اور نبوت کا فلسفہ، لوگوں کو خبردار کرنا، توجہ دلانا، گناہوں سے بچانا، تقویٰ کا درس دینا اور خداوند عالم کے لطف و کرم کو حاصل کرنا ہے ﴿لینذرکم، تتقوا، ترحمون﴾

۴۔ تقویٰ، رحمت خداوندی کے نزول کا موجب ہوتا ہے ﴿لتتقوا، لعلکم ترحمون﴾

آیت ۶۴

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ وَ اغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ط إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ﴾ ۰

ترجمہ: پس انہوں نے (اس بے جا تعجب کی وجہ سے) نوح کو جھٹلایا، تو ہم نے اسے اور جو کشتی میں اس کے ہمراہ تھے نجات بخشی اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی انہیں غرق کر دیا کیونکہ وہ (دل کے) اندھے لوگ تھے۔

ایک نکتہ

"عمین" جمع ہے "عمی (بروزن دلو) کی۔ اور عمی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی چشم بصیرت یا باطنی دید ختم ہو چکی ہو، جبکہ "اعمی" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جسکے باطن کی آنکھیں بھی جواب دے چکی ہوں۔ (تفسیر نمونہ، المیزان قدر کے فرق کے ساتھ)

پیام

- ۱۔ ایمان، نجات کا سبب اور تکذیب موجب ہلاکت ہے۔ ﴿انجینا- اغرقنا﴾
- ۲۔ دل کا اندھاپن، انبیاء کی دعوت کی تکذیب کا اصل عامل ہے ﴿عمین﴾

آیت ۶۵

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

ترجمہ: ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے (ان سے) کہا، اے میری قوم! صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرو جس کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے؟

چند نکات

یہ اس سورت کی دوسری داستان ہے۔ جبکہ حضرت ہود کی داستان کی تفصیل سورہ شعرا اور سورہ ہود میں بیان ہوئی ہے۔

قوم عاد، یمن کی سرزمین اور حجاز کے جنوبی علاقہ "احقاف" میں رہتی تھی۔ جسمانی لحاظ سے ہٹے کٹے لوگوں کی قوم تھی۔ افزائش حیوانات اور کاشتکاری کے لحاظ سے بھی مالدار قوم تھی۔ لیکن اخلاقی جرائم اور بت پرستی کی مصیبت میں گرفتار تھی، حضرت ہود علیہ السلام کا اس قوم سے رشتہ تھا۔ آپ اسے ڈرانے کے لئے مبعوث بہ نبوت ہوئے۔ اور نوح علیہ السلام کی طرح سب سے پہلے انہیں توحید کی دعوت دی۔

پیام:

- ۱۔ تمام انبیاء کی دعوت کا سرنامہ "توحید" ہے ﴿اعبدوا اللہ﴾
- ۲۔ انبیاء علیہم السلام عوامی اور عوام کے بہت بڑے ہمدرد، خیر خواہ اور دلسوز افراد تھے ﴿اخاہم﴾
- ۳۔ مبلغین کو چاہئے کہ وہ عوام الناس کے ساتھ بھائیوں کے جیسا سلوک کریں اور ان کے ساتھ محبت کا اظہار کریں ﴿اخاہم﴾
- ۴۔ اگر گزشتہ کفار پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب نازل ہوا ہے تو اس سے آئندہ اور آنے والی نسلوں کو دراصل عبرت حاصل کرنا چاہئے اور دین کی تکذیب سے گرنے چاہئے۔ ﴿افلا تتقون﴾

آیت ۶۶، ۶۷

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرُّكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَنْظُرُكَ مِنَ الْكَذِبِينَ . قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَ لَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: (ہود علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں) اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا، ہم تو تجھے یقینی طور پر بیوقوفی اور بے عقلی کی صورت میں دیکھ رہے ہیں اور اس میں تو شک ہی نہیں ہم تجھے جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ (ہود علیہ السلام نے ان کی جسارت اور گستاخی کے جواب میں) کہا: اے میری قوم! میں بے وقوف نہیں ہوں بلکہ میں تو عالمین کے پروردگار کی طرف سے رسول بھیجا گیا ہوں۔

ایک نکتہ

ہود کے مخالفین کی جسارت اور گستاخی، نوح علیہ السلام کے مخالفین کی گستاخی سے زیادہ تھی۔ حضرت نوح کے دشمن انہیں "فی ضلالت" گمراہ کیا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت ہود علیہ السلام کے دشمن انہیں کم عقل اور جھوٹا کہتے تھے ﴿سفاہة، کاذبین﴾

۱۔ اللہ کے پیغمبروں کو بہت ہی سخت اور نہایت ہی واضح پروویگنڈوں، مخالفتوں اور تہمتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ﴿سفاهة، کاذبین﴾

۲۔ لوگوں کو راہ خدا میں تبلیغ و ارشاد کے سلسلہ میں کائنات کے شریف ترین اور عالم ترین لوگوں کو دنیا جہان کے پست ترین اور رذیل ترین لوگوں سے بدترین الفاظ سننے اور برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

۳۔ انبیاء کی فراخ دلی، وسعت ظرفی اور اخلاقی بزرگواری کا کمال بھی دیکھنے کہ اس قدر گستاخانہ اور جسارت آمیز لہجے میں گفتگو سننے کے بعد بھی کہتے ہیں "اے میری قوم!" ﴿لقوم﴾

۴۔ اپنی ذات پر لگنے والی تہمت کا ازالہ ضرور کریں، لیکن دوسروں کو متہم ہرگز نہ کریں۔ ﴿لیس بی سفاهة﴾

۵۔ مبلغ کو اپنا مقصد کبھی پس پشت نہیں ڈالنا چاہئے ﴿لکنی رسول﴾

۶۔ جسے اپنے ہدف پر یقین ہوتا ہے اور خدائی پشت پناہی سے بھی بہرہ ور ہوتا ہے وہ صبر و سکون کے ساتھ گفتگو کرتا

ہے ﴿لیس بی سفاهة﴾

آیت ۶۸

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾

ترجمہ: میں تو اپنے پروردگار کے پیغامات تم تک پہنچاتا رہوں گا اور میں ہی تمہارا خیر خواہ امین ہوں۔

پیام

۱۔ پیغمبروں کی باتیں خدائی رسالت و احکام ہوتی ہیں، اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتے۔ ﴿رسالات ربی﴾

۲۔ مبلغین کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ۱۔ عوام الناس کے ساتھ دلسوزی ۲۔ صداقت۔ ﴿ناصر امین﴾

۳۔ جہاں ہر کسی کی اصلاح مقصود ہو تو وہاں پر اپنی تعریف کرنے میں جرم نہیں ﴿انا لکم ناصر امین﴾ ۳۳

۴۔ اگر دلسوزی کے ساتھ دیانتداری نہ ہو تو وہ خطرناک ہو جاتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایسی دلسوزی سے کسی کے

حقوق پامال ہو جائیں یا قوانین الہیہ کی خلاف ورزی ہو جائے ﴿ناصر امین﴾

آیت ۶۹

﴿أَوْ أَعْجَبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۖ ط وَادْكُرُوا إِيَّاهُ كَمَا جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن مَّ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ ۚ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصِطَةً ۚ فَادْكُرُوا الْآيَةَ ۚ اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ۰

ترجمہ: آیا تم نے اس بات سے تعجب کیا ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک شخص کے ذریعہ ہدایت پہنچی ہے؟ تاکہ وہ تمہیں (گناہوں اور گمراہی کے انجام سے) ڈرائے۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے تمہیں قوم نوح کے بعد اس کا جانشین قرار دیا اور تمہاری خلقت میں اضافہ فرمایا۔ پس تم اس کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ فلاح پا جاؤ۔

ایک نکتہ:

۱۔ قوم عاد کی جسمانی طاقت اس حد تک تھی کہ وہ خود کہا کرتے تھے: "من اشد منا فوة" ہم سے بڑھ کر اور کون طاقتور ہو سکتا ہے؟۔ اور اس حد تک تنومند تھے کہ جب ہلاک ہو کر زمین پر گرے تو معلوم ہوتا تھا کہ کھجور کے درخت کے تنے گرے پڑے ہیں: ﴿كَانَ نَحْمُ اعْجَازِ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ " (الحاقہ ۷/)

پیام:

۱۔ آیا تم اس شخص کو تعجب کرتے ہو کہ جو خدا کا پیغمبر ہے اس میں بھی ہے، اس کا ماضی بھی تابناک ہے اور تم میں سے بھی ہے، لیکن اپنی بت پرستی سے تعجب نہیں کرتے ہو؟ ﴿اوعجتتم﴾

۲۔ جسمانی توانائی خدا کی ایسی نعمت ہے جسے صحیح راہ میں صرف کرنا چاہئے۔ ﴿زادکم فی الخلق البطعة فاذا کروا﴾۔

۳۔ خدا کی نعمتوں کی یاد آوری، کامیابی کی دلیل ہے۔ ﴿فاذا کروا- تفلحون﴾ اس لئے نعمتوں کی یاد آوری سے حق و محبت پیدا ہوتی ہے، محبت کیساتھ اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اطاعت سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

آیت ۷۰

﴿قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ۰

ترجمہ: (قوم عاد کے افراد نے حضرت ہود سے) کیا: آیا تم ہمارے پاس آلتے آئے ہو کہ ہم خدانے یگانہ کی پرستش کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں؟ اگر تم سچوں میں سے ہو تو تم نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ لے آؤ!

پیام:

- ۱۔ منطق کی بجائے تعصب کا اظہار قابل مذمت ہے۔ اسی طرح جاہل کا کسی جاہل کی تقلید کرنا بھی! ﴿یعبد آباؤنا﴾
- ۲۔ رسومات اور گزشتگان کی مقرر کی ہوئی سنتیں ہر جگہ پر قابل قدر نہیں ہوا کرتیں۔ ﴿یعبد آباؤنا﴾
- ۳۔ تعصب اور اندھی تقلید، حقیقت کی معرفت کے مانع ہوتی ہے اور انسان کو عناد دشمنی کی طرف لے جاتا ہے۔ ﴿فائنبما تعدنا﴾
- ۴۔ بعض اوقات، عادت فطرت پر غالب آجاتی ہے جیسے گزشتہ لوگوں کی عادت حق طلبی کی فطرت پر غالب آگئی تھی۔

- ۵۔ انبیاء نے ناجائز رسومات اور بیہودہ سنتوں کی بیخ کنی کی ہے۔ ﴿نذرمان کان یعبد اباؤنا﴾
- ۶۔ انسان چاہے کل (ماضی) کا ہو یا آج (حال) کا اس پر دور میں حق کی منطق کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے زور و جبر اور قدرت اور طاقت کی منطق کی بات کی ہے۔ اور انبیاء سے بھی یہی راستہ اختیار کرنے کی خواہش کی ہے۔ ﴿فاتنا بما تعدنا﴾

آیت ۷۱

﴿قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَ غَضَبٌ ط اُجَادِلُونِي فِيْ اَسْمَاءِ سَمِيْتُمْوهَا اَنْتُمْ وَ اباؤكُمْ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط فَاَنْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾

ترجمہ: (ہود نے قوم عاد کی ضد کو دیکھ کر کہا: تمہارے پروردگار کی طرف سے پلیدی اور غلیظ و غضب اور عر سزا تمہارے لئے حتمی ہو چکی ہے۔ آیا تم میرے ساتھ اپنے کاموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو کہ جنہیں تم نے اور تمہارے آباؤ

اجداد نے موسوم کیا ہے؟ خدا نے تمہارے معبودوں کے بارے میں کوئی دلیل و برہان نازل نہیں کی ہے۔ پس تم (خدائی قہر کے) منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ اسی انتظار میں ہوں۔

پیام:

۱۔ ضد، ہٹ دھرمی اور حق کے ساتھ آویز شرکا نتیجہ خدا کی منزل ننگ و عار اور ہلاکت و تباہی ہوتا ہے۔ ﴿قد روقع علیکم﴾

۲۔ پتھر اور لکڑی کو "خدا" کا نام دینے سے خدا نہیں بن جاتے۔ ہمارے دور میں بھی بڑے بڑے بھاری بھر کم الفاظ کے بے مقصد نام ایک وبائی سورت اختیار کر چکے ہیں ﴿اسماء سمیتموھا﴾

۳۔ مشرکین کے معبود بے مسمی نام ہیں کہ جن کی نہ تو کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی جواز، نہ ہی خدا نے اس بارے کوئی حکم صادر فرمایا ہے۔ ﴿اسماء----- مانزل اللہ بھما من سلطن﴾

۴۔ بت پرستوں سے بھی دلیل طلب کیا کرو۔ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ "بت، خدا کے تقرب کا ذریعہ سب" ان سے پوچھو کہ 'آیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ خدا نے اپنے قرب کے لئے بتوں کی پرستش کو وسیلہ قرار دیا ہے؟' ﴿مانزل اللہ بھما من سلطن﴾

۵۔ انبیاء کو اپنے ہدگ اور کامیابی پر پورا پورا یقین ہوتا ہے اور دشمنوں کی شکست پر مکمل اطمینان۔ ﴿انتظر وا انی معکم من المنتظرین﴾

آیت ۷۲

﴿فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ:

پس ہم نے ہود اور ان کے (عملی اور فکری) ساتھیوں کو اپنے لطف و کرم سے نجات دی۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو لوگ بے ایمان تھے ہم نے ان کی بیخ کنی کر ڈالی۔

چند نکات:

"دابر" کا معنی ہے کسی چیز کا آخر یا پچھلا حصہ یا اختتام۔ اور "قاطع دابر" کا معنی ہے کسی چیز کی بیخ کنی کر اور آخری شخص کو ہلاک کر ڈالا۔

قوم عاد کی ہلاکت ایسے ہوئی طوفان سے ہوئی جو بانجھ، شور شرابے سے بھرپور، سرد اور زہریلا تھا۔ اور مسلسل آٹھ دن تک ان پر مسلط رہا۔ جیسا کہ سورہ "الحاقہ" میں ہے کہ: "بَرِّحْ مَوْصِعَاتِيَّ اور مفسرین نے "اتح صرصر" کی تین خصوصیات بیان کی ہیں اس حال چر دی ہوتی ہے۔ ۲۔ شور ہوتا ہے اور ۳۔ زہر ہوتی ہے اور زہریلے سرد اور گونجتے طوفان نے ان کا ایک قلع قمع کیا کہ وہ سارے کے سارے درخت فرما کے منہ کی مانند زمین پر پرے ہوئے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے: فترى القوم فيها صرعىٰ كأنهم اعجاز نخل خاوية"

پیام:

- ۱۔ تاریخ سے عبرت حاصل کرو ﴿قَطَعْنَا دَارَ الَّذِينَ كُفَرُوا﴾
- ۲۔ رحمت خداوندی انبیاء کے ماننے والوں کے شامل حال ہوتی ہے۔ ﴿النجياہ - برحمة منا﴾

آیت ۷۳

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ هُمْ رِجَالٌ مِّنْكُمْ هَذِهِ نَافَةُ اللَّهِ لَكُمْ
آيَةٌ فَذَرُوا مَا تَأْكُلُ فِيْ اَرْضِ اللَّهِ وَ لَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

ترجمہ: اور قوم ثمود کی طرف اس کے بھائی صالح کو (ہم نے بھیجا اور اس نے بھی نو اور ہود کی مانند لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور) اس نے کہا: اے میری قوم (صرف ایک) خدا کی عبادت کرو کہ خبر کے بغیر کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس معجزہ اور واضح دلیل آچکی ہے۔ یہ خدا کی اونٹنی سر زمین میں کھاتی (پستی) رہے۔ اور اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔

چند نکات:

قرآن مجید میں سات مرتبہ ناقہء صالح" اور چھبیس بار قوم ثمود" کا نام لیا گیا ہے۔ قوم ثمود کی داستان سورہ شعراء، قمر، کسفس، اور ہود میں بیان ہوتی ہے۔ بقول صاحب۔ تفسیر "المیزان" یہ لوگ یمن میں رہتے تھے۔

بینہ اور معجزہ کا دوسرے خارق العادت انسانی کاموں کے ساتھ چند چیزوں میں فرق ہوتا ہے،

الف: معجزہ کے لئے، مشق، کسی سے سیکھنے، حاصل کرنے اور ماضی کے ساتھ تعلق جیسی صورت نہیں ہوتی۔ جبکہ دوسرے کے خارق العادت انسانی کاموں کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ب: معجزے و معصوم اور باکردار افراد سے رونما ہوتا ہے جبکہ دوسرے کام نااہل افراد سے بھی صادر ہو سکتے ہیں۔

ج: معجزے کا مقصد لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی ہوتا ہے جبکہ دوسرے افراد کا ہدف خود نمائی شہرت، حصول زر اور کسی قسم کی دوسری سرگرمی ہوتا ہے۔

د: معجزے میں انبیاء کا کام چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے یعنی وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں جس کو دوسرے انجام نہیں دے سکتے۔ جبکہ نابغہ روزگار افراد، اختراع کنندگان اور ریافت کرنے والوں میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔

پیام:

- ۱۔ انبیاء کا عوام کے ساتھ رابطہ بھائیوں جیسا ہوتا ہے۔ ﴿اخاهم﴾
- ۲۔ انبیاء عوام ہی کے درمیان میں سے ہوتے ہیں۔ ﴿یاقوم﴾
- ۳۔ توحید پرستی، تمام انبیاء کی دعوت کا سرنامہ ہوتا ہے۔ ﴿اعبدوا اللہ﴾
- ۴۔ انبیاء کو خدائی معجزہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿مالکم من الہ غیرہ﴾ تمام انبیاء کی دعوت تھی۔
- ۵۔ انبیاء کو خدائی معجزہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿بنیۃ من ربکم﴾ البتہ بعض اوقات عوام کی درخواست کے مطابق بھی معجزات رونما ہوتے ہیں جسے "شق القمر" اور "ناقہ صالح"۔
- ۶۔ مقدسات الہی کی توہین کی سزا۔ عذاب الہی ہے۔ ﴿لا تمسوها لبو فیاخذکم﴾
- ۷۔ خداوند عالم کی خصوصی عنایت اور اس کا لطف و کرم جس چیز کے ساتھ بھی متعلق ہو جائے وہ چیز مقدس ہو جاتی ہو۔ ﴿ناقۃ اللہ﴾

۸۔ معجزہ ایسا ہونا چاہئے جو جسے پر سطح کے لوگ درک کر سکیں۔ (ناقہ۔ اور۔ اس کا پہاڑے باہر آنا)

۹۔ معجزہ کی نوعیت بعض اوقات اس کا تقاضا کرنے والوں کی فکری حیثیت اور عوامی و معاشرتی نیز اقتصادی حالات کے پیش نظر بھی ہوتی ہے۔ (شاید اگر آج کے دور میں ایسی کنیت ہوتی تو وہ پہاڑے ہوئی جہاز کے باہر آنے کا تقاضا کرتے۔)

آیت ۷۴

﴿وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلْنَاكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ مَّ بَعْدِ عَادٍ وَ بَوَّأْنَاكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهْوَهَا قُصُورًا وَ تَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا الْآءَ اللَّهِ وَ لَا تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ ۰

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے عاد (کی ہلاکت) کے بعد تمہیں (ان کا) جانشین بنایا اور زمین میں تمہیں ٹھکانہ عطا کیا کہ جس کے نرم اور ہموار حصوں کے تم محلات تیار کر سکتے ہو اور پہاڑوں سے مکان تراش سکتے ہو۔ پس تم خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

ایک نکتہ:

"﴿لَا تَعْتَوْا﴾" کے معنی ہیں "لا تفسدوا" (فساد نہ پھیلاؤ) اور "مفسدین" کا کلمہ یا تو تاکید کے لئے ہے یا پھر اس لئے کہ "فساد تمہارا شیوہ نہ بن جائے۔"

پیام:

- ۱۔ گزشتہ افراد کی تاریخ سے عبرت حاصل کرو۔ ﴿بعدهاد﴾
- ۲۔ تمہیں ملنے والی ہر نعمت خدا کی طرف سے ہے۔ ﴿جعلکم﴾
- ۳۔ ہر طبعی کیفیت سے بہرہ مند ہو سکتے ہو۔ ﴿سهدلھا- الجبال﴾
- ۴۔ مسکن اور مقام رہائش، خداوند عالم کی مخصوص نعمتوں میں سے ہے۔ ﴿قصور، هوت، الآء الله﴾
- ۵۔ آسائش، مقام رہائش اور محلات اگر یاد خدا سے ہت کمر ہوں تو فساد کا سبب بن جاتے ہیں۔ ﴿قصوراً- هوتا-

۶۔ اگر نعمتوں کو خدا کی امانت سمجھو اور خود کو فانی، تو ہر قسم کے تجاوز اور فساد ہے، دوری اختیار کرو۔ ﴿واذکروا۔۔۔﴾
ولاتعنبوا ﴿

۷۔ اشرافیہ اور محل نشینان کے لئے یاد خداوندی کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ فساد و تباہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ ("قصر" کا کلمہ دو "واذکروا" کے درمیان وقع ہوا ہے)

آیت ۷۵-۷۶

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَلِحًا مُرْسَلًا مِّن رَّبِّهِ ط
قَالُوا إِنَّمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ . قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَفِرُونَ﴾ .

ترجمہ: حضرت صلح کی قوم کے متکبر سرداروں نے اس قوم کے مستضعف مومنین سے کہا: آیا تمہیں "سلام ہے کہ صلح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے؟ (مومنین نے ان کے شکوک و شبہات پیدا کرنے والے انداز گفتگو کے جواب میں) کہا: یقیناً ہم ان تمام چیزوں پر ایمان لا چکے ہیں جن کے ساتھ انہیں بھیجا گیا ہے۔ تو متکبرین نے کہا: ہم ان چیزوں کے کافر ہیں جن پر تم ایمان لا چکے ہو۔

پیام:

- ۱۔ اشرافیہ اور پوش علاقوں کے لیکن انبیاء کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ ﴿الملا الذین استکبروا﴾
- ۲۔ انبیاء کے بیشتر پیروکار مستضعفین ہی ہوا کرتے تھے۔ ﴿لن آمن منهم﴾
- ۳۔ انبیاء کی دعوت پر مستضعفین کے ایمان لانے کا عامل صرف مادی فقر نہیں ہوتا تھا کیونکہ بہت سے مستضعفین صاحب ایمان نہیں تھے۔ ﴿منهم﴾
- ۴۔ رہبر کو کمزور کر دینا دشمن کے اصل ہدف میں شامل ہے۔ ﴿اتعلمون ان صالحا مرسل﴾
- ۵۔ دلوں میں شک و شبہ ایجاد کرنا ایمان کے کمزور آنے کا ایک شیوہ ہے۔ ﴿القلمون﴾
- ۶۔ اگرچہ یہ ماحول اور معاشرے کا بھی اثر ہوتا ہے لیکن کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ (غریب مستضعفین نے مالدار اور تونگ متکبرین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: "ہم صلح پر ایمان رکھتے ہیں۔)
- ۷۔ نہ تو فقی فاقہ اور استضعاف کی اہمیت ہے اور نہ ہی تو نگری، قصر شکنی اور مالداری کی۔ اصل قدر و قیمت منطبق، علم، ایمان، تقویٰ، ہجرت اور جہاد کو حاصل ہے۔ جیسا کہ گزشتہ آیت میں قصر سازی کو خدا کی نعمت میں شمار کیا گیا ہے بشرطیکہ موجب فساد نہ بنے اور اس جگہ پر متضعفین کے مومن گروہ کی ستائش کی گئی ہے نہ کہ سب کی۔ (امن منہم)

﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصَلِّحْ إِلَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس ان (متکبرین) نے ناقہ (صلح) کو پے کر کے قتل کر دیا اور اپنے پروردگار کے فرمان (عذاب) ہمارے لئے لے آؤ جس کا تم وعدہ کرتے ہو۔

دونکات:

"عقر" کا معنی ہے "پے کرنا" یعنی ایسی مخصوص حکم و مضبوط رگ کو کاٹ دینا ہے جو اونٹ یا گھوڑے کے پاؤں کے پچھلے حصے میں ہوتی ہے اور ان کی حرکت کا اہم عامل ہوتی ہے۔ اگر اسے کاٹ دیا جائے تو جانور زمین پر گر پڑتا ہے اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا۔

سورہ قمر میں "عقر" مفرد کی صورت میں استعمال ہوا ہے کیونکہ قاتل ایک ہی شخص تھا۔ لیکن اس آیت میں سورہ والشمس میں "عقروا" جمع کی صورت میں آیا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے پے کرنے کی نسبت ان سب لوگوں کو نگا طرف دی گئی ہے یہ اس لئے ہے کیونکہ ان کا اس تجاوز پر سکوت اور رضامندی انہیں امر کے جرم میں برابر کا شریک ٹھہرا رہی ہے۔

پیام:

۱۔ کسی گناہ پر خاموشی اختیار کر لینا اور اس پر راضی رہنا، خود گناہ میں شرکت حساب ہوتا ہے۔ (غور کیجئے کہ قاتل ناقہ ایک شخص تھا لیکن فعل میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔)

۲۔ اونٹ یا اونٹنی کا قتل کر دینا اتنا اہم نہیں جتنا فرمان حق سے سرنجی اور نافرمان اہم ہے۔ ﴿عتوا عن امر ربهم﴾

۳۔ تکبر، جسارت اور گستاخی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ ﴿امتنا بما تعدنا﴾

۴۔ جانور بذات خود مقدر نہیں ہوتا اس کا تقدیر اس کی نسبت کی وجہ سے اور نمونہ ہونے کی بنا پر ہوتا ہے۔

﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا﴾

﴿فَاخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جثِيمِينَ﴾ ۰

ترجمہ: پس زلزلے نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا، انہیں نے صبح کی تو ان کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے مرے پڑے تھے۔

دو نکات:

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قوم ثمود کی ہلاکت زلزلے کی وجہ سے ہوئی۔ جبکہ سورہ فصلت ۱۴ء اور سورہ زاریات ۴۴ میں ان کی ہلاکت کا موجب بجلی کو بتایا گیا ہے جب کہ ارشاد رب العزت ہے کہ "فاخذتھم الصاعقة وهم ينظرون" یعنی گرنے والی بجلی نے انہیں اس وقت تباہ کر دیا جب وہ دیکھ رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم بیک وقت دو قسم کے عذابوں میں گرفتار ہوئی اوپر سے گرنے والی بجلی اور نیچے سے زلزلہ۔

"جائم" اس کو کہتے ہیں جو زانو میں سر ڈالے ہوئے ہو اور اٹھنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

پیام:

- ۱۔ خبردار! خدائی عذاب ناگہانی آتا ہے۔ ﴿فاخذهم - فاصبحوا﴾
- ۲۔ انبیاء کا وعدہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے لہذا ان کی تنہیات کو مذاق نہ سمجھو۔ (گذشتہ آیات میں تنبیہ کی گئی تھی۔ "لا تمبوا بسوء فیا خذکم عذاب الیم" اس ناقہ کو کوئی تکلیف نہ دو ورنہ تمہیں عذاب الیم اپنی گرفت میں لے لے گا۔ چنانچہ اسی زلزلہ میں "عذاب الیم" ہے۔
- ۳۔ بعض اوقات قدرتی آفات اور زلزلے عذاب الہی بن کر آتے ہیں۔ ﴿فاخذتھم الرجفة﴾

آیت ۷۹

﴿فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمٍ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحَةَ﴾ ۰

ترجمہ: پس (اللہ کے) اس (پیغمبر صالح) نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم! یقیناً میں نے قوم تم تک اپنے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور تمہارے لئے خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو دوست نہیں رکھتے۔

ایک نکتہ:

حضرت صالح کی اس گفتگو کے بارے میں دو احتمال میں ایک تو یہ کہ ممکن ہے عذاب سے پہلے انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ یہ باتیں کہی ہوں۔ جبکہ یہ احتمال بھی ہے کہ ہو سکتا ہے ان کی ہلاکت کے بعد اس نے ایسا کہا ہو! جیسا کہ حضرت رسول خدا نے چاہ بدر کے کنارے پر کھڑے ہو کر مردہ کفار کے ساتھ باتیں کی تھیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ: "آیا لوگ سن رہے ہیں؟" فرمایا: "ہاں سن رہے ہیں۔"

پیام:

- ۱۔ انبیاء کا تبلیغی پروگرام دل سوزی اور خیر خواہی پر مبنی ہوتا ہے تاکہ صرف خشک اور سرکاری دفتری حکم نامہ جاری کرنے کے انداز میں۔ ﴿لصحت لکم﴾
- ۲۔ خدائی سزائیں اتمام حجت کے بعد ہی ملتی ہیں۔ ﴿لقد ابلیغکم﴾
- ۳۔ جو لوگ ہمارے ساتھ دل سوزی اور خیر خواہی کا اظہار کرتے ہیں ہمیں ان کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ کیونکہ جو شخص ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا وہ قہر خداوندی کی راہیں ہمسوار کرتا ہے۔ ﴿فأخذتم الرجفة﴾
- ۴۔ کسی کو دولت رکھنا، اس کی اتباع کرنے کی کنجی ہوتا ہے۔

آیت ۸۰-۸۱

﴿وَلَوْ طَأَّ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ • إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ط بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط کو (لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: آیا تم ایسا برا کام کرتے ہو کہ اس سے پہلے اس جیسا دوسرا کام عالمین میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا؟

تم شہوت کے لئے عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو! بلکہ تم تو اسراف کرنے والے لوگ ہو۔

چند نکات:

حضرت لوط جناب ابراہیم کے رشتہ دار تھے اور وہ اکیلے شخص تھے جو ان پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی "قآمن لہ لوط" (عنکبوت / ۲۲) اور حضرت ابراہیم نے انہیں ایسے علاقہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا جہاں یہ برائی عام تھی۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ: حضرت لوط کی قوم کے افراد مہمانوں کے ساتھ لوط جیسا قبیح فعل سرانجام دیتے تھے تاکہ لوگ ان کا مہمان بننے سے اجتناب کریں۔ قرآن کے بقول حضرت لوط نے انہیں لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنے کی بھی پیشکش کی لیکن انہوں نے اسے مسترد کر دیا۔

ازدواج اور نکاح میں چند خوبیاں ہیں جو لواط میں نہیں ہیں۔

۱۔ انس و محبت اور پیار و رحمت

۲۔ افزائش نسل

۳۔ خانوادگی نظام کی تشکیل

۴۔ انسانی اور فطری طریقہ کار۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پورے معاشرے نے ہم جنس بازی کے آس قبیح فعل کو برائی میں شمار نہیں کیا بلکہ بعض ملکوں میں تو اس کو باقاعدہ قانونی شکل دے دی گئی۔

حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب کے بارے میں لفظ "اخاہم" استعمال ہوا ہے لیکن حضرت لوط کے بارے میں استعمال نہیں ہوا تو اس کی وجہ شاید یہی ہو سکتی ہے کہ حضرت لوط ایک اور علاقے سے ان لوگوں کی تبلیغ کے لئے ہجرت کر آئے تھے۔

پیام:

۱۔ حضرت لوط کی تبلیغ کا عمدہ پہلو فحاشی خصوصاً جنسی برائیوں کے خلاف جہاد تھا۔ کیونکہ ان کے معاشرے بہت بڑی مشکل یہی برائی تھی۔

- ۲۔ اگر بت پرستوں کے پاس یہ بہانہ تھا کہ ان کے اباؤ اجداد ایسا کام کرتے تھے تو فحاشی اور بدکاری پیروکاروں کے پاس یہ بہانہ بھی نہیں تھا۔ اس بدکاری اور گناہ کے موجد وہ خود آپ تھے۔ ﴿مَاسْبِقُكُمْ بَهَا﴾
- ۳۔ جو فطری راہوں کے استعمال کو چھوڑ کر دوسرے استعمال کرتا ہے سرف ہوتا ہے۔ ﴿مَسْرَفُونَ﴾

آیت ۸۲

﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ﴾

ترجمہ: اور حضرت لوط کی قوم کا جواب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ انہیں اپنی آبادی سے نکال دو (کیونکہ) یہ ایسے لوگ ہیں جو (تمہارے اس کام سے بڑے) پاکباز بنتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ گناہگاروں کے ہر کوئی منطقی جواب نہیں ہوتا۔ ﴿مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ﴾
- ۲۔ جب کسی معاشرے میں بے حیائی عام ہو جاتی ہے تو اس میں نیک پاک لوگوں کو گوش گننامی اختیار کر دینے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور پاکیزگی جرم سمجھی جاتی ہے۔ ﴿أَخْرِجُوهُمْ﴾
- ۳۔ نہی عن المفترکہ کی راہ میں جلا وطنی اور مشکلات کے گھیراؤ کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئت۔ ﴿أَجْرَحُوهُمْ﴾
- ۴۔ مجرمین، پاکدامن لوگوں کے لئے معاشرہ میں زندہ رہنے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ (ق) ﴿رَيْتَكُمْ﴾
- ۵۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت لوط کی قوم گناہ کی عادت کر چکی تھی لیکن وہ حضرت لوط اور ان کے ساتھیوں کو پاک افراد سمجھتے تھے۔ ﴿يَطْهَرُونَ﴾

آیت ۸۳

﴿فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ﴾

ترجمہ: پس ہم نے لوط اور اس کے خاندان کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ (خاکستر عذاب میں) باقی رہنے والی تھی۔

پیام:

۱۔ انسان کو آزادی حاصل ہے اور خاندانی ماحول انسانی ارادے کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا (ہو سکتا ہے کہ ایک نبی کے گھر میں رہ کر اس کی بیوی جو وحی کے ماحول میں رہ رہی ہو کفر کا راستہ اختیار کر لے اور نبی کا اس پر بس نہ چل سکے)

۲۔ اسلام میں مذہبی اور دینی رابطوں کو اہمیت حاصل ہوتی ہے رشتہ داری کو نہیں۔ ﴿الامراتہ﴾

۳۔ مقرر اور نورانی چہرہ افراد کا حساب الگ ہوتا ہے اور ان سے وابستہ لوگوں کا حساب الگ ﴿الامراتہ﴾

۴۔ ہر شخص اپنے اعمال کے گروہ ہے۔ ایک نبی کی بیوی تباہ و برباد ہو سکتی ہے اور فرعون جیسے ظالم اور جابر شخص

کی بیوی راہی خلد برین ہوتی ہے۔ ﴿للامراتہ﴾

آیت ۸۴

﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا طَفًاظًا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان کے اوپر (عذاب کی) بااثر برساتی، پس دیکھو کہ گنہگار مجرموں کا انجام کیسا ہوتا ہے؟

چند نکات:

قوم لوط کی ہلاکت ان کے سروں آسمانی پتھروں کی بارش سے ہوئی ایسے پتھر جو ڈھیلوں کی مانند نشان لگاتے ہوئے تھے۔ یا پھر پتھر کسی خاص فرد کی ہلاکت کے لئے مخصوص تھا۔ (لفظ "مسومہ" سے استفادہ کرتے ہوئے جو سورہ ہود/ ۸۳ میں ہے "واصطرنا علیہا حجارة من سجيل منضود مسومة عند ربک" یعنی ہم نے اس بستی پر ڈھیلے نما پتھر تار برساتے جن پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نشان بنائے ہوئے تھے۔

قوم لوط میں صرف لوط جیسے قبیح فعل کی برائی نہیں پائی جاتی تھی وہ گور جواری بھی تھے ہرزہ گوئی بھی ان کا شیوہ تھا۔ راہ چلتے لوگوں کی توہین کرتا اور ان کی طرف کنکریاں پھینکنا ان کا دلچسپ مشغلہ بھی تھا۔ اور پھر یہ کہ عام گزرگاہوں، پر ننگے ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ (از سفینۃ البحار جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۱۷)

حضرت امام جعفر صادق لواط کی حرمت کے فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "لواط، زن و شوہر کے درمیان ازدواجی تعلقات پر اثر انداز ہوتا ہے، نسل انسانی کو منقطع کر دیتا ہے۔ طبعی طور پر جنسی آمیزش کی لذت کو ضائع کر دیتا ہے، اس کے علاوہ بھی اس کے دوسرے بہت سارے نقصانات ہیں۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۲۵۴)

اسلام میں لواط کی سزا، موت ہے فاعل ہو یا مفعول دونوں کے لئے حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ 'لواطت کے موقع پر عرش الہی لہذا بر اندام ہو جاتا ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والا قیامت کے دن جنب محشور ہوگا۔ اس پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے (وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۲۴۹)

حضرت رسول فرماتے ہیں۔

"خدا لعنت کرے ایسے لوگوں پر جو خود کو عورتوں کی مانند بنا کر ہوس کے پجاریوں کے اختیار میں دے دیتے ہیں"

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۲۰۰)

یہ حصہ تفسیر نمونہ سے خلاصہ کیا گیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ فطری راہوں کو تبدیل کرنا، مردوں کے ذریعہ جنسی خواہش کی تکمیل کرنا) خدا کے مقرر کردہ راستوں میں تبدیلی کرنے کے مترادف ہوتا ہے، اسی لئے اس کی سزا بھی بارش کے پانی کی بجائے پتھروں کی بارش ہوتی ہے۔
- ۲۔ خدا کا قہر و غضب کسی خاص گناہگار طبقے سے مخصوص نہیں ہے عذاب پر گناہگار کے تعاقب میں ہے اس لئے سب کو مجرمین کو ہر ترین رہنا چاہئے۔ ﴿فانظر﴾

آیت ۸۵

﴿وَالْمَدِينِ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ط قَالَ يُقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ط ذَلِكَمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: اور مدین (کے لوگوں) کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) اس نے کہا: اے میری قوم (صرف) ایک خدا کی پرستش کرو جس کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود نہیں۔ یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس

واضح دلیل اور روشن معجزہ آچکا ہے۔ پس تم (لین دین میں) پیمانہ اور قراز کو پورا رکھو، اور لوگوں کی اشیاء کو کم نہ کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ برپا کرو۔ تمہارے لئے یہ (راہنما اصول) بہتر ہیں اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

چند نکات:

اس سورت میں یہ انبیاء کی یہ پانچویں داستان ہے۔ حضرت شعیب جناب موسیٰ کے خُسر تھے جو مدین کے لوگوں کے لئے مبعوث ہوئے۔ (مدین، شام کا ایک شہر تھا جس کے رہنے والے تجارت پیشہ، خوشحال، بت پرست اور کم فروش تھے۔) حضرت شعیب نے انہیں راہ الایمان کی ہدایت لیکن انہوں نے مند اور ہٹ دھرمی بے کام لیا جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد 'ایکہ' کے لوگوں کے لئے بھیجے گئے انہوں نے بھی آپ کی نافرمانی کی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ "کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لهم شعیب۔"

احتمال یہی ہے کہ "مدین" آج کے جغرافیہ میں اردن کے نزدیک ایک جگہ ہے جسے آج کل "معان" کہتے ہیں۔ اور "ایکہ" وہی مدین ہی ہو۔ کیونکہ "ایکہ" امیر جگہ کو کہتے ہیں جہاں گھنے درخت ہوں، نیزار اور نخلستان ہوں۔ گویا حضرت شعیب کے شہر کے دو نام تھے، ایک "مدین" اور ایک "ایکہ"۔

پیام:

۱۔ کم فروشی، لین دین میں جعل سازی اور اقتصادیں خلل اندازی "فساد پھیلانے" کے مصداقوں میں شامل ہے۔ ﴿ولا تفسدوا﴾

۲۔ شرک اور عقیدے کے انحراف کے بعد قوم شعیب کا اقتصاد اور انحراف بہت ہی اہم مسئلہ تھا۔ ﴿اعبدوا اللہ۔ اوفوا الکیل﴾

۳۔ ایمان، عدالت اجتماعی کیا اجرا کا ضامن ہے ﴿ان کنتم مؤمنین﴾

۴۔ انبیاء کرام، معاشرے کے اقتصادی مسائل کے نگران ہیں۔

۵۔ ہر دور میں لوگوں کی روحانی امراض مختلف ہوا کرتی ہیں حضرت لوط کے دور میں بواطت اور اخلاقی بگاڑ عروج پر تھا جبکہ حضرت شعیب کے زمانے میں اقتصادی بیمار اور فساد زور و زور پر تھا۔

۶۔ کم کاری بھی کم فروشی کی طرح جرم ہے۔ اسی لئے "اموالہم" کی بجائے (اشیاء ہم) فرمایا ہے تاکہ ہر چیز کو شامل ہو جائے۔

۷۔ ایمان کامل ہو اور اقتصاد متعادل ہو تو اس سے دینا اور دنیا کی سلامتی یقینی ہو جاتی ہے۔ ﴿ذَلِكُمْ خَيْرٌ﴾

آیت ۸۶

﴿وَلَا تَقْعُدُوا وَابِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَ تَبْغُوهَا عِوَجًا وَ اذْكُرُوا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَتَرْتُمْ وَ انظُرُوا وَ اَكَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾

ترجمہ: اور ہر راہ پر ڈرانے کے لئے اور انہیں خدا کے راستے سے روکنے کے لئے مت بیٹھو اور (شلوک و شاہات پیدا کر کے) اس راہ کو ٹیڑھی صورت میں تلاشی نہ کرو۔ اور اس زمانے کو یاد کرو جیسا تم تعداد میں تھوڑے تھے پس خدا نے تمہیں زیادہ کر دیا، اور دیکھو کہ فساد برپا کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟

دو نکات:

ہر راہ پر بیٹھنے سے مراد ممکن ہے کہ رستوں، لڑکوں اور گلی کوچوں میں فتنہ برپا کرنے کی غرض سے بیٹھنے سے روکا گیا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے ہر راستہ اور ہر قسم کا طریقہ کار اختیار کرنا مراد ہو جیسا کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ:

"﴿لَا قَعْدَن لِبِهِمْ صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ﴾" میں ان کے لئے تیرے سیدھے رستے پر بیٹھ جاؤں گا۔ اس سے مراد انسان کو سیدھی راہ سے گمراہ کرنے کے لئے ہر وقت کمین میں لگا ہوا ہے، تاکہ ظاہراً کسی راستے پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ آیت بھی حضرت شعیب کے وعظ و نصیحت سے تعلق رکھتی ہے جو انہوں نے بدین والوں کو کہا تھا۔

پیام:

۱۔ حق کے دشمن، خدا کے راستے سے ہٹانے کے لئے ہر قسم کی راہوں اور ہر طرح کے طریقہ کار سے کام لیتے ہیں۔

﴿كُلِّ صِرَاطٍ﴾

۲۔ لوگوں کو وحشت زدہ کرنا، ان سے بھتہ وصول کرنا اور ان کے لئے کسی قسم کی پریشانی کے اسباب جیسا کرنا حرام ہے۔ ﴿توعدون﴾

۳۔ اگر دشمنان دین، مومنین کو بے دین نہیں بنا سکتے تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ دین کو کج مع انداز میں پیش کریں۔ ﴿عوجام﴾

۴۔ آبادی کی کثرت بھی ایک اہمیت کی حامل ہے۔ ﴿فکترکم﴾

۵۔ تاریخ کا مطالعہ اور اس سے واس عبرت لینا، خدائی حکم ہے۔ ﴿وانظرواکیف﴾ --

۶۔ لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے وقت ان کے انجام کو پیش نظر رکھا کرو کہ ان کا انجام کیا ہوا؟ یہ نہ دیکھو کہ اس نے وقتی طور پر کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ ﴿عاقبة﴾

آیت ۸۷

﴿وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُزِيلَتْ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ حَكِيمٌ
الْحَكِيمِينَ﴾ ۰

ترجمہ: اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس چیز پر ایمان لے آیا ہے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا تھا۔ تو پھر بھی (جلد بازی سیکام نہ لو کہ خدا کا لطف و کرم یا اس کی سزا و عذاب کا کیا بنا؟) صبر کرو تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ایک نکتہ:

حضرت شعیب کے مخالفین بڑی جسارت کے ساتھ کیا کرتے تھے، "اور کہاں ہے خدا کا قہر و غضب؟" جبکہ ان کے ماننے والے خدائی امداد کے منتظر تھے۔ اسی لئے آیت دونوں تمناؤں کا جواب دے نہیں ہے تاکہ نہ تو کفار مغرور ہو جائیں اور نہ ہی مومن مایوس ہوں۔

پیام:

- ۱۔ حق اور باطل کے طرفداروں انجام کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔ ﴿فاصبروا﴾
- ۲۔ مکتب انبیاء یا دین الہی میں انبیاء کا ہدف اور مشن اہم ہوتا ہے شخصیت نہیں۔ (ا) ﴿رسلنبہ﴾ ہے نہ یہ کہ مجھ پر بلکہ مجھ پر نازل کیا چیزوں پر ایمان لاؤ۔
- ۳۔ مومنین اور کفار کی بظاہر اور چند روزہ زندگی تمہارے پاؤں میں لغزگیر پیدا نہ کرے دے۔ پائیداری سے کام لو اپنے من پر ڈٹے رہو اس لئے آخری فیصلہ خدا ہی نے کرنا ہے۔

آیت ۸۸

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوْ لَوْ كُنَّا كَارِهِينَ﴾

ترجمہ: شعیب کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے رب بھلائی کرم نے والوں کو انی آبادی سے حتماً باہر نکال دیں گے یا پھر تم ہماری ملت کی طرف واپس آ جاؤ۔
(شعیب نے) فرمایا: خواہ ہم (تمہاری) اس (ملت) کو نہ بھی چاہیں؟۔

ایک نکتہ:

دیس نکالے اور جلا وطنی کی دھمکی پر نبی کو ملتی رہی۔ اور اس طرح کی دھمکیاں زور آور گھر دیا کرتے ہیں جنکے پاس کوئی منطقی دلیل نہیں ہو رکتی۔ چنانچہ سورہ ابراہیم / ۱۴ میں ہم پڑھتے ہیں کہ: "قال الذين كفروا لرسولنا لئن لم نخرجك من ارضنا ولتعودن في ملتنا" کفار اپنے انبیاء کو کہا کرتے تھے کہ یا تو ہماری ملت میں شامل ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں باہر نکال دیں گے۔

پیام:

- ۱۔ متکبرین اور شرافہ۔ انبیاء کے نمبر ایک دشمن ہیں۔ ﴿استکبروا﴾
- ۲۔ انبیاء کا شیوہ تو منطق اور استدلال تھا جاء تکم نبیہ۔ اعراف / ۷۵) لیکن کفار کا کام زور آوری اور دھمکی ہوتا ہے۔ ﴿لنخرجنک﴾

۳۔ زبردستی ٹھولنے جانے والے دین و مذہب کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور عقائد کا مسلط کرنا کفار کا کام ہے۔ ﴿کارہین۔
لتعودن فی ملتنا﴾

۴۔ مبلغین کو، دشمنوں کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے جلا وطنی کو دشمنان دین کا بہت بڑا حربہ
ہوتا ہے۔ ﴿لنجرجنک﴾

۵۔ کفار کے جاہلانہ سلوک کے مقابلے میں ادب، نرم گفتاری اور حکمت بھرے کلام سے استفادہ کرنا چاہئے
﴿اولو کناکارہین﴾

آیت ۸۹

﴿قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا ط وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ
اللَّهُ رَبُّنَا ط وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾

ترجمہ: (حضرت شعیب نے مخالفین سے کہا): جب اللہ نے ہمیں تمہاری ملت سے نجات دی ہے ہم دوبارہ اس میں
لوٹ جائیں تو یقیناً ہم خدا پر جھوٹ باندھیں گے، یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تمہارے دین کی طرف پلٹ جائیں۔ مگر یہ کہ خدا
چاہے تو ہمارا پروردگار ہے۔ (اور خدا بھی ہرگز نہیں چاہے گا۔ ہمارا پروردگار ہر چیز کا علمی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہم خدا پر
توکل کر چکے ہیں۔ پروردگار! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان برحق فیصلہ کمر اور راستہ کھول دے، کیونکہ تو بہترین،
فیصلہ کرنے والا اور راستہ کھولنے والا ہے۔

چند نکات:

"ملت" کا منی "دین" آئین مذہب اور دھرم ہے۔

چونکہ حضرت شعیب کے پیروکار دلیل و برہان کی بنیاد پر دین کو قبول کر چکے تھے۔ (ہوس اور کسی نفسانی خواہش کی بنیاد
پر نہیں) لہذا وہ اسے کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے۔ اور خداوند عالم بھی انہیں کسی صورت میں کفر و ترک کی
طرف بازگشت کا حکم نہیں دے گا۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا حکم دیتا ہے تو پھر اپنے ہی بنائے ہوئے قانون سے پسپائی
اختیار کرتا ہے، حد کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اپنی کم علمی کی بناء پر اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور ایسا حکم دیا (نعوذ باللہ) لہذا ماننا

پڑے گا کہ خداوند عالم کی ذات والی صفات اس قسم کے مواقع پر "درفتح" اور "فاتح" معنی بالترتیب فیصلہ اور حاکم کے ہیں۔ چونکہ آخری فیصلہ خدا ہی کا ہوتا ہے کہ خبر ہے لوگ بندگلی سے نکل کر کھلے راستے پر آجاتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ عقائد حقہ سے پلٹ کر عقائد باطلہ کو اپنانا، گویا خدا پر افترا پردازی اور اس کے ساتھ کئے ہوئے پیمان کو توڑنا ہوتا ہے۔ ﴿افترینا- مایکون لنا ان نعود﴾
- ۲۔ دشمن کی ہر قسم کی ناپاک پیشکش کو قبول کرنے کے بجائے خدا پر توکل کر کے اسے پائے استحقاق سے ٹھکرا دینا چاہئے۔ ﴿مایکون لنا- توکلکنا﴾
- ۳۔ مومن کسی بھی صورت میں عقائد کے بارے میں سودے بازی نہیں کرتا۔ راہ حق سے کبھی روگردان نہیں ہوتا اور اس کے نزدیک پچھلے پاؤں پلٹ جانا رجعت پسندی اور ناقابل قبول ہے۔ ﴿مایکون لنا ---﴾
- ۴۔ خدا کے آگے میں سر تسلیم خم اور اس کے امر کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اگر وہ چاہے گا کہ تمہارے دین کی طرف لوٹ جائیں تو ایسا ہی کریں گے۔ ﴿الان یشاء اللہ﴾ اور واضح سی بات ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہیں چاہے گا۔
- ۵۔ ہم خداوند عالم کے آگے کیوں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں؟ اس لئے کہ اس کا علم بے بیات ہے۔ ﴿الان یشاء اللہ --- وسع --- علما﴾
- ۶۔ گفتگو میں ادب کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ لعن و نفرین کی بجائے خدا سے عادلانہ فیصلے کی درخواست کی جا رہی ہے۔ ﴿ربنا افتح﴾
- ۷۔ دعا میں اپنے مطالب اور اسمائے الہی کے درمیان تناسب کو ضرور پیش نظر رکھا جائے۔ چونکہ ایسے موقع پر "فتح" کی ضرورت ہوتی ہے لہذا خدا کو "خیر الفاتحین" کہہ کر پکارتے ہیں۔ ﴿افتح- خیر الفاتحین﴾

آیت ۹۰-۹۱

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَسِرُونَ . فَأَخَذْتُمُ الرَّجْفَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِئِينَ﴾

ترجمہ: قوم شعیب کے کافر اشراف اور سرداروں نے کہا: اگر تم نے شعیب اور ان کے ارشادات کی پیروی کی تو یقیناً تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

پس انہیں (ان کو دشمنی کی سزایں) زبردست زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تو جب انہوں نے صبح کی تو اپنے گھروں میں خاک ہلاکت میں منہ کا بھل پڑے ہوئے تھے۔

دونکات:

اس آیت میں "رجفہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ سورہ ہود / ۹۴ میں "صیحہ" اور سورہ شعرا / ۸۹ میں "عذاب یوم الظلۃ" (ابرہلاکت بار کا سایہ) مذکور ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا زلزلہ تھا جس میں خطرناک آواز بھی تھی اور تباہ کن تاریک بادل بھی۔ (از تفسیر نمونہ)

"جاثم" کا لفظ "جشم" (بروزن خشم) سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں زانوں کے بل ایک جگہ جم کر بیٹھے رہنا۔ گویا عذاب رات کے وقت آیا جب وہ محو آرام تھے۔ اٹھے تو بھاگنے کی مہلت نہ مل سکی۔ اسی نیم خیز حالت میں تباہ و برباد ہو گئے۔ (از تفسیر نمونہ اسی سورت کی ۲۸ ویں آیت کے ذیل میں)۔

پیام:

- ۱۔ انبیاء کے اکثر مخالف - طبقہ اشرافیہ سے تھے۔ ﴿الملاء﴾
- ۲۔ محاصرہ اقتصادی کی دھمکی دینا کفار کا قدیمی شیوہ چلا آ رہا ہے۔ ﴿انکم اذ الخاسرون﴾ (توضیح: جلا وطنی، اموال کی ضبطی، کہ فروشی کی آمدنی سے محرومی، کفار کے نکتہ نظر سے خسارہ ہے)
- ۳۔ الکتع خدائی عذاب رات کو نازل ہوتے ہیں۔ ﴿فاصحوا﴾ - از تفسیر امیزان۔

آیت ۹۲

﴿الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا لَمْ يَعْنُوا فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا (وہ یوں ہلاک ہو گئے کہ) گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ کیوں جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی وہی تو نقصان اور خسارہ والے تھے۔

دونکات:

"یعنو" کا لفظ "غنی" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے "مکان میں رہنا" اور "غنا" معنی "بے نیازی" کے بھی آیا ہے۔ یعنی جو شخص ایک پر آسائش اور مکمل طور پر آمادہ مکان میں رہتا ہے وہ بے نیاز ہے۔ بہت بڑا خسارہ مشرکین ہی کے لئے ہے جو خداوند وحدہ الاشریک پر ایمان کی بجائے شریک کالاتکاب کرتے ہیں۔ اور معصوم رہبر کی اطاعت کی بجائے غیروں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں، مطمئن زندگی کی بجائے خانہ خراب ہو چکے ہوتے ہیں بہشت کی بجائے جہنم جائیں گے اور رضولن کی بجائے۔ غضب الہی کا شکار ہوں گے۔

پیام:

- ۱۔ باطل پرستوں کی تمام نیرنگیان نقش بر آب ہو جاتی ہیں۔ (کفار تو حضرت شعیب کو اپنی آبادی سے جلا وطن کرنے کے درپے تھے لیکن خود ہی اپنے گھروں میں ہلاک ہو گئے۔)
- ۲۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن پتوں پر تکیہ ہوتا ہے وہی ہوا دینے لگتے ہیں۔ اور کبھی تکیہ گاہ قتل گاہ بن جاتے ہیں۔ (قوم شعیب کی آبادی جو ان لوگوں کے لئے خوشگوار اور شعیب کو دھمکانے کا ذریعہ تھیں خود انہی لوگوں کے اوپر آگری اور ان کا قتل کا ذریعہ بن گئی)
- ۳۔ لینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہئے۔ گزشتہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ کفار، حضرت شعیب کی حمایت اور طرفداری کو خارت اور نقصان سمجھتے تھے۔ جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ تو خود ہی زیان کار ہیں۔ وہ نعرے لگاتے تھے، خدا نے عملی کر کے دکھا دیا ہے۔
- ۴۔ جب خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ خسارے میں کون رہا؟ ﴿ہم الخاسرون﴾

﴿فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ﴾ ۰

ترجمہ: پس (جب خدائی قہر نازل ہو گیا تو) شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا: اے میری قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا تھا اور تمہارے لئے خیر خواہی بھی کی تھی تو پھر کیوں اور کس لئے کافر لوگوں (کی سرنوشت) ہے افسوس کروں؟

پیام:

- ۱۔ لوگوں کی طرف توجہ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آخر ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ ان سے منہ پھیر لینا پڑ جاتا ہے۔ ﴿فتولی عنہم﴾
- ۲۔ تبلیغ، مہربانی اور دل سوزی کے ساتھ ہونی چاہئے۔ ﴿ابلغتکم - نصحت﴾
- ۳۔ جب آپ نے اپنے فریضہ پر عمل کر لیا تو پھر اس بات سے نہیں گھبرانا چاہیے کہ انجام کیا ہوگا؟ ﴿کیف آسی﴾
- ۴۔ بے جا افسوس اور مہربانی، ممنوع ہے (فلیف آسی) ایک اور مقام پر حضرت رسول خدا سے خطاب ہے "﴿لاتحزن علیہم﴾" ان لوگوں کے لئے غم کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔
- ۵۔ اگر ضد اور ہٹ دھرمی کو خیر باد نہیں کہیں گے انبیاء کی نصیحتیں بھی غیر موثر ثابت ہوں گی۔

آیت ۹۴

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ﴾ ۰

ترجمہ: اور ہم نے کسی آبادی میں کوئی پیغمبر نہیں مگر وہاں کے لوگوں کو مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار کیا تاکہ وہ تضرع اور زاری سے کام لیں۔

ایک نکتہ:

"بأساً" ایسے حوادث ہوتے ہیں جو جان پر ولاد ہوتے ہیں جیسے موت اور بیماری وغیرہ اور "جزأ" ایسے مصائب ہوتے ہیں جو مال کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ (از تفسیر فرقان)

پیام:

۱۔ مصائب اور تلخیاں اور ناخوشگواریاں تمام اقوام عالم کے لئے ازل سے چلی آرہی ہیں یہ ایک خدائی طریقہ کار ہے۔ ﴿مَارسلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ الْآلَاءِ﴾ (---)

۲۔ سختیاں اور مشکلات، انسان کی تربیت، غفلت دور کرنے اور اسے صحیح معنوں میں انسان بنانے کا موجب ہوتی ہیں۔

۳۔ ضروری نہیں ہے کہ مصائب و مشکلات ہمیشہ خدائی عذاب ہی ہوں بلکہ بعض اوقات بلا کی صورت میں خدا کا لطف و کرم بھی ہوتا ہے۔ (جیسے لوہے کو بھٹی میں گرم کر کے اسے نرم کیا جاتا ہے اور پھر اسے ہر شکل دینے کے لئے موڑا جاتا ہے، اسی طرح حوادث بھی انسان کو نرم کر دیتے ہیں۔) اور فکرائند اور پریشانیاں مشکلات اور مصائب انسان کو تفرع و زاری اور خدائے نیاز مندی کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

آیت ۹۵

﴿ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا وَ قَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَ السَّرَّاءُ فَآخَذَهُمْ بَعْتَهُ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

ترجمہ: پھر ہم نے بدی (سختی اور غم) کی بجائے نیکی کو مقرر کر دیا، حتیٰ کہ ان کے مال و اولاد میں اضافہ ہو گیا اور کہتے لگے: ہمارے آباؤ اجداد کو تو (طبعی طور پر) رنج و غم اور خوشی نصیب ہوئی تھی (اور یہ تلخ و شیریں حوارث خدا کے غضب یا رحمت کے آئینہ دار نہیں تھے) تو ہم انہیں ناگہانی طور پر (اپنے قہر و غضب میں) گرفتار کر لیا اور انہیں اس بات کا شعور تک نہیں تھا۔

ایک نکتہ:

"عفوا" کا معنی ہے کامل اور اولاد کی کثرت۔ اللہ کا فضل و کرم انہیں وافر مقدار میں ملا لیکن انہوں نے اس کا کوئی احساس نہ کیا اور قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا۔ اور نہ ہی اس سے عبرت حاصل کی۔ اس سے ملتی جلتی ایک آیت سورہ

انعام میں ہے کہ "فلما نسوا ما ذكروا به ففتحنا عليهم ابواب كل شيء حتى اذا فرحوا بما اتوا اخذناهم بغتة" یعنی چونکہ انہوں نے ہماری بار بار کی یاد دہانیوں کو فراموش کر دیا تو ہم نے ان کے لئے اپنی ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے اور کئی کامیابیوں کے بعد ہم نے انہیں ناگہانی طور پر اپنے قہر و غضب میں گرفتار کر لیا۔ (انعام ۴۵) ایسے بیمار کی مانند ڈاکٹر جس کی زندگی سے ناامید ہو کر کہتا ہے جو چاہتا ہے اسے کھانے پینے کو دو کیونکہ اب اس کا کام ختم ہے"

البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ایک اور معنی بھی سوجے مرجم قشری ترجمہ کی صورت میں بیان کیا اور وہ یہ کہ "مصیبتیں دور ہو جانے کے بعد آنے والی نسل کہنے لگی تلخ جوائیاں تو ہمارے آباؤ اجداد کے ساتھ مخصوص تھے ہم تو بالکل امن میں ہی ہیں۔ لیک وہ اس بات سے غافل تھے کہ خدا کا ازل سے یہی طریقہ کار چلا آ رہا ہے کہ وہ تمام نسلوں کو گرفتار کرنے پر قادر ہے اور اس قسم کی غفلت بھی قہر خداوندی کی علامت ہے"

پیام:

- ۱۔ تلخ اور شیرین حوادث کے پاس سے گزرنا اور ان سے عبرت حاصل نہ کرنا بے شعوری کی علامت اور قہر خداوندی کے نزول کا سبب ہوتا ہے۔ ﴿لایشعرون﴾
- ۲۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر قسم کی آسائش اور خوشی خدا کے لطف و کرم کی علامت ہو۔ کبھی قہر خداوندی کا پیش خیمہ بھی ہو جاتی ہے۔ ﴿حتی عفوا﴾
- ۳۔ بعض اوقات آسائش نسیان اور سرکشی کا موجب بھی بن جاتی ہے ﴿قدمس آياتنا الفترۃ﴾
- ۴۔ اللہ کی آزمائش میں ناکام ہونے والے افراد میں زیادہ تر مسرفہ حال لوگوں کی تعداد ہوتی ہے۔ محروم طبقہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔
- ۵۔ خدائی قہر کسی کو بتا کر نہیں آیا کرتا۔ اچانک سر پر آ پہنچتا ہے۔ ﴿بغتۃ﴾

آیت ۹۶

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

ترجمہ: اگر آبادیوں اور قبروں میں رہنے والے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم بھی یقیناً ان کے لئے آسمان اور زمین کی برکتوں (کے دروازوں) کو کھول دیتے لیکن انہوں نے (ایمان لانے کے بجائے) جھٹلایا (اور کفر اختیار کرنا) شروع کر دیا تو ہم نے بھی ان کی کرتوتوں کی وجہ سے انہیں (اپنے قہر و غضب میں) گرفتار کر لیا۔

چند نکات:

"برکات" جمع ہے "برکت" کی جس کے معنی میں اللہ تعالیٰ کی مستقل اور پائیدار نعمتیں جو کہ وقتی اور جلد ختم ہو جانے والی چیز کے مقابلے میں ہے۔ اسی برکت کے معنی میں کچرت خیز اور افزائش کا معنی پایا ہے۔ اور یہ مادی اور معنوی برکات کو شامل ہے، جیسے عمر، علم اور کتاب میں برکت وغیرہ۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ: اگر ایمان اور تقویٰ برکت کا سبب ہے تو پھر کافر ملکوں کی یہ ترقی یافتہ کیفیت اور اسلامی ملکوں کی یہ اسفبار نوعیت کیوں ہے؟ اس کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں۔

۱۔ وہ ملک اگرچہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے ترقی یافتہ ہیں لیکن بہت بڑی مشکلات سے دچار بھی ہیں۔
 ۲۔ بہت سے اسلامی ملکوں میں اسلام کا صرف نام ہے اسلام احکام اور قوانین حکمفرما نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں مادی آسائشیں ایک طرح کا خدائی قہر بھی ہیں جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے "فلما نسوا ما ذکرناہ ففتحنا علیہم ابواب کل شیء ﴿۴۴﴾" جب انہوں نے تمام یادداشتیں فراموش کر دیں۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ (انعام / ۴۴) تاکہ وہ اپنی مستی میں مست رہیں۔ اگر فوب غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ 'مستقی مومنین کے لئے برکتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور بد مست غافلوں کے واسطے نعمتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں برکتوں کے نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ رفاہ و آسائش کفار کے لئے غفلت اور بے پرواہی کا سبب بن جائے تاکہ برکت اور مستقبل کے لئے ذخیرے کا موجب۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر یہ چیز بھی پیش نظر ہونی چاہئے کہ بسا اوقات نعمتیں مہلت اور آسائش کا موجب بھی بن جایا کرتی ہیں۔

پیام:

- ۱۔ ممکن ہے کہ انفرادی ایمان اور تقویٰ کا اثر کم ہو، اس لئے معاشرے کی اکثریت کو ایمان و تقویٰ کا حامل ہونا چاہئے۔ تاکہ اس طرح سے وہ خداوند عالم کے اسواف و برکات کے شامل حال ہو سکیں۔ (اہل القری) از تفسیر فرقان ۳۳
- ۲۔ معاشرے کی معنوی تعلیم و تربیت اور اگر و ہدایت کے لئے سرمایہ کاری اقتصادی اور مادی منافع کا موجب بھی ہوتی ہے۔ ﴿اتقوا- برکت﴾
- ۳۔ ایمان اور تقویٰ نزول برکات کا سبب ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نعمت اور آسائش ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ﴿امنوا، واتقوا، برکات﴾
- ۴۔ محرومیوں اور مشکلات کا عامل خود انسان ہی ہوتا ہے۔ ﴿یکسبون﴾

آیت ۹۷-۹۸

- ﴿أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَ هُمْ نَائِمُونَ . أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَ هُمْ يَلْعَبُونَ﴾
- ترجمہ: آیا آبادی کے رہنے والے اس بات سے مطمئن ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب اس وقت آجائے جب وہ سوتے ہوئے ہوں؟
- آیا آبادی کے رہنے والے اس بات مطمئن ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب بن کے وقت اس حالت میں پہنچے کہ وہ کھیل کود میں لگے ہوئے ہوں؟

پیام:

- ۱۔ یہ مت سمجھو کہ عذاب صرف گذشتہ اقوام کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ الہی قانون سب قوموں کے لئے یکساں ہے۔ ﴿افامن﴾
- ۲۔ پورا عالم انسانیت اپنی تمام تدابیر، ایجادات، اختراعات، ترقی اور پیشرفت کے باوجود عذاب الہی سے آسودہ خاطر اور مطمئن نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مطمئن اور آسودہ خاطر ہونا چاہئے۔

۳۔ اگر خدا چاہے تو اپنا قہر و غضب اس وقت نال کر دے جبکہ کوئی راہ چارہ موجود نہ ہو اور راتوں رات سب کو ہلاک کر کے رکھ دے۔ ﴿بِیَاتَاوَهُمْ نَائِمُونَ﴾

۴۔ غضب کے دور کرنے کے لئے ایک راہ یہ بھی ہے کہ انسان کو جھنجھوڑا جائے اور احتمال خطرات سے متنبہ کیا جائے۔ ﴿اَوَامِن﴾

۵۔ خواب غضب اور بے جا سرگرمیاں خدائی قہر و غضب کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ ﴿یَلْعَبُونَ﴾

آیت ۹۹

﴿اَفَاْمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ جَ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ۰

ترجمہ: تو کیا یہ لوگ خدا کے مکر (ناگہانی عذاب) سے مطمئن ہو چکے ہیں؟ پس خدا کے مکر (ناگہانی عذاب سے خسارہ اٹھانے والوں کے علاوہ کوئی اور مطمئن نہیں ہوتا۔

ایک نکتہ:

اگرچہ "مکر" کا لفظ اردو اور فارسی میں "نیرنگی" "مکاری" "عیاری" اور غلط قسم کے حیلے بہانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کا حقیقی اور لغوی معنی "اصل مقصد سے لگانے کے لئے تدبیر اور چارہ سازی ہے خواہ وہ حق ہو یا باطل اور "مکر خدا" کا مطلب ہے "اس کی ایسی تدبیریں کہ جن سے کفار کے سارے منصوبے نقش بر آب ثابت ہو جائیں۔

پیام:

۱۔ کسی بھی وقت خدائی عذاب سے مطمئن نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوف اور امید کے درمیان درمیان زندگی گزارنی چاہئے۔

۲۔ بے خیال اور لاربابی قسم کے لوگ خسارے میں ہیں۔ ﴿لَا یَاْمَنُ - خٰسِرُوْنَ﴾

آیت ۱۰۰

﴿أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ مَّ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصْبَلْنَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ ۰

ترجمہ: آیا خداوند عالم نے ان لوگوں کو اس ذریعہ سے ہدایت نہیں کی، جو زمین پر رہنے والوں کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس کے وارث ہوئے ہیں۔ کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی ان کے گناہوں کی بدولت ہلاک کر ڈالیں اور ان کے دلوں پر یوں مہر لگا دیں کہ حق کی آواز کو نہ سن سکیں۔ (اور منطق و استدلال کو قبول نہ کریں)

پیام:

۱۔ جو لوگ مسند اقتدار تک جا پہنچتے ہیں انہیں چاہئے کہ سابقہ حکومتوں اور ان کے اقتدار کے حصول سے بھی آگاہی حاصل کریں اور ان کے تلخ و شریں تجربوں سے فائدہ اٹھائیں ﴿اولم یهد للذین یرثون﴾ ---۔
۲۔ خدا کی طرف سے انسانوں کو ملنے والی سزائیں خود ان کے لئے گناہوں کی بدولت ہوتی ہیں۔ (ب ﴿ذنبہم﴾
۳۔ تاریخ پر حکم فرما الہی قوانین ثابت، مستقل اور پائیدار ہیں۔ اور اس کا تسلسل بحال ہے۔ (آیت کے لب و لہجہ کے پیش نظر)

۴۔ گناہ، دلوں پر مہر لگنے کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اور انسان سے توفیق کے سبب ہو جانے کا سبب بھی ﴿ذنبہم﴾ - نطبع

آیت ۱۰۱

﴿تِلْكَ الْقُرَى نَفِصٌ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ط كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ﴾ ۰

ترجمہ: یہ وہی بستیاں ہیں کہ ہم جن کی کچھ خبریں تمہیں بیان کرتے ہیں۔ اور لیکن وہ لوگ جس بات کی پہلے سے تکذیب کر چکے تھے اس پر ایمان لانے والے کہاں تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کفار کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

ایک نکتہ:

اس آیت میں "قریٰ" سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کے لوگوں کی ہدایت کے لئے حضرت صالح، شعیب، لوط اور ہود علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔

پیام:

تاریخ کا جو حصہ ہندو نصاب پر مشتمل ہے اسے بیان کرنا چاہئے۔ ﴿من انبأھا﴾

۔ مفید داستانیں، تعمیری اہمیت رکھتی ہیں۔ ﴿نقص﴾

۔ تمام انبیاء معجزے کے حامل تھے۔ ﴿رسلہم بالبینات﴾

۔ ضد، ہٹ دھرمی، خودروبی، مناسب اور جائز نہیں ہے۔ ﴿فما کانوا یسومنون اہما کذبوا﴾

۔ لوگوں کے انکار کر دینے سے انبیاء کے ارادوں میں گز لزل پیدا نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ تاریخ میں یہ سلسلہ قدیم

چلا آ رہا ہے۔ ﴿وقد جاء تم رسالہم﴾ (۔۔)

۔ لوگوں کی طرف انظار، کفر، ضد، ہٹ دھرمی کا زوال بھی طرف سے ایسے دلوں پر مہر لگا دینے کا سبب بن جاتا

ہے۔ ﴿یطبع اللہ علی قلوب الکافرین﴾

آیت ۱۰۲

﴿وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ جَ وَ إِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَ هُمْ لَفَسِقِينَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کے لئے وعدے کی پابندی نہیں دیکھی۔ اور ان میں سے بیشتر لوگوں کو ہم نے فاسق پایا۔

دونکات:

اس آیت میں "عہد" سے مراد یا تو خدا اور لوگوں کی صحیح و سالم فطرت کے درمیان باہمی رابطہ ہے یا انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور قوانین میں اور یا پھر وہ مخصوص عہد و پیمان ہے جو کہ لوگ انبیاء کے ساتھ برقرار کیا کرتے تھے کہ اگر فلاں معجزہ دکھائیں گے تو یا فلاں مستقل حل کریں گے تو ایمان لے آئیں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہے: ﴿لئن كشفت عنا الرجز لنؤمنن بك ولنرسلن معك بنى اسرائيل فلما كشفنا عنهم الرجزالى احل هم بالفوه اذا هم ينكثون﴾ (ان لوگوں نے حضرت موسیٰ سے کہا) اگر تو ہم سے اس بد بختی کو ہٹا دے اور عذاب کو برطرف کر دے تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور نبی اسرائیل کو تمہارے ساتھ روانہ کر دیں گے، لیکن جو نبی ہم نے ان کی مشکل حل کر دی تو انہوں نے اپنا کہا ہوا وعدہ توڑ ڈالا۔ (اعراف / ۳۵)

خداوند عالم نے فطرت اور انبیاء کے ذریعے تمام حقائق انسان کے لئے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ وہ ان کے ساتھ عہد و پیمان برقرار کر کے انہیں تسلیم کر لیں، لیکن لوگوں نے فطرت اور انبیاء کی آواز کو بھلا کر حق کے مدار سے نکل جانے کا ارتکاب کی اور فاسق ہو گئے۔

پیام:

- ۱۔ گزشتہ اقوام کی ہلاکتوں کی وجہ ان کی عہد شکنی اور سرپیش اور ہٹ دھرمی تھی ﴿عہد، فاسقین﴾
- ۲۔ فیصلہ کرتے وقت انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے ("اثر" کلا لفظ ہے "سب" کا نہیں)
- ۳۔ اللہ تعالیٰ نے وفاداری کی تعریف کی ہے اور بے وفاؤں اور عہد شکنوں کی مذمت، ۳۵

آیت ۱۰۳

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ بَعْدَ هَمِّ مُوسَىٰ بِأَيَّتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا ۗ إِنَّهَا فَا نَظُرُ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾

ترجمہ: پھر ہم نے ان سابق انبیاء کے بعد موسیٰ کو اپنی آیات اور معجزا سارے (بھیجا، پس انہوں نے ہماری آیت کے ساتھ ظلم کیا) اور کفر اختیار کیا) پس دیکھو کہ مفسدین کا کیا انجام ہوا ہے؟

چند نکات:

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا اسم گرامی بھی اکتیس مرتبہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے، اور اتنی تعداد میں کوئی اور نام مذکور نہیں ہوا۔ اور بقول تفسیر المیزان: "قرآن مجید میں جتنے حضرت موسیٰ کے معجزات بیان ہوتے ہیں اتنا کسی اور نبی کے نہیں۔"

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کی بیان ہونے والی داستان پانچ مراحل میں تقسیم ہوتی ہے۔

۱۔ ولادت اور بچپن کا دورانیہ ۲۔ اپنے شہر کو خیر باد کہہ کر حضرت شعیب کے پاس مدین میں جا کر رہنے کا عرصہ ۳۔ بعثت اور فرعون کے ساتھ ہنجر آزمائی کا زمانہ ۴۔ اپنی اور قوم کی فرعون سے نجات کے بعد سے فلسطین میں واپسی کا دورانیہ ۵۔ بنی اسرائیل کے ساتھ نبرد آزمانی کا زمانہ۔

یہ وہ پہلی ملکی سورت ہے جس میں حضرت موسیٰ کی داستان کو بیان کیا گیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ حضرت انبیاء عظام کی بعثت کا ایک فلسفہ، طاغوتوں کے ساتھ بزداآمانی بھی ہے ﴿الی فرعون وملائتہ﴾
- ۲۔ معاشرے کی کلی اور مکمل اصلاح کے لئے موٹے موٹوں کی گردنوں کو پکڑنا چاہئے۔ اور باقی کو چشمے ہی سے صاف ستھرا کرنا چاہئے۔ ﴿الی فرعون وملائتہ﴾
- ۳۔ ایمان، معاشرے کی اصلاح کرتا ہے اور کفر الحاد اسے فساد اور خرابی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ﴿مفسدین﴾
- ۴۔ جو زمین عبادت کے لئے بچھائی گئی ہے اگر اس میں حق کی پھر جانہ کی جائے تو "فساد فی الارض" کے زمرے میں آ جاتی ہے۔ ﴿مفسرین﴾

۵۔ جو خدا پرستی سے ہٹ جاتا ہے وہ فساد کا مرتکب ہوتا ہے۔ ﴿مفسدین﴾

۶۔ جو بھی خدا کی شریعت کو ٹھکراتا ہے، مفسد ہے۔

۷۔ جب کسی معاشرے پر خدا کی بجائے طاغوت حاکم ہو جاتا ہے وہ اپنے بچاؤ اور حفاظت کے لئے کسی قسم کے فساد

کا ارتکاب کرتے سے باک نہیں کرتا۔ ﴿مفسدین﴾

آیت ۱۰۴

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرَعُونَ أَنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا: اے فرعون! میں یقینی طور پر عالمین کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔

پیام:

۱۔ انبیاء نے رسالت اور دعوت حق کے علاوہ کسی اور قسم کا دعویٰ نہیں کیا۔ ﴿الی رسول﴾

۲۔ انبیاء کرام اپنی دعوت کے وقت کسی قسم کے خوف و ہراس اور کمزور کو خاطر میں لائے بغیر اپنے زمانے کے طاغوتوں کو لکارتے رہے۔ ﴿یا فرعون﴾

۳۔ ایسا معاشرہ کہ جس میں طبقاتی نظام حکمرانا ہو اس کی اصلاح کیلئے سب سے پہلے سرغنہ افراد کی اصلاح ضروری ہوتی

ہے۔ ﴿یا فرعون﴾

۴۔ فرعون اپنے آپ کو لوگوں کا پروردگار سمجھتا تھا اور "انار بکم الاعلیٰ" کہتا تھا۔ جبکہ حضرت موسیٰ اپنے "رب العالمین کے رسول" کی حیثیت سے متعارف کراتے تھے جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ "فرعون! تو بھی اس پروردگار کے زیر تسلط ہے جس کا میں رسول ہوں!"

آیت ۱۰۵

﴿حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ ۗ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ ۖ مِّنْ رَبِّكُمْ ۖ فَأَرْسِلْ

مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۗ ط

ترجمہ: سزا و ارباب یہ ہے کہ میں خداوند عالم کی طرف حق بات کے علاوہ کسی اور چیز کی نسبت نہ دوں، یقین جانو کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل (اور روشن معجزہ) لے کر آیا ہوں۔ پس بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر دے۔

پیام:

- ۱۔ تمام انبیاء معصوم ہیں اور حق بات کے علاوہ کچھ نہیں کہتے۔ ﴿لَا اقْوِ اَعْلٰی اللّٰہِ الْاِلْحٰقُ﴾
- ۲۔ انبیاء کو معجز نما ہونا چاہئے۔ ﴿بِیْنْتَه﴾
- ۳۔ تمام لوگوں کے لیے ایک رب ہونا چاہئے حتیٰ کہ فرعون کے لئے بھی، پس فرعون کا دعوائے ربوبیت، غلط تھا۔ ﴿رَبِّکُمْ﴾
- ۴۔ انسانوں کی آزادی انبیاء کے اہداف و مقاصد میں لے سب سے پہلا مقصد ہے۔ اور ان کے علاوہ جو بھی برسر اقتدار آکر سر پر آرائے حکومت ہوتا ہے لوگوں کو اپنا غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿اَرْسَلْ مَعِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ﴾
- ۵۔ جب تک لوگوں کو طاغوتوں سے پوری طرح چھٹکارا نہیں مل جاتا اس وقت تک ان کے لئے صحیح معنوں میں مگر و ہدایت اور تعلیم و تربیت کا بندوبست کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ﴿اَرْسَلْ مَعِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ﴾

آیت ۱۰۶، ۱۰۷

﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآیَةٍ فَاتِّبِعْنَا بِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ فَاَلْفِیْ عَصَاہُ فَاِذَا هِیْ تُعْبَانُ مُبِیْنًا﴾

ترجمہ: (فرعون نے) کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ۔ پس (موسیٰ) اپنا عصا پھینکا تو وہ آنا فنا واضح طور پر اڑھا بن گیا۔

ایک نکتہ:

سورہ شعر آکی آیت ۴۵ میں ہے کہ: یہ اڑھا جادو گروں کے جادو کے تمام مال و اسباب کو چٹ کر گیا۔ ﴿تَلْقَفْ مَا یَا فِکُوْنَ﴾ اور اس عصا کے کئی اور معجزات بھی ظاہر ہوئے۔ مثلاً اسے دریا پر مارا گیا تو اس کا پانی خشک ہو گیا۔

﴿فاضرب بعصاك البحر﴾ " (شعراً/ ۶۳) اور پتھر پر مارا گیا تو اس سے چشمے پھوٹ پڑے۔ " ﴿فاضرب بعصاك الحجر﴾ (البقرہ/ ۶۰) ﴿

پیام:

۱۔ مخاطب افراد کی حیرت و شگفتگی کے مطابق معجزات مختلف ہوا کرتے تھے۔ (ثعبان) امر کی وضاحت یوں سمجھے کہ فرعون اور فرعون والوں کے لئے تو عصا "اثرہا" تھا جبکہ خود حضرت موسیٰ کے سامنے یہی "اثرہا" ایک چھوٹا سا سانپ تھا: ﴿الْق عَصَاكَ كَمَا نَهَا جَان﴾ " (نحل/ ۱۰) اور عوام الناس کے سامنے ایک عام سا سانپ تھا " ﴿حیة تسعی﴾ " (طہ/ ۲۰) ﴿

۲۔ معجزہ ایسا صاف اور واضح ہونا چاہئے جس میں کسی شخص کے لئے شک و تردید کی گنجائش نہ ہو۔ ﴿مبین﴾ ﴿

آیت ۱۰۸-۱۰۹

﴿وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظِيرِينَ قَالَ إِنَّ الْمَلَآءِ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السِّحْرُ عَلَيْنَا﴾

ترجمہ: اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ (اپنے گریبان سے) باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے سفید (اور چمکدار) تھا۔ قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: یہ تو یقیناً ایک سمجھدار جادو گر ہے۔

پیام:

۱۔ انبیاء جہان پر ڈراتے ہیں (اور عصا سے اثبا بناتے ہیں) وہاں پر خوشخبری بھی سناتے ہیں (اور نورانی ہاتھ دکھاتے ہیں) ﴿بِیضَاء﴾ ﴿

۲۔ طاغوث کے حامی ہمیشہ ان کے جراثیم میں برابر کے شریک رہے ہیں ﴿الملائمن قوم فرعون﴾ ﴿

۳۔ مخالفین، انبیاء کی تبلیغ اور ان کے ثمن کو تہمتیں لگ کر مخدوثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت ۱۱۰

ایک نکتہ:

اس آیت میں "سحرِ علیم" کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ سورہ شعرا کی آیت ۳۷ میں "سحارِ علیم" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جادو گمر بڑے تجربہ کار، آزمودہ کار اور ماہر فنکار تھے۔ اسی طرح "ارجہ" کا لفظ "رجاء" سے مشتق کیا گیا ہے جس کا معنی ہے "نظر بند کرنا" "قید کرنا" اور تاخیر میں ڈالنا۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو چونکہ حضرت موسیٰ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ کار وسیع ہو چکا تھا اور ان کے معجزات کا رد عمل بہت اچھا تھا لہذا فرعون کے لئے ان کا قید کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ لہذا "تاخیر میں ڈالنا" کا معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پیام:

۱۔ دعوت انبیاء کو شکست سے دوچار کرنے کے لئے طاغوتی طاقتیں ماہرین کی عالمی کانفرنسیں منعقد کرتی ہیں۔ ﴿یاتوک بکل ساحر﴾

آیت ۱۱۳، ۱۱۴

﴿وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾

ترجمہ: اور جادوگر فرعون کے پاس پہنچ گئے۔ کہنے لگے اگر ہم غالب آجائیں تو ہمارے لئے یا اثر اور انعام ہے؟ اس نے کہا: ہاں، یقیناً تم میری بارگاہ میں (مقرب ہو جاؤ گے۔

پیام:

۱۔ انبیاء اور جادوگروں کے اہداف و مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے وہ یوں کہ انبیاء لوگوں کی ہدایت اور انہیں راہ راست چرلانے کے لئے کام کرتے ہیں اور کسی قسم کی اجرت کے طلبگار نہیں ہوتے بلکہ کہتے ہیں "﴿ما استلکم علیہ من اجر﴾" جبکہ جادوگروں کا مطمع نظر ہی دنیا کا کمانا ہوتا ہے۔ ﴿لا اجرا﴾

۲۔ طاغوتی درباروں کا رخ کرنے والے دنیور مقاصد کے حامل ہوتے ہیں۔ ﴿ان لنا لاجرا﴾

۳۔ لوگوں کو وعدوں اور سرمایہ کے ذریعہ ہی طاغوتی طاقتیں اپنے گرد اکٹھا کرتی ہیں۔ ﴿قال نعم﴾
 ۴۔ طاغوت کبھی اس قدر عاجز اور درماندہ ہو جاتے ہیں کہ ہر قسم کے مطالبے کو تسلیم کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔
 ﴿قال نعم﴾

۵۔ دنیا پرست افراد کے نزدیک مال سے زیادہ سیاسی مقام و منصب اور اجتماعی و معاشرتی قید و منزلت زیادہ وقیع ہوتی ہے۔ ﴿لمن المقربین﴾

آیت ۱۱۵-۱۱۶

﴿قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْقَذُ نَحْنُ الْمُؤْمِنُونَ وَ إِمَّا أَنْ نَكُونَ لَكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالُوا فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرَهُبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرِ عَظِيمٍ﴾

ترجمہ: (جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! آیا تو (اپنے جادو کے ذرائع کو) پھینکتا ہے یا ہم پھینکیں (موسیٰ نے خدا کی نصرت پر یقین رکھتے ہوئے) کہا: تم ہی پھینکو۔ تو جو نبی انہوں نے (اپنے جادو کے وسائل کو) پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں کو موند دیا اور (اس چشم بندی کی وجہ سے) لوگوں کے اندر خوف اور وحشت پھیلا دی اور ایک بڑے جادو کو لے آئے۔

پیام:

۱۔ معرفت کی راہوں میں صرف ظاہری جو اس پر ہی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات آنکھیں دھوکہ کھا جاتی ہیں اور ان پر جادو کا اثر ہو جاتا ہے ﴿سحر واعین الناس﴾

۲۔ جادوگروں کے جادو کا اثر لوگوں کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔ حقیقت میں تبدیلی پیدا نہیں کر دیتا۔ جیسے سراب دورے پانی نظر آتا ہے۔ لیکن معجزات میں ایسا نہیں ہوتا۔ موسیٰ کا اثر با حقیقتہ اثر بنا بنا صرف نظر نہیں آیا۔ انبیاء کا لوگوں کی بصیرت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جبکہ جادوگر اور ساحروں کا کام لوگوں کی آنکھوں کو موندنا ہوتا ہے۔ ﴿اعین الناس﴾

۳۔ ہر موقع پر حق کو ناکام بنانے کے لئے اسی جیسے وسائل سے کام لیا جاتا ہے۔ مذہب کے خلاف، مذہب، عالم کے خلاف اور یہاں پر معجزہ کے خلاف جادو۔

۴۔ طاغوت اور باطل کے دعویدار ہمیشہ اپنے دعوے دھونس اور دھاندلی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ﴿واسترہبواہم﴾

آیت ۱۱۷

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے عصا کو (زمین پر) پھینکو، (جو نہی انہوں نے عصا کو پھینکا تو ہو اڑھا بن گیا اور ناگہانی طور پر جادو گروں کے گھڑے ہوئے جھوٹوں کو نکلنے لگ گیا۔

چند نکات:

"تلقف" کا لفظ "لقف" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو طاقت اور جلدی کے ساتھ پکڑنا چاہے دانتوں سے پکڑا جائے یا ہاتھوں اور انگلیوں سے۔ لیکن اس آیت میں اس کا معنی "نگلنا" ہے۔
"یا فکون" کا کلمہ "افک" سے لیا گیا ہے اور "افک" کے معنی ہیں 'ایسا جھوٹ جو سچ کے قالب میں ڈھالا گیا ہو' یا "ایسا باطل جو حق کی صورت میں ہو۔"

اگر حضرت موسیٰ کی لاٹھی جادو گروں کے گھڑے ہوئے جھوٹوں کو نکل سکتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت اور قرآن مقدس کے ذریعہ سے شیطان سے پناہ حاصل کرنا امر لاٹھی سے زیادہ موثر ہے اور باطل کے پیرکاروں کی سازشوں اور گٹھ جوڑان کے ہر طرح کے نقش بر آب بنا کر رکھ دیتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ بحرانی دور میں انبیاء کو براہ راست غیبی مدد مل جاتی ہے۔ ﴿وَأَوْحَيْنَا﴾
- ۲۔ اگر خدا چاہے تو اپنے مخلص بندوں کی بین الاقوامی اجتماعات اور دشمن کے مجمع میں جس میں حق کی تباہی کے لئے لکھے ہو جائیں امداد کر کے ان پر غالب کر دے۔
- ۳۔ جو باطل لوگوں کی آنکھوں کو خطا اور دلوں کو لرزہ برانداز کر دے ﴿سحر و الاعین الناس واسترہم﴾ وہ خدائی قدرت کے ذریعہ اور انبیاء کے توسط سے سرکوب ہو جاتا ہے۔ ﴿تلقف ما یافکون﴾

آیت ۱۱۸ تا ۱۲۰

﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَغَلَبُوا هُنَا لِكَ وَأَنْقَلَبُوا صُغْرَيْنَ وَأَلْقَى السَّحْرَةَ سَجِدِ دِينَ﴾

ترجمہ: پس حق آشکار اور ثابت ہو گیا (اور موسیٰ کی نبوت واضح ہو گئی) وارجادوگروں کے تمام کارنامے باطل اور محو ہو گئے۔

پس فرعون والے اسی جگہ پر ہی مغلوب ہو کر ذلیل اور خوار ہو گئے۔ اور جادو گرنے اختیار ہو کر (سجدے میں گریٹے۔

ایک نکتہ:

حضرت موسیٰ کے معجزہ کی کامیابی کے ساتھ فرعونی نظام کو سخت دھچکا لگا اور اس کے بڑھ کر یہ کہ تمام جادو گر بیک وقت موسیٰ پر ایمان لے آئے اور فرعون کی عزت اندرونی طور پر خاک میں مل گئی۔

پیام:

- ۱۔ حق غالب اور باطل مغلوب اور نابود ہونے والا ہے۔ ﴿فوقع الحق﴾
- ۲۔ حق کے صرف ایک ہی جلوہ سے باطل کی ساری چکا چونڈ ختم ہو جاتی ہے ﴿الحق ماکانوا﴾
- ۳۔ انسانی ہاتھوں سے تراشے ہوئے باطل الہی حق کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ ﴿الحق-یعملون﴾
- ۴۔ تبلیغ کے موقع پر حق کو بیان کر کے باطل کو میدان سے دور بھگایا جاسکتا ہے۔ ﴿وقع الحق بطل﴾
- ۵۔ اگر معرفت حاصل ہو جائے تو پھر سجدہ اور سر تسلیم خم کر دینا لازمی ہو جاتا ہے۔ ﴿القی﴾
- ۶۔ شکست کی ذلت اور تحقیق خود شکست سے بدتر ہوتی ہے۔ ﴿صغرين﴾
- ۷۔ معرفت کے سایہ ایک ہی لمحہ میں عقیدے کو تبدیل کر کے خوش بختی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ﴿فالقى السحرة سجدین﴾

۸۔ "نحن الغالبون" (ہم ہی غالب ہیں۔ آیت ۱۱۳) کے دعویدار آج "صاغرین" کی صورت میں مغلوب ہو چکے ہیں ﴿وانقلبوا صاغرین﴾

آیت ۱۲۱-۱۲۲

﴿قَالُوا أَمْنَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَى وَ هَارُونَ﴾

ترجمہ: ان (جادوگر) لوگوں نے کیا ہم تمام جیاتوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔
(وہی جو) موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے۔

دونکات:

جو جادوگر حضرت موسیٰ کو رسوا کرنے، مال و دولت اور فرعون کا تقرب حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔
موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے اور علی الاعلان اس کا اظہار کر دیا۔
اپنے اس اعلان میں انہوں نے تینوں اصول دین کا اقرار کیا۔ یعنی توحید نبوت اور مدد کا۔ (رب العالمین، رب موسیٰ و ہارون) اور بعد کی چند آیات میں ہے کہ انہوں نے کہا: "الہی ربنا منقلبون" ہم اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں گے۔
(آیت ۱۱۵)

پیام:

- ۱۔ انسان کا آزادی حاصل ہے اور وہ حق کو سمجھ لینے کے بعد اپنے ایمان اور عقیدے کو تبدیل کر سکتا ہے۔ ﴿قالو آفنا﴾
- ۲۔ شرک اور ذہنی گمراہی سے توبہ کا نام ایمان ہے ﴿آمان﴾
- ۳۔ معجزہ کی کیفیت کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جادوگر ہی بہتر جانتے ہیں اسی لئے جلد ایمان لے آتے ہیں۔ ﴿آمنا﴾
- ۴۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حق بیان نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ایمان نہیں لا سکتے، جو نہی حق روشن ہوتا ہے، کئی لوگ ایمان لے آتے ہیں۔ ﴿آمنا﴾
- ۵۔ خداوند عالم کے خالق ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں، سارا جھگڑا اس کی ربوبیت اور تدبیر عالم کے بارے میں ہے اور ہدیہ برہستی کی اطاعت کے متعلق ہے۔ ﴿رب موسیٰ و ہارون﴾

۶۔ "عدو شود سبب خیر گر خدا وید" والی کہاوت سو فیصد درست ہے، فرعون نے دنیا بھر کے جادو گروں کو ایک جگہ پر اکٹھا کیا جو اس بات کا سبب بن گیا کہ وہ سارے یگجا موسیٰ پر ایمان لے آئے۔

۷۔ لفظی طور پر بھی کسی کو ناجائز فائدہ نہیں اٹھانے دینا چاہئے۔ جادو گروں نے کہا: آمنا جرب العالمین "ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔ کہیں شکست خوردہ فرعون یہ نہ کہہ دے کہ وہ رب العالمین، میں ہوں، اس لئے آیت کہتی ہے: "رب موسیٰ و ہارون" ﴿ہارون و موسیٰ کا رب﴾

آیت ۱۲۳

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْ اَنْ اَذِنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مِّنْكُمْ تُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا فَاَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ:

فرعون نے (جادو گروں سے) کہا: تم میرے اجازت دینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے ہو؟ یقیناً یہ تمہاری ایک چال ہے جو تم نے شہر میں چلی ہے تاکہ (علاقہ کو اپنے قبضہ میں لے کر) لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کرو۔ پس تم بہت جلد سمجھ لو (کہ تمہارا مقابلہ کسی کے ساتھ ہے اور تمہیں کیا سزا ملے گی؟)

پیام:

۱۔ فکری، ذہنی اور عقیدتی استعمار میں حکومتوں کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کے عقیدہ اور افکار پر پہرے بٹھا دیے جاتے ہیں اور ان کی فکر سلب کر لی جاتی ہے (قبل ان اذن) بالفاظ دیگر طاغوتی نظاموں میں عقائد پر سینسر کی پابندیاں لگادی جاتی ہیں۔

۲۔ طاغوت کا ایک طریقہ کار یہ بھی ہے کہ وہ مردان حق پر تہمتیں لگاتا ہے۔ ﴿مکر مکرتموه﴾ ۳۶

۳۔ طاغوت کی کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کو انبیاء کے خلاف بھڑکانے کے لئے انہیں ہر بات سے ڈراتے ہیں کہ وہ تمہیں تمہاری سر زمین سے باہر نکال دیں گے اور خود اس پر قابض ہو جائیں گے۔ ﴿لتخر جوامنھا اهلها﴾

۴۔ طاغوتی طاقتوں کا کام ڈرانا دھمکانا ہوتا ہے۔ ﴿فسوف تعلمون﴾

آیت ۱۲۴-۱۲۵

﴿لَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَ أَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ قَالُوا إِنَّا إِلَى رَبِِّنَا مَنقَلِبُونَ﴾

ترجمہ: میں تمہارے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے برخلاف (ایک دائیں طرف سے اور دوسرا بائیں جانب سے) ضرور کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر بھی ضرور لٹکاؤں گا۔ انہوں نے کہا: ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (اور ہمارے لئے عقیدے کی راہ میں شہادت، ایک سعادت ہے۔)

چند نکات:

ان آیات سے ملتی جلتی سورہ طہ کی ۷۰ کے بعد کی آیات ہیں۔ آیت میں اگرچہ ان دھمکیوں پر عمل درآمد کرنے کی طرف اشارہ نہیں ہے لیکن روایات اور تاریخیں بتاتی ہیں فرعون نے حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے درخت ضراما کی شاخوں پر لٹکادیا تھا۔ اور مورخ طبری کے بقول: "کانوا اول النصار سحرۃ و آخر النصار شہداء بررة" وہ دن کے پہلے حصے میں جادو گر تھے اور آخری حصے میں نیک پاک شہید تھے۔ اپنے ایمان کی بدولت انہیں فرعون سے کسی قسم کا خوف و ہراس دامن گیر نہیں ہوا۔ فرعون اس قدر شور و مراءبے کے باوجود حقیر اور رسوا ہو گئی "القلوب اصاغیرین" اور جادو گر اپنے ایمان کی وجہ سے سعادت اور شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گئے۔ ﴿الی رینا منقلبون﴾

پیام:

۱۔ دھمکی اور دھونس، صاحبان اقتدار کا آخری حربہ ہوتا ہے۔ ﴿لاقطعن﴾

۲۔ جو شخص دل کی بصیرت کے ساتھ ایمان لاتا ہے وہ مختلف اور مشکل کیفیات سے گزرتے باوجود بھی ایمان سے دستبردار نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قسم کی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا ﴿قالو انالی رینا﴾

۳۔ اصلاحی اور انقلابی افکار کے اثر و رسوخ کو روکنے اور اس کے آگے بند باندھنے کے لئے طاغوت اور طاغوتی طاقتیں انقلابی ورہنماؤں کو قتل کرنے سے بھی باز نہیں آئیں۔ ﴿لاصلبنکم﴾

۴۔ انسان کی طاغوت۔ نظام اور ماحول کا محکوم نہیں ہے۔ اور اپنے ایک ارادے کے ساتھ اپنی تقدیر بدل سکتا ہے۔ ﴿لاقطعن - قالوا﴾

۵۔ ذلت کی زندگی غیرت کی موت بہتر ﴿الی ربنا منقلبون﴾

۶۔ اس بات پر مغرور نہیں ہونا چاہئے کہ ہم قدیمی مومن اور پرانے عبادت گزار ہیں کیونکہ بعض اوقات چند جادوگر اور کافر بھی یکسر تبدیلی کے ساتھ سب پر سبقت لے جاتے ہیں۔

۷۔ تبلیغی دورانے میں زمانہ ماضی کے جو انہروں کی تاریخ کو بھی دہرانا چاہئے۔ ﴿قالوا﴾

۸۔ معاد اور قیامت پر ایمان انسان کو ہر قسم کے خوف و خطر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ﴿الی ربنا منقلبون﴾ ۳۷

۹۔ گمراہ اور منحرفین کی ہدایت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ جادوگروں جیسے کافروں میں بھی ایک ہی مرتبہ تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ ﴿قالوا﴾ --

۱۰۔ ایمان، انسان کے اندر تبدیلی پیدا کر کے اس کی شخصیت کو بلند و بالا کر دیتا ہے۔ (جو جادوگر کل فرعون کی طرف سے انعام و اکرام کی منتظر تھے آج ان کے مومن ہو جانے کے بعد ان کے لئے اس قسم کی ساری باتیں بے وقعت ہو چکی تھیں۔ ﴿الی ربنا﴾

آیت ۱۲۶

﴿وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَ ثَنَاتُ رَبِّنَا أَفَرِعْنَا عَلَيْنا صَبْرًا و تَوْفَقًا مُسْلِمِينَ﴾

ترجمہ: اور (اے فرعون!) تو ہم سے اس کے علاوہ اور کسی بات کا انتقام لے گا کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آگئیں۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو صبر و شکیبائی فراوانی کے ساتھ عطا فرما اور ہمیں اپنا فرما بردار اور مسلمان بنا کر موت دے۔

ایک نکتہ:

یہ آیت اس مذموم و مسموم پراپنڈے کا جواب ہے جو فرعون کی طرف سے موسیٰ پر ایمان لانے والوں کے خلاف کیا جا رہا تھا اور سابقہ آیات میں جس کی طرف اشارہ بھی ہو چکا ہے۔

پیام:

- ۱۔ خدا پر ایمان اور طاغوت کی نافرمانی کی قیمت تو چکانی ہی پڑتی ہے جو کافی بھاری ہوتی ہے۔ ﴿وَمَا تَنْقِمُ﴾
- ۲۔ طاغوتی طاقتیں لوگوں کے عقیدہ توحید کے مخالف ہیں، کو دان کی ذات کے مخالف نہیں ہیں ﴿الانآمنا﴾
- ۳۔ سچے اور پکے مومن کی نشانی، آرام و سکون، صبر و پائیداری، صراحت و وضاحت، شجاعت و شہامت اور تضرع و دعا ہے۔ ﴿ربنا﴾
- ۴۔ طاغوت کی دھمکی کے مقابل میں خدا سے بہترین طلب اور دعا، ایمان کی بقا اور حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔ ﴿افرع علینا توفنا﴾
- ۵۔ فریق مخالف کی دھونس اور دھمکی جس قدر شدید ہوگی اس قدر، صبر و جرات کی بھی ضرورت ہوگی۔ ﴿افرع علینا صبرا﴾ کی درخواست کی گئی ہے کہ دلوں کو صبر سے لبریز کر دے، یہ دعا نہیں کی گئی کہ "انزل علینا صبرا" یعنی ہم پر صبر نازل فرما۔

آیت ۱۲۷

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَزْرُؤُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَزْرُقَ إِلَيْكَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مِثْرًا وَمَا يَنْزِلُ إِلَّا فِي غَمَامٍ وَاللَّهُ يَخْتَارُ﴾

ترجمہ: اور قوم فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا: آیا تو موسیٰ اور اس کے پیروکاروں کو چھوڑ دے گا۔ تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلانیں اور تجھے اور تیرے خداؤں کو چھوڑ دیں؟
تو اس (فرعون) نے کہا: ہم بہت جلد ان کے لڑکوں کو مار ڈالیں گے اور لڑکیوں کو (کنیزی اور خدمتگاری کے لئے) بچائے رکھیں گے۔ اور ہم ان پر پورا پورا تسلط رکھتے ہیں۔

چند نکات:

فرعون نے حضرت موسیٰ کی دعوت کو ایک عرصے تک نظر انداز کئے رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ کے پیروکاروں کی تبلیغات کا دائرہ وسیع ہونے لگا جس سے قوم فرعون کے سرداروں کو خطرہ محوار ہوا اور فرعون سے اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کای۔

فرعون اپنے آپ کو خالق نہیں بلکہ "رب" سمجھتا تھا اور کہا کرتا تھا۔ "﴿انا ربکم الاعلیٰ﴾" 'میں تمہارا بہت ہی بڑا رب ہوں (نازعات / ۳۷) اور یہ بھی کہ خواہہ اور اس کے ماننے والے مختلف معبودوں کے قائل تھے۔ فرعونم کی قوم اسے اور دوسرے معبودوں کو "خالق کائنات کے مظاہر" سمجھ کر پوجتے تھے۔

پیام:

- ۱۔ طاغوتوں کی کچھ خرابیاں ان کے چیلے چانٹوں کی وجہ سے بھی ہوتی ہیں ﴿قال الملأ﴾
- ۲۔ انبیاء کے انقلابی اور اصلاحی اقدامات طاغوتی طاقتوں کی نظر میں فتنہ و فساد گریڑ اور امن عامہ میں خلل اندازی ہوا کہتے ہیں۔ ﴿لیفسدوا فی الارض﴾
- ۳۔ مردوں کو ختم کر دینا اور علاقوں کو بچائے رکھنا ایک فرعون سیاست ہے۔ تاکہ جو ان مردی اور مردانہ غیرت کا جنازہ نکال دیا جائے اور عورتیں فرعونی سیاست کا آلہ گار بنی اس بعینہ آج کل کی استہماری سیاست کے مانند۔ ﴿سنتقل ابنا ئہم و نستحی نسائہم﴾
- ۴۔ انبیاء دشمن قوتیں نوجوانوں اور عورتوں کے لئے خصوصی پروگرام مرتب کرتی ہیں۔
- ۵۔ متضاد اور مخالف قسم کے اقدامات فرعونی سیاست کی سرگردانی کی علامت ہوتے ہیں۔ کبھی تو موسیٰ کو قتل کر دینے کے منصوبے تیار کئے جاتے ہیں "﴿ذرونی اقتل موسیٰ﴾" (غافر / ۲۶) لیکن پھر انہیں آزاد چھوڑا جاتا ہے اور اس حد تک آزادی دی جاتی ہے کہ خود فرعون کے طرفداروں کو احتجاج کرنا پڑتا ہے۔
- ۶۔ خالی خولی وار کھوکھلے نعروں کی بدولت اپنی جھوٹی انا کو بچائے رکھنا "فرعونی سیاست" ہے۔ ﴿انافوقہم قاہرون﴾

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِ اسْتَغِيثُونَ بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ: حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور صبر و پابنداری کا مظاہرہ کرو کیوں کہ اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اس کے اختیار میں دے دیتا ہے۔ اور انجام کا (آخری فتح) تو مومنین ہی کے لئے ہے۔

ایک نکتہ:

اس آیات میں دو فرمان اور دو طرح کی خوشخبری بیان کی گئی ہے۔ فرمان یہ کہ خدا اسے مدد ضبط اور صبر اختیار کیا جائے۔ اور خوشخبری یہ کہ زمین کی ولایت اور نیک انجام مومنین کے لئے ہے۔

پیام:

۱۔ آخری کامیابی کے حصول اور دھمکیوں سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا اسیت مدد طلب کی جائے، اس پر توکل کیا جائے اور تقویٰ اور پابنداری اختیار کی جائے۔ ﴿استعينوا - اصبروا﴾ اس سے بھی مدد حاصل کی جائے اور خود بھی صبر کریں۔

۲۔ حساس موقع پر رہبر کو چاہئے کہ اپنی امت کی دلجوئی کرے۔ ﴿قال موسى﴾

۳۔ روشن مستقبل کی امید اسلام سمیت تمام ادیان کے وعدوں میں شامل ہے۔ ﴿العاقبة للمتقين﴾

۴۔ متقی افراد ایک تو دنیا میں نیک انجام کے حامل ہوتے ہیں۔ ﴿يورثها من يشاء﴾ اور دوسرے آخرت میں بھی انہی

کا نیک انجام ہوگا۔ ﴿والعاقبة للمتقين﴾

آیت ۱۲۹

﴿قَالَ ۗ وَ أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ نَأْتِيَنَّا وَ مِنْ بَعْدِ مَا جِئْنَا قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: (موسیٰ کے پیروکاروں نے) کہا: ہمیں تو آپ کے آنے سے پہلے بھی دکھ پہنچائے گئے اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ (موسیٰ نے) کہا: امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا۔ اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنانے کا پھر دیکھے گا کہ تم کب عمل کرتے ہو؟

ایک نکتہ:

بنی اسرائیل کو یہ توقع تھی کہ حضرت موسیٰ کے قیام اور انقلاب کے بعد سارے کام ایک ہی رات میں ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور سارے وسائل سمیت مملکت مسران کے قبضہ قدرت میں آجائے گی اور فرعون والے تب چٹ ہو جائیں گے۔ اسی لئے وہ اس بات مدعی تھے کہ موسیٰ کے انقلاب نے ان کے لئے آسائش فراہم نہیں کی۔ خدا کا جواب یہ ہے کامیابی کے بھی کچھ شرائط ہوتے ہیں۔ مثلاً صبر، استقلال، سعی و کوشش اور توکل بر خدا وغیرہ۔ اگر یہ فراہم ہو جائیں پھر خدائی امداد کی امید ہوتی ہے۔

پیام:

۱۔ الہی رہبر بعض اوقات اپنے ہی کم ظرف دوستوں کی تنقید کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ ﴿قالوا اوذینا﴾
 ۲۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ راحت اور آسائش و آرام ہی سعادت اور خوش بختی ہے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ حالانکہ وہ اس بات سے غافل ہوتے ہیں کہ آسمانی ادیان لوگوں کی زندگی و ک صحیح سمت کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے ہوتے ہیں ان کی مشکلات ختم کرنے کے لئے نہیں ہوتے ﴿من قبل ان تاتینا و من بعد﴾

۳۔ رہبر کو چاہئے کہ ہر قسم کی تنقید کو سننے اور امید افزا پیغام سے نوازے ﴿عسبی ربکم﴾
 ۴۔ لوگوں پر حکمرانی آزمائش امتحان کا ایک ذریعہ ہوتا ہے، لذت حاصل کرنے کا راستہ نہیں۔ ﴿فینظر کیف﴾
 ۵۔ قدرتی، معاشرتی اور فوجی مشکلات کو اپنی راہ اور تدبیروں سے حل کرنا چاہئے معجزات کے ذریعہ نہیں۔ (سابقہ آیت میں "اصبروا" اور "﴿بعد ماجئتنا﴾" کے جملے کے بہتر نظر۔

۶۔ عوام الناس حکومت الیہ کے سامنے جو ابدہ ہیں ﴿کیف تعملون﴾ فرماتا ہے "کیف اعمل" نہیں کیا۔

آیت ۱۳۰

﴿وَلَا قَدْ أَخَذَ آلُ فِرْعَوْنَ بِالْسِّنِينَ وَنَقَصَ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَكَّرُونَ﴾ ۰

ترجمہ: اور ہم نے فرعون کو طرفداروں کو قحط خشک سالی اور پھل میووں کی کمی کے ذریعہ اپنی گرفت میں لے لیا۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (اور اپنے گمراہی کے رستوں سے باز آجائیں۔)

ایک نکتہ:

"سنین" جمع ہے "سنہ" کی جس کے معنی میں "سال" لیکن جب لفظ "اخذ" کے ساتھ استعمال ہو تو اس کا غالب طور پر معنی "قحط اور خشک سالی میں گرفتار کرنا ہوگا۔"

پیام:

- ۱۔ لوگوں کی تربیت کے لئے بعض دباؤ سے بھی کام لینا پڑھ جاتا ہے۔ ﴿اخذنا﴾
- ۲۔ قحط اور خشک سالی یا تو عذاب الہی ہوتا ہے یا پھر بیداری کی گھنٹی اور غفلت دور کرنے کے لئے ﴿بالسنین و نقص من الثمرات﴾
- ۳۔ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کی تبلیغ ولایت کے واسطے کوئی بھی ذریعہ موثر کاتب نہ ہو کیونکہ انسان کو ہدایت کے لئے مجبور تو نہیں کیا جاسکتا۔ ﴿لعلہم﴾

آیت ۱۳۱

﴿فَإِذْ جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا النَّا هَذِهِ وَ إِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ إِلَّا نَمَّا طَطَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ۰

ترجمہ: پس جب کوئی خوبی اور بھلائی انہیں خاص حاصل ہوتی تو وہ کہتے یہ ہمارا حق اور ہماری لیاقت اور شائستگی کی وجہ سے ہے لیکن اگر کوئی برائی ان کے دامنگیر ہوتی تو اس سے وہ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست اور بدفالی سمجھتے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی تمام نحوستوں کا سرچشمہ خدا کے پاس ہے (اور وہی انہیں ان کی بد اعمالیوں کی سزا دے گا) لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

چند نکات:

"یطروا" کا صیغہ "تطیر" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں بدفالی اور نحوست سمجھنا۔ چونکہ عرب لوگ اکثر کسی پرندے کی پرواز اور اس کی آواز سے بدفالی لیا کرتے تھے۔ پھر ہر قسم کی بدفالی کو "طیرہ" کہا جانے لگا۔ (از تفسیر نمونہ) سورہ یس کی انیسویں نخل کی سنتالیسویں اور نسا کی ۷۸ ویں آیات میں انبیاء حتی سرکار رسالت کی ذات سے لوگوں کی بدفالی لینے کا تذکرہ ہے۔

حوادث اور واقعات کے معرض وجود میں لانے کے لئے بدفالی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے ایک نفسیاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بدگمانی اور کام کے ٹھپ ہو جانے کا سبب بن جاتی ہے اس بناء پر بدفالی لینے سے منع کیا گیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ: "جب کسی موقع پر برسی فال لو تو فوراً اس کام کو کر گزرو اور بدفالی کی پروا نہ کرو" لیکن نیک فال چونکہ امید و عشق اور تحرک کا موجب ہوتی ہے لہذا اس کے لینے میں کوئی صرج نہیں بدفال کا رواج قدیم اقوام میں بھی پایا جاتا تھا اور آج کی متمدن قوموں میں بھی پایا جاتا ہے۔ حالانکہ روایات میں ہے کہ "بدفالی" خدا کے ساتھ شریک کرنا ہوتی ہے۔" (از تفسیر نمونہ)

پیام:

۱۔ اچھائیوں کی نسبت اپنی طرف اور برائیوں کی نسبت دین اور انبیاء کی طرف یہ انسان مغرور خود متکبر سونے کی علامت ہے۔

۲۔ خرافات اور بدفالی کا منبع جہالت ہے۔ ﴿لَا يَعْلَمُونَ﴾

آیت ۱۳۲

﴿وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِنَسُخَ رَنَّا بِهَا فَمَا نَخْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: اور (فرعون والوں نے حضرت موسیٰ سے) کہا: تم ہمارے پاس جو بھی آیت اور معجزہ لے آؤ جس سے ہم پر جادو کرو ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

ایک نکتہ:

دشمن کو بھی علم تھا کہ موسیٰ کا کام جادو نہیں بلکہ آیت اور معجزہ ہے لیکن اپنے تکبر ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ لیکن فن جادو کے مارین نے چونکہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ موسیٰ کا کام جادو نہیں ہے لہذا ایمان لے آئے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ فرعون والوں نے حضرت موسیٰ کے کام کو آیت کا نام مذاق کے طور پر دیا ہو۔

پیام:

- ۱۔ انسان آزاد ہے معجزات کے مقابلے میں بھی ڈٹ جاتا ہے اور ایمان نہیں لاتا۔ ﴿فما نحن لك بمومنين﴾
- ۲۔ دشمنان دین کی طرف انبیاء علیہم پر جادو کی تہمت آسان اور عام تھی۔ ﴿تسحرنا﴾

آیت ۱۳۳

﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجُرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا أَوْ كَانُوا قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ﴾

ترجمہ: پس ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی، چھوٹے چھوٹے جانور (متکبر جونیں، چونٹیاں وغیرہ) مینڈک اور خوں کو بھیجا جو علیحدہ اور آشکار نشانیاں تھیں، لیکن انہوں نے متکبر سے کام لیا اور بدکاری لوگ تھے۔

چند نکات:

فارسی اور اردو میں "طوفان" کا معنی ہے تیز اور تند ہو اور آندھی جھکڑا وغیرہ لیکن عربوں میں اسے "تباہ کن سیلاب" کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ اور مفردات راغب میں ہے کہ "ہر عمومی اور وحشت ناک حادثہ کو طوفان کہا جاتا ہے" 'قل، چھوٹے چھوٹے جانوروں مثلاً جونیں، سنڈیاں، زرعی آفات اور حشرات کے لئے بولا جاتا ہے۔

"خون" بھی فرعون والوں کے لئے عذاب بن کر آیا، یا تو پانی خون ہو جاتا تھا یا پھر ہر شخص کے ناک اور منہ سے خون بہنے لگ جاتا تھا۔

ہر قسم کا مذکورہ عذاب صرف فرعون والوں کے لئے تھا بنی اسرائیل اس سے محفوظ تھے۔
اس عذاب کی داستان توریت میں بھی موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو سفر خروج باب ۱۷ آیت ۲۰۔ پانی کا خون میں تبدیل ہو جانا باب ۸ آیت ۷ مچھروں کی یلغار باب ۹ آیت ۲۵ ادبوں کا ہڑنا باب ۱۰ آیت ۴ ٹڈی دل کی یلغار

پیام:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جسے بار بار کی تنبیہ اور بندوں کی طرف مسلسل بے غوری اس بات کا موجب بن جاتی ہے کہ بندوں ہر سخت سے سخت عذاب نازل ہو۔ ﴿فارسلنا﴾
- ۲۔ جانور بھی حکم الہی کے پابند ہیں کبھی تو رحمت کے حکم کی پابندی کرتے ہیں جیسے پیغمبر کی حفاظت کے لئے مکڑی کا غار کے منہ پر جالا بنانا، اور کبھی عذاب کے اجرا کے پابند ہوتے ہیں جیسے ابابیل، مینڈک ٹڈی دل وغیرہ۔
- ۳۔ مصیبتیں عام طور پر تربیتی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ہر سزا کے بعد مہلت ملتی ہے تاکہ انسان سوچ و بچار کرے اور خدا کی طرف پلٹ آئے لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کے مظاہرے پر پھر سزا پھر مہلت پھر سزا۔ ﴿مفصلات﴾
- ۴۔ اتمام حجت کے بعد ہی خدا کی طرف سے سزائیں ملتی ہیں۔ پہلے انہیں آیات و معجزات دکھائے گئے جب انہوں نے ان کا انکار کیا اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو پھر عذاب کی لپیٹ میں آگئے۔ ﴿فارسلنا﴾

- ۵۔ مایہ رحمت، ارراہ الہی ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو پانی وسیلہ رحمت بن جاتا ہے اور اگر چاہے تو عذاب کا موجب بھی بن جاتا ہے۔ ﴿طوفان﴾

آیت ۱۳۴-۱۳۵

﴿وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِن كَشِفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسَلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ . فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَى آجَلٍ هُمْ بِالْعُودِ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ﴾ .

ترجمہ: اور جب ان پر کوئی عذاب نازل ہوتا تو (موسیٰ کے پاس آکر) کہتے: اے موسیٰ! اپنے اس عہد کی وجہ سے جو خدا نے تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے (اور تمہاری دعا کو قبول کرتا ہے) ہمارے لئے دعا مانگو کہ اگر اس مصیبت کو ہم سے دور کر دیا تو ہم یقیناً تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی یقینی طور پر (رہا کر کے) تمہارے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ پس جب ہم نے ان سے ایک مقررہ مدت تک کے لئے کہ جن تک انہیں پہنچنا چاہئے تھا عذاب کو دور کر دیا تو پھر وہ عہد شکنی کے مرتکب ہونے لگ گئے۔

دو نکات:

"نکث" کے معنی میں بتی ہوئی اس کو کھولنا لیکن اس کے بعد عہد شکنی پر اس کا اطلاق ہونے لگ گیا۔ اس آیت میں "اجل" سے ممکن ہے وہ مدت مراد ہو جو حضرت موسیٰ انہیں مہلت کے طور پر دیا کرتے تھے کہ مثلاً فلاں دن یا فلاں وقت عذاب ہر طرف ہو جائے گا، تاکہ انہیں اچھی طرح یہ باور ہو جائے کہ یہ خدائی سزا ہے کوئی اتفاقی سانحہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مراد بھی ہو کہ یہ ضدی اور ہٹ دھرمی قوم آخر کار خداوند عالم کے حتمی قہر و غضب کا شکار ہو کر رہے گی لیکن اس حتمی اور یقینی مقرر کردہ مدت کے پہنچنے اور دریا میں غرق ہونے سے پہلے وقتی طور پر اگر بر سے عذاب کو عذاب اٹھا لیا گیا ہے۔

پیام:

۱۔ ضرورت اور مجبوری انسان کے غرور کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ بول شاعر

آنچه شیران را کند رویه مزاج احتیاج الت، احتیاج الت، احتیاج

یعنی چیز شیروں کو روباہ مزاج بنا دیتی ہے، وہ ضرورت ہے، ضرورت ہے اور ضرورت ہے۔ ﴿مواقع علیہم الرجز﴾

۲۔ کفار بھی اولیاء اللہ کے تو بل سے نتیجہ حاصل کیا کرتے تھے ﴿یا موسیٰ ادع لنا﴾

- ۳۔ انسانوں اور مردوں کو غلامی ہائے آزادی دلانا، انبیاء کے منصب میں شامل ہے۔ ﴿لنرسلن معک بنی اسرائیل﴾
- ۴۔ لوگوں کے ایسے وعدوں پر کبھی یقین نہ کرنا جو مجبوری کے وقت دیتے ہیں ﴿فلما کشفنا -- ینکثون﴾
- ۵۔ عام طور پر انسان اس وقت سرکشی پر اتر آتا ہے جب رفاہ اور آسائش کی حالت میں ہوتا ہے۔ ﴿کشفنا - ینکثون﴾
- ۶۔ خوشگوار واقعات اور ناخوش گوار حوارث کی اس نظم کائنات میں ایک مدت مقرر ہے۔ ﴿الی اجل﴾

آیت ۱۳۶

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِآيِهِمْ كَذَّبُوا بِالْآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾

ترجمہ: پس ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا، کونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے اور ان سے غفلت برتتے تھے۔ ۳۹

دونکات:

"انتقام" کے معنی سزا ہے ناکہ کینہ پروری۔

مصر کی قدیم "سمندر اور دریا کو کہتے تھے چونکہ اس داستان کا تعلق مصر سے ہے لہذا اس پر ان نعت کو قرآن میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ (از تفسیر نمونہ۔ منقول نہ معجم الکبیر)

پیام:

- ۱۔ ناخوش گواہیوں اور بلاؤں کا اصل خود ہمارے اندر ہے۔ اور غفلت کی سزا بہت سنگین ہے ﴿غافلون﴾
- ۲۔ جہاں پر خداوند عالم "رؤف" (مہربان) ہے وہاں پر وہ "منقتم" (انتقام لینے والا) بھی ہے

آیت ۱۳۷

﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ط وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ﴾ •

ترجمہ: اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو جو کہ مستعفف لوگ تھے (فرعون والوں کے غرق ہو جانے کے بعد) ایسی سرزمین کے مشارق اور منارب کا وارث بنایا کہ جس میں ہم نے برکت قرار دی۔ اور بنی اسرائیل کامیابی کے بارے میں تیرے پروردگار کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا اس لئے کہ انہوں نے صبر سے کام لیا۔ اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم (الوں) نے بنایا اور پھیلایا ہوا تھا اسے ہم تباہ و برباد کر لیا۔

دو نکات:

جس علاقہ کے بنی اسرائیل وارث ہوئے وہ موجودہ شام، اردن، مصر، لبنان، اور فلسطین کا علاقہ تھا، کہ جس کے سرزمین مادی برکات کی حامل بھی تھی اور معنوی برکات کی بھی کہ اللہ کے عظیم انبیاء کی بعثت اور دفن کی جگہ ہے۔ جو سرزمین فرعون والوں کے اختیار میں تھی وہ اس قدر وسیع تھی کہ اس کے ہر علاقہ میں متعدد افق اور مختلف طلوع و غروب کے مقامات تھے۔

پیام:

- ۱۔ صابر اور صاحبان عزم و حوصلہ متصف ہی زمین کے وارث ہو سکتے ہیں۔ ﴿اورثنا - بما صبروا﴾
- ۲۔ انبیاء کی حکومت ہی، حکومت مستعففن ہے۔ ﴿یستضعفون﴾
- ۳۔ اللہ اپنے وعدے پر عمل کرتا ہے۔ (جیسا کہ موسیٰ کی قوم کے صبر کے نتیجہ میں اسے زمین کا وارث بنایا اسی سورت کی آیات ۱۲۸-۱۲۹ کی روشنی میں)۔
- ۴۔ زمین گول ہے اور اس کے کئی مشارق اور کئی مغارب ہیں۔
- ۵۔ زمین کا سرسبز ہونا وار انبیاء کا مقام پیدائش ہونا برکت کے دو عامل ہیں۔ ﴿بارکنا﴾
- ۶۔ جو قوم راہ خدا میں اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور صبر و حوصلے سے آگے بڑھتی ہے وہ فاتح اور کامیاب ہے ﴿بما صبروا﴾
- ۷۔ طاغوتی طاقتوں کے دباؤ کے مقابلے میں ڈٹ جانا ہوتا ہے ذلت کے ساتھ ہتھیار ڈالنا نہیں ہوتا۔

- ۸۔ جو معاشرہ الہی رنگ اختیار کر چکا ہو وہاں طاغوت کے تمام مفہر ختم کر دینے چاہئیں۔ ﴿دمرنا﴾
- ۹۔ صنعت و حرفت، کاشتکاری اور فن تعمیر کے لحاظ سے قوم فرعون بہت ترقی کر چکی تھی۔ ﴿عرشون﴾

آیت ۱۳۸

﴿وَجَوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكِفُونَ عَلَىٰ آصْنَامٍ هُمْ قَالُوا يُمُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ بَجْهَلُونَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل دریا کے پار کر دیا، پس وہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو اپنے بتوں کے گرد مجست اور احترام کے ساتھ عبادت میں لگے ہنوں اور قیام پذیر تھے۔ (یہ کیفیت دیکھتے ہی) انہوں نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی اس طرح خدا بنا دے جس طرح ان کے لئے خدا (الابت) ہیں۔ موسیٰ نے کہا: یقیناً تم ایسے لوگ ہو جو نادانی سے کام لیتے ہو۔

ایک نکتہ:

جو لوگ ساری زندگی جادو اور جادوگری سے گزار چکے تھے وہ تو ایک معجزہ دیکھتے ہی امر حد تک مومن ہو گئے کہ فرعون کی ہر قسم کی دھمیاں ان کے ہائے ثبات میں لغز ثر پیدا نہ کر سکیں، لیکن موسیٰ کے یہ موالی ان سے اس قدر معجزات ملاحظہ کرنے کے باوجودیت پرستی کا منظر دیکھ کر ان سے بتوں کا تقاضا کرنے لگے، بت پرستی کا گمراہ کن منظر دیکھنے کے ساتھ ہی وہ گمراہی کی طرف مائل ہو گئے۔ ۳۰

پیام:

- ۱۔ انسان بعض اوقات اہم ترین نعمت کو بھی بھلا دیتا ہے ﴿جاوزنا- اجعل لنا﴾
- ۲۔ عبادت اور پرستش (خواہ حق کی ہو یا باطل کی) انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔
- ۳۔ جب تک انسان کا ایمان و عقیدہ پختہ نہ ہو جائیں اسے اس وقت تک گمراہ کن اور خطرناک علاقوں میں ہجرت نہیں کرنا چاہئے۔ ﴿فاتوا علی قوم﴾

- ۴۔ ماحول مجبور نہیں کرتا لیکن اثر انداز ضرور ہوتا ہے۔ ﴿اتواعلی قوم ---﴾
- ۵۔ افراد ہوں، اقوام ہر لمحہ انحراف و گمراہی کے خطرات سے دوچار ہیں۔ ﴿قالوا یا موسیٰ﴾
- ۶۔ تقلید اور فیشن پرستی انسانی خصائل میں شامل ہے ﴿کما لهم الهة﴾
- ۷۔ خراب قسم کے لوگ اپنے رہبروں سے بھی خرابی ہی کی درخواست کرتے ہیں۔ ﴿اجعل لنا﴾
- ۸۔ ضرور نہیں ہے کہ ہر مقام پر لوگوں کا ہر ایک تقاضا صحیح بھی ہو۔ اور ہر جگہ پر اکثریت اور اس مطالبے اہم نہیں ہوا کرتے۔ ﴿اجعل لنا﴾
- ۹۔ بعوض اوقات ایک منفرات کے دیکھ لینے سے (خواہ وہ منظر فلم کی صورت میں ہو یا تصویر کی، ڈش انٹینا کی صورت میں ہو مجلس اور محفل کی دہبر کی تمام تربیتی رحمتوں ہر یانی پھر جات ہے۔ ﴿قالو - قالوا﴾
- ۱۰۔ بیرونی اور اجنبی دشمن سے بدتر اندرونی احمق حمایتی ہوتے ہیں۔ ﴿یموسیٰ اجعل --﴾
- ۱۱۔ جہالت، بت پرستی کی جڑ ہوتی ہے۔ ﴿مجھلون﴾

آیت ۱۳۹

﴿إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ مِمَّا بَدَّلُوا فِيهِ وَبَطُلُ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: (موسیٰ نے) کہا: یقیناً یہ بت پرست قوم کہلو خبر گمراہی میں یہ رہ رہی ہے۔ ہلاک ہونے ولما ہی ہے اور جو کچھ یہ لوگ سرانجام دے رہے ہیں سب باطل اور ناکارہ ہے۔

دونکات:

"تبر" کے لفظ کو "تبار" سے لیا گیا ہے جس کے معنی میں "ہلاکت"

یہ آیت شاید حضرت موسیٰ کی اس بشارت کو بیان کرائی ہے جو انہوں نے لوگوں کو دی تھی کہ ہمارے اس علاقے میں آنے سے شرک اور گمراہی محو ہو جائے گی۔ (تفسیر مراغی)

پیام:

۱۔ فکری گمراہی بھی ختم ہو جانے والی ہے اور عملی گمراہی بھی۔ انجام کا کب کا خاتمہ ہو کر رہے گا ﴿متبر﴾

آیت ۱۴۰-۱۴۱

﴿قَالَ اغْيِرَ اللَّهُ ابْغِيكُمْ إلهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ وَ إِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُوءُ مُؤْتَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يَفْتَلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَ فِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ: (موسیٰ نے) کہا: آیا تمہارے لئے اس خدا کے علاوہ کوئی اور معبود تلاش کروں کہ جس نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے؟

اور (اس وقت کو مت بھلاؤ) جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں مسلسل سخت عذاب بے دو چار کئے ہوئے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو قتل کرایا کرتے تھے اور لڑکیوں کو (خدمت گزاری اور کنیزی کے لئے) زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس مشکل حالت میں تمہارے لئے تمہارے پروردگار کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔

ایک نکتہ:

"یسونکم" کا کلمہ "سوم" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کے پیچھے جانا۔

پیام:

- ۱۔ عبادت ہمیشہ سوچ سمجھ کر اور عقل و شکر کے تحت ہونی چاہئے ﴿اغیر اللہ الغی و هو فضلکم﴾
- ۲۔ دوسرے لوگوں پر انہیں فضیلت عطا کرنا، خداوند عالم کے خصوصی لطف و کرم کی وجہ سے تھا لہذا شکر بھی خصوصی طور پر بجا لانا چاہئے۔ ﴿فضلکم﴾
- ۳۔ بنی اسرائیل کی بجات میں اگرچہ دل غوت کا دباؤ اور موسیٰ کی قیادت اس نجات کا اہم موجب تھی لیکن حقیقی نجات دہندہ تو خداوند عالم ہی تھا۔ ﴿انجیناکم﴾
- ۴۔ طاغوتوں کے ماہر ان کے یار و مددگار لوگوں کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہوتی ﴿آل فرعون﴾

۵۔ رہبروں کا کام ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ہمیشہ خدا کی نعمتیں یاد دلاتے رہیں تاکہ لوگ غفلت کا شکار نہ ہو جائیں۔ ﴿وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ﴾

۶۔ ہر قسم کے ناگوار اور تلخ حوادث خدا کی طرف سے آزمائش و انڈک کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ﴿بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ﴾

۷۔ طاغوت اپنی حکومت کو بچانے کے لئے بے گناہوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ﴿يَقْتُلُونَ أَبْنَاءَ كَم﴾

۸۔ عورتیں اور نئی نسل طاغوتی طاقتوں کا زیادہ نشانہ ہوتے ہیں۔

آیت ۱۴۲

﴿وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَاهَا بِعَشْرِ فِتْمَةٍ ۖ مِّن قَاتٍ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هُزُونَ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلَحَ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے (توریت اور آیات الہی کے حصول کے لئے کوہ طور پر) موتے اے تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ اور اس وعدے کو اس راتوں کے اضافے کے ساتھ مکمل ہو گیا۔ اور (اس وعدہ گاہ کی طرف جانے سے پہلے) موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میری امت میں مرے جانشین بن کر رہو اور لوگوں کے کاموں کی اصلاح اور فساد برپا کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرو۔

چند نکات:

سورہ بقرہ کی ۵۰ آیت میں حضرت موسیٰ سے چالیس راتوں کے وعدے کی بات ہے جب کہ ارشاد ہوتا ہے "وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ" لیکن اس آیت میں تیس کے ساتھ دس راتوں کے اضافے کی بات ہے۔ اور امام محمد باقر کے فرماؤں کے مطابق اس طرح سے بنی اسرائیل کی آزمائش مقصود تھی (تفسیر نور الثقلین ص ۲۶۱ ص ۶۱)

اگرچہ یہ مدت چالیس شبانہ روز پر مشتمل تھی لیکن اس کے باوجود لفظ "لیلۃ" استعمال کیا گیا ہے اور یہ شاید اس لئے ہے کہ غالب طور پر مناجات رات کو کی جاتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ اس دور میں کیلنڈر کی بنیاد چاند پر رکھی جاتی تھی۔ اور چاند رات کو ہی آشکار ہوتا ہے اسی لئے دن کا شمار بھی رات ہی میں ہوتا تھا۔ ﴿لَيْلَةً﴾

"اربعین" یا "چالیس" کے عدد میں بھی کئی راز پوشیدہ ہیں۔ اور ادیان کی نعمت میں اس عدد کو ایک خاص مقام حاصل
مثلاً

- ۱۔ حضرت رسول خدا چالیس سال کی عمر میں مبعوث پر سالت ہوئے۔
 - ۲۔ آنحضرت چالیس روز تک حضرت خدیجہ ابکری سے جدارہے تاکہ آسمانی غذا نازل ہو اور حضرت فاطمہ الزہرا علیہا السلام کی ولادت کا پیش خیمہ قرار پائے۔
 - ۳۔ چالیس دن تک حضرت رسول خدا سے وحی منقطع رہی۔
 - ۴۔ حضرت موسیٰ کی قوم چالیس برس تک سرگرداں رہی۔
 - ۵۔ حضرت نوح کے زمانے میں چالیس دن تک بارش برستی رہی۔
 - ۶۔ چالیس حدیثیں یاد کر لینے سے اس بت کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ جن سے انسان بروز قیامت فقہاء کے زمرے میں محشور ہوگا۔
 - ۷۔ چالیس سال تک روحانی اور معنوی بالدیگی کے اسباب مہیا ہوتے رہتے ہیں اس کے بعد کام مشکل تر اور حساب سخت تر ہو جاتا ہے۔
 - ۸۔ سورہ حمد کو چالیس مرتبہ پانی پر دم کر کے اسے مریض پر چھڑکنے سے مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے۔
 - ۹۔ شرابی کی نامز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔
 - ۱۰۔ اگر کسی مومن کے جنازہ پر چالیس مومن اس کی نیکی کی گواہی دیدیں تو خداوند عالم اسے بخش دیتا ہے۔۔۔ ۳۱
- یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت موسیٰ کی چالیس راتوں کا ماجرا توریت سفر خروج میں بھی بیان ہوا ہے۔ اسلامی روایات کی رو سے ان چالیس راتوں میں سے پہلی تیس راتیں ماہ ذیقعدہ کی تھیں اور دوسری دس اضافی راتیں ذلحجہ کی پہلی دس راتیں تھیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیام:

- ۱۔ کسی مقدمہ، خود سازی اور عبادت کے بغیر کسی چر آسمانی کتاب نازل نہیں ہوتی۔ (شبانہ اور عارفانہ عبادات و مناجات لازم ہیں)

- ۲۔ ذمہ داریاں خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ رہبر کی ذات سے ہی کیوں نہ متعلق ہوں انہیں عبادت، اعتکاف اور خدائے راز و نیاز سے مانع نہیں ہونا چاہئے۔ ﴿وواعدنا موسیٰ﴾
- ۳۔ راز و نیاز اور مناجات کے لئے رات کا وقت نہایت ہی موزون ہوتا ہے۔ ﴿لیلۃ﴾
- ۴۔ الہی قانون اس قدر مقدس ہوتا ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے پرتو کول کی ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿وواعدنا﴾
- ۵۔ حکمت کی بنیاد پر قانون، فرمان اور پروگرام میں تبدیلی میں کوئی صرح نہیں ہے یہ ایسے ہے جسے کوئی ڈاکٹر کی کسی مریض کی خصوصی کینیت کے پیش نظر اس کے نسخوں میں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔ ﴿فاتمھنا ہا بعند﴾
- ۶۔ نئے رہبر کو تجربہ کار پرانے رہبر کے روشادوش تحریک کے ہر ایک نشیب و فراز میں ساتھ رہنا چاہئے۔ ﴿لاخیہ﴾
- ۷۔ کسی معاشرے کو رہبر کے بغیر نہیں ہونا چاہئے۔ ﴿اخلفنی﴾
- ۸۔ رہبر کے تقرر کا حق انبیاء کو حاصل ہے۔ ﴿اخلفنی﴾
- ۹۔ ایک ہی دور میں بیک وقت دو رہبر نہیں ہو سکتے، جب تک موسیٰ موجود رہے، ہارون نے نبی ہونے کے باوجود رہبری کی باگ دوڑ کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ اور قیادت موسیٰ موجود رہی اور جب موسیٰ نے پردہ غیبت اختیار کیا تو ہارون قیامت میں ان کے جانشین قرار پائے۔
- ۱۰۔ رہبری اور قیامت کے دائرہ اختیار اور اقتدار میں فرق ہوتا ہے۔ ﴿فی قومی﴾
- ۱۱۔ قائد اور رہبر کا کلی اور عمومی فریضہ امت کی اصلاح ہے۔ ﴿اصلاح﴾
- ۱۲۔ اگر عوام الناس خود بخود فساد و خرابی کی طرف جھک جائیں یا اس کے خواہان ہو جائیں تو رہبر کو اپنے فریضہ سے ہاتھ نہیں اٹھالینا چاہئے۔ اور اسے کسی سے نہیں گھبرانا چاہئے۔ ﴿لاتتبع سبیل المفسدین﴾
- ۱۳۔ باوجودیکہ حضرت ہارون معصوم اور اللہ کے نبی تھے لیکن پھر بھی حضرت موسیٰ نے انہیں دو اہم فرائض کی طرف متوجہ کیا ایک تو اصلاح امت اور دوسرے مفسدین کی پیروی نہ کرنا۔
- ۱۴۔ انبیاء امت کیلئے اس قدر ہمدرد، خیر خواہ اور دل سوز ہوتے ہیں کہ چند مختصر دنوں تک کے لئے بھی اسے سرپرست کے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ﴿اخلفنی﴾
- ۱۵۔ حضرت موسیٰ تو اپنی چند روزہ اور عارضی غیبت کے لئے اپنا جانشین مقرر کر کے جائیں لیکن (عقیدہ اہلسنت کے مطابق) سرور دو عالم، خاتم الانبیاء ابدی اور دائمی عیبت کے لئے اپنا جانشین مقرر نہ فرمائیں؟ ۳۲

۱۶۔ رہبر اور قائد میں دونوں طرح کے کاموں کی صلاحیت ہونی چاہئے ایجابی کاموں کی بھی ﴿اصلاح﴾ اور سلبی کاموں کی بھی ﴿لا تتبع﴾

۱۷۔ ہر کام میں دمت کا تقرر اور تعین ضروری ہے۔ ﴿اریسن﴾

۱۸۔ خداوند عالم کی اپنے انبیاء کے لئے وعدہ گاہ یا تھ تو کوہ طور ہے یا پھر غار حرا ہے، جبکہ اپنے نیک بندوں کے لئے اس کی ضیافت، دعا و مناجات ہے ﴿واعدنا﴾

آیت ۱۴۳

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي الْيَكُطَ قَالَ لَنْ تَرِنِي وَلَكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنَّ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِنِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبٰثُ إِلَيْكَ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ کے مقام پر پہنچ گئے اور اس کے پروردگار نے اس کے ساتھ گفتگو کی تو موسیٰ نے عرض کیا: پروردگار! تو مجھے اپنے آپ کو دکھلا تا کہ میں تجھے دیکھو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ پائے گا۔ ہاں البتہ پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو مجھے بھی بہت جلد دیکھ لے گا۔ پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی اور جلوہ دکھایا (اور اپنی عظمت کا پر تو پہاڑ پر ڈالا) تو پہاڑ کو (صاف زمین کی مانند) ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ مدہوش ہو کر زمین پر گر پڑے پس جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے: تو پاک و منزہ ہے (کہ دیکھا جائے یا کسی مکان کا محتاج ہو یا تیری ذات محل حوادث ہو) میں تیری طرف واپس آتا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں۔

چند نکات:

"دک" کے معنی ہیں صاف اور چٹیل میدان پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا حتیٰ کہ چٹیل میدان بن گیا۔ وہ خدائی طاقت آیا عظیم طاقت تھی یا قوت امورج تھی یا کوئی اور تھی طاقت؟ غرض جو کچھ بھی تھا اس نے پہاڑ کو نرم اور جاہے بے جا کر دیا۔

موسیٰ کی طرف سے خدا کے دیکھنے کا تقاضا دو مرتبہ ہوا۔ ایک بار تو ذات خداوند عالم کی حقیقت کے دیدار کا مطالبہ تھا جو خود حضرت موسیٰ کی طرف سے کیا گیا اور اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ موسیٰ میں اس کے دیکھنے کی اہلیت نہیں ہے۔ اور ایک بار بنی اسرائیل کی جاہلانہ خواہش تھی جبکہ وہ بہانے کی تلاش میں تھے اور چاہتے تھے کہ خدا کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھیں اور یہ ماجرا بارہ آیات بعد میں پڑھتیں۔

پیام:

- ۱۔ خداوند تعالیٰ ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا نہ تو دنیا میں اور نہ آخرت میں ﴿لن ترانی﴾ ۳۳
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے آثار کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے اور اس کے جلوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ (بلکہ یہ بات بھی یاد رہے کہ جلووں کی حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہے۔ ان کے آثار کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ﴿تجلی - جعلہ دکا﴾
- ۳۔ انبیاء اپنے مکتب و مذہب کے سرخیل ہوتے ہیں۔ ﴿اول المؤمنین﴾

آیت ۱۴۴

قَالَ يُوسُفُ اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَ بِكَلَامِي فَخُذْ مَا اَتَيْتُكَ وَ كُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ

ترجمہ: خداوند عالم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تجھے اپنا پیغام پہنچانے اور اپنے ساتھ کلام کرنے کے لئے تمام لوگوں سے برگزیدہ کیا ہے پس جو کچھ میں نے تجھے (کتاب اور انوار) عطا کی ہیں انہیں پکڑ لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

پیام:

- ۱۔ حضرت موسیٰ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور ان کے اللہ سے تقاضے، بے ہوش ہو جانا اور توبہ وغیرہ ان کی برگزیدگی سے مانع نہیں ہیں۔ ﴿اصطفیتک﴾ ۳۳
- ۲۔ خدائی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے، دینی اور تبلیغی مسولیت بھی خدائی نعمتوں میں سے ایک ہے۔

۳۔ طاغوتی حکومت کے خاتمے اور الہی معاشرہ کے تشکیل پانے کے بعد خدائی احکام و قوانین کے اجر کی نوبت آتی ہے۔ ﴿فخدمائیک﴾

۴۔ شکر صرف ایک اخلاقی تقاضا ہی نہیں خدا کا حکم اور واجب فریضہ بھی ہے۔ ﴿کن﴾

آیت ۱۴۵

﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَنْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمَرَ قَوْمَكَ
بِأَخْذِهَا بِحَسَنِهَا ط سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے الواح (تورات) میں موسیٰ کیلئے ہر چیز کا موعظہ اور تفصیل لکھ دی (اے موسیٰ) انہیں پوری طاقت سے لے لے اور قوم کو حکم دے کہ ان میں سے بہتر کو اختیار کریں۔ ۳۵۔ بہت جلد میں تمہیں فاسق لوگوں کا ٹھکانہ (جہنم) دکھاؤں گا۔

ایک نکتہ:

ممکن ہے کہ قوت سے مراد یہ ہو کہ اگر پوری طاقت کے ساتھ تورات پر عمل کرو گے تو اپنے دشمنوں پر غالب آ جاؤ گے اور ہم تمہیں انکے گھر دکھلائیں گے جو تم حاصل کرو گے۔

پیام:

- ۱۔ انسان کو تکبر، ہدایت اور آیات خداوندی پر ایمان لانے سے محروم کر دیتا ہے۔ ﴿ساصرف﴾ یعنی خداوند عالم کسی کو بھی کسی وجہ کے بغیر گمراہی کے رستوں میں نہیں چھوڑتا اور اپنا لطف و کرم اس سے نہیں اٹھاتا۔ بلکہ یہ انسان کے اپنے کرتوت ہوتے ہیں جو اسے گمراہ کرتے اور ایمان سے محروم کر دیتے ہیں۔ ﴿ساصرف - یتکبرون﴾
- ۲۔ تکبر ایسی خصلت ہے جو دل کو سیاہ اور خداوند عالم کی طرف سے مقرر کردہ ہدایت کے نشانات کو غیر موثر کر دیتا ہے۔ اور خدا کی طرف سے بار بار نازل ہونے والی آیات تھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ ﴿وان یروا کل آية﴾
- ۳۔ کمزور اور محتاج شخص کو تکبر زیب ہی نہیں دیتا بلکہ کبر زیا ہے جناب کبریا کے واسطے ﴿بطیر الحق﴾

۴۔ انسان کو ہدایت اور گمراہی کے راستوں میں کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ ﴿لَا تَخْذُوهُ سَبِيلًا - يَتَّخِذُوهُ

سَبِيلًا﴾

آیت ۱۴۶

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِعَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا آيَةً لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْعِغْيِ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾

ترجمہ: جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں میں انہیں بہت جلد اپنی آیات پر ایمان سے پھیر دوں گا (وہ یوں کہ) اگر (ہماری قدرت کی) کوئی ہی نشانی دیکھیں تو ایمان نہیں لائیں گے اور اگر ہدایت کی راہ کو دیکھ لیں تو اسے اختیار نہیں کریں گے اور اگر گمراہی کی راہ کو دیکھ لیں تو اسے اختیار نہیں کریں گے اور اگر گمراہی کی راہ کو دیکھ لیں تو اسے اختیار کر لیں گے، یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور ان سے غفلت اختیار کئے ہوئے تھے۔

پیام:

۱۔ انسان کو تکبر، ہدایت اور آیات خداوندی پر ایمان لانے سے محروم کر دیتا ہے (ساقی صرف) یعنی خداوند عالم کسی کو بھی کسی وجہ کے بغیر گمراہی کے راستوں میں نہیں چھوڑتا اور اپنا لطف و کرم اس سے نہیں اٹھاتا۔ بلکہ یہ انسان کے اپنے کرتوت ہوتے ہیں جو اسے گمراہ کرتے اور ایمان سے محروم کر دیتے ہیں۔ (ساقی صرف۔ یتکبرون)

۲۔ تکبر ایسی خصلت ہے جو دل کو سیاہ اور خداوند عالم کی طرف سے مقرر کردہ ہدایت کے نشانات کو غیر موثر کر دیتا ہے اور خدا کی طرف سے بار بار نازل ہونے والی آیات بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ ﴿وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا آيَةً﴾

۳۔ کمزور اور محتاج شخص کو تکبر زیب ہی نہیں دیتا بلکہ کبر زبا ہے جناب کبریا کے واسطے (ب) ﴿غَيْرِ لِحْقٍ﴾

۴۔ انسان ہدایت اور گمراہی کے راستوں میں کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ ﴿لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا - يَتَّخِذُوهُ

سَبِيلًا﴾

آیت ۱۴۷

﴿وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور قیامت کے دن کی ملاقات کو جھٹلایا ہے، ان کے اعمال نیت نابود ہو گئے۔ تو کیا ان کے کئے کے علاوہ کوئی اور جزا ملے گی؟

دونکات:

"جبط" کا لفظ "جبطت الناقۃ" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے: وہ اونٹنی جس نے زہر کھا لیا ہو اور اس کا پیٹ پھول کر اس میں سوراخ ہو جائے اور اس کی آنتیں باہر آچکی ہوں۔

اس طرح بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو انسان کی ساری زندگی کے اعمال کو زہر کی مانند تباہ و برباد کر دیتے ہیں (تفسیر فی ظلال القرآن)

"جبط" "عدل" کے خلاف نہیں ہے بلکہ قانون کے مطابق اور انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ﴿هَلْ يَجْزُونَ الْاِمَاكَا نُوا يَعْمَلُونَ﴾

پیام:

- ۱۔ کفر اور آیات الہی کی تکذیب گزشتہ اعمال کے جبط ہونے کا موجب ہیں ﴿کذبوا- جبطت﴾
- ۲۔ قیامت کے دن کی جزا اور عذاب، تجسم اعمال ہی تو ہے ﴿هَلْ يَجْزُونَ الْاِمَاكَا نُوا يَعْمَلُونَ﴾

آیت ۱۴۸

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ مُوسَىٰ مِنْكُمْ بَعْدَ مَا قَسَمْنَا لَكَ أَن تَجْعَلَ لِقَوْمِكَ آيَاتٍ مِّنْ عِندِنَا إِذْ قَالُوا لَنْ نَبْرُدَّكَ إِلَيْنَا فَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْقُرْآنَ فَذُرْهُ هُوَ الصَّادِقُ﴾

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم نے موسیٰ (کے کوہ طور پر جانے) کے بعد اپنے زیورات سے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس سے گانے کی آواز آتی تھی۔ آیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ بچھڑانہ تو ان کے ساتھ باتیں کرتا ہے اور نہ ہی انہیں سیدھے راہ کی ہدایت کرتا ہے؟ انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور ظالم ہو گئے۔

چند نکات:

بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کا تذکرہ قرآن مجید کی چودہ سورتوں میں موجود ہے۔
ان کی گوسالہ پرستی اچانک اور کسی مقدمہ کے بغیر وجود میں نہیں آگئی تھی، بلکہ اس کے بھی کئی اسباب تھے ایک تو یہ کہ انہوں نے مصر میں کئی سال تک گائے کی شکل کے بتوں کو دیکھا تھا، جب دریائے نیل سے عبور کر کے اس پار پہنچے تو ان کی نگاہیں پہلی مرتبہ ایسی قوم پر جا پڑیں جو گائے کی پوجا کر رہی تھی اس کا بھی انہوں نے فوری اثر لیا۔
اس کے علاوہ تیس راتوں کی مدت کا چالیس راتوں میں تبدیل ہو جانا بھی اس کا باعث ہو گیا کہ مخالفین کو موقع مل جائے اور وہ پھر حضرت موسیٰ کے مرنے کے افواہیں پھیلانا شروع کر دیں یہ پھر عوام الناس کی جہالت اور سامری کا ہنرمند ہاتھ اس کیلئے مرنے سوہاگے کا کام دے گیا ان اسباب کا نتیجہ یہ نکلا کہ موسیٰ کی قوم کے دو خدا پرستی کی بجائے "گوسالہ پرستی" اختیار کر لی۔

سورہ طہ کی ۷۸ ویں آیت میں گوسالہ سازی کی نسبت سامری کی طرف دی گئی ہے لیکن سب سے زیادہ تعجب آور بات یہ ہے کہ تورات (باب ۳۲ سفر خروج) میں اس کی حضرت ہارون کی طرف دی گئی ہے۔
اسی سورت کی ۱۰۹ ویں آیت میں گوسالہ پرستی کی طرف جھکاؤ کی نسبت کچھ لوگوں کی طرف دی گئی ہے سب کی طرف نہیں ارشاد ہوتا ہے۔ "﴿ومن قوم موسیٰ امة﴾ ---"

پیام:

- ۱۔ دشمن اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے اپنے ہنر اور عوام کے رجحانات سے استفادہ کرتا ہے۔ (پچھڑے کا مجسمہ بنایا۔ لوگوں کی سونے سے محبت ہوتی ہے)
- ۲۔ سامری کا بنایا ہوا پچھڑا، مجسمہ تھا۔
- ۳۔ لوگوں کے گمراہی کرنے کے لئے رزق و برق اور شرابے کو بڑی حد تک عمل دخل حاصل ہے۔ ﴿علیہم خوار﴾
- ۴۔ ہر آواز کے پیچھے نہیں جانا چاہئے۔ ﴿لہ خوار﴾
- ۵۔ انسان کے معبود کو اس کا ہاوی بھی ہونا چاہئے۔ ﴿لایہدیہم﴾

۶۔ انحرافات، کج رویوں اور گمراہیوں کے خاتمہ کے لئے قابل لمس دلائل سے کام لینا چاہئے۔ بچھڑے کی خدائی کی نفی یوں ثابت ہوگی کہ وہ مصنوع (بنایا ہوا) ہے صانع (بنانے والا) نہیں ہے۔ زمان و مکان اور حجم و شکل کا محتاج ہے۔ اور سب سے آسباب بات یہ کہ یہ تو بات کر سکتا ہے اور نہ ہی راہنمائی کرتا ہے۔ (از تفسیر المیزان)

۷۔ جو شخص اپنے ہی ہاتھوں سے بنی ہوئی چیز کا اسیر ہو جائے اور حق کو چھوڑ دے وہ ظالم نہیں تو اور کیا ہے؟ ﴿کانوا ظالمین﴾

آیت ۱۴۹

﴿وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا لَا قَالُوا لَوْلَا لَمْ يَرْحَمْنَا رَبَّنَا وَيَعْفُزْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

ترجمہ: اور جب انہوں نے اپنا سقوط اپنے ہاتھوں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ یقینی طور پر گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے پروردگار نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم حتماً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

پیام:

- ۱۔ انسان جب تک اپنے اعمال کا نتیجہ نہ دیکھ لے اپنی خطاؤں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ﴿لما سقوط -﴾ (-)
- ۲۔ انسان اللہ کی رحمت اور مغفرت کے بغیر، زبان اور خسارے میں ہے۔ ﴿خاسرین﴾

آیت ۱۵۰

﴿وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا لَّا قَالَ بِسْمَا حَلَفْتُمْ نِي مِنَّم بَعْدِيحِ أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَاللَّيْلِ الْأَلْوَاخِ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَوْا عَفْوُ نِي وَكَادُوا يَفْتُلُو نِي فَلَا تُشْمِتْ بِي الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ (کوہ طور سے) غضبناک اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم کی طرف واپس آگئے اور بچھڑے کی پرستش کو دیکھا تو کہا: تم نے میرے اور میرے بڑے جانشین ثابت ہوئے۔ کیا تم نے اپنے پروردگار کے حکم سے (کہ جس میں اس نے دس راتوں کا اضافہ کر دیا) سبقت لے گئے؟ (اور تم نے اتنا بھی صبر نہ کیا کہ میں کوہ طور سے واپس آجاتا) اور تورات کی ایک الواح کو زمین پر پھینک دیا اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ (ہارون)

(نے) کہا: اے میرے ماں جائے اس قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا۔ (میری بات تک کو نہیں سنا بلکہ) قریب تھا مجھے قتل کر دیتے۔ پس (میں بے گناہ ہوں اور آپ) ایسا کام نہ کریں جس سے میرے دشمنوں کو خوشی حاصل ہو، اور نہ ہی مجھے ظالموں کے ساتھ بھی قرار نہ دیں۔

پیام:

۱۔ افکار و عقائد کی گراہی کے مقابلے میں دینی غیرت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ ﴿غضبنا آسفا﴾

تحریک کی آفات میں سے ارتداد اور رجعت پسندی ہے۔

۲۔ ارتداد اور رجعت پسندی پر انقلاب اور اصلاحی تحریک کی آفت ہوتی ہے لہذا قائد تحریک کو پہلے سے ہی اس بارے میں سوچ سمجھ لینا چاہئے۔ (افسوس بچھڑے کی پرستش پر کیا گیا تھا)

۳۔ اولیاء اللہ کا غم و غصہ لوگوں کے حال پر افسوس کی بنا پر ہوتا، ان کا کوئی ذاتی نظریہ نہیں ہوتا۔ ﴿غضبنا آسفا﴾

۴۔ اگر کسی وقت خدا کی طرف سے کسی چیز کے بیان کرنے یا امر و نہی میں تاخیر ہو جائے تو جلد بازی سے کام نہیں

لینا چاہئے۔ ﴿واعجلتم امر ربکم﴾

۵۔ حضرت موسیٰ کی واپسی میں تاخیر اور کوہ طور میں ٹھہرنے کی مدت میں تجدید، حکم الہی سے عمل میں آئیں اس میں

حضرت کی اپنی مرضی کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ اس میں تربیت کا پہلو نمایاں تھا۔ ﴿امر ربکم﴾

۶۔ جس معاشرے کا خمیر مردہ ہو چکا ہو، افکار منحرف ہو چکے ہوں اور سوچ جامد ہو چکی ہو تو ایسی حکمت عملی اختیار

کرنی چاہئے جس سے مردہ خمیر زندہ ہو جائیں منحرف افکار راہ راست پر آجائیں اور جمود ٹوٹ جائے۔ ﴿القی الانواح

واخذ براس اخیه یجره﴾

۷۔ مرد کے لئے لائے بال رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ﴿اخذ براس اخیه یجره﴾

۸۔ غصہ و شخص کے سامنے مہر و محبت سے لبریز گفتگو کرنی چاہئے۔ ﴿قل ابن ام﴾ باجوہیکہ حضرت موسیٰ اور حضرت

ہارون کے والدین ایک تھے لیکن ہارون نے موسیٰ کو "ماں جائے" کہہ کر خطاب کیا۔

۹۔ کل کے متصنف جو فرعون کے عذاب اور شکنجوں سے بچ کر یہاں آگئے آج اپنے قائدین کو کمزور بنانے کے درپے

ہو گئے تھے۔ ﴿استضعفونی﴾

۱۰۔ انسانی اخلاق کی پستی ملاحظہ ہو، کہ بچھڑے کی پرستش کی خاطر اپنے ولی نعمت کو قتل کی دھمکیاں دینے لگ گئے تھے۔ ﴿وَمَا دَابَّ قَتْلُونِي﴾

۱۱۔ ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دشمن کو اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ ﴿لَا يَسْتَمْت﴾

۱۲۔ ضروری نہیں کہ انبیاء کے تمام اصحاب عادل ہوں بعض اوقات کچھ لوگ مرتد بھی ہو سکتے ہیں۔ (بچھڑے کی پرستش تک کر سکتے ہیں۔)

۱۳۔ جب معاشرہ اور طرح بگڑ چکا ہو تو بعض اوقات انبیاء کی کوششیں بھی مکمل طور پر بار آور ثابت نہیں ہوتیں۔

آیت ۱۵۱

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا خِي وَ ادْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

ترجمہ: (اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو) کیا: پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

پیام:

۱۔ حضرت موسیٰ کی مغفرت طلبی یا تو دوسروں کو سبق دینے کے لئے تھی یا حضرت ہارون پر غصہ کرنے کی وجہ سے تھی۔ یا پھر الواح تورایت کو زین پر پھینکنے کی بنا پر۔

۲۔ معاشرے کے طوفانی اور بحرانی امام میں قائدین کو دوسروں سے زیادہ دعا اور خداوند کے لطف و کرم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿وادخلتنا في رحمتك﴾

۳۔ اپنے ہم کاروں اور معاونین کو کے حق میں بھی دعا کرنی چاہئے۔ ﴿لي ولاخي﴾

۴۔ بخشش، خداوند عالم کی رحمت میں داخل ہونے کا مقدمہ ہوتی ہے۔ ﴿اغفر، ادخلنا﴾

۵۔ دعا کے وقت خداوند عالم کے بہترین لطف و کرم اور اعلیٰ صفات کو ذکر کرنا چاہئے۔ ﴿ارحم الراحمين﴾

آیت ۱۵۲

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَّا لَهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتِرِينَ﴾

ترجمہ: بے شک لوگوں نے بچھڑے کو (خدا) بنایا اور ان کے پروردگار کی طرف سے غضب انہیں بہت جلد آئے گا اور دنیوی زندگی میں ذلت بھی اور ہم ان پر دوزخوں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

ایک نکتہ:

اسی سورت کی آیت ۱۴۹ سے پہلے کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور الزامات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ توبہ کی قبولیت صرف اس صورت میں ہوتی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی تحریت ۵۴ بنائی ہے کہ یہ اپنے آپ پر ظلم ہے اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کے حضور توبہ کریں اور ایک دوسرے کو قتل کریں۔ ﴿انکم ظلمتم انفسکم بائخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلو انفسکم﴾

جی ہاں! خدا کو چھوڑے دینے اور بچھڑے کے پیچھے لگ جانے کی توبہ صرف زبان کے ساتھ "استغفر اللہ" کہنا ہی کافی نہیں بلکہ جس طرح سورہ بقرہ میں بتایا گیا ہے اس کی سزا اور توبہ یہ ہے کہ اپنے ہی ہاتھوں سے ایک دوسرے کو انقلابی قتل کریں تاکہ مشرک کے ساتھ نبرد آزمانی کا یہ نظریہ رہتی دنیا تک اور آئندہ اور نسلوں میں باقی رہے۔

پیام:

- ۱۔ مرتد لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ﴿غضب من ربهم﴾
- ۲۔ خدا کا غضب صرف بنی اسرائیل کے ساتھ خاص نہیں دوسرے اقوام پر بھی نازل ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔ ﴿کذلک﴾
- ۳۔ اولیاً خدا کا غضب، خدا ہی کا غضب ہوتا ہے ﴿غضبنا آسفا - غضب من ربهم﴾
- ۴۔ جو لوگ ایمان لانے کی بجائے رزق و برق اور شور شرابے کے حامل بچھڑے کی پرستش میں لگ جاتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی رسوا ہوا کرتے ہیں۔ ﴿ذلة فی الحیوة الدنیا﴾

آیت ۱۵۳

﴿وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَعَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب اور اس کے بعد (پشیمان ہوئے اور) توبہ کر لی اور ایمان لائے تو یقیناً اس کے بعد تمہارا پروردگار بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

پیام:

- ۱۔ راستہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے اور توبہ ہر وقت کی جا سکتی ہے۔
- ۲۔ برخلاف ورزی کی توبہ، اسکی کام کی تلافی ہے، پچھڑے کی پوجا کی توبہ یہ ہے کہ حقیقی معنوں میں لوٹ آنے کے بعد خدا پر ایمان لایا جائے اور اسکی عبادت کی جائے۔ ﴿امنوا﴾ اور وہ بھی اسی طرح جس طرح اس سے پہلی آیت میں اور سورہ بقرہ کی ۵۴ ویں آیت میں بتایا گیا ہے۔
- ۳۔ حقیقی معنوں میں توبہ کرنے والوں کے لئے خدا کی طرف سے بخشش کے علاوہ اس کی رحمت بھی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ ﴿غفور رحیم﴾

آیت ۱۵۴

﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَ فِيهَا نُسَخَتْهَا هُدًى وَ رَحْمَةً لِلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ﴾

ترجمہ: اور جب حضرت موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے (زمین سے) الواح (تختیوں) کو اٹھایا اور اس میں لکھا ہوا اتھا ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

چند نکات:

"رہب" اور "ترہیب" ایسا خوف ہوتا ہے جس میں اجتناب اور بچاؤ کا پہاڑیاں ہوتا ہے۔
یہ نہیں کیا کہ: موسیٰ نے غصے سے دستبرداری اختیار کی "بلکہ فرمایا ہے کہ "غصے نے موسیٰ سے ہاتھ اٹھا لیا" یہ حضرت موسیٰ کے غصے پر مکمل کنٹرول کی طرف اشارہ ہے۔

"﴿اخذا لالواح﴾" کے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ تختیوں کے زمین پر گرنے سے نہ تو وہ ٹوٹیں اور نہ ہی کم و بیش ہوں۔

پیام:

- ۱۔ آسمانی قوانین رحمت خداوندی ہوتے ہیں اور ہدایت کو اسی رحمت و مہربانی کے ساتھ ہونا چاہئے۔ (﴿ہدی و رحمة﴾)
- ۲۔ صرف قرآن ہی متقین کے لئے ہدایت نہیں "ہدی للمتقین" توریت بھی صاحبان تقویٰ کے لئے مایہ ہدایت ہے۔ (﴿ہدی --- یرہبون﴾)
- ۳۔ خدا کا خوف، انسان کے لئے رحمت خداوند کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ﴿رحمة للذین --﴾

آیت ۱۵۵

﴿وَ اخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلِ وَ اِيَّايَطْ أَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَ تَهْدِي مَن تَشَاءُ اَنْتَ وَ لِيْنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اور موسیٰ نے ہماری وعدہ گاہ (کی طرف جانے) کے لئے اپنی قوم سے ستر مردوں کا چنا پس جو نہنم زلزلے نے انہیں اپنی لپیٹ میں لیا تو موسیٰ نے کہا: پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان لوگوں کو بھی اور مجھے بھی اس (کوہ طور تک پہنچنے) سے پہلے ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں اس کے بدلے ہلاک کرتا ہے جو ہم نے بے وقوف اور نا سمجھ لوگوں نے سرانجام دیا ہے؟ یہ تو تری آزمائش کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس آزمائش کے ذریعہ جسے تو (مناسب سمجھے اور) چاہے گمراہ کر دے اور جسے تو چاہے (اور لائق سمجھے) ہدایت کرے تو ہمارا ولی اور سرپرست ہے۔ کہیں تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحمت فرما کیونکہ تو بہترین بخشنے والا ہے۔

چند نکات:

آیا حضرت موسیٰ کا ایک متصات (مقام وعدہ) تھا یا کئی؟ اور کیا ان لوگوں کی میقات میں ہلاکت ان کے خدا کے دیدار کے تقاضے کی وجہ سے عمل میں آئی یا گوسالہ پرستی کی وجہ سے؟ اس بارے میں کافی تفصیلی گفتگو ہے لیکن اس کا آیت کے سمجھنے سے کوئی تعلق نہیں لہذا ہم اس سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے اصحاب نے اس قدر معجزات دیکھنے کے باوجود بھی خدا کے دیدار یا اس کی آواز سننے کا شدید اصرار کیا اور ان کی تعداد کستر تھی اور ان ستر لوگوں کو حضرت موسیٰ نے سات سو افراد کے درمیان میں سے منتخب کیا تھا۔ اور یہ لوگ کوہ طور پر گئے اور خدائی قہر و غضب میں مبتلا ہو گئے۔ لہذا جو معجزات دیکھ چکا ہو اسے مزید بہانے بہل بنانے چاہیں۔

"چالیس کے عدد" کی مانند "ستر کے عدد" میں بھی راز در پوشیدہ ہے۔

پیام:

۱۔ مقام اور اہم مسائل کے لئے جانے کے واسطے برجستہ افراد کا انتخاب ہونا چاہئے۔ تاکہ یہ کس و ناکس اور ہر سطح کا

انسان ﴿واختصار موسیٰ﴾

۲۔ انبیاء کرام علیہ السلام اپنے تحریک کے لئے ظاہر پر عمل کہتے ہیں تاکہ علم غیب پر۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات انبیاء کے منتخب کردہ افراد نالائق بھی ثابت ہوتے ہیں۔

۳۔ تمام حوادث اور بلاؤں میں خدائی آزمائش ہوتی ہے۔ اور ہر آزمائش میں لوگ درجنوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر کے منتخب افراد نالائق ثابت ہو سکتے ہیں تو عام لوگ اپنے لئے امام کیونکر منتخب کر سکتے ہیں؟

۴۔ بعض اوقات قہر خداوند کی الٰہی اس قدر شعلہ ور ہو جاتی ہے کہ خشک و تر لباس میں مل جاتے ہیں۔

۵۔ خدا کی آزمائش اور امتحان میں صفیں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی ہیں۔ ﴿تضل -- تھدی﴾

۶۔ بہانے بنانا احمق اور بے وقوف لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ ﴿السفہاء﴾

۷۔ دعا مانگنے سے پہلے خدا کی تعریف کرنی چاہئے۔ ﴿انت ولینا فاغفر لنا﴾

۹۔ جب تک روح کا صفحہ گناہ کی آلودگیوں سے پاک نہیں ہوگا تب تک خدا کی رحمت کو اپنے اندر جذب نہیں کر پائے گا۔ ﴿اغفرلنا- ارحمنا﴾

۱۰۔ خدا کی بخشش اور بندوں کی بخشش میں فرق ہوتا ہے کیونکہ بندوں کی بخشش یا تودیر سے ہوتی ہے یا منت و احسان جتانے کے ساتھ یا پھر حقارت کا پہلو اپنے ساتھ لئے ہوتی ہے۔ جب کہ بخشش خداوندی ایسی نہیں۔ ﴿خیر الغفرین﴾

۱۱۔ لوگوں کے طعنے سہنے اور ان کا دباؤ برداشت کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ ﴿من قبل وایای﴾

آیت ۱۵۶

﴿وَآكْتُبَ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ فَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَ يُوْتُونَ الزَّكَاةَ وَ الَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: اور (خداوند!) تو ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں خیر اور نیکی مقرر فرما اس لئے کرم تیری طرف لوٹ آئے ہیں اور توبہ کر لی ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: میں اپنا عذاب جسے چاہوں (اور وہ مستحق بھی ہو) پہنچاؤں گا، اور ہر رحمت ہر چیز پر چھائی ہے۔ اور میں بہت جلد اپنی اس رحمت کو ان لوگوں کے لئے مقرر کر دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

چند نکات:

حضرت موسیٰ کی سابقہ دعاؤں کے ساتھ اس درخواست کا بھی تعلق ہے۔
"حدنا" کے لفظ کے ساتھ ان لوگوں کی توبہ کی طرف اشارہ ہے جو منحرف ہو گئے تھے اور خدا کے دیدار کا ناجائز مطالبہ کیا تھا۔

پیام:

- ۱۔ بہترین قدم اور بہترین کام، پائیدار اور دائمی ہو ﴿وَآكْتُب﴾
- ۲۔ بہترین دعا وہ ہے جو سب سے زیادہ جامع ہو ﴿دُنْيَا وَ آخِرَت﴾
- ۳۔ خالص دل کے ساتھ خدا کی طرف بازگشتِ خدائی الطاف و کرم کے حصول کی راہ ہے۔ ﴿هُدِنَا﴾
- ۴۔ خدا کی رحمت بے حد و حساب ہے، اگر کوئی اس تک نہیں پہنچ پاتا تو اس کی اپنی کوتاہی ہے۔ ﴿رَحْمَتِي وَسِعَتْ﴾
- ۵۔ رحمتِ خداوندی لب خیز پر حاوی ہے لیکن عذابِ الہی ایسا نہیں ہے ﴿عَذَابٌ لِّبِاصِبٍ بِهِ﴾ --
- ۶۔ خدا کی رحمت کمی بے انتہا اور لامحدود ہے لیکن اس سے ناگدہ اٹھانے کی شرط یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے، زکوٰۃ اداؤں جائے اور ایمان رکھا جائے ﴿يَتَّقُونَ - الزَّكَاةَ - يُؤْمِنُونَ﴾

۷۔ خداوند عالم کی رحمت اس دنیا میں سب کے شامل حال ہے (وسعت) لیکن آخرات میں اس سے صرف ایک خاص گروہ ہی فائدہ اٹھائے گا ﴿ساکتہا للذین﴾ --)

آیت ۱۵۷

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَا أُولَئِكَ إِنَّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ لَمَعْرُوفُونَ وَ يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَ يُضَعِّغُهُمْ عَنْهُمْ وَ يُغْلِقُ الْوَسْطَ الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ عَزَّوْهُ وَ نُصْرُوهُ وَ اتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ: جو لوگ اس رسول اور پیغمبر کی اتباع کرتے ہیں جس نے دنیا میں کسی سے کوئی سبق نہیں پڑھا۔ کہ جس (کے نام و نشان) کو وہ لوگ اپنے پاس موجود تورات و انجیل میں لکھا ہوا ہیں (ایسا پیغمبر ہے) جو انہیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، اور جو پاک و پاکیزہ چیزیں ہیں ان کے لئے حلال کرتا ہے اور جو بلند اور خبیث چیزیں ہیں ان پر حرام کرتا ہے، اور ان سے بوجھ ہلکا کرتا ہے اور ان پر پڑے ہوئے پھندے ان سے ہٹا دیتا ہے۔ پس جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور اس کا احترام کریں گے اور اس (قرآن اور) نور کی اتباع کریں گے جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

چند نکات:

"امی" ایسا کلمہ ہے جو "ام" کی طرف منسوب ہے، اور امی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی سے کوئی سبق نہ پڑھا ہو، اور بالکل ایسے ہو جیسے شکم مادر سے متولد ہوا ہو۔
بعض حضرات کہتے ہیں "امی" اس شخص کو کہتے ہیں جو "امت" یعنی عوام الناس سے تعلق رکھتا ہو طبقہ اشرافیہ سے اس کا تعلق نہ ہو۔

جبکہ کچھ اور لوگ اسے "ام القری" یعنی مکہ کی طرف منسوب سمجھتے ہیں یعنی "مکہ والا"

"ہم اگرچہ بعض وجوہات کی بناء پر توریت اور انجیل کو تحریف شدہ سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں تحریف شدہ کتابوں میں حضرت پیغمبر کی ذات سے متعلق کئی ارشادات اور بشارتیں موجود ہیں۔ اور یہ اس بات کا سبب تھے کہ اہل کتاب آنحضرت کی معرفت حاصل کریں اور آپ کو ایسے پہچانیں جیسے باپ اور اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

توریت بمفر تکوین (پیدائش) فصل ۱۷ نمبر ۱۸، سفر پیدائش (تکفین) باب ۴۹ نمبر ۱۰، انجیل: یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ آیت ۲۶۔

بوقت بعثت مکہ مکرمہ میں کل ۱۷ مرد اور ایک عورت تعلیم یافتہ تھے۔ اور اگر آنحضرت نے کسی شخص سے ایک حرف بھی پڑھا ہوتا تو کبھی بھی اپنے آپ کو "امی" (کسی سے سبق نہ پڑھا ہوا) کے عنوان سے متعارف نہ کراتے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ منقول از فتوح البلدان بلاذری نمبر ۴۰۹)

"اغلال" باطل عقائد، خرافات، بت پرستی، باپ دادا کی اندھی تقلید کے بندھنوں اور زنجیروں کو کہتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ اسلام کا جلیل القدر اور عظیم رسول "امی" یعنی کسی سے سبق پڑھا ہوا نہیں تھا ﴿الامی﴾ ۳۷
- ۲۔ بات کو پکا کرنے اور حق کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسمی اور تحریر سند ہو ﴿مکتوبا﴾
- ۳۔ اپنے بعد آنے والے رہبر اور قائد کے بارے میں خبر دینا اور اس کی تفصیل بیان کرنا قیادت اور رہبری کے فرائض میں شامل ہے۔ ﴿مکتوبا عندہم فی التوراة﴾
- ۴۔ بہتر یہی ہے کہ ہر آنے والا مبلغ اپنے بعد آنے والے مبلغ کے لئے راہ ہموار کرے (فی التوراة والا انجیل)

۵۔ اگر تورات اور انجیل میں پیغمبر اسلام کا نام و نشان نہ ہوتا تو مخالفین کے لئے بڑا آسان سی بات تھی کہ وہ دونوں کتابیں لے آتے اور کہتے کہاں ہے وہ سب کچھ جس کا تم دعویٰ کرتے ہو؟ اور مخالف کو شکست دینے کا یہ بہترین ذریعہ تھا، نہ لشک رکشی کی ضرورت تھی اور نہ ہی اس قدر سرمایہ خرچ کرنے کی، جس سے معلوم ہوتا ہے ان کتابوں میں وہ سب کچھ تھا جس کا قرآن کہتا ہے۔ ﴿یجدونہ﴾

۶۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء عظام علیہم السلام کے تبلیغی پروگراموں میں سرفہرست ہے۔ ﴿یامرہم بالمعروف﴾

۷۔ غذا کے بارے میں اسلام کی خاص توجہ رہی ہے۔ ﴿یحرم - یحل﴾

۸۔ خدا کی حلال اور حرام کردہ چیزیں فطرت کی بنیاد پر ہیں۔ ﴿طیبات - خبائث﴾

۹۔ غلط عادات و یوم عوام الناس کے گلے کا زنجیر ہوتی ہیں اور انبیاء و اولیاء اللہ کے علاوہ باقی سب دنیا ان زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ ﴿اصرہم﴾

۱۰۔ تبلیغ اور تربیت کا اصل انداز یہی ہے کہ پہلے سہولیات فراہم کی جائیں پھر قدغن کا سوچا جائے۔ (یحرم سے پہلے "یحل" ہے)

۱۱۔ صرف پیغمبر کی ذات پر ایمان ہی کافی نہیں ان کی حمایت اور عزت و توقیر بھی لازم ہے۔ ﴿عزروہ - نصرہہ﴾

۱۲۔ عزت و احترام اور توقیر، نصرت، تعاون اور امداد کے ساتھ ہونا چاہئے، ورنہ نفاق ہوگا۔ ﴿عزروہ، نصرہہ﴾

۱۳۔ قرآن ایک ایسا نور ہے جو دل و دماغ کا منور کر دیتا ہے۔ ﴿النور﴾

۱۴۔ پیغمبر السلام کا احترام اور ان کی نصرت، ان پر ایمان کی مانند کسی خاص زبان یا مکان کے ساتھ متعلق نہیں ہے ہر زمانے اور ہر مکان میں ان کا احترام اور ان کی نصرت فرض ہے، لہذا آنحضرت کی قبر مطہر اور آچار باقیہ کا احترام بھی آپ کی نصرت و تکریم کے زمرے میں آتا ہے۔ ﴿عزروہ﴾

آیت ۱۵۸

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولَ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۖ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ۖ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَ يُمِيتُ ۚ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ ۙ اٰلَا مِیَّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ کَلِمٰتِهِ وَ اتَّبِعُوْهُ ۗ هٰذَا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف خدا کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین پر جس کی حکومت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔ پس تم بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو کسی سے سبق نہ پڑھا ہو! پیغمبر ہے جو (خود بھی) خدا اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اسی کی اتباع کرو شاید کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

چند نکات:

بعض مشرقین (یا اسلام شناس) حضرات یہ کہتے ہیں کہ: پیغمبر اسلام اپنے "علاقہ" کے لوگوں کی ہدایت کی فکر میں تھے، لیکن جب انہیں کامیابی حاصل ہو گئی تو پھر "عالمین" کی ہدایت کی فکر لے کر آگے بڑھے۔ حالانکہ بات وہ نہیں ہے جو یہ لوگ کہتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات میں 'جمیعا' "کافہ" "للعالمین" "ومن بلغ" وغیرہ جیسے کلمات حضرت رسول خدا کی آفاقی اور عالمی رسالت کو بیان کر رہے ہیں، اور مکہ میں بھی اور کامیابی حاصل کرنے سے پہلے بھی آپ تمام کائنات کے رسول تھے نہ یہ کہ بعد میں اس بارے میں سوچا۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: "آپ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی طرح اللہ کے رسول ہیں؟" یہ سن کر آنحضرت نے قدرے سکوت اختیار فرمایا اور کہا: "جی ہاں! میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر میرے لئے فخر کی کوئی بات نہیں! میں ہوں خاتم الانبیاء پرہیزگاروں کا پیشوا اور رب العالمین کا رسول!"

انہوں نے پھر سوال کیا: "آپ کن لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں، عرب کی طرف، عجم کی طرف یا ہماری طرف؟" جس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی میں سب کی طرف بھیجا گیا ہو خواہ عرب ہوں یا عجم یا تم لوگ! (تفسیر صافی) لفظ "امی" کا تکرار مسئلہ کی اہمیت پر دلالت کر رہا ہے۔

پیام:

۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ کی رسالت آفاقی اور عالمی ہے۔ ﴿الیکم جمیعا﴾ ۳۷ اس لئے عالمی مذہب کے لئے عالمی قائد اور رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ البتہ آپ جناب کی عالمی رسالت بھی دوسرے تمام منصوبوں کی مانند مرحلہ وار آگے بڑھتی رہی ابتدا میں ذوالعشیرہ کی دعوت، پھر ام القریٰ (مکہ) کے لوگ اس کے بعد دوسری دینا۔

۲۔ نبوت، توحید اور معاد کا لازمی حصہ ہے، کیونکہ خداوند وحدہ لا شریک تمام کائنات کا مالک ہے، موت اور زندگی بھی اسی کے ہاتھوں میں ہے لہذا عالم انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت بھی اسی کی طرف سے ہونی چاہئے۔ ﴿فامنوا باللہ و

رسولہ النبی الامن الذی ﴿

۳۔ رہبر اور قائد کو اپنی راہ پر ایمان کامل رکھنا ہوتا ہے۔ ﴿يَوْمَنْ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ﴾

۴۔ خدا اور رسول پر ایمان اور رسول خدا کی اتباع ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اور پہلو پہلو ہونا بھی ہدایت اور رہنمائی کی دلیل ہے۔ ﴿آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ -- وَاتَّبَعُوهُ لَعَلَّكُمْ﴾

۵۔ قرآن مجید اور حضرت رسول خدا کی سنت و سیرت کی اتباع ضرور ہے۔ (سابقہ آیت میں نور کی اتباع کا تذکرہ تھا اور اس آیت میں پیغمبر خدا کی پیروی کا ذکر ہے)

سورہ اعراف آیت ۱۵۹

﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَّعْدِلُوْنَ﴾

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ کے لوگ حق کی طرف ہدایت کرتے اور حق و عدالت کا فیصلہ کرتے ہیں۔

چند نکات:

حق کی ہدایت، عدم تعصب کی دلیل اور حق شناسی اور حق کی اتباع کی دلیل ہے اور اس حق پرست گروہ کا ضدی مزاج اور ہت دھرم یہودیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس گروہ سے مراد شاید وہ یہودی مراد ہوں جنہوں نے پیغمبر اسلام کی دعوت پر لیک کہا:۔

پیام:

۱۔ اقلیتوں کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں انصاف سے کام نہیں چاہئے۔ اور خدمات اور کمالات کو نظر انداز نہیں کر

دینا چاہئے۔

آیت ۱۶۰

﴿وَقَطَعْنَاهُمْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُ ۖ مَطَّ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْعَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّٰنَ وَ السَّلْوِيٰطَ كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ مَطَّ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

ترجمہ:

اور ہم نے موسیٰ کی قوم کو بارہ حصوں میں تقسیم کر دیا تاکہ ان میں سے ہر ایک (بنی اسرائیل کے خاندان سے اور) ایک امت جب موسیٰ سے اس کی قوم نے پانی طلب کیا (تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی) اپنے عصا کو پتھر پر مارو۔ پس اس پتھر سے پارہ چشمے پھوٹ اٹھے (اور ہر طرف بہنے لگے اور وہ بھی اس طرح کہ) ہر گروہ نے اپنے حصے کے پانی کو اچھی طرح کی غزاؤں من اور سلویٰ کو نازل کیا۔ (اور انہیں کہا) پاک و پاکیزہ روزی جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اس سے کھاؤ۔ ان لوگوں نے (اپنی نافرمانی کی وجہ سے) ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

چند نکات:

"اسباط" جمع ہے "سبط" کی اور سبط اولاد، نورسوں اور ایک خاندان کے افراد کو کہا جاتا ہے اور بنی اسرائیل کی اس پر ایک خاندان ی شاخ کو "سبط" کہا جاتا ہے جو اولاد یعقوب میں سے ایک فرزند کی طرف سے پروان چڑھی۔ اور آگے بڑھی۔

"من" شہد کی مانند ایک شیرہ دار غذا کو اور "سلویٰ" بٹیرے کی مانند ایک حلال پرندے کو کہا جاتا ہے۔
 "بارہ" کا عدد سال کے مہیوں کا، بنی اسرائیل کے نقیبوں کا، پانی کے چشموں کا اور پیغمبر اسلام کے مقدس اور معصوم جانشینوں کا عدد ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے اپنے جانشینوں کی تعداد بنی اسرائیل کے نشینوں کی تعداد کے مطابق بارہ بتائی ہے اور یہ بھی کہ وہ اب قریش سے ہوں گے۔ لیکن دشمنان اہلبیت اصبار نے بڑی کوشش کی ہے کہ یہ تعداد بنی امیہ یا بنی عباس کے خلیفوں سے پوری کچی جائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت پیغمبر کی مذکور حیثیت کو بیٹیوں اسناد کے شیعہ اور سنی مورثین نے نقل کیا ہے۔

ایک ہی وقت میں کئی معجزے رونما ہوئے۔ پتھر پہ عصا کا مارنا، پانی کا جری مقدار میں پھوٹ کمر بہہ نکلنا اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی تعداد بارہ چشموں کا پھوٹنا وغیرہ۔

پیام:

۱۔ کسی اہم معاملے کو چلانے اور امور میں سہولت پیدا کرنے کے لئے منصوبہ بندی اور منصفانہ تقسیم بہت ضروری ہوتی ہے۔ ﴿قَطْعْنَا هُمْ﴾

۲۔ لوگ اپنی مادی اور اقتصادی ضروریات بھی انبیاء کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے ﴿استفاه﴾
۳۔ وسیلہ کی زیادہ اہمیت، اہمیت ارادہ الہی کو حاصل ہے، کہ بعض اوقات لکڑی کا ایک ڈنڈا پر جگہ الہی ارادے کے تحت مشکل کشائی کا کام کرتا ہے ﴿بعصاک﴾

۴۔ اگر ہر گروہ کو معلوم ہو جائے کہ اس نے کہاں مراہہ کرنا ہے تو بہت سی اجتماعی اور معاشرتی مشکلات حل ہو جائیں ﴿قد علم کل اناس مشرہم﴾ ۲۸

۵۔ اگر مقصد تربیت کج رہا ہو تو ایک موضوع کے تکرار میں کوئی حرج نہیں ہے (یہی تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت ۵۶ کے بعد میں بھی موجود ہے۔)

۶۔ حضرت موسیٰ کے عصا کی ایک خیریت سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، لیکن ان تمام معجزات کے باوجود نااہل لوگوں کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

۷۔ لوگوں کے اندر آگاہی اور علم و معرفت پیدا کرو کہ وہ خود ہی عمل کریں۔ ﴿قد علم کل اناس مشرہم﴾ فرمایا ہے۔
"قد شرب" نہیں فرمایا۔

۸۔ طلب کے بعد اس کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ ﴿استیفاه، اضرب بعصاک﴾

۹۔ تمام بارہ گروہوں کا تعلق ایک خاندان سے تھا۔ ﴿قَطْعْنَا﴾ فرمایا ہے "جعلنا" انہیں فرمایا۔

۱۰۔ اگر مقصد میں وحدت اور اتفاق و اعاد موجود رہے تو گروہ گروہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ﴿قَطْعْنَا﴾

۱۱۔ انسانی جسم کو تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، پانی، ایسی غذا جس سے جسم پروان چڑھے اور ایسی غذا جس سے انرجی اور طاقت پیدا ہو، چنانچہ بنی اسرائیل کے لئے چشمہ اب سیراب ہونے کے لئے تھا "من" طاقت اور انرجی کے لئے اور "سلوی" جسمانی نشوونما کے واسطے اس لئے کہ گوشت اور وہ بھی خصوصی طور پر پرندوں کے سفید گوشت میں پروٹین ہوتے ہیں۔)

۱۲۔ بادلوں کی حرکت و پیدائش، ان کا اپنا کام انجام دینا سب ارادہ الہی کا مظہر تھے۔

۱۳۔ ناشکری یا کفران نعمت، نعمتوں کے منقطع ہو جانے کا سبب ہوتا ہے جس کا نقصان ناشکروں کو پہنچتا ہے۔
 ۱۴۔ جو لوگ یہی ہدایت اور معنویت کے راہوں کے لئے مادی نعمتوں سے بہرہ مند ہیں وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اور اقوام و ملل کی پستی اور ان کا سقوط ایسے لوگوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے ﴿كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾

آیت ۱۶۱

﴿وَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّعْفِرْ لَكُمْ حَطِيئَتِكُمْ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو ابھی وقت کو) جب ان (بنی اسرائیل) سے کہا گیا کہ اس آبادی (بیت المقدس) میں سکونت اختیار کرو اور اس (کی نعمتوں) سے جہاں اور جیسے چاہے کھاؤ۔ (ان تمام جیلوں بہانوں اور موسیٰ کو ستانے کے بدلے استغفار کے طور پر) کہو "حطہ" (ہمارے گناہوں کو جھاڑ دے) اور (بیت المقدس کے) دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، اس سے ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے۔ اور نیک لوگوں کو بہت جلد بیشتر جزا دیں گے۔

چند نکات:

"حطہ" کا لفظ اوپر سے نیچے کی طرف نازل ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ (منحط اور انحطاط کا بھی اسی سے تعلق ہے) اور اس کا معنی ہے خداوند عالم کی عفو اور رحمت کی درخواست کرنا۔ اور اس بارے حکم خداوندی یہ تھا کہ جب بنی اسرائیل سرزمین بیت المقدس داخل ہوں تو اس لفظ (حطہ) کے ساتھ خدائے مغفرت مانگیں۔ (لیکن ان لوگوں نے اس لفظ کا مذاق اڑایا اور اسے بگاڑ کر رکھ دیا۔

اس آیت سے ملتی جلتی البتہ قدرے تفاوت کے ساتھ سورہ بقرہ کی ۵۸ ویں اور ۸۹ ویں آیات ہیں۔ روایات میں ہے کہ حضرت ائمہ اظہار علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ "نخن باب حطتکم" یعنی ہم ہی تمہاری خطاؤں کی معافی کا دروازہ ہیں۔ یعنی اگر تم ہماری حکومت اور ولایت کے مدار میں داخل ہو جاؤ گے تو خداوند عالم کی رحمت اور بخشش تمہارے شامل حال ہوگی۔

پیام:

۱۔ خداوند عالم انسان کی تمام ادنیٰ و معنوی اور دنیوی اور اخروی ضروریات کو پیدا کرتا ہے اور روٹی کپڑا اور مکان جیسی نعمتوں سے استفادہ کے لئے حکم دیتا ہے کہ دعا، استغفار اور سبھی کریں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ایک ہی معذرت خواہی اور خالص دل کے ساتھ توبہ کے ذریعہ بہت سے گناہ بخش دیتا ہے۔ ﴿نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ﴾ ۳۹

۳۔ مقامات مقدسہ میں داخل ہونے کے خصوصی آداب و شرائط ہوتے ہیں ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾

۴۔ خداوند عالم کی عفو و مغفرت کے لئے دعا بھی ضروری ہے اع عمل بھی لازمی ہے ﴿قُولُوا حِطَّةً وَادْخُلُوا الْبَابَ﴾

۵۔ نیکوکاروں اور بدکاروں کے درمیان کوئی فرق ہونا چاہئے۔ جب گناہگاروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو نیک

لوگوں کو درجات میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ ﴿سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ﴾

آیت ۱۶۲

﴿فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ﴾

ترجمہ: پس ان (بنی اسرائیل) میں سے ظالم لوگوں نے اس بات کو جو انہیں کہنا چاہئے تھی اس کے علاوہ میں تبدیل کر دیا، پس ہم نے بھی ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔

چند نکات:

تحریف اور تبدیلی کبھی تو واضح اور آشکارا ہوتی ہے جیسے کسی لفظ کو تبدیل کر دینا، اور کبھی لفظ کی ظاہری صورت کو تو برقرار رکھا جاتا ہے لیکن اس کو روح موضوع اور مفہوم کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کو سینچر کے دن مچھلی کے شکار کا حیلہ، (کہ اس کا تذکرہ اگلی آیت میں ہوگا)

قرآن مجید قانون الہی میں تین طرح کی تبدیلیوں کو بیان فرماتا ہے۔

۱۔ ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر کسی بات میں تحریف و تبدیلی۔ جیسے لفظ "حطہ" (عفو و مغفرت کی درخواست) کی

بجائے "حنطہ" (گندم) کہنا۔

۲۔ بدینتی پر مشتمل فریبکاری سے کام لے کر کوء تبدیلی کونا، حیسے بنی اسرائیل نے دریا کے ساحل پر کچھ حوض بنا لئے تھے کہ سینچر کے دن ان میں مچھلیاں جمع ہو جایا کرتی تھیں اور اس کے دوسرے دن (اتوار) کو شکار کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم سے سینچر کے دن شکار نہیں کیا۔ قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے " ﴿وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ﴾ " اور اپنی قوم سے ان لوگوں کی حالت تو تم بخوبی جانتے ہو جو سینچر کے دن اپنی حد سے گزر گئے۔ (بقرہ ۶۵)

۳۔ روشن فکری پر مشتمل تبدیلی، حیسے زمانہ جاہلیت میں جنگ کو جاری رکھنے کے لئے حرمت والے چار مہینوں میں موقوف کر دیں، لہذا ان مہینوں میں ردوبدل کر کے آگے کر دیا کرتے تھے جس پر یہ آیت نازل ہوا: " ﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَارَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ " یعنی مہینوں کا آگے پیچھے کرنا کفر ہی کی زیادتی ہے۔ (عمور ۳۷)

پیام:

- ۱۔ احکام خداوندی میں ردوبدل اور تحریف و تبدیلی کی سزا خدائی قہر و غضب ہے۔ ﴿رَجْزًا مِنَ السَّمَاءِ﴾
- ۲۔ ہٹ دھرمی اور ضد اور وہ بھی مسخرہ بازی پر مبنی ایک ایسا جرم ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا ﴿رَجْزًا مِنْ سَمَا﴾
- ۳۔ انسان کا انجام اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور عذاب، ظلم کا نتیجہ ہوتا ہے۔

آیت ۱۶۳

﴿وَسَأَلْتَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْتَدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِينًا تُهْمُ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا وَ يَوْمَ لَا يَسْئَلُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبَلُّوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان سے اس آبادی کے بارے میں پوچھئے جو دریا کے کنارے تھے؟ جب وہ (قانون اور) شنبہ کے دن کے بارے میں تجاوز کیا کرتے تھے، جب انکے چھٹی (سینچر) کے دن مچھلیاں بڑی تعداد میں دریا کے کنارے پانی کے اوپر آجایا کرتی تھیں۔ اور (دوسرے ایام میں) جب وہ چھٹی نہیں کرتے تھے وہ مچھلیاں بھی ظاہر نہیں ہوا کرتی تھیں اسی طرح ہم ان کے تجاوز اور فسق کی وجہ سے آزمایا کرتے تھے۔

ایک نکتہ:

بنی اسرائیل کا یہ گروہ ساحل سمندر (زیادہ امکان یہی ہے کہ بحیرہ احمر کے کنارے فلسطین کی اس سرزمین میں جسے آج بندر ایلات کہا جاتا ہے) رہا کرتا تھا۔ حکم خداوندی کے مطابق ان کے لئے شنبہ (سینچر) کے دن شکار ممنوع تھا، لیکن اسی دن مچھلیاں دوسرے ایام کی نسبت زیادہ جلوہ گری کیا کرتی تھیں جس سے ان لوگوں کے منہ میں پانی بھر آتا، اور یہ ایک خدائی آزمائش تھی۔ اور اس قوم نے مختلف چالیں چل کر قوانین الہی کی خلاف ورزی کی اور وہ یوں کہ سمندر کنارے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے اور ان میں مچھلیوں کے نکلنے کے راستے بند کر دیئے سینچر کے دن جب ان میں سے وافر مقدار میں مچھلیاں آجایا کرتی تھیں۔ تو باہر نہیں نکل جاتی تھیں اسی لئے وہ اتوار کے دن بڑے آرام سے انہیں پکڑتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم نے حکم الہی کے تحت ان کا سینچر کا دن شکار نہیں کیا۔

پیام:

- ۱۔ اسلاف کی قانون شکنی آنے والی نسلوں کو بھی شرمندہ کرتی ہے۔ ﴿واستلھم﴾
- ۲۔ اسلاف کی بری عادات کا تذکرہ کہ جن کی وجہ سے انہیں تنبیہ کی گئی ہو اگر دوسروں کی عبرت کے لئے نقل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ﴿عن القرية التي﴾
- ۳۔ گناہ کے چہرے پر شرعی پردہ ڈال کر اسے شرعی حیثیت دینا سخت قابل مذمت ہے۔ ۵۰۔ (جس طرح کہ بنی اسرائیل نے اتوار کے دن شکار کے لئے سمندر کے کنارے حوض بنائے اور سینچر کے دن ان میں مچھلیوں کو اکٹھا کر لیا کرتے تھے)
- ۴۔ ماہی گیری کے ذریعہ گزر اوقات کا سلسلہ اور ساحل نشینی کی زندگی قدیم الایام سے چلی آرہی ہے۔
- ۵۔ چھٹی اور عبادت کے دن کاروبار کرنا ایک طرح کا تجاوز ہے۔ ﴿یعدون فی السبت﴾
- ۶۔ سمندر کی مچھلیاں بھی حکم الہی کے تحت سینچر کے دن کی اور انسانی افراد کی قدرت تشخیص پیدا کر چکی تھیں۔ ﴿تاتیہم - لانا تیہم﴾
- ۷۔ اگرچہ خداوند عالم نے مچھلیوں کو لوگوں کے استفادے کے لئے خلق فرمایا ہے لیکن ہفتے میں ایک دن ان کے شکار سے منع کر کے ان لوگوں کی آزمائش کی ہے۔ ﴿حتیانھم﴾

۸۔ حرمت کا ہر حکم ضروری نہیں کہ طبی خصوصیت کا حاصل بھی ہو، سینچر کے دن کی مچھلیوں میں اور دوسری مچھلیوں میں پروٹین کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا، البتہ کسی اور دلیل کے ساتھ ان کا شکار حرام کیا گیا تھا۔

۹۔ دنیوی اور مادی جلوے بھی خدا کی آزمائش ہوا کرتے ہیں۔ (ن ﴿بلوہم﴾)

۱۰۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقامات پر انسان کا امتحان لیتا ہے جہاں کے انسانی خواہشات اپنے عروج پر

ہوتی ہیں۔ ﴿ناتہم حیثا نهم﴾ ۵۱

آیت ۱۶۴

﴿وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَا تَعِظُونَ قَوْمًا نِ اللَّهِ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعذِرَةٌ أَلَى رَبِّكُمْ
وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو، جب ان (بنی اسرائیل) میں سے ایک گروہ نے (دوسرے گروہ سے جو نبی عن المنکر کر رہا تھا، ہے) کہا: تم ایسے لوگوں کو کس لئے نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ یا تو ہلاک کرنے والا ہے یا پھر سخت عذاب دینے والا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس لئے کہ تمہارے پروردگار کے پاس ہمارا عذر موجود ہو اور تاکہ شاید وہ بھی تقویٰ اختیار کر لیں۔

ایک نکتہ:

معلوم ایسے ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے تین گروہ تھے۔ ۱۔ قانونی شکن اکثریت میں مشتمل گروہ۔ ۲۔ دلسوز اور ناصح گروہ اور ۳۔ لاغرض اور بے پر مالہ گوہ، یہ تیرا گروہ دوسرے گروہ کے افراد سے کہتا تھا، اپنے آپ کو بے فائدہ پریشان نہ رکھو، کیونکہ تمہاری باتوں کا ان فاسق لوگوں پر اثر نہیں ہوتا وہ تو میں ہی ہر حال میں جہنمی۔ لیکن مبلغین کہتے تھے کہ ہماری باتیں اگر نہیں ہیں کم از کم ہم تو خدا کے حوجہ اپنا عذر پیش کر سکیں گے۔ جی ہاں! عام طور پر ہر معاشرے کے لوگ اسی قسم کے تین گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

سورہ رسالت کی چھٹی آیت میں ہے۔ "فالملقیات ذکرا۔ عذرا اور نذرا" یعنی ان لوگوں کی قسم جو ذکر خداوندی دوسرے لوگوں کو القاء کرتے ہیں خواہ اتمام حجت کے طور پر انہیں خبردار کرنے کے واسطے۔

پیام:

- ۱۔ نہی عن المنکر، اتمام حجت کے لئے اور خدا کے نزدیک عذر پیش کرنے کے لئے لازم ہے۔ ﴿مَعذِرَةٌ﴾
(ہم اپنے فریضہ پر عمل کرنے کے پابند ہیں نتیجہ کا ضامن نہیں)
- ۲۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ تو خود کسی کو موعظہ کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کے موعظہ کو برداشت کرتے ہیں۔
(لم تعظون)
- ۳۔ اپنی لاپرواہی کے گناہ کی "خدا کی مرضی" سے توجیہ نہیں کرنی چاہئے۔ ﴿لَمْ تَعْظُونَ قَوْمَانَ اللَّهِ مَهْلِكِهِمْ﴾
- ۴۔ لاپرواہ قسم کے لوگ، مجرمین اور گناہگاروں کو تینیہ کرنے کی بجائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہی۔ ﴿لَمْ تَعْظُونَ﴾
- ۵۔ جو لوگ موعظہ اور تربیت کی کوششوں کو بے فائدہ اور غیر موثر سمجھتے ہیں ان کے مقابل میں ڈٹ جانا چاہئے۔
(مَعذِرَةٌ)
- ۶۔ جلد بازی میں فیصلہ نہیں کر دینا چاہئے۔ کسی کے بارے میں فوراً نہیں کہہ دینا چاہئے۔ کہ خداوند عالم اسے عذاب دے گا یا ہلاک کرے گا۔ ﴿مَهْلِكِهِمْ أَوْ مَذْبَحِهِمْ﴾
- ۷۔ آپ لوگوں کو بھی اس قدر کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے رب کے پاس گھر جائیں تو آپ کے پاس معقول عذر ہونا چاہئے۔ (ربکم) ہے "ربنا" نہیں ہے۔
- ۸۔ اگر نہی عن المنکر کے اثر کے احتمال نہ بھی ہو، تاہم حجت اور خدا کے نزدیک معقول عذر تو ہوگا۔ لہذا اس فریضہ کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔
- ۹۔ اللہ والے، معاشرتی اصلاح سے کبھی ناامید نہیں ہوتے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

آیت ۱۶۵-۱۶۶

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ مِّمَّا كَانُوا يَفْسُقُونَ
فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾

ترجمہ: پس جب انہوں نے اس یاد دہانی کو فراموش کر دیا تو ہم نے انہیں عن المنکر کرنے والوں کو نجات دیدی اور ظالموں کو ان کے فسق و فجور بجالانے کے سبب سخت عذاب میں گرفتار کر دیا۔
پس جب انہوں نے اس بات سے سرکشی کی جس سے انہیں روکا گیا تھا تو ہم نے انہیں کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ!

چند نکات:

"بس" کا لفظ "باس" سے نکلا ہے جس کا معنی ہے "سخت"
سورہ مائدہ / ۶۰ میں ہے کہ کچھے لوگ بندر اور سور بن گئے۔ جبکہ یہاں صرف بندر بننے کا تذکرہ ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ دونوں آیات ایک ہی گروہ کے بارے میں ہیں اور آیت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ وہ لوگ بندروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے تھے بندروں کی خصلت نہیں بنائی تھی۔
روایات کے مطابق جب بنی اسرائیل کے موغظہ کرنے والوں نے دیکھا کہ ان کی نصیحت اپنی قوم میں بے اثر ہے تو وہ ان لوگوں سے جدا ہو گئے اور اسی رات عذاب الہی نازل ہوا جس نے گناہگاروں اور خاموشی اختیار کرنے والوں کو اپنی پلیٹ میں لے لیا۔ (از تفسیر نمونہ)

پیام:

۱۔ نہی عن المنکر اگر دوسروں کی ہدایت کا سبب نہ بن سکے، ہماری اپنی نجات کا ذریعہ ضرور ہوتا ہے۔ (﴿انجینا

ینہون الذین﴾

۲۔ اگر عدم توجہ اور غفلت کی وجہ سے فراموشی کو اختیار کیا جائے تو اس سے سزا مل سکتی ہے۔ ﴿فلما نسوا﴾
(---

۳۔ جو اپنے لئے موعظہ اور پند و نصیحت کے راستے بند کر دیتا ہے وہ اپنے لئے خدائی قہر و غضب کے دروازے کھول دیتا ہے ﴿نسوا-- اخذنا﴾

۴۔ نہی عن المنکر ایک دائمی فریضہ ہے۔ (بنہون) فعل مضارع دوام و استمرار دلالت کرتا ہے،

۵۔ بے پروا قسم کے لوگ ظالم ہیں۔ ﴿الذین ظلموا﴾ اس سے پہلی آیت بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل تین گروہوں میں بٹ چکے تھے۔ ۱۔ ظالم۔ ۲۔ ہند و نصحت کرنے والے اور ۳۔ لاپرواہ قسم کے لوگ جو ہر بات پر خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ اس آیت میں خاموشی اختیار کرنے والوں کو بھی ظلم کرنے والوں میں شمار کیا گیا ہے۔ ﴿انجینا الذین ینہون عنہ﴾

۶۔ بہت بڑا اور بہت سخت عذاب، مرحلہ ان نیت سے گرجاتا ہے ﴿عذاب بئیس ----- قردة﴾

۷۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کی سزایہ ہے کہ ان کی صورتیں مسخ ہو جائیں اور متکبرین کی سزایہ ہے کہ انہیں معاشرے کی دھتکار دیا جائے اور ان کی توہین و تحقیر کی جائے۔ ﴿عتوا، قردة خاسئین﴾

۸۔ جو قومیں قوانین الہی کے مقابلے میں غرور اور تکبر کا مظاہرہ کرتی ہیں وہ بندروں کی مانند کبھی تو مشرق والوں کی ور کبھی اہل مغرب کی نقالی کرتی رہتی ہیں۔ ﴿قردة﴾

۹۔ جو لوگ حکم خداوندی کو مختلف جیلوں بہانوں سے مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اپنے چہرے مسخ ہو جاتے ہیں۔ دین کے ساتھ بازیگری کرنے والے، خود ہی بازیگر جانوروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

۱۰۔ جو خدا صرف ایک ہی حکم کے ساتھ ابراہیم کے لئے آگ کو گلستان بنا سکتا ہے، وہ انسان کو بندر میں بھی تبدیل کر سکتا ہے۔

آیت ۱۶۷

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ
الْعَقَابِ وَإِنَّهُ لَعَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان کر دیا کہ قیامت کے دن تک ان (بنی اسرائیل) پر کسی ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں سخت اور برا عذاب دیتا رہے گا یقیناً تمہارا مددگار، بہت جلد سزا دینے والا ہے اور (توبہ کرنے والوں کے لئے) بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ایک نکتہ:

"تاؤن" اور "اؤن" (دونوں) کا معنی اعلان کرنا ہے۔ اور قسم کے معنی کے لئے بھی آتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ مجرمین کو مہلت دیتا ہے، لیکن جو لوگ اس کے آگے اکڑ جاتے ہیں تو انہیں سزا بھی بہت جلد دیتا ہے۔
- ۲۔ فاسد اور جابر لوگوں کا تباہکار عوام پر تسلط کبھی خدائی سزا اور ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ بھی ہوا کرتا ہے۔ ﴿لبيعثن﴾
- ۳۔ اقوام و ملل کی تاریخ زنجیر کڑیوں کی مانند ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہے اور کسی ایک گناہ کی سزا بعض اوقات تاریخی طور پر اس قدر طواری ہوتی ہے کہ قیامت تک چلی جاتی ہے۔ ﴿الی یوم القیامة﴾
- ۴۔ جو لوگ اولیاء اللہ کا منہ چیرتے ہیں وہ ذلیل اور اشرار لوگ ہوتے ہیں۔ ﴿یسومهم﴾ -- ۵۲
- ۵۔ خداوند عالم کی پیشن گوئی یہی ہے کہ ظالم یہودی قوم ہمیشہ ذلیل اور خوار ہی رہے۔ ﴿الی یوم القیامة﴾
- ۶۔ توبہ کا دروازہ ہمیشہ اور ہر ایک کے واسطے کھلا ہوا ہے۔ ﴿غفور رحیم﴾

آیت ۱۶۸

﴿وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَّامًا مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَّوْهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو روئے زمین پر کشتی گروہوں کی صورت میں منتشر کر دیا، ان میں سے کچھ لوگ تو نیک اور صالح ہیں اور کچھ لوگ ان کے علاوہ (ضدی اور ہٹ دھرم) ہیں۔ اور ہم نے انہیں نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ آزمایا ہے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

ایک نکتہ:

بنی اسرائیل کو بعض اوقات عزت اور اقتدار مل جاتا ہے تاکہ ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کا شکر بجا لائیں اور بعض اوقات انہی سختیوں اور مصیبتوں میں جکڑ دیا جاتا ہے تاکہ ہو سکتا ہے کہ ان میں توبہ اور بازگشت کی حس بیدار ہو جائے۔ انجام کار ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ صالح بھی ہوتے ہیں اور اسلام کی حقانیت کو صدقہ دل سے قبول کر لیتے ہیں اور بعض کم بخت قسم کے لوگ دنیا پرستی اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ بعض اوقات انتشار، آوارگی اور پراندگی، خدا کے قہر و غضب کی علامتیں ہوتی ہیں اور مرکزیت اور ہمبستگی لطف خداوندی کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ ﴿قطعناہم﴾
- ۲۔ انسان، آزاد ہے ﴿منہم الصالحون ومنہم دون ذالک﴾
- ۳۔ کسی پر تنقید کرتے وقت اچھے لوگوں کے حق کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ﴿منہم الصالحون﴾
- ۴۔ تلخ اور شیریں واقعات خدا کی آزمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ﴿بلوناہم﴾
- ۵۔ تشویق و ترغیب اور تنبیہ نیز مہر اور قہر دونوں ہی انسان ساز اور تربیت کنندہ ہوتے ہیں۔ ﴿لعلہم یرجعون﴾
- ۶۔ انسان کی روحانی تبدیلی اور حق کی طرف اس کی بازگشت امتحان الہی کی حکومتوں میں سے ایک حکمت ہے۔ ﴿لعلہم یرجعون﴾

﴿فَخَلَفَ مِنْهُمْ بَعْدَ هَمِّ حَلْفٍ وَرَثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَ يَقُولُونَ سَيُعَقِّبُنَا وَ إِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلَهُ يَأْخُذُوهُط أَمْ يُؤْخَذُ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوا مَا فِيهِط وَالذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَنْتَفِعُونَ بِهَا لَوْلَا تَعَقُّبُونَ﴾

ترجمہ: پس ان کے بعد ان کی ناخلف اولاد ان کی جانشین ہوئی جو کہ آسمانی کتاب (تورات) کی وارث ہوئی (لیکن اس کی قدر کو نہ جانا) اور اس ناپائیدار دنیا کا مال و متاع سمیٹتی رہی اور (قوانین خداوندی کو ترک کر دینے کے ساتھ ساتھ) کہتی رہی کہ ہم بہت جلد بخش دیئے جائیں گے۔ اور اگر دوسری مرتبہ بھی ان قسم کے مادی منافع ملنے لگ جائیں پھر بھی وہ اسے لے لیں (اور قوانین الہی کو ترک کر دیں) آیا ان سے کتاب کا میثاق نہیں لیا گیا تھا کہ خدا کی طرف حق بات کے علاوہ کسی بھی چیز کی نسبت نہ دیں؟ اور ان لوگوں نے اس کتاب اور میثاق کو بارہا (درس کی صورت میں) پڑھا بھی ہے (لیکن عملی طور پر دنیا کی پرستش کی) حالانکہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، آیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے؟

دو نکات:

'خلف' (بروزن صرف) عام طور پر ناخلف اولاد کو کہا جاتا ہے اور "خلف" (بروزن شرف) صلح شائستہ اور لائق اولاد کو کہتے ہیں۔ (از تفسیر نمونہ، منقول از تفسیری مجمع البیان و ابوالفتوح)

"عرض" (بروزن صمد) ہر قسم کے سرمائے کو کہا جاتا ہے جبکہ "عرض" (بروزن قرض) صرف نقد رقم کے لئے بولا جاتا ہے۔ چونکہ دنیا ناپائیدار ہے اسی لئے اسے عرض کہا گیا ہے۔ علامہ محسن فیض کاشانی فرماتے ہیں اس آیت میں "عرض" سے مراد "رشوت" ہے۔

پیام:

- ۱۔ اپنی آنے والی نسلوں کے بارے میں غفلت سے کام نہ لو کہ کہیں وہ رفاہ طلب اور دنیا پرست نہ ہو جائیں! ﴿خلف﴾
- ۲۔ دنیا پرستی اور دنیا داری پر انقلاب کے لئے آفت ہوا کرتی ہے۔ ﴿من بعدہم خلف﴾
- ۳۔ دنیا ناپائیدار ہے۔ ﴿عرض﴾

۴۔ یہودی ایک ایسی قوم تھے جو اپنے آپ پر راضی اور خوش تھے نیز بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے۔ ﴿سِغْفِرْ لَنَا﴾ ۵۳

۵۔ بے جا امید بھی بے جا خوف کی مانند خرابی پیدا کر دیتی ہے۔ ﴿سِغْفِرْ لَنَا﴾

۶۔ حقیقی توبہ کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسری مرتبہ خلاف ورزی کا موقع ملے تو اس کا ارتکاب نہ کیا جائے ﴿يَا تَيْهَمُ عَرَضُ

مَثَلُهُ يَا خَذُوهُ﴾

۷۔ آسمانی کتاب کا صرف جان لینا اور اس کا مطالعہ کرنا ہی کافی نہیں ساتھ ہی تقویٰ بھی ضروری ہے ﴿وَرَوَّأَ الْكِتَابُ

، دَرَسُوا، يَا خَذُوهُ﴾

آیت ۱۷۰

﴿وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ آسمانی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں تو ہم بھی یقیناً اصلاح کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔

دونکات:

قرآن کریم کا عموم قرینہ ہے کہ فاسد اور مفسد اکثریت کے ساتھ نیک اور صالح اقلیت کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ "کتاب" کا لفظ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے اور آیت کا مفہوم کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ گھر گزشتہ آیات کو پیش نظر لایا جائے تو پھر ممکن ہے کہ اس سے مراد "تورات" ہو۔

پیام:

۱۔ حقیقی معنوں میں اصلاح کی دو شرائط ہیں۔ ۱۔ قوانین کے ساتھ مکمل تمسک ۲۔ نماز کے ذریعہ خداوند عالم کے ساتھ مستحکم ربط۔ (مکمل آیت کا مفہوم)

۲۔ آسمانی کتاب کو پڑھنا، اسے حفظ کرنا، اسے چھاپنا، اس کی نشر و اشاعت کرنا ہی اصلاح کا موجب نہیں ہوتا بلکہ

اس کو مضبوطی سے تھامنا یعنی اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس طرح سے نجات حاصل ہو، ﴿يُمَسِّكُونَ﴾

۳۔ دین یہودیت میں بھی نماز فرض چلی آئی ہے۔ ﴿اقاموا الصلوة﴾

۴۔ اگرچہ نماز آسمانی کتاب کے مضامین کا ایک حصہ ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر یہاں پر اس کا خصوصیت

کے ساتھ نام لیا گیا ہے۔ ﴿اقاموا الصلوة﴾

۵۔ بے نماز اور کتاب سے بے خبر لوگ مصلح نہیں بن سکتے۔

۶۔ دین کے جہاں اُخروی فوائد میں وہاں پر اس دنیا میں بھی اس کی زبردست اہمیت ہے ﴿مصلحین﴾

۷۔ نماز، معاشرے کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہے ﴿اقاموا الصلوة ، مصلحین﴾

آیت ۱۷۱

﴿وَأَذْنَبْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظِلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَ اذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے کوہ (طور) کو اس کی اپنی جگہ سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر سائبان کی مانند قرار دیا اور وہ گمان کرنے لگے کہ یہ ان کے سروں پر گرا ہی چاہتا ہے اور ہم نے عطا کئے ہیں انہیں مضبوطی کے ساتھ اور سنجیدگی سے لے لو اور جو کچھ ان میں ہے انہیں یاد کرو (اور ان پر عمل کرو) ہو سکتا ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

چند نکات:

یہ اس سورت کی آخری آیت ہے جو بنی اسرائیل کے بارے میں گفتگو کر رہی ہے آیت ۱۰۱ سے یہاں تک (یہ مسلسل ستر آیتیں ایسی ہیں جو) ان کے بارے میں مسائل کو ذکر کر رہی ہیں) زیر نظر آیت سے ملتی جلتی سورہ بقرہ کی ۶۱ ویں آیت ہے۔
"نتق" کے معنی ہیں اکٹھا کر پھینک دینا۔

جب حضرت موسیٰ تورات لے کر کوہ طور سے واپس آگئے تو بنی اسرائیل نے آپ کی مخالفت شروع کر دی، خداوند عالم نے پہاڑ کو زمین سے اکھاڑا اور ان کے سروں پر سائبان کی مانند لٹکا دیا جس سے وہ وحشت زدہ ہو گئے اور وعدہ کیا کہ ان کی اطاعت کریں گے اور سجدہ میں بھی گر گئے۔

یہاں ہر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کسی کو مجبور کر کے وعدہ لینا اور اس سے اطاعت کرانا صحیح ہے اور اس سے اطاعت کرانا صحیح ہے اور اس کی قدر و قیمت بھی ہے؟

تو اس جواب یہ ہے کہ ہر مقام پر مجبور کرنا برا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات نشے کے عادی کو مجبور کر کے اس سے نشہ چھڑایا جاتا ہے جو بجائے خود ایک اہم بات ہے البتہ مجبور کر کے اس پر قلبی عقیدہ مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن صحیح اعمال کو معاشرے میں زبردستی طریقے سے بھی رائج کیا جا سکتا ہے علاوہ ازیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کسی کام کو زبردستی کرایا جاتا ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ معرفت اور آگاہی اور شعور پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ارادہ اور اختیار سے انجام پانے لگتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ معاشرے کی عمومی تربیت کے لئے بعض اوقات دباؤ اور سختی سے بھی کام لینا پڑتا ہے تاکہ لوگوں کو کار خیر پر آمادہ کیا جاسکے۔ ﴿اذتقنا ----- خذوا ما اتینا کم -----﴾
- ۲۔ احکام الہی کو عشق و شوق پھر سنجیدگی اور قوت کے ساتھ لینا چاہئے اور ان پر عمل کرنا چاہئے۔
- ۳۔ آسمانی کتابوں اور دینی رستوارات کا اصل مقصد لوگوں کے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ ﴿لعلکم تتقون﴾

آیت ۱۷۲

﴿وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ وَ أَخَذَ مِنْ عَلٰی أَنفُسِهِمُ الْكَلِمَةَ لِيَسْتَرَفَعُ الْغَافِلِينَ ۗ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرْ لَمَّا سَأَلَهُمْ لَقَدْ سَأَلْتُمُونِي وَإِنِّي لَأَكْتُبُ لَكُمْ آيَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

ترجمہ: اور اس روز کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو لیا اور انہیں اپنے آپ پر گواہ بنایا (اور کہا) آیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم گواہی دیتے ہیں (کہ تو ہمارے پروردگار ہے اولاد آدم سے اس طرح کا اقرار اس لئے لیا گیا) تاکہ بروز قیامت یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل رہے تھے۔

چند نکات:

"ذریت" کے معنی ویسے تو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہیں لیکن عام طور پر اس کا استعمال تمام اولد میں بھی ہوتا ہے۔

آیت میں اولاد آدم سے پیمان لینے کا انداز ذکر نہیں ہوا۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق کے بعد ان کی تمام اولاد باریک لیکن باشعور ذرات کی صورت میں ان کی پشت سے نکالا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کر کے ان سے سوال کیا، جس پر انہوں نے خداوند متعال کی ربوبیت کا اعتراف کیا: اس کے بعد ساری ذریت ان کی سلب اور مٹی میں واپس چلی گئی اور پھر تدریجی اور طبعی طور پر ان سے باہر آتی رہی، اس عالم کو "عالم ذر" اور اس پیمان کو "پیمان الست" اور اس کائنات کو "عالم الست" کہا جاتا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "عالم ذر" سے مراد وہی استعداد اور صلاحیتوں کا عالم ہو اور پیمان سے مراد فطرت کا تکوینی پیمان ہو۔ یعنی جب اولاد آدم نطفہ کی صورت میں اپنے بالوں کی صلبوں سے نکل کر ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتی ہے تو اس وقت ایک ذرہ سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ توحید کی معرفت کی استعداد اور فطرت اسی طرح حق جوئی کی فطرت ان میں ودیعت کر دیتا ہے۔ اور یہ خدائی راز ایک اندرونی حس کی صورت میں ہر ایک کی نہاد و فطرت میں امانت کے طور پر رکھ دی جاتی ہے اور ساتھ ہی ان کی عقل و خرد میں بھی یہی بات بٹھادی جاتی ہے۔ جب سے خدا کی تلاش اس کی شناخت اور اس کا اقرار ایک خود آگاہ حقیقت کی صورت میں منقش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقی زبان میں ان سے سوال کیا ہے اور انہوں نے بھی اسی زبان میں جواب دیا ہے۔

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم نے توحید کو ہر انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل کر دیا ہے۔ ﴿اشهد هم على انفسهم﴾
- ۲۔ فطرت اور حق جوئی کا یثاق بندوں پر اتمام حجت کی طور پر ہے۔ ﴿ان تقولوا يوم القيامة﴾
- ۳۔ انسان اپنے وجود کی گہرائیوں میں خداوند عالم کے اقرار کی حس کو ضرور تلاش کرتا ہے اس لئے کہ اس نے عالم ذر میں اس کا اقرار کیا ہوا ہوتا ہے۔

آیت ۱۷۳، ۱۷۴

﴿أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

ترجمہ: (ذُریت آدم سے ہم سے یہ سوال و جواب اس لئے کئے) تاکہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے باپ دادا تو پہلے ہی سے مشرک تھے اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے (اور مجبور ان کی راہوں پر چلتے رہے) تو کیا ہم ان اہل باطل کی کارستانیوں کی وجہ سے سزا دے گا اور ہلاک کرے گا؟

اور ہم اس طرح اپنی آیات کو روشن کر کے بیان کرتے ہیں (تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ توحید کا نور ابتدا ہی سے ان کی فطرت میں شامل ہے) اور شاید کہ خداوند (اور توحید کی پاک فطرت) کی جانب لوٹ آئیں۔

پیام:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی فطرت، خدا کی طرف سے اتمام حجت کے طور پر ہوتی ہے اور فطرت کا چراغ اپنے اندر اس قدر طاقت رکھتا ہے کہ اس میں چاروں طرف پھیلائی ظلمت پر اپنا نور ڈالنے کی پوری پوری طاقت ہوتی ہے۔
- ۲۔ ماحول اور معاشرہ انسان کو مجبور نہیں کرتا۔ ﴿وتقولوا﴾
- ۳۔ اصول دین میں تقلید جائز نہیں ہے ﴿اشرک آباؤنا﴾
- ۴۔ اپنے گناہ اور گمراہی کا بوجھ دوسروں کی گردن میں مت ڈالو ﴿اشرک آباؤنا﴾
- ۵۔ اپنے اسلاف کا احترام اس حد تک ہے کہ انسان کو مشرک نہ بنا دے۔ ﴿ذی یت من بدھم﴾
- ۶۔ شرک انسان کو ہلاکت اور یا وہ کوئی اور غلط کاریوں تک جا پہنچاتا ہے ﴿تھلکنا -- مبطلون﴾
- ۷۔ آیات الہی انسان کو میثاق فطرت اور توحیدی سرشت کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ﴿لعلھم یرجعون﴾

آیت ۱۷۵

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ الْكِتَابَ فَآتَىٰ مُنْجِبًا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کے لئے اس شخص کی داستان کو پڑھو کہ جسے ہم نے اپنی آیات عطا کی تھیں، پس اس نے (ناشکری کرتے ہوئے) اپنے آپ کو ان آیات اور علوم سے باہر نکال لیا اور شیطان نے اسے اپنے پیچھے لگا لیا پس وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

ایک نکتہ:

یہ آیت بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جو پہلے پہل تو مومنین اور الہی آیات و علوم کے حاد ملن کی صف میں تھا، لیکن بعد میں گمراہ ہو گیا اور شیطان نے اس کے دل میں کئی وسوسے ڈال دیئے تمام تاریخی اور تفسیری کتابوں میں اس کا نام "بلعم باعورا" مذکور ہے۔

حضرت امام رضا سے روایت ہے کہ بلعم باعورا "اسم اعظم" جانتا تھا جس کی وجہ سے اس کی ہر دعا قبول ہوتی تھی لیکن بعد میں فرعون کے دربار میں جا پہنچا۔ اگرچہ وہ آغاز کار میں حضرت موسیٰ کا مبلغ تھا، لیکن اس کا انجام بہت خراب ہوا۔

قرآن مجید میں اس کا نام تو نہیں لیا گیا لیکن اس کی کارستانیوں ضرور بیان کی گئی ہیں اور حضرت امام محمد باقر کے بقول یہ آیت ہر اس شخص سے مطابقت رکھتی ہے جو خواہشات نفسانی کو حق پر غالب کرتا ہے (از تفسیر نور الثقلین) اور اس قسم کے لوگ ہر دور اور ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں آیت صرف بلعم سے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلعم باعورا کا قصہ توریت میں بھی ذکر ہوا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

پیام:

- ۱۔ رہبر اور قائد کا فرض بنتا ہے کہ لوگوں کو درپیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرے اور ڈرائے۔ ﴿واتل علیہم﴾
- ۲۔ انسان کو جس قدر ترقی ملتی جائے اسے کبھی مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسے تباہی کا خطرہ ہر وقت درپیش رہتا ہے صحیح معنوں میں انجام کار ہی اہمیت رکھتا ہے، آغاز کار کو اپنی اہمیت حاصل نہیں، جو جتنا بلند ہوگا اس کا خطرہ بھی اسی قدر زیادہ ہوگا۔ ﴿فانسلخ منها﴾
- ۳۔ میرے انجام کے بارے میں ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اس خطرے کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کہیں نعمت، عذاب اور سزا میں نہ بدل جائے!
- ۴۔ اگر نعمتوں کو ان کے صحیح مصرف میں استعمال نہ کیا جائے، واپس لے لیا جاتی ہیں ﴿آئینہ آیاتنا فانسلخ﴾
- ۵۔ جو خدا سے کٹ جاتا ہے، شیطان کی گرفت میں آجاتا ہے اور اس کا لقمہ بن جاتا ہے ﴿فانسلخ مظ فاتبعہ الشیطان﴾
- ۶۔ دنیاوی چکا چونڈ اور شاہی دربار ایسی چیزیں جہاں پر علماء اور دانشوروں کے قدم ڈمگا جاتے ہیں، عوام الناس کا تو خدا ہی حافظ ہے!

۷۔ انسان آزاد ہے، جب چاہے اپنی سمت بدل لے ﴿آئینہ آیتنا فانسلخ﴾

۸۔ جب شیطان کسی میں اپنی متابعت کی صلاحیت دیکھتا ہے تو اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ ﴿فانسلخ فاتبعہ﴾

- ۹۔ صرف اکیلا علم ہی نجات دہندہ نہیں ہے۔ دنیا پرست عالم، شیطان کا اسیر ہو سکتا ہے ﴿فاتبعه الشيطان﴾
- ۱۰۔ طاغوتی طاقتیں علماء کو بھی فریب دے سکتی ہیں علماء سوکا انجام بلعم باعور جیسا ہوتا ہے لہذا اے تاریخ کے لئے ایک یادگار سبق کے طور پر باقی رہنا چاہئے۔
- ۱۱۔ راہ خدا کو چھوڑ دینا حماقت ہے ﴿فکان من الغاوین﴾ اور "غوایت" اس گمراہی کو کہتے ہیں جو حماقت کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہے۔

آیت ۱۷۶

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَ لَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرَكْهُ يَلْهَثْ لَكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو اس کی قدر و منزلت کو (ان آیات و علوم کی وجہ سے) اور پر لے جاتے (جو ہم نے اسے عطا کئے تھے) لیکن وہ خود زمین (اور مادیات) سے چمٹ گئی اور اپنی خواہش کی اتباع کر لی، تو اس کی مثال اس کے جیسی ہے کہ لگ تو اس پر حملہ کرے تگو وہ منہ کھول کر بھونکنے لگے اور زبان کو باہر نکال لے، اور اگر (حملہ نہ کرے بلکہ) اسے ویسے ہی چھوڑ دے تو بھی وہ ایسا ہی کمرے (دنیا پرستوں کا منہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے) کہتے کی یہ مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ پس (اے پیغمبر) تم ایسی داستانوں کو بیان کرتے رہو شاید کہ یہ لوگ غور فکر کے نام لیں۔

پیام:

- ۱۔ آیات خداوندی انسان کی بلندی (مراتب) کا سبب ہیں ﴿لرفعناه بها﴾
- ۲۔ دنیا کے ساتھ دل لگا انسان کی پستی کا موجب ہوتا ہے اور اس کی معنوی پرواز رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ ﴿اخلد﴾
- ۳۔ لطف خداوندی مختلف طور طریقوں سے حاصل ہوتا رہتا ہے، لیکن انسان اسے اپنے تک پہنچنے سے روکنے کا سبب بن جاتا ہے ﴿لو شئنا لرفعناه بها ولكن﴾ (---)
- ۴۔ دنیا پرستی ہو اوہوس پرستی کے ساتھ ملی ہوتی ہے ﴿اخلا - اتبع هواہ﴾

۵۔ غافل لوگوں کو چاپایوں سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن علماء سویا دنیا پرست عالموں کو حریص کتے کی مانند بتایا گیا ہے۔
(کمثل الکلب)

۶۔ بے عمل عالم۔ لوگوں کے نزدیک قابل نفرت ہوتا ہے ﴿کمثل الکلب﴾

۷۔ دنیا کا بندہ کبھی سکون قلب حاصل نہیں کر پاتا ﴿ان لتحمل علیہ یلہث وترکہ یلعث﴾

۸۔ دنیا کے ساتھ محبت اور خواہشات نفسانی کی اتلج، انسان کو لہ پرواہ کر دیتی ہے ﴿ان تحمل ---- او ترکہ﴾

(--)

۹۔ فریب خوردہ علماء کا انجام لوگوں کے سرمایہ عبرت اور موجب غور و فکر ہوتا ہے۔ (سابقہ آیت میں "واتل" ہے اور اس میں (ناقص) ہے۔

۱۰۔ حرص اور دنیا پرستی کی کوئی حد انتہا نہیں ہے، دنیا پرستوں کے پاس جس قدر بھی دنیا موجود ہو بھی ان کے لئے کم ہے اور وہ طمع و لالچ کی زبان کھولے کتے کی طرح ہانپ ہانپ رہے ہوتے ہیں۔

۱۱۔ قصوں اور داستانوں کو انسان کی فکری ترقی کا موجب بننا چاہئے تاکہ دماغی نشہ یا سرگرمی کا سبب تبلیغی قسم کی داستانیں بیان کرنا انبیاء کا کام ہوت ہے ﴿فاقص القصص لعلہم یتفکرون﴾

آیت ۱۷۷ - ۱۷۸

﴿سَاءَ مَثَلًا لِّلْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوا بِآیَاتِنَا وَ انْفَسَهُمْ كَانُوا یَظْلِمُونَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَ مَنْ یُضِلّٰلِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے یہی آیات کو جھٹلایا ہے ان کی مثال کس قدر بری ہے، اور یہ لوگ اپنے اوپر خود ہی ظلم کرتے تھے۔

جسے خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے، اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے پس وہی لوگ ہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

چند نکات:

یہ جو انسان اپنے علمی اور معنوی سرمائے کو طاغوت کی تقویت پہنچانے کے لئے خرچ کرتا ہے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔

ہدایت یافتہ افراد کے لئے مفرد (مھتد) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور گمراہوں کے لئے جمع (خاسرون) کا لفظ لایا گیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہدایت یافتہ افراد کا راستہ ایک ہی ہے اور وہ متحد ہیں لیکن گمراہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ان کی راہیں بھی مختلف ہیں۔

ہر چند کہ ہدایت اور گمراہی خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن اس کے لئے راہیں ہموار کرنا انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور خداوند عالم حکیم اور رحیم ہے جب تک انسان راہیں ہموار نہیں کرے گا اس کے لطف و رحم یا قہر و غضب کے شامل حال نہیں ہوگا۔

پیام:

۱۔ آیات خداوندی کی تکذیب کرنا اپنے آپ پر ظلم کرنا ہوتا ہے دوسروں پر نہیں۔ ﴿انفسہم کا نوا یظلمون﴾
 ﴿انفسہم﴾ کو "یظلمون" ہر مقدم کرنا انحصار کی دلیل ہے۔

۲۔ برا انجام آیات الہی کو جھٹلانے والوں کے انتظار میں ہے۔

۳۔ اگر خداوند تعالیٰ کی مہربانی شامل حال نہ ہو تو صرف علم رکھنا نجات اور ہدایت کا موجب نہیں بن سکتا۔ (من یھد)

(السد)

آیت ۱۷۹

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَهُمْ أَدَانٌ لَا يُسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾

ترجمہ: اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے بہت سے جن و انس کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے (کیونکہ) ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعہ وہ حق کو درک نہیں کرتے آنکھیں ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ نہیں دیکھ پاتے ایسے کان ہیں جن کے ذریعے وہ اسے نہیں سنتے وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ ہی غافل ہیں۔

چند نکات:

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے جن وانس دوزخ کئے لئے پیدا کیا گیا ہے جبکہ سورہ ذاریات / ۵۶ میں جن وانس کی تخلیق کا سبب عبادت بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون" تو ان میں سے کس کو صحیح مانا جائے؟

جواب: تخلیق کا اصل مقصد تو عبادت اور خدا پرستی ہی ہے، لیکن انسانوں "لجھنم" پر موجود "لام" عاقبت اور انجام کے لئے ہے مقید اور ہدف کے لئے نہیں۔ جیسا کہ برہنی کا اصل مقصد تو ڈرور دروازے کھڑکیاں وغیرہ تیار کرنا ہوتا ہے لیکن انہیں دروازوں اور کھڑکیوں کے تختے اور لکڑیاں انگیٹھی میں بھی جلتی ہیں تو یہ اس کا تبعی ہدف ہوتا اصل اور بنیادی مقصد نہیں ہوتا ۵۵

یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا فرشتہ زیادہ اہم یا انسان؟ تو اس کا جواب حضرت علی نے یوں دیا ہے کہ فرشتے میں صرف عقل ہوتی ہے اور حیوان میں فقط غریزہ حکم فرما ہوتا ہے۔ لیکن انسان ان دونوں صفات کا حامل ہوتا ہے۔ جس کی عقل اس کے عزیز پر غالب آگئی وہ فرشتے سے برتر جس کا غریزہ اس کی عقل پر غالب آگیا وہ حیوان سے بدتر ہو گیا۔ ﴿اولئک کالانعام بل ہم اضل﴾ ۵۶

پیام:

- ۱۔ آفرینش اور تخلیق تو رحمت کی بنیاد پر ہوتی ہے لیکن انسان اپنے غلط اختیار کی وجہ سے جہنمی بن جاتا ہے۔ ﴿لہم قلوب﴾ (۔۔۔)
- ۲۔ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں، وہ بھی صاحب اختیار و ارادہ ہیں، انہیں بھی سزا اور جزا ملے گی۔ ﴿من الجن والانس﴾
- ۳۔ جو شخص خدائی نعمتوں سے صحیح معنوں میں فائدہ نہیں اٹھاتا وہ اس سے بدتر ہے جس کے ہر اس قسم کی نعمتیں نہیں ہیں۔ ﴿بل ہم اضل﴾

۴۔ آنکھ، کان، دل اور زبان رکھنے میں انسان بھی حیوان کے مشابہ ہے لیکن انسان کو چاہئے کہ وہ ان سے بہتر طور پر استفادہ کرے اور زیادہ سے زیادہ بہرہ برداری کرے، ورنہ وہ حیوان کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ پست ہو۔ آنکھ کو چاہئے کہ ظاہری چیزوں کے علاوہ ملکوت کو بھی دیکھے۔ کان کو چاہئے کہ ظاہری شور شرابے کو سننے کے علاوہ باطنی زمزموں کو بھی سنے۔

(انسان معرفت کے ذرائع کی وجہ سے حیوان سے برتر اور بہتر ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو حیوان کے برابر ہے ﴿لایفقیہون﴾ - کالانعام ﴿﴾

۵۔ بے سمجھ اور بے بصیرت انسان مندرجہ ذیل امور میں چوپایوں کی مانند ہیں، بے پرواہی، شکم پرستی، استعمار ہونے، بار اٹھانے، معرفت کی لذت سے محروم ہونے۔۔۔ وغیرہل ہیں۔

۶۔ بے بصیرت انسان مندرجہ ذیل مسائل سے غافل ہوتے ہیں۔

ہدف اور مقصد بے خدا، خود اپنے آپ سے وسائل سے، آخرت سے اولاد سے، آیات الہی سے، قانون خداوندی سے، خدا کی سابقہ مہربانیوں اور اپنے گناہوں سے۔

۷۔ غافل لوگ تو حیوانات سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں ﴿بل ہم اضل﴾

۸۔ بہت سے انسان اس لئے جہنم خرید کر لیتے ہیں کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کو ہدایت اور کمال کی راہوں میں استعمال نہیں کرتے۔ ایسے لوگ آنکھ، کان، دل اور زبان رکھنے کے باوجود غفلت اختیار کئے ہوتے ہیں۔

آیت ۱۸۰

﴿وَاللَّهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذُرُوا الدِّينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِمْ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہیں اچھے اچھے نام، پس تم بھی خدا کو انہی ناموں سے پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کجروی سے کام لیتے اور لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ بہت جلد یہی لوگ اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔

چند نکات:

"﴿السماء حسنى﴾" کا کلمہ قرآن مجید میں تین جگہ پر آیا ہے۔ ۱۔ اسی آیت میں ۲۔ بنی اسرائیل کی ۱۱۰ ویں آیت میں اور طہ کی ۸ ویں آیت میں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام ہی حسنیٰ (اچھے) ہیں اور خداوند متعال تمام کمالات اور اسماء کا مالک ہے لیکن روایات میں زیادہ تر ننانوے ناموں پر زور دیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کو ان ناموں کے ساتھ پکارے گا اسکی دعا قبول ہوگی۔ اور جو شخص انہیں شمار کرے گا وہ بہشتی ہے (توحید شیخ صدوق تفسیر المیزان، مجمع البیان اور نور الثقلین۔ منقول از تفسیر نمونہ) البتہ شمار کرنے سے مراد لفظ یا لبوں کی حرکت کے ساتھ نہیں بلکہ ان اسماء کی طرف توجہ، ان سے الہام لینا، ان کی صفات سے متصف ہونا اور ان کے ساتھ ہونا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کا مسئلہ صحیح بخاری، مسلم اور ترمذی شریف میں بھی موجود ہے کہ جو شخص خدا کو ان ناموں کے ساتھ پکارے گا اس کی دعا مستجاب ہوگی، (تفسیر المیزان تفسیر نمونہ)

خداوند تعالیٰ کے ننانوے نام یہ ہیں۔

اللہ، الہ، الواحد، الاحد، الصمد، الاول، الآخر، السميع، البصير، القدير، العلي، الاعلى، الباقي، البديع، الباري، الاكرم، الباطن، الحي، الحكيم، العليم، الحلیم، الحفيظ، الحق، الحسيب، الحميد، الحفي، الرب، الرحمن، الرحيم، الذارع، الرازق، الرقيب، الرؤف، الرائي، السلام المؤمن، المهمين، العزيز، الجبار، المتكبر، انسيد، السبوح، الشهيد، الصادق، الصانع، الظاهر، العدل، العفو، الغفور، الغنى، الغياث، الفاطر، الفرد، الفتح، الفائق، القديم، الملك الدوس، القوي، القريب، القيوم، القابض، الباسط، متقى، الحاجات، المجيد، المولى، المنان، المحيط، المبين، المغيث، المصور، الكريم، الكبير، الكافي، كاشف الضّر، القدير، النور، لاوهاب، الناصر، الواسع، الودود، الهادي، الوفي، الوكيل، الوارث، البر، الباعث، التتواب، الجليل، الجواد، الخبير، الخالق، خيرالناصرين، العيان، الشكور، العظيم، اللطيف، الشافي، (از تفسیر)

قرآن مجید میں اس سے زیادہ (تقریباً ۱۴۵) نام ہیں اور یہ جو ننانوے کی تعداد کا تذکرہ بعض روایات میں آیا ہے یا تو اس لئے ہے کہ بعض نام ایسے ہیں جو کہ ایک دوسرے میں لدغم ہونے کے قابل ہیں اور بعض ایسے کہ جنہیں ایک دوسرے سے مطابق دی جا سکتی ہے، یا پھر اس سے یہ مراد ہے کہ یہ نام بھی قرآن مجید میں ہیں نہ یہ کہ فقط یہی تعداد ہے۔ جبکہ بعض آیات میں ان ناموں کا مضمون ملتا ہے مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے نام کے لئے "صادق" کا لفظ استعمال نہیں ہوا لیکن "﴿من اصدق من الله قبيلاً﴾" (النساء/۱۲۲) یا "﴿ومن اصدق من الله حديثاً﴾" (نساء/۷۷) یعنی خدا سے بڑھ کر

بعض دعاؤں اور روایات میں خداوند تعالیٰ کے لئے کئی اور نام بھی ذکر ہوئے ہیں۔ (مثلاً دعائے جو شن کبیر مکمل) البتہ بعض اسماء ایسے ہیں جن کے خصوصی آثار و برکات اور اختیارات ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں: "خدا کی قسم! اللہ کے اسماء حسنی ہم ہی ہیں" (اصول کافی) یعنی خداوند عالم کی صفات ہمارے اندر جلوہ گر ہیں اور ہم ہی خدا خدا کی معرفت کا حقیقی ذریعہ ہیں "تو ان احادیث کی روشنی میں آیت میں موجود یہ جملہ "﴿وَذُرُوا الَّذِينَ يَلْحَدُونَ﴾ ہمیں کہہ رہا ہے کہ فضائل اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں الحاد کرنے والوں کی پرواہ نہ کریں" (از تفسیر نور الثقلین، منقول از اصول کافی)

وضو کے بغیر خدا کے کسی نام کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا، اور نہ ہی اللہ کے نام کو جنب شخص کے بدن کا کوئی حصہ میں کر سکتا ہے اور اس کی ہر طرح کی توہین بھی حرام ہے۔

"اسم اعظم" کیا ہے اور کونسا؟ تو اس بارے میں یہ عرض ہے کہ بعض روایات کے مطابق جو شخص خدا کا رسم اعظم جانتا ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور عالم طبعیت اور جہان فطرت میں تصرف کر سکتا ہے بلعم باعورا (کہ جس کا ذکر اسی سورت کی ۱۷۵ ویں آیت میں گزر چکا ہے) بھی اسم اعظم جانتا تھا۔

بعض علماء کے بقول یہ خدا کا ایک ایسا نام ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے۔ جبکہ بعض دوسرے علماء فرماتے ہیں "اسم اعظم" درحقیقت کوئی لفظ اور نام نہیں ہے بلکہ خدا کی صفت اور کمال ہے اور صفت اور کمال کا پر تو جو شخص اپنے وجود میں پالیتا ہے اس کی روحانی قدرت اس حد تک جا پہنچتی ہے کہ وہ عالم فطرت اور جہاں طبعیت میں تصرف کر سکتا ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں کہ ایک فاسق و فاسد شخص ایک لفظ یا کلمے کو یاد کر لے اور مستجاب الدعوت بن جائے، یا عالم فطرت میں تصرف کرنا شروع کر دے۔ (تفسیر نمونہ)

فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و چیزوں کی طرف پلٹتی ہیں۔

۱۔ خدا کی بے نیازی۔ ۲۔ مالوی اللہ کی خدا کی طرف نیاز مندی، (تفسیر نمونہ)

پیام:

۱۔ "اللہ" تمام اسمائے الہی محور و مرکز ہے۔ ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ ()

۲۔ تمام نیک اور مقدس نام جو خدا کے شایان ہیں اسی کے لئے ہیں ﴿الْأَسْمَاءُ﴾

۳۔ "اسمائے حسنی" صرف خدا ہی کے ساتھ خاص ہیں، دوسرے لوگوں کو "حسنی" کی رسائی کے لئے اسی کے پاس جانا چاہئے ﴿اللہ الاسماء﴾

۴۔ خدا کے کچھ نام ایسے ہیں جو دوسروں کے لئے نہیں رکھے جاسکتے مثلاً "رازق" کسی کا نام نہیں رکھا جاسکتا۔ ﴿وللہ الاسماء﴾

۵۔ اپنی طرف سے خدا کا کوئی نام نہیں رکھا جاسکتا۔ مثلاً از خود خدا کو "عقیف" یا "شجاع" یا کسی اور نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت امام علی رضا فرماتے ہیں: "ان الخالق لایوصف الا بما وصف به نفسه" خالق کائنات کو صرف انہی تصیفات کی ہے (تفسیر فرقان)

۶۔ اسم، اپنے مسمیٰ پر دلالت کرتا ہے چونکہ اس کی ذلت مقدس ہے لہذا اس کے نام بھی مقدس ہونے چاہئیں۔ اور خدا کو ہر ناروا صفات و اسماء سے پاک و منزہ جاننا چاہئے "سج محمد ربک۔۔" اور "سج اسم ربک۔"

۷۔ دعا بھی اچھائی اور زیبائی کے ساتھ مانگی جانی چاہئے۔ ﴿الحسنیٰ - فادعوه بها﴾

۸۔ اسلام، نام پر بھی توجہ رکھتا ہے ﴿الاسماء یلحدون فی اسمائہ﴾ (۔۔۔)

۹۔ اسمائے الہی، اس کی نشانی کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے نشانات کے ذریعہ سے اس کی ذات تک رسائی حاصل کرنا چاہئے۔ ﴿فادعوه بها﴾

۱۰۔ اولیاء اللہ بھی اللہ کی آیات اور نشانیاں ہیں (روایات میں ہے حضرات ائمہ اطہار علیہم السلام فرماتے ہیں "ہم خدا کے اسمائے حسنی ہیں

۱۱۔ ملحدین کے متعلق رد عمل ظاہر کرنا چہائے ﴿ذروالذین یفلحدون﴾

۱۲۔ حق کا راستہ، فطری ہے اور تمام کمالات کی جامع ذات خداوند ذوالجلال پر ایمان فطرت اور ضمیر کی آواز ہے۔ اور اس راہ سے انحراف، فطرت کے راستوں سے ہٹ کر راستہ ہوگا۔ ﴿یلحدون﴾ الحاد کا معنی انحراف اور بے راہ روی ہے۔

۱۳۔ خدا کا نام کسی کو دنیا بھی الحاد ہے اور دوسروں کا نام خدا کو دینا بھی الحاد اور گمراہی ہے ﴿یلحدون فی اسمائہ﴾

۱۴۔ اسمائے حسنی کے تین مصداق ہیں۔ ۱۔ صفات الہی ۲۔ اولیاء الہی اور ۳۔ اسمائے الہی۔ (از تفسیر فرقان)

۱۵۔ دعا اور نام رکھنا ایمان اور عمل کی علامت ہوتے ہیں۔ (م ﴿اٰكٰنوا يَعْمَلُوْنَ﴾ یہ نہیں فرماتا: "﴿مٰكٰنوا يَعْلَمُوْنَ﴾"۔

۱۶۔ غفلت کا علاج خدا کی یاد ہے، جیسا کہ اس سے گزشتہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ "ہم الغافلون" اور اس آیت میں فرمایا ہے ﴿لِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾

آیت ۱۸۱

﴿وَمِنْ خَلْقِنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَّعْدِلُوْنَ﴾

ترجمہ:

اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سے کچھ ایسے گروہ بھی ہیں جو (دوسروں کو) حق کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں۔

دونکات:

اسی سورت کی ۱۰۹ ویں آیت میں حضرت موسیٰ کی قوم کے کچھ افراد کے لئے یہی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوسٰی اُمَّةٌ﴾ --"

روایات کے مطابق اس آیت میں "امت" سے مراد "امت محمد ہے جو تمام امتوں سے بہتر امت ہے۔ اور بعض اہل سنت روایات میں ہے کہ مسلمانوں کے بہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ ہی نجات پائے گا۔ (تفسیر نور الثعلین منقول از تفسیر نمونہ)

پیام:

- ۱۔ حق و ہدایت کے پیروکار کم ہی ہوا کرتے ہیں ﴿وَمِنْ خَلْقِنَا اُمَّةٌ﴾
- ۲۔ ہدایت اور حکومت کا محور مرکز صرف اور صرف "حق" کو ہی ہونا چاہئے۔

۳۔ وہی لوگ قابل قدر ہوتے ہیں جو ہدای قبول کرنے کے ساتھ ساتھ نظام حق کو وجود میں لانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، صرف شناخت اور معرفت ہی کافی نہیں اس کی نثر و اشاعت اور اس پر عمل بھی ضروری ہے۔ ﴿بہ يعدلون﴾ یعنی "﴿بہ یحکمون﴾"

آیت ۱۸۲ - ۱۸۳

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأَنْلِيَ لَهُمُطِ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم بہت جلد انہیں مرحلہ وار ہاں سے اپنی گرفت میں لائیں گے جہاں کے بارے میں وہ جانتے بھی نہیں ہوں گے۔
اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں (تاکہ ان کے ظلم کا ایمانہ پوری طرح لبریز ہو جائے) یقیناً میری تدبیر تو محکم اور مستحکم ہوتی ہی ہے۔

چند نکات:

"استدرج" جو کہ خدائی طریقہ کاروں میں سے ایک ہے اور جس کا تعلق آیات خداوندی کی تکذیب کرنے والوں اور مفسدہ حال آسائش پرستوں سے ہے لفظ "درجہ" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے "تدریجی طور پر لپیٹنا" (ملاحظہ ہو مفردات راغب) اور یہی صورت حال سورہ قلم / ۴۴ میں بھی بیان ہوئی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی فرماتے ہیں: "جو لوگ مرفہ حالی اور آسودگی کی زندگی گزارتے ہیں انہیں اس طرف بھی متوجہ رہنا چاہئے کہ کہیں تدریجی لپیٹ کا شکار نہ ہو جائیں اور ان کی یہ نعشیں ان کی غفلت کا موجب نہ بن جائیں" (تفسیر نور الثقلین)

استدرج کے طور پر خدا کا کسی کو مہلت دینا، کسی کو لمبی عمر دینا اور اس طرح کی دوسری چیزیں قرآن مجید میں بارہا بیان ہو چکی ہیں۔ مثلاً زیر نظر آیات ہیں یا "﴿نذر ہم فی غمر تمم حتی حین﴾ (مومنون / ۵۴)" ﴿لایحسبن الذین کفروا انما علی ہم خیر لانفسہم انما علی ہم یزداوا انما﴾ (آل عمران / ۱۷۸) نیز یہی موضوع انعام / ۴۴۔ مومنون / ۵۵/ توبہ / ۵۵۔ آل عمران / ۱۹۸ اور کہف / ۱۰۳ میں بھی متعظہ کیا جا سکتا ہے۔

پیام:

۱۔ خدا کی طرف سے نعمتوں کا حصول امیر کی طرف سے گناہوں سے پردہ پوشی، لوگوں کا داد تحسن کے ڈونگرے برسانا ان سب باتوں کا تعلق ایسی چیز سے ہے جو انسان کے مغرور ہو جانے کا موجب اس کے سرگرم رہنے اور خدا کی طرف سے استدرراج کا سبب بن سکتی ہے۔ ۵۷

۲۔ انسان کی پستی بعض اوقات قدم بقدم اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے جسے وہ محسوس نہیں کر پاتا با الفاظ دیگر خدائی لاٹھی بے اوند ہوتی ہے، ﴿سنستدر جہم من حیث لایعلمون﴾

۳۔ اللہ تعالیٰ کی اظہر من الشمس آیات کی تکذیب تدریجی سقوط اور مخفی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ (کفر بوا۔ سنستدر جہم)

۴۔ لوگوں کو مہلت دینا خدائی طریقہ کار ہے جو ازل سے چلا آ رہا ہے تاکہ جو شخص جس راہ کا چاہے انتخاب کر لے اور اس راہ پر چل کر پروان چڑھے، اور سب لوگوں کے واسطے دروازے کھلے ہوں، تاہم اس میں سرکشی کی فرصت بھی باقی رہے اور توبہ اور بازگشت کی مجال بھی موجود ہو۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو تلخ ترش مشکلات سے دوچار کر کے انہیں متنبہ کرتا ہے اور ۴ افراد کو ان کی سر مستیوں میں لگن رہنے دیتا ہے۔ ۵۸

۶۔ جو لوگ تحریف کر کے توجیہ کرتے اور ہر روز نئے طاغوت کی اطاعت میں لگے رہتے ہیں وہ بھی اس استدرراج کے قانون میں شامل ہیں۔ ۵۹

۷۔ زندگی اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ ﴿املی﴾

۸۔ ضروری نہیں ہے نعمتیں ہمیشہ خدا کے لطف و کرم کی علامات ہوں، بعض اوقات اس کے ناگہانی قہر و غضب کا موجب بھی بن سکتی ہیں۔ ﴿املی - کیدی﴾

۹۔ گناہگار لوگ خدا کے شکنجے سے بچ کر نہیں جاسکتے ﴿املی لہم﴾ اور خواب غفلت میں بڑے ہوئے اشرافیہ کے افراد خدا کے مقابلے میں کمر بستہ ہوتے ہیں ﴿کیدی﴾

۱۰۔ خداوند عالم توبہ اور گناہوں کی تلافی کی مہلت تو کافروں کو بھی دیتا ہے، لیکن وہ اس کے ایل ثابت نہیں ہوتے۔

(لہم)

۱۱۔ غرور و غفلت کا خطرہ اس حد تک زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل تین بار مختلف تعبیروں کے ساتھ اس سے آگاہ کیا ہے۔ ﴿استدرج - کیدی - املی لهم﴾

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کا منصوبے اور اس کی تدبیریں ایسی ہیں کہ جنہیں کوہ شکست نہیں دے سکتا۔ ﴿متین﴾

آیت ۱۸۴

﴿أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ إِن هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾

ترجمہ: آیا ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر اسلام) کو کوئی دیوانگی اور جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس آشکارا طور پر ڈرانے والا ہے۔

ایک نکتہ:

"جنہ" کے معنی ہیں "جنون" اور اس کا اصل معنی ہے "ڈھنپنا" گویا جب کجسی پر جنون طاری ہوتا ہے تو اس کی عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ تہمت لگانا، جسارت اور گستاخی کرنا صاحبان فکر و اندیشہ کا کام نہیں ہوتا ﴿اولم يتفكروا﴾
- ۲۔ پیغمبر اسلام لوگوں کا ساتھی یا بالفاظ دیگر ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے ولای ہستی ہے۔ (اگر ﴿نعوذ بالله﴾ دیوانے ہوتے تو یہ لوگ ساہا سال تک ان کے ہم نشین کیوں رہے؟ ﴿صاحبهم﴾
- ۳۔ پیغمبر تو لوگوں کے ہم نشین اور دولت تھے، ان سے ہٹ کر اور کٹ کر کبھی نہیں رہے ﴿صاحبهم﴾
- ۴۔ فاسد نظام میں ہمیشہ حق گو افراد کو مجنون کہا ہی جاتا ہے۔
- ۵۔ تمام انبیاء کو ان کے مخالفین کی طرف سے جادو اور جنون کی تہمتوں کا سامنا ہمیشہ سے رہا ہے۔ ۶۰
- ۶۔ خطابت اور مخاطب شناسی کے فن میں یہ بات شامل ہے کہ غفلت کے شکار لوگوں کو ہمیشہ ڈرایا جاتا ہے، انہیں خوشخبری نہیں دی جاتی ﴿ان هولاء نذیر﴾

۷۔ مغرور اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کے لئے صاف صاف اور دو ٹوک بات کہنی چاہئے۔ ﴿مبین﴾

آیت ۱۸۵

﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ اَقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبَايَ حَدِيْثٍ مَّ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾

ترجمہ: آیا وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت (اور باطن) میں اور ہر اس چیز کے بارے میں خوب غور و فکر سے کام نہیں لیتے جسے خدا نے پیدا کیا ہے۔ (تاکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے میں یقیناً کوئی مقصد کار فرما ہے اور ان کی تخلیق بے سود نہیں اور یہ کہ شاید ان کی موت نزدیک ہو چکی ہے؟ پس اس قدر روشن آیات کے بعد پھر کسی بات پر ایمان لے آئیں گے؟

ایک نکتہ:

"ملکوت" کا کلمہ "ملک" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں حکومت اور مالکیت اور اس آیت میں یہ کلمہ عالم ہستی پر خداوند عالم کی حکومت مطلقہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

پیام:

۱۔ نگاہ کو عمیق اور تفکر کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے تاکہ وہ کسی نتیجہ پر جا پہنچے، اس کائنات کے باطنی نظام میں توجہ اور غور و فکر اور اس کا خالق کائنات کے رابطہ کے بارے میں عمیق سوچ سے کام لینا انسان کو خدا سے جا ملاتا ہے، توحید اور نبوت کو عقل و فکر کے ساتھ سمجھنا چاہئے، کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے "اولم یفکروا" سابقہ آیت میں اور ﴿اولم ینظروا﴾ اسی آیت میں۔

۲۔ تشریحی نظام کے بغیر، تکوینی ظام نامکمل ہے ﴿اولم ینظروا --- فبای حدیث﴾

۳۔ توحید، نبوت کا سرچشمہ اور پشت پناہ ہے۔ اور کائنات کے نظام میں غور و فکر کرے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس

نظام کو رہبر اور قائد کے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا ﴿اولم ینظروا --- فبای حدیث﴾

۴۔ اس جہان کا ظاہر جسم کی مانند اور باطن روح کی مثل ہے ﴿ملکوت﴾

۵۔ نظام تخلیق کائنات میں کوئی بھی ذرہ بے مقصد اور بغیر فلسفہ کے نہیں ہے ﴿من شیء﴾

۶۔ انسانوں کی بہت سی بد بختیاں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ وہ موت کی یاد سے غافل ہو چکے ہوتے ہیں ﴿عسی ان

یکون قد اقترب اجلهم﴾

۷۔ موت کی یاد، بہت سی ہٹ درمیوں کے خاتمہ کا سبب ہوتی ہے۔ اور لوگوں کو فرصت سے استفادہ اور مرنے سے

پہلے ایمان لانے کی دعوت دیتی ہے ﴿قد اقترب اجلهم﴾

۸۔ قرآن بہترین کتاب اور بہترین گفتگو ہے۔ اور اسے قبول نہ کرنے کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ ﴿فبای حدیث

بعده یؤمنون﴾

آیت ۱۸۶

﴿مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهْطٍ وَ يَذْرُؤَهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْصَمُونَ﴾

ترجمہ: جسے خداوند عالم (اس کے فق و اعمال کی وجہ سے) گمراہی میں چھوڑ دے۔ اسے کوئی تقویت کرنے والا نہیں ہوتا اور انہیں ان کی سرکشی اور طغیان میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ وہ سرگردان رہیں۔

پیام:

۱۔ جو لوگ انبیاء کرام کی تنبیہات پر کان نہیں دھرتے اور ان کے فرمودات کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتے ان کی سزا یہ ہے کہ ہمیشہ خدائی قہر و غضب میں جکڑے رہیں اور اپنے حال میں مگن رہیں "فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔۔۔" سابقہ آیت میں اور ﴿یذرہم﴾ اسی آیت میں۔

۲۔ اضلال و ہدایت خدا کا کام ہے لیکن ان کے لئے اسباب کی فراہمی انسان کی نیت اور اس کے عمل میں مضمر ہے۔ جو اس بات کا موجب ہوتی ہے کہ انسان کا دل زنگ آلود وہ جاتا ہے اور ہدایت الہی اس کے شامل حال نہیں ہوتی

﴿یضلل الله﴾ ۶۱

۳۔ طاغوت ہمیشہ، سرگردان اور پریشان حال رہتا ہے ﴿بعصمون﴾

۴۔ لوگوں کی سرکشی زبردستی نہیں ہوتی۔ ﴿طغیانہم﴾

آیت ۱۸۷

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَعْتَةً قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ ہر وقت برپا ہوگی؟ تو آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے پروردگار کے پاس اور اس کے علاوہ کوئی اور اس کے وقت کو آشکار نہیں کر سکتا۔ قیامت کا آسمانوں اور زمین میں آنا بہت ہی سنگین ہوگا، اور یہ تمہاری پاس اچانک آن پہنچے گی۔ یہ لوگ آپ سے یوں سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی مکمل آگاہی رکھتے ہیں، کہہ دیجئے کہ اس کا علم اور صرف خدا کے پاس ہے لیکن بہت سارے لوگ اس چیز کو نہیں جانتے۔

چند نکات:

کفار قریش نے کچھ لوگوں کو یہودی علماء کے پاس بھیجا تا کہ اسن سے چند مشکل اور پیچیدہ سوالات سیکھ کر آئیں اور پیغمبر اسلام سے جا کر پوچھیں اور وہ ان مشکل سوالوں کا جواب نہیں دے پائیں گے جس کی وجہ سے وہ (نعوذ باللہ) مغلوب ہو کر شکست کھا جائیں گے، ان مشکل سوالات میں سے ایک قیامت کے واقع ہونے کے وقت کی تعیین کے بارے میں بھی تھا۔

"ایان" زمانے کے بارے میں سوال ہے (یاد رہے لفظ "الساعة" قیامت کے شروع کے لئے بولا جاتا ہے اور "القیامۃ" سزا و جزا کے لئے حساب و کتاب کے زمانے کو کہتے ہیں۔ لہذا "مراغی" "مُرسی" ثابت اور واقع ہونے کے معنی میں ہے، "جبال راسیات" محکم اور استوار پہاڑوں کو کہا جاتا ہے۔ "حفی" کے معنی ہیں ہمیشہ جستجو میں لگا رہنے والا شخص، اور پیغمبر کا "حفی" ہونا اس معنی میں ہے کہ گویا آپ نے قیامت کے بارے میں خدا سے بار بار پوچھ کر اس کی مکمل طور پر تحقیق کر لی ہے اور پوری طرح آگاہ ہو چکے ہیں۔

آسمانوں اور زمین کے قیامت کی سنگینی شاید آسمانوں کے ایک دوسرے پر گرنے مختلف کرات کے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سورج کے بے نور ہو جانے اور زمین کے اوپر تلے ہو جانے وغیرہ کی صورت میں ہوگی۔

پیام:

- ۱۔ خداوند عالم کے علاوہ کوئی بھی شخص قیامت کے واقع ہونے کے وقت کو نہیں جانتا۔ ﴿انما علمها عند ربی﴾
- ۲۔ وقت کا نہ جاننا انسان کی تربیت اور ہمہ وقت آمادہ رہنے کے لئے بہتر ہے۔
- ۳۔ قیامت، اچانک واقع ہوگی ﴿بغتة﴾ ۶۲
- ۴۔ قیامت کی گھڑی بہت ہی سخت ہوگی حتیٰ کہ آسمانوں اور زمین تک کے لئے بھی، اللہ جانے انسان کا کیا حال ہو گا؟ ﴿ثقلت﴾
- ۵۔ "میں نہیں جانتا" کہنے سے نہ گھبراؤ، اس لئے کہ اس آیت میں پیغمبر خدا کے بارے میں بھی حکم کوئی خداوندی ہے کہ وہ کہیں "میں نہیں جانتا" ﴿قل انما علمها عند ربی﴾
- ۶۔ قیامت کے خصوصیات اور جزئیات کو نہ جاننے سے قیامت کے اصل عقیدہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی بھی شخص اپنی موت کے زمانے اور مکان کو نہیں جانتا لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ اصل موت کا ہی منکر ہے۔ ﴿انما علمها عند ربی﴾

آیت ۱۸۸

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط وَ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سَتَكُنُّرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَ بَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ میں اپنے لئے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں ہو مگر صرف اسی کا جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا اپنے لئے بہت سے فوائد اکٹھے کر لیتا اور مجھے کبھی بھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو صرف لانے والوں کے لئے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں،

پیام:

- ۱۔ کسی کا خبر کا خدا پر ایمان س قدر زیادہ ہوگا، خدا کی قدرت کے آگے اسی قدر اس کا سر زیادہ جھکا ہوگا، اور اپنے بارے میں اسی قدر زیادہ عجز و نیاز کا اظہار کرے گا ﴿لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي﴾ ---)۔
 - ۲۔ ہر قسم کا نفع و نقصان خداوند عالم کے مشاء اور ارادے کے تحت ہی ہوتا ہے۔ ﴿الَا مَشَاءَ اللّٰهُ﴾
 - ۳۔ پیغمبر خدا اپنی طرف سے اور اپنی نجی زندگی کے بارے میں غیب نہیں جانتے اگر غیب نہیں جانتے، اگر غیب کی خبریں انہیں عطا کی گئی ہیں تو وہ بھی پیغمبر خدا ہونے کے ناطے، اور وہ بھی خداوند متعال بھی ہی کی طرف سے۔ ﴿لَوْ كُنْتَ
- ﴿ ---﴾
- ۴۔ پیغمبر عالیقدر ویسے تو تمام عالم انسانیت کے لئے بشیر و نذیر ہیں لیکن اس سے فائدہ صرف مومنین ہی حاصل کرتے ہیں ﴿بَشِيرٍ وَ نَذِيرٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

آیت ۱۸۹

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيًّا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْنَا صَالِحًا لَنُكَفِّرَنَّ مِنَ الشُّكْرِينَ﴾

ترجمہ: وہ وہی (خدا) ہے جس نے تمہیں ایک نفس جان سے پیدا کیا ہے اور اس کی زوجہ کو بھی اسی کی جنس سے قرار دیا تاکہ اس سے اسے سکون حاصل ہو۔ پس جب مرد اپنی بیوی کو آغوش میں ڈھانپ لیتا ہے (اور اس سے جنسی آمیزش کرتا ہے) تو عورت ہلکا بوجھ اٹھا لیتی ہے (اور حاملہ ہو جاتی ہے) اور ایک عرصے تک اسے اپنے ساتھ لئے پھرتی ہے، پس جب اس سے بوجھل ہو جاتی ہے تو زن و مرد دونوں خدا سے جو ان کا پروردگار ہے دعا کرتے ہیں (اور اس سے عہد کرتے ہیں) کہ اگر تو ہمیں نیک فرزند عطا فرمائے گا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

پیام:

- ۱۔ زن و مرد کا جوہر و جودی ایک ہی ہے۔ ﴿جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾

۲۔ ازدواج یا شادی روح اور زندگی کے آرام و سکون کا موجب ہوتی ہے اور ازدواجی روحانی بے چینی کا سبب ہوتی ہے ﴿یسکن الیہا﴾

۳۔ زندگی انس و الفت کی بنیادوں پر استوار ہے اختلاف اور انتشار ہر نہیں ﴿یسکن الیہا﴾

۴۔ جنسی مسائل کے بارے میں کنایہ کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ ﴿تغشھا﴾

۶۔ جنسی ملاپ صرف لذات اور شہوت کی تسکین کے لئے نہیں بلکہ نیک اور صالح نسل کی بقا اور دوم کے لئے ہوتا ہے۔ ﴿صالحا﴾

۷۔ انسان فطری طور پر اولاد پر اور بقا کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ﴿آیتنا﴾

۸۔ جب تک انسان کا بوجھ سنگین نہ ہو جائے اس وقت تک متوجہ نہیں ہوتا۔ ﴿فلما القلت دعوا﴾ --

۹۔ مشکلات خدا کی طرف توجہ کا ذریعہ اور روحانی اور معنوں کی کیفیت کے پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہیں۔ حاملہ عورتیں چونکہ تقدیر الہی سے بے خبر اور اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوتی ہیں لہذا ان کی اس کیفیت سے فائدہ اٹھا کر انہیں موعظہ اور نصیحت کی جا سکتی ہے۔ (از کتاب روانشناسی تبلیغی)

۱۰۔ انسان کی نفسیاتی کیفیت یہ ہے کہ وہ مجبوری کے وقت ہر طرح کا قول قرار دینے کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن عام معمول کی حالت اور رفاه و آسائش میں بے وفائی پر اتر آتا ہے ﴿لنکونن ---﴾

۱۱۔ فطری طور پر انسان صلاح و بہتری کا خواہاں ہوتا ہے فساد اور بے پرواہی کا نہیں۔ اسی لئے تو کہا ہے ﴿صالحا﴾ اور "ولدا" نہیں کیا۔

۱۲۔ والدین اپنی اولاد کے انجام میں خود کو شریک سمجھتے ہیں ﴿دعوا﴾

۱۳۔ شکم میں پروان چڑھنے والے بچے کسی نشوونما درجی ہوتی ہے تاکہ عورت میں اس کے اٹھانے کی آمادگی پائی جائے۔ ﴿خفیا﴾

۱۴۔ اولاد کو خدا کا عطیہ سمجھو، اس میں اپنا کمال یا کسی اور کا عمل دخل نہ سمجھو۔ ﴿آیتنا﴾

﴿فَلَمَّا آتَىٰ هُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَىٰ هُمَا فَتَعَلَىٰ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ أَيْشُرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُو شَيْئًا وَ هُمْ يَخْلُقُونَ﴾

ترجمہ۔ پس جو نبی خدا نے انہیں صالح فرزند عطا فرمایا تو وہ اس چیز میں خدا کا شریک ٹھہرانے لگے جو لطیف اور اولاد جیسی نعمت خدا نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز سے بلند اور بالا تر ہے جس کو وہ خدا کا شریک جانتے ہیں۔

آیا وہ ان چیزوں کو خدا کا شریک جانتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتیں اور خود مخلوق ہیں؟!؟

پیام

- ۱۔ اولاد کا تعلق ماں اور باپ دونوں سے ہوتا ہے ﴿آتاہما﴾
 - ۲۔ اللہ تعالیٰ تو نیک، صالح اور شائستہ اولاد ہمیں عطا فرماتا ہے یہ ہم ہوتے ہیں جو ان کی کجروی، گمراہی اور بے لیا پرواہی کا موجب بنتے ہیں ﴿آتاہما صالحا﴾
 - ۳۔ خدائی امانت کو دوسروں کے سپرد کرنا خیانت ہے۔ ﴿جعلالہ شرکاء﴾
 - ۴۔ انسان بہت جلد اپنے وعدے بھول جاتا ہے ﴿جعلالہ شرکاء﴾
 - ۵۔ ناشکری ہوگی کہ انسان ایک چیز کسی سے لے اور کسی دوسرے کو دیدے، یا اس کی مرضی کے خلاف اسے مصرف میں لے آئے۔ ﴿شرکاء فیما آتاہما﴾
 - ۶۔ اولاد خدا کا عطیہ ہے اسے کسی اور شخص، چیز یا عمل کا نتیجہ قرار نہیں دیا جاسکتا، اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مشکل و قیافے، ماں باپ کی غذا، معالج یا علاج اور اسپتال وغیرہ کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ایسا سمجھنا شرک ہے ﴿شرکاء﴾
 - ۷۔ بعض اوقات اولاد جیسی نعمت، والدین کے لئے غفلت کا سبب بن جاتی ہے ﴿فلما آتاہما۔۔۔﴾
 - ۸۔ معبود ہونے کے سب سے اولین شرط اس کا تخلیق پر قدرت کا ملہ رکھنا ہے، تعجب کی بات ہے کہ آج کے ترقی یافتہ اور علم و صنعت کے دور میں بھی لاکھوں کروڑوں افراد بت پرستی کرتے ہیں ﴿ایشرکون مالا یخلق﴾ ۶۳
- قرآن مجید کا یہ خطاب ہر دور کے لوگوں کے لئے ہے۔

آیت ۱۹۲-۱۹۳

﴿وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ وَ إِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (ان کے یہ معبود) ان لوگوں کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، حتیٰ کہ وہ تو اپنی نصرت و حمایت بھی نہیں کر سکتے۔

اور اگر تم ان (معبودوں) کو ہدایت کے لئے بلاؤ تو وہ تمہاری التجا نہیں کریں گے تمہارے لئے برابر ہے کہ تم انہیں بلاؤ یا خاموش رہو۔ ۶۳

ایک نکتہ

ہو سکتا ہے کہ "﴿وان تدعو ہم الی الہدی﴾" کا ایک معنی یہ بھی ہو کہ اگر تم ان سے یہ درخواست کرو کہ ہو تمہاری رہنمائی کریں تو وہ اس کا جواب تک نہیں دیں گے۔

پیام

۱۔ جو معبود نہ تو دوسروں کی امداد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنا دفاع کر سکتے ہیں پھر ان کی پرستش کیسی؟ ﴿ولا یستطیعون۔

آیت ۱۹۴

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً جن لوگوں کو تم پکارتے (اور جن کی تم عبادت کرتے) ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔ (جو زبان و مکان وغیرہ میں محدود ہیں) پس تم انہیں پکارو، اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں جواب دیں۔

ایک نکتہ

"عباد" سے مراد ممکن ہے، وہ انسان ہوں جنہیں یہ لوگ خدا سمجھتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یا فرشتے مراد ہوں، یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بت مراد ہوں جنہیں بت پرست "الہ" سمجھتے ہیں۔

پیام

- ۱۔ پرستش اور پوجا پاٹ کیلئے دلیل اور کسی خاص امتیاز کی ضرورت ہوتی اور مخلوق یا اپنے جیسے انسانوں کی بندگی کے لئے نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی انہیں کسی قسم کا امتیاز حاصل ہے ﴿عباد﴾ ۶۵
- ۲۔ "معبودوں" کی خاموشی ان کے عاجز اور بے وقعت ہونے کی دلیل ہے ﴿فلیستجیبوا﴾
- ۳۔ "معبود" کا کام ہوتا ہے کہ اپنے "عبد" کی ذہنی نشوونما کرے اور اسے پروان چڑھائے تاکہ اسے ساکت و جاہل اور موقوف کر دے۔ ﴿فلیستجیبوا﴾

آیت ۱۹۵

﴿لَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا آمَهُمْ أَيْدٍ يَبْتَطِشُونَ بِهَا آمَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا آمَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَ كُمْ تَمَّ كَيْدُونَ فَلَا تَنْظُرُونَ﴾

ترجمہ۔ آیا ان (معبودوں) کے لئے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چل سکیں، یا ہاتھ ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنا زور دکھا سکیں، یا آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ وہ دیکھ سکیں، یا کان ہیں جن کے ذریعہ وہ سن سکیں؟ (تو اے پیغمبر!) کہہ دو کہ تم اپنے شریکوں کو بلاؤ پھر میرے خلاف نقشے بناؤ اور مجھے کوئی مہلت بھی نہ دو!

دونکات

"﴿بیطشون﴾" کا لفظ "بطش" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو پوری قوت اور زور سے پکڑنا۔ اس آیت میں ان مشرکین کو جھنجھوڑا گیا ہے جو خدا کیلئے ایسے شریک ٹھہراتے ہیں جو ان سے بھی زیادہ عاجز اور لاچار ہیں، کیونکہ یہ مشرکین تو اپنے پاؤں سے چل بھی سکتے ہیں، ہاتھوں سے پکڑا سکتے ہیں آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، کانوں سے سن سکتے ہیں جب کہ وہ بے روح مجسمے ایسی تمام باتوں سے محروم ہیں۔ اگر ان سے درخواست کی جائے کہ فلاں کام کر دیں تو وہ ایسا کرنے سے عاجز ہیں، تو پھر ان کی یہ بت پرستش اور عبادت کیسی؟

پیام

۱۔ خدائی رہبر میں اس قدر جرات اور قدرت ہونی چاہئے کہ پورے اطمینان کے ساتھ مخالف طاقتوں کے للکار سکے اور اس میں چیلنج کی وہ طاقت ہونی چاہئے کہ باطل اور طاغوتی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر کہہ سکے "تمہارے جو بھی خطرناک" ناپاک اور گھناوے منصوبے ہیں انہیں بے شک عملی پاجامہ پہناؤ، میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے، تاکہ اس طرح سے ان کا عجز اور ناتوانی ثابت ہو جائے ﴿قل ادعوا---﴾

۲۔ جن کے ہاتھ اور پاؤں ہیں وہ تو مشرکین کی امداد نہیں کر سکتے اب بے چاری بے دست و پا چیزوں کی کیا مجال کہ ان کی کوئی مدد کر سکیں!

۳۔ مشرکین کی عقلیں بھی عجیب ہیں، کسی پیغمبر کی بات کو اس لئے ماننے کے لئے تیار نہیں کہہتے ہیں "یہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں!" لیکن بتوں کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں ان جیسے تو کیا ان سے بھی کم ترین ہیں۔

۴۔ تبلیغ و مناظرے کا یہ شیوہ بہترین ہے کہ سوال بھی ہو، تنفیذ بھی ہو، دباؤ بھی ہو پھر ساتھ ہی للکار اور چیلنج بھی! (اس آیت کے اور اس سے پہلی آیات کے پیش نظر)

آیت ۱۹۶

﴿إِنَّ وَلِيََّ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ --- وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ﴾

ترجمہ۔ میرا ولی اور سرپرست یقیناً وہ اللہ ہے جس نے (اس آسمانی) کتاب کو نازل کیا ہے اور وہ تمام صالح لوگوں کی ولایت، سرپرستی (اور مخصوص ہدایت) کرتا ہے۔

ایک نکتہ

اس سے پہلی آیات میں باطل معبودوں کی ناتوانی اور عاجزی کا تذکرہ تھا اور اس آیت معبود برحق کا تعارف کرایا جا رہا ہے۔

پیام

- ۱۔ اللہ اور مومن انسان کا باہمی رابطہ بہت ہی قریبی ہے ﴿وَلِيَ﴾
- ۲۔ آسمانی کتاب کا نزول، ولایت الہی کا ایک پر تو ہے ﴿وَلِيَ - نزل﴾
- ۳۔ معبود حقیقی تو وہ ہوتا ہے جو منصوبے اور پروگرام بھی بھیجتا ہے (نزل الكتاب) اور ان کے اجراء اور نفاذ ہیں اس راہ پر چلنے والوں کی سرپرستی بھی کرتا ہے ﴿یتولی الصالحین﴾۔ یعنی جہاں سے قانون بن کر آتا ہے اسے نفاذ کے لئے قانون کا اجراء کرانے والوں کی حمایت اور سرپرستی بھی ہونی چاہئے ﴿نزل - یتولی﴾
- ۴۔ تنہائی سے نہیں گھبرانا چاہئے، اس لئے کہ خداوند عالم صالحین کا ولی و سرپرست ہے۔ اور امداد کا وعدہ کیا ہوا ہے (یتولی الصالحین۔ ولی)
- ۵۔ متقی اور صالح افراد کو کبھی اور کسی مقام پر رکاوٹ پیش نہیں آتی ﴿یتولی الصالحین﴾ ۶۶
- ۶۔ خدا کی ولایت اپنے اولیاء کے ساتھ دائمی ہوتی ہے ﴿یتولی﴾
- ۷۔ انسانوں کی مشکل یہ ہے کہ تو ان کے پاس کوئی ٹھوس پروگرام نہیں ہوتا یا پھر اس کے ساتھ انہیں دلچسپی نہیں ہوتی، جبکہ مومن کے لئے مذکورہ دونوں مشکلات میں سے کوئی بھی مشکل نہیں ہوتی ﴿نزل الكتاب - یتولی الصالحین﴾

۸۔ فاسق لوگ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور امداد کے مدار سے باہر ہیں ﴿صالحین﴾

آیت ۱۹۷-۱۹۸

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَآ يَسْتَجِيبُونَ نَصَرَ كُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ وَ اِنْ تَدْعُوهُمْ اِلَى الْاَهْدَىٰ لَآ يَسْمَعُوْا وَ تَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَآ يُبْصِرُوْنَ﴾

ترجمہ۔ اور تم لوگ خدا کے علاوہ دوسرے جن لوگوں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہو نہ وہ تمہاری امداد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی کوئی مدد کر سکتے ہیں۔

اور اگر تم ان (بت پرستوں یا بتوں) کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہیں سن پاتے اور اگر تم انہیں دیکھو تو (معلوم ہوگا کہ) وہ تمہاری طرف نگاہ کر رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہوتے (اس لئے کہ ان میں بصیرت نہیں ہوتی)۔ (بتوں اور بت پرستوں کی نگاہیں، مصنوعی آنکھوں سے ہوتی ہیں گویا وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کی نگاہیں ہر طرح کے غور اور شعور سے خالی ہوتی ہیں)۔

پیام

۱۔ شعور، ارادے اور قدرت سے عاری معبود، کبھی لائق عبادت نہیں ہوا کرتے۔ ﴿لَا يَسْتَجِيبُونَ - لَا يَسْمَعُوا، لَا يَبْصِرُونَ﴾ گذشتہ تمام آیات سے مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معبود، مدبر اور رب کو:

الف: خالق اور مالک ہونا چاہئے: ﴿اِشْرَكُونَ مَا لَآ يَخْلُقُ وَهُمْ يَخْلُقُونَ﴾

ب: تاجر اور مددگار ہونا چاہئے: ﴿لَا يَسْتَجِيبُونَ نَصْرَكُمْ﴾

ج: حاجات اور دعاؤں کو سننا اور قبول کرنا چاہئے: ﴿سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ اَدْعَوْتُمْهُمْ﴾

د: قادر اور توانا ہونا چاہئے: ﴿اَمْ لَمْ اَيْدِيطْشُونَ بھَا---﴾

ه: سمیع اور بصیر (سننے اور دیکھنے وال) ہونا چاہئے: ﴿اَمْ لَمْ اِذَانَ يَسْمَعُونَ بھَا ام لَمْ اَلْمِينَ يَبْصِرُونَ بھَا﴾

و: دشمنوں کی چالوں کو ناکام بنانے والا ہونا چاہئے: ﴿ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوْنَ﴾

ز: کتاب اور قانون دینے والا ہونا چاہئے: ﴿نَزَلَ الْكُتُبُ﴾

ح: نیک اور صالح افراد کو اپنی مخصوص ولایت عطا کرنے والا ہونا چاہئے: ﴿یتولی صالحین﴾ "

آیت ۱۹۹

﴿حُذِرِ الْعَفْوُ وَ أُمِرَ بِالْعُزْفِ وَ أَعْرَضَ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

ترجمہ۔ (لوگوں کے ساتھ) عفو و درگزر سے کام لو (ان کے ساتھ آسانی برتو اور میانہ روی کا سلوک کرو) نیک کاموں کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

چند نکات

"عفو" کے معنی ہیں متوسط اور درمیانی حد، خطا کار کے عذر کو قبول کر کے اسے معاف کر دینا، کاموں میں سختی سے کام نہ لینا، اور اضافی مقدار وغیرہ۔ لیکن اس آیت میں بظاہر پہلا معنی مراد ہے۔

یہ آیت اختصار اور سادگی کے باوجود تمام اخلاقی کی جامع ہے۔ مثلاً ا: انفرادی جیسے "عفو" ب: اجتماعی جیسے "امر" ج: دوستوں کے ساتھ جیسے "عفو" د: دشمنوں کے ساتھ جیسے: "جاہلین" ہ: زبانی جیسے: "امر" و: عملی جیسے: "اعراض" ز: مثبت جیسے: "خذ" ح: منفی جیسے: "اعراض" ط: رہبر کے لئے بھی م: امت کے واسطے بھی۔ ک: گزشتہ زمانے کے لئے بھی۔ ل: موجودہ اور آئندہ دور کے لئے بھی۔ ۶۷۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے اس کی وضاحت طلب کی تو جبرائیل بار دیگر یہ پیغام لے کر آئے: "تعفوا عن ظلمک، تعطلی من حرمک و تصل من قطعک" جس نے تم پر ظلم کیا ہے اسے معاف کر دو، جس نے تمہیں محروم کر دیا ہے اسے عطا کرو اور جو تم سے تعلقات توڑ چکا ہے اس سے اپنے ناتے بحال کرو۔

پیام

۱۔ ہمیشہ اور ہر ایک کے ساتھ عفو و درگزر کے ساتھ کام لینا اور خاطر و مدارات سے کام لینا چاہئے (خذ) اس کا معنی ہے ہمیشہ اور ہر وقت عمل کرنا۔

۲۔ طاقت کے مطابق ہی فریضہ کی ادائیگی کا حکم ہونا چاہئے ﴿خذ العفو﴾

۳۔ دین کی بنیاد آسانی اور نرمی پر ہے تنگی اور سختی پر نہیں ﴿خذ العفو﴾

۴۔ ذاتی اور نجی معاملات میں بھی عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے ﴿خذ العفو﴾

۵۔ صرف خود کو اچھا بنانا یا خود اچھا بننا کافی نہیں معاشرے میں بھی نیکوں کو فروغ دینا اور ان کا حکم دینا بھی

ضروری ہے ﴿وامر بالمعروف﴾

۶۔ آیت کے مخاطب صرف سرکار سرور دو عالم ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان، ہر مبلغ اور ہر مصلح کو معاشرے میں ضدی مزاج اور ہٹ دھرم، جاہل اور یاوہ گو لوگوں کے ساتھ روگردانی والی حکمت عملی اپنانی چاہئے، اگر وہ توہین کریں یا تہمتیں لگائیں تو چشم پوشی اور صبر سے کام لینا چاہئے، ان سے الجھنا اور لڑنا جھگڑنا نہیں چاہئے ﴿اعرض ---﴾

۷۔ جہاں نیکوں کا حکم دینا چاہئے وہاں پر یہ حکم بھی اچھے اور معروف انداز میں دینا چاہئے ﴿وامر بالعرف﴾

۸۔ جاہلوں سے مراد بے عقل لوگ ہیں ناکہ ان پڑھ افراد (جہل، عقل کے مقابلے میں ہے ناکہ علم کے مقابلے

میں) ۶۸

۹۔ جاہلوں سے میل ملاقات یا عفو و درگزر کے موقع پر ان کی مرضی یا خواہشات کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہئے اور

نہ ہی ان کی طرف توجہ کرنی چاہئے کیونکہ یہ قرین مصلحت نہیں ہے، بلکہ ان سے روگردانی کر لینی چاہئے ﴿اعرض عن

الجاهلین﴾

۱۰۔ یہ ساری ساری سورت مختلف تعبیرات کے ساتھ اعتدال پسندی کی دعوت دے رہی ہے، مثلاً حقوق میں

اعتدال کی: حیسے آیت ۲۹۔ خرچ اخراجات میں اعتدال کی حیسے: آیت ۳۱۔ زینت میں اعتدال کی حیسے: آیت ۳۲۔

عبارت میں اعتدال کی حیسے: آیت ۵۶۔ مکان بنانے میں اعتدال کی حیسے آیت ۷۳۔ اقتصاد میں اعتدال کی حیسے: آیت

۸۵۔ حضرت موسیٰ کی امت کو حق و عدل کا حکم ملا اسی طرح حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو حق

و عدل اپنانے کا حکم ہوا۔ حیسے آیت ۱۵۷۔ امت موسیٰ کے بارے میں اور آیت ۱۸۱ امت پیغمبر اسلام کے بارے

میں ﴿یہدون بالحق و بہ یعدلون﴾

﴿وَأَمَّا يَنْزِعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِط إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اور اگر تمہیں شیطان (اور شیطان صفت لوگوں) سے کوئی وسوسہ دامن گیر ہو تو تم خدا کی پناہ طلب کرو، کیونکہ وہ یقینی طور پر سننے اور جاننے والا ہے۔

دونکات

"نزع" کا معنی ہے کسی کام میں فساد پیدا کرنے اور گڑبڑ پھیلانے کی غرض سے شامل ہونا۔ (تفسیر المیزان۔ تفسیر نمونہ) اسی سورت کی آیت ۱۶ سے ۲۷ تک شیطانی کئے آدم کو وسوسے ڈالنے کا تذکرہ ہے۔ اور سورت کے آخر میں بھی شیطانی وسوسوں سے خبردار رہنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں جاہل لوگوں سے روگردانی اختیار کر لینے کی دعوت دی گئی تھی، جس پر رسول خدا نے جبرائیل سے دریافت کیا: "غصے کے عالم میں اس پر کیسے قابو پایا جا سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں یہی آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر نمونہ۔ و۔ تفسیر المنار)

پیام

۱۔ اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں، لیکن شیطان ان کے لئے بھی وسوسے ڈالنے سے نہیں چوکتے۔ ۶۹ (اور انبیاء علیہم السلام کی عظمت بھی اسی میں ہے کہ بشری ضروریات، شیطانی اور وسوسوں کے باوجود پاک و پاکیزہ، معصوم، متقی اور ہر طرح کے گناہ سے دور ہیں۔ ﴿یَنْزِعَنَّكَ﴾

۲۔ تمام انبیاء معصوم ہیں، اور ان کی عصمت کا ایک راستہ یہی خدا سے امداد طلب کرنا، اس کی طرف متوجہ رہنا اور اسی سے پناہ مانگنا ہے ﴿فَاسْتَعِذْ﴾

۳۔ گناہ یا وسوسے کا فرض کر لینا اس کے واقع ہونے پر دلالت نہیں کرتا، صرف متوجہ اور خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ "اما" کا لفظ شرط کے سانچے میں ہے ثبوت اور وقوع کی صورت میں نہیں۔ ۷۰۔

۴۔ خداوند عالم سے مدد خواہی اور پناہ طلبی شیطانی وسوسوں کا بہترین علاج ہے، (فاستعذ) ۷۱

۵۔ انبیاء کو بھی خدا کی امداد اور پناہ کی ضرورت ہوتی ہے ﴿فَاسْتَعِذْ﴾

۶۔ اولیاء اللہ کے لئے شیطانی وسوسہ جزوی صورت میں ہوتا ہے ﴿نَزْعٌ﴾

۷۔ شیطانی وسوسہ حتمی ہوتا ہے ﴿ینز غنک﴾ نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ۔

۸۔ شیطانی وسوسے دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہوتے ہیں ﴿ینز غنک﴾ فعل مضارع کی صورت میں،

۹۔ خطرے کے وقت خصوصی ہوشیاری اور زیرکی درکار ہوتی ہے ﴿فاستعد﴾

۱۰۔ چونکہ شیطانی وسوسے مختلف انداز اور مختلف صورتوں میں ہوتے ہیں لہذا پناہ بھی "اللہ" ہی سے طلب کرنا

چاہئے جو کمال کی تمام صفات کا جامع ہے (باللہ) فرمایا ہے "بالغنی" یا "بالعلیم" یا کسی اور صفت کو بیان نہیں فرمایا۔

۱۱۔ اس خدا سے پناہ طلب کرنا چاہئے جو سننا بھی ہے اور جاننا بھی اور ہر ظاہری اور باطنی مسئلے سے آگاہ ہے لہذا

بتوں یا کسی اور خرافات کی پناہ بے سود ہے ﴿سمیع علیم﴾

آیت ۲۰۱-۲۰۲

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَافٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ وَ إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ فِي الْعَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، جب شیطان کی طرف سے کوئی چکر لگانے والا انہیں مل جاتا ہے تو وہ

فوراً (خدا اور اس کی سزا و جزا کی طرف) متوجہ ہو جاتے ہیں اور بیٹا ہو جاتے ہیں (اور انہیں بصیرت مل جاتی ہے)

اور ان کے (شیطان صفت گمراہ کن) بھائی انہیں گمراہی کی طرف کھینچ کر لے جانے میں مصروف رہتے ہیں اور پھر وہ

اس بارے کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

پیام

۱۔ شیطان، مومن اور متقی افراد کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ﴿اتقوا﴾

۲۔ شیاطین ہمیشہ اپنی مشقوں میں لگے رہتے ہیں اور مسلسل چکر لگاتے رہتے ہیں اور ان کے لئے تختہ مشق اور

چکروں کا محور ہمیشہ انسان ہی ہوا کرتے ہیں۔ ﴿طائف﴾

۳۔ شیطانی اور نفسانی وسوسے جراثیموں کی مانند ہر جگہ گھومتے رہتے ہیں۔ اور کمزور جسم و جان اور ضعیف الاعتقاد و

الایمان لوگوں کے تو پیچھے ہوتے ہیں ﴿طائف من الشیطان﴾

۴۔ شیطانی وسوسے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ کبھی تو دور سے ہوتے ہیں جیسے "﴿وسوس الیہ﴾" (طہ ۱۲۰) کبھی جان و دل میں نفوذ پیدا کر کے جیسے "﴿فی صدور الناس﴾" (والناس ۵) کبھی ہم نشینی کی صورت میں جیسے "فھولہ قرین" (زخرف ۳۶) اور کبھی چکر لگنے اور گھومنے کی صورت میں جیسے "﴿مسہم﴾" (یہی آیت)

۵۔ علماء، مصلحین اور تربیت کنندگان کو خاص طور پر ہوشیار اور خبردار رہنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مشکوک اور مجہول الحال لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم کر کے دشمن کی چالوں اور ان کے جالوں میں نہ پھنس جائیں۔ لہذا ایسے لوگوں کو خاص طور پر خدا کی پناہ طلب کرنا چاہئے ﴿اذا منہم... تذكروا﴾

۶۔ خدا کی یاد انسان کو بصیرت عطا کرتی ہے اور وسوسوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ ﴿تذكروا... مبصرون﴾

۷۔ شیطان کے شکنجوں میں جکڑا ہوا انسان دل کا اندھا ہوتا ہے اور ابلیس کے دام سے محفوظ لوگ با بصیرت ہوتے ہیں (مبصرون)

۸۔ اگر معاشرہ اخلاقی، سیاسی، اقتصادی اور عسکری اعتبار سے پاک اور متقی ہو تو شیطان صفت لوگوں کی اس معاشرے میں آمد و رفت اور میل جول معاشرہ کے افراد پر کوئی اثر نہیں کر سکتی ﴿تذكروا- مبصرون﴾

۹۔ متقی لوگ، شیطان شناس اور آگاہ و باخبر ہوتے ہیں۔ ﴿اتقوا- تذكروا﴾

۱۰۔ اگر تقویٰ اور یاد خدا نہ ہو تو شیطان انسانوں کے بھائی بند بن جائیں اور انسانوں پر ان کی گرفت آسان اور موثر ہو جائے ﴿اخوانہم﴾

۱۱۔ انحراف اور گمراہی کی راہیں بے انتہا اور لامحدود ہیں ﴿عمدونہم فی الغی﴾

۱۲۔ اللہ تعالیٰ صالح اور متقی افراد کو اپنی ولایت کے سایہ میں لے لیتا ہے لیکن غیر متقی اور بے ایمان لوگ شیطانی اخوت کے جال میں پھنس جاتے ہیں ﴿اخوانہم﴾

۱۳۔ گمراہ کرنے میں شیطان، کسی پر رحم نہیں کرتا۔ ﴿لا یقصرن﴾

آیت ۲۰۳

﴿وَ إِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بآیةٍ قَالُوا لَوْ لَا اجْتَبَيْنَاهَا قُلْنَا إِنَّمَا اتَّبَعْنَا مَا یُوحَىٰ إِلَىٰ مِن رَّبِّنَا هَذَا بَصَائِرٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر!) جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے (اور وحی کی تاخیر کی وجہ سے، چند روز کے لئے تلاوت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے) تو وہ کہتے ہیں: کسی آیت کو کیوں منتخب نہیں کیا؟ (تلاوت یا آیت کی کوئی بات نہیں ہوتی) تو تم کہہ دو کہ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی ہوتی ہے۔ یہ (قرآن) بصیرتوں کا مجموعہ ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

ایک نکتہ

"اجتباء" کا لفظ "جبایت" سے لیا گیا ہے جس کا اصل معنی ہے "حوض میں پانی کا جمع کرنا" اور حوض کو "جابیہ" کہا جاتا ہے۔ خراج اور مالیات کی جمع آوری کو بھی جبایت کہتے ہیں۔ پھر اس کا استعمال ہر طرح کی برگزیدہ چیزوں پر ہونے لگا، اور اس کے "اجتباء" کا انتخاب نہیں کہ اسے پڑھے؟" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کا معنی یوں ہو کہ: "جس معجزے کا ہم نے تم سے مطالبہ کیا تھا اس کا انتخاب نہیں کیا اور دوسرا معجزہ لے آؤ ہو اور ہمارے سلیقے کے مطابق عمل کیوں نہیں کیا؟"

پیام

- ۱۔ کفار، بہانے جو لوگ ہوتے ہیں۔
- ۲۔ کفار، قرآنی آیات کو پیغمبر خدا کے برگزیدہ مطالب سمجھتے تھے وحی الہی کے طور پر نہیں مانتے تھے ﴿لولا اجبیتھا﴾
- ۳۔ الہی رہبر کا فرض بنتا ہے کہ لوگوں کے جیلوں بہانوں اور ان کے ناجائز مطالبات کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دے بلکہ اپنے موقف کو ڈٹ کر اور صاف صاف واضح کر دے ﴿قل انما اتبع﴾
- ۴۔ ضروری نہیں ہے کہ مبلغ ہر روز ہی تبلیغی کام سرانجام دے، شاید بعض اوقات سکوت بھی تبلیغی کام کی ایک صورت شمار ہوتی ہو۔ ﴿لم نأتھم بایہ﴾
- ۵۔ پیغمبر گرامی صرف اور صرف وحی کے سرچشمہ سے ہی اپنی راہیں متعین کرتے اور احکام لیتے ہیں۔ ﴿انما اتبع ما یوحی الی﴾

۶۔ وحی، پیغمبر اور امت دونوں کے لئے تربیت کا ذریعہ ہوتی ہے ﴿ربی - ربکم﴾

۷۔ ارشاد اور ہدایت و رہنمائی بصیرت کی بنیادوں پر ہونی چاہئے۔ ﴿بصائر - ہدی﴾

۸۔ قرآن مجید ایک طرف تو فکری بصیرت اور معرفت کی کتاب ہے دوسری طرف ہدایت اور عملی حرکت کے لئے رہنما بھی ہے۔ اور اس کی اتباع و پیروی کا نتیجہ بھی دونوں جہانوں میں رحمت اور برکت ہی ہوتا ہے۔

۹۔ قرآن اگرچہ عمومی طور پر اور ہر ایک کے لئے کتاب ہدایت ہے، لیکن اس سے فائدہ صرف صاحبانِ ایمان ہی اٹھاتے ہیں۔ اور دل کے اندھے بصیرت سے بھی محروم ہوتے ہیں اور ہدایت الہی سے بھی دور ہوتے ہیں۔ اور نتیجہ اس کی رحمت سے بھی محروم ہوتے ہیں، ﴿ہدی، رحمة، قوم یؤمنون﴾

سورہ اعراف آیت ۲۰۴

﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَ انصتوا لعلکم تُرحمُونَ﴾

ترجمہ۔ اور جب بھی قرآن پڑھا جائے تو تم اسے غور سے سنو اور خاموش ہو جاؤ تاکہ اسے سن سکو، شاید کہ خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے۔

چند نکات

فقہاء کرام سکوت کو مطلقاً واجب نہیں سمجھتے صرف نماز میں واجب جانتے ہیں، یہ آیت اس بات کی تاکید کمر رہی ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو ادب کے طور پر خاموش ہو جاؤ اور اسے سنو۔

حضرت علی علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو ساتھ ہی ایک منافق بارہا قرآن کو بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ حضرت خاموش ہو گئے، جب وہ پڑھ چکا تو آپ نے باقی سورت کو مکمل کیا۔ (از تفسیر نمونہ)

"الضات" کا معنی ہے "کان لگا کر سننے کے لئے خاموش ہونا"

پیام

۱۔ قرآن جو کہ بصیرت اور رحمت کا وسیلہ ہے اسے مودبانہ طور پر اور کان لگا کر سننا چاہئے ﴿وانصتو﴾

۲۔ قرآن کو کانوں کے راستے سے گزر کر دل تک جا پہنچنا چاہئے اور دلنشین ہو جانا چاہئے تاکہ اس طرح سے تم پر رحم کیا جائے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ﴾

(اگر سکوت اور خاموش رہنے کا حکم نہ بھی ہوتا، پھر بھی عقل اور ادب اس بات کے متقاضی تھے کہ کلام الہی کو خاموش ہو کر سنا جائے)

آیت ۲۰۵

﴿وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِينَ﴾

ترجمہ۔ اور اپنے پروردگار کو اپنے دل میں گڑگڑاتے ہوئے، ڈر کر آہستہ اور آرام کے ساتھ صبح و شام یاد کرو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

چند نکات

سابقہ آیت میں تلاوت قرآن کے آداب کو بیان کیا گیا تھا اس آیت میں ذکر اور دعا کے آداب کے بیان کو کیا جا رہا ہے۔

"آصال" جمع ہے "اصیل" کی جس کے معنی ہیں غروب کے نزدیک شام کا وقت۔
بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مذکور "ذکر" تمام شبانہ روزی نمازوں کے لئے ہے۔

پیام

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہمیشہ کے لئے اور دائمی ہے لہذا اس کی یاد بھی ہمیشہ کے لئے ہونی چاہئے ﴿ربک﴾

۲۔ قرآن مجید، زبان کے ساتھ ذکر الہی کو سراہنے کے ساتھ ساتھ قلبی اور اندرونی یاد کو بھی ستائش کرتا ہے۔ ﴿فنی نفسک﴾

۳۔ وہ ذکر یاد الہی انسان کو محفوظ رکھتی ہے جو عاشقانہ اور سوزناک ہو اور ہر صبح و شام کی جائے۔ ﴿تضرعا﴾

۴۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی ہمیشہ خدا کی یاد میں لگن رہنا چاہئے۔ دوسروں کا حال تو واضح ہے۔

۵۔ صبح و شام خدا کو یاد کرنا چاہئے، یعنی جب کام کا آغاز کیا جائے اور دن کے پروگرام مرتب کئے جائیں تو پہلے خدا کو یاد کرنا چاہئے، اور جب سارے دن کے کاموں کے نتیجے کو سمیٹا جائے اور کام کی جمع بندی کی جائے تو بھی اسے یاد کیا جائے۔ ﴿بالعدو و الاصال﴾

۶۔ یاد خدا اس وقت غفلت کو دور کرتی ہے جب کسی قسم کے ریا، دکھاوے اور شور شرابے سے پاک صاف ہو، ورنہ بذات خود ایک طرح سرگرمی اور غفلت ہو جائے گی۔ ﴿تضرعا و خيفة و دون الجهر﴾

۷۔ جو لوگ صبح و شام خدا کو یاد نہیں کرتے ان کا غفلوں میں شمار ہوتا ہے۔

سورہ اعراف آیت ۲۰۶

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَآ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَ يَسْبَحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ﴾ ع

ترجمہ۔ یقیناً جو لوگ تیرے پروردگار کی بارگاہ کے مقرب ہیں وہ اس کی عبادت اور پرستش سے سرکشی اور تکبر نہیں کرتے، اس کی تسبیح بیان کرتے اور اس کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔

ایک نکتہ

"الذین عند ربک" کا جملہ احتمالاً فرشتوں کو بھی شامل ہے اور مقربان بارگاہ رب العزت بندوں کو بھی کہ جن کا رابطہ ذات الہی کے ساتھ ہے اور خود کو خدا کے حضور میں سمجھتے ہیں،

پیام

- ۱۔ اپنی عبادت پر کبھی ناز نہ کرنا اس لئے کہ خدا کے ایسے فرشتے ہی جو ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔
- ۲۔ عبادت کے ساتھ خود کو فرشتوں کے ہم رنگ اور ہم آہنگ کر دو۔
- ۳۔ استکبار اور اظہار تکبر کی بدترین قسم، خدا کے آگے تکبر کا اظہار اور سرپیچی اور اس کی عبادت کو ترک کر دینا ہے۔
- ۴۔ سب سے پہلے استکباری کیفیت کو خیر باد کہا جائے، پھر اس کی تسبیح بیان کی جائے اور اس کے بعد سجدہ کیا جائے۔

- ۵۔ مستکبرین کبھی بھی خداوند عالم کے مقام قرب تک نہیں پہنچ سکتے، ﴿عند ربك لا يستكبرون﴾
- ۶۔ خدا کے سامنے تضرع اور زاری کی جائے۔ تواضع اختیار کی جائے۔ اس کی پاکیزگی کی طرف توجہ کی جائے اور سجدہ صرف اسی کی ذات کے لئے خاص سمجھا جائے۔ ﴿لا يستكبرون - يسجدون﴾ له يسجدون ﴿

حوالاجات - فٹ نوٹس

۱۔ ابرو بادومہ و خورشید و فلک درکارند۔ تا توانی بہ کف آری و بہ غفلت نخواری ہم از بہر تو سرگستہ و فرمانبردار۔ شرط انصاف بنا شد کہ تو فرمانبری بادل، ہوا، چاند، سورج اور فلک سب اس کام میں لگے ہوئے ہیں کہ تو روٹی حاصل کرے مگر غافل ہو کر نہ کھائے۔ چیزیں ہی لئے سرگرداں اترے ہی فرمانبردار ہیں۔ لیکن یہ انصاف سے بعید ہوگا کہ جس کی اطاعت کے لئے تو پیدا ہوا ہے اس کی اطاعت نہ کرے۔

۲۔ مکتب تشیع اس قدر غنی اور بے نیاز ہے کہ اسے "قیاس" سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوحنیفہ کے قیاس سے کام لینے کی سخت مذمت کی ہے۔ عامۃ المسلمین کی کتب تفسیر مثلاً المنار اور طبرسی میں بھی قیاس سے روکا گیا ہے۔

۳۔ سورہ کہف / ۵۰ میں ہے "ففسق عن امریہ" (اس نے اپنے رب کے امر کی خلاف ورزی کی)

۴۔ حضرت علی علیہ السلام خطبہ "قاصعہ" میں فرماتے ہیں، ابلیس سے عبرت حاصل کرو اس نے اپنی طولانی عمر کو ایک لمحے میں تکبر کے ساتھ کیونکر برباد کر دیا۔ روایات میں ہے کہ کفر کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ ۱۔ حرص ۲۔ حسد ۳۔ تکبر (کام) جلد ۲ باب ۶ ف خوانی۔ شیعہ سنی روایات میں ہے کہ قیامت کے دن متکبرین گواہی کی حالت میں گواہ ہوں گے۔ اور اہل محشر کے پاؤں تلے روندے جائیں گے۔

۵۔ سورہ ص / ۸۳ میں ہے کہ ہم پڑھتے ہیں کہ شیطان نے کہا: "فبعتک لاغویہم" (تیری عزت کی قسم! میں ان (تیرے بندوں) کو ضرور گمراہ کروں گا۔

۶۔ برادرانِ یوسف نے بھی یوسف کو باپ سے جدا کرنے کے لئے کیا تھا "بابا اناہ لناصرہ" ہم تو یوسف کے خیر خواہ ہیں۔ (سورہ یوسف)

۷۔ شیطان کی انسان کے ساتھ دشمنی کی طرف اور حق بات پر بھی اشارہ کیا گیا ہے جن میں سے ایک سورہ طہ کی ۱۱۰-۱۱۶ میں آیات میں ہیں کہ جب آدم علیہ السلام شیطان کی وسوسوں کا مقابلہ نہ کر سکے "ففسی ولم یجدلہ غرماً" اور بہشت سے نکال دیئے جانے کی سزا پائی اور "فقلنا یادم --- ففسعی" آنے کیا اے آدم! یہ تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے کہیں تمہیں بہشت سے نہ نکلو اداے کہ بد بخت ہو جاؤ گے۔

۸۔ "ان من شیء الا عندنا خزائنه ومان ننزلہ الا قدر معلوم" کوئی بھی چیز نہیں ہے مگر اس کے خزانے تمہارے پاس ہیں اور ہم معلوم اندازے کے علاوہ نہیں بھیجتے (حجر / ۲۱) اور بھیجتے کیا ہیں؟ "انزلنا الحدید" "انزل لکم من الانعام" --- "انزل علیکم لباسا"

۹۔ ہو سکتا ہے کہ جنگی لباس مثلاً زرہ و ڈھال، خود وغیرہ بھی "لباس تقوی" کے مصداق میں شامل ہوں، کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے جہاد کو بھی لباس تقوی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں "الجہاد لباس التقوی" نصح البلاغہ خطبہ ۲۷۔

۱۰۔ ابلیس کا لشکر ہے۔ "وخبو ابلیس" (شعرا / ۹۵)

۱۲ اس سے ملتی جلتی سورہ نحل / ۱۰۰ ہے۔

۱۳ اور آیات میں بھی ہے۔ "لوشاء الله ماشرکنا" (انعام / ۱۴۸) یعنی اگر خدا چاہتا تو ہم مشرک نہ بنتے۔ "ولوشاء الله ما عبدنا من دونه من شیء" (نحل / ۳۵) یعنی اگر خدا چاہتا تو ہم اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرتے۔

۱۴ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن لوگ ننگے بدن اور ننگے پاؤں محشور ہوں گے جیسا کہ پہلے دن اس دنیا میں قدم رکھا تھا۔ (تفسیر نور الثقلین)

۱۵ توبہ اور یاد الہی شیطانی وسوسوں کو ختم کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "اذامسهم طائف من الشیطان تذکروا" (اعراف / ۲۰۱)

۱۶ سورہ کہف کی آیت ۱۰۴ میں ایسے لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے "قل انیکم بالآخرین اعمالا الذین ضل سبعم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا" کہہ دو کہ آیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے خسارے میں رہے، وہی تو ہیں جن کی تک و دو اس دنیاوی زندگی میں اکارت گئی اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

۱۷ حدیث شریف میں ہے کہ "المعدة بیت الداء" معدہ بیماریوں کا گھر ہے، چنانچہ ایک مسیحی ڈاکٹر کہتا ہے کہ: "سارا علم طب اسی صرف اسی آیت میں پوشیدہ ہے۔" حدیث میں ہے کہ جو لوگ دنیا میں اکثر اوقات پیٹ بھرے رہتے ہیں قیامت کے دن بھوکے پیاسے ہوں گے۔ (تفسیر فرقان)

۱۸ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "جس کے پاس ایک دن کی غذا موجود ہو اور پھر بھی لوگوں سے مانگنے یا گدگری کرے تو اس کا شمار بھی مشرکین میں ہوتا ہے۔" (تفسیر فرقان)

۱۹ سورہ کہف / ۵۹ میں فرماتا ہے "جعلنا لملککم موعدا" ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے وقت مقرر کر رکھا ہے۔

۲۰ ایک اور آیت میں ہے "کلائمہم لاء وھولاء"

۲۱ سورہ عنکبوت / ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے "یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا" تم ایک دوسرے کو کافر بتاؤ گے۔

۲۲ ارشاد باری ہے: "ولوان اهل القرى امنوا واتقوا لفتحنا علیہم بركات من السماء و الارض" اگر ان بستیوں والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیں

۲۳ دوسری آیت میں بھی اسی طرح ہے: "المیحطۃ بالکافرین" یعنی کافروں کو گھرے ہوئے ہیں (عنکبوت / ۵۵)

"لھم من فوق ظلل من النار و من تحتھم ظلل" یعنی انکے اوپر بھی آگ کے سائبان ہیں اور نیچے بھی ایسے ہی (نمر / ۱۶) اور "یغشھم العذاب من فوقھم و من تحت ارجلھم" یعنی عذاب انہیں اوپر سے بھی ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی ڈھانپ لے گا۔ (عنکبوت / ۵۵)

۲۴ "ما جعل علیکم فی الدین من حرج" خدا نے دین میں تمہارے لئے کوئی تنگی قرار نہیں دی (حج / ۴۷) "یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر" خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور مشکل نہیں چاہتا

۲۵ ایک اور آیت میں فرماتا ہے کہ مومن کہتے ہیں "لا تجعل فی قلبنا غلا" ہمارے دلوں میں کینہ نہ رکھ (حشر / ۱۰) جو کہ اہل ایمان کی دعا ہے۔

۲۶ انسان بھی اس حقیقت کا اعتراف کرے گا اور کہے گا "اغنی عنی مالیه" میرے مال نے مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچایا

۲۷ قرآن کہتا ہے: "انما الحیوة الدنیا لعب وھو" دنیا تو بس کھیل تماشا ہے جبکہ وہ دین کو تماشا سمجھتے ہیں۔

۲۸ خدا فرماتا ہے: "فادکرونی اذکرکم" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا تو انسان کی یاد، خدا کی یاد کا سبب ہوتی ہے اور اسکی خدا سے غفلت، انسان کی فراموشی کا موجب ہوتی ہے۔

۲۹ چونکہ اس سے پہلے آیت "الکتاب" سے تعلق رکھتی ہے لہذا "نسوہ" کا جملہ کتاب کے فراموش کرنے کے بارے میں ہے۔ تو کیا آج مسلمان کتاب اور قرآن کو فراموش نہیں کر چکے؟ قرآن کا فراموش کرنا خدا کو بھلا دینا اور خدا کو بھلا دینے والے شیطان کے جماعتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "انساعم ذکر اللہ اوتیک حزب الشیطان" (مجادلہ / ۱۹۳)

۳۰ قرآن کہتا ہے کہ اگر کفار دنیا میں واپس آ بھی جائیں تو بھی وہی کام کریں گے "ولوی دو انعاد و الماغوا عنہ" (انعام / ۲۱)

۳۱: مگر شیطان است تعجیل و شتاب

خوی رحمان است صبر و احتساب

یاتیانی گشت موجود از خدا

تابہ شش روز این زمین و چرخ ہا

ورہ قادر بود کز کن فیکلون

صد زمین و چرخ آوردی برون

آدمی را اندک اندک آن ہمام

تا پہل سائش کند مردی تمام

این تانی از بی تعلیم تو ست

صبر کن در کار در آئی درست

ترجمہ: شیطان کا کام اور مکاری جلد بازی میں ہے۔ جبکہ رحمان کا کام صبر و حوصلے کے ساتھ کام کرنا ہے۔ خداوند عالم آرام اور حوصلے کے ساتھ تخلیق کا عمل انجام دیتا ہے اور یہ زمین و آسمان چھ دن میں پیدا کئے وہ اس بات پر بھی قادر تھا کہ "کن" کہہ کر اس طرح کے سینکڑوں آسمان و زمین پیدا کرتا وہ خالق و مالک انسان کو بھی چالیس سال کی عمر میں پختہ کرتا ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے سمجھانے کیلئے ہے لہذا صبر سے کام لو تاکہ دیر آید درست آید کے مصداق تمہارے کام صحیح طریقے سے انجام پائیں۔

۳۲ زمین شوہ سنبل نیار در او تخم و عمل ضایع مگردان

شورہ زار: زمین میں سنبل کا درخت نہیں اگ سکتا لہذا اس میں نہ تو بیج کو ضائع کرو اور نہ ہی اپنی کاوشوں کو۔

گوہر پاک بیاید کہ شود قابل فیض ورنہ ہر سنگ و گلی ٹوٹو و مرجان نشود

ذره راتا نبود ہمت عالی حافظ طالب چشمہ خورشید درخشاں نشود

ایک پاک جوہر ہونا چاہئے جو فیض کے قابل بھی ہو۔ ورنہ ہر پتھر اور مٹی لولو و مرجان نہیں ہو سکتے۔

اے حافظ! جب تک ذرہ میں عالمی ہمتی نہ ہو تو اس وقت تک وہ نیر درخشاں کے چشمہ فیض کا طالب نہیں ہو سکتا۔

افتادگی آموز اگر طالب فیضی ہرگز نخورد آب زمینی کہ بلند است

اگر فیض کی ضرورت ہے تو پھر انکساری سیکھو۔ کیونکہ بلند زمین کبھی پانی سے سیراب نہیں ہو سکتی۔

۳۳ از حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام (تفسیر نور الثقلین)

۳۴ اس آیت کے واضح ترین مصداقوں میں سے ایک حضرت امام زمان عجل اللہ فرجہ کا زمانہ ظہور ہے جس میں بقول روایات آسمان اور زمین سے برکتیں نازل ہوں گی (تفسیر نور الثقلین جلد نمبر ۰۲)

۳۵ وفاداروں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "مومنون" (سورہ منون / ۱-۲) متقین (آل عمران / ۷۶)

"الوالالباب" (رعد / ۲۰) "ابرار" (الدھر / ۷) جبکہ بے وفاؤں اور عہد شکنوں کی ان الفاظ میں مذمت کی ہے "فاسقین" (زیر نظر آیت) "کافرین" (نسا / ۱۰۰) اور "مشرکین" ظالمین "شر الاواب" (بدترین جانور)

۳۶ سورہ طہ / ۷۱ میں ہم پڑھتے ہیں "انہ لکبیر کم الذی علمکم السحر" تم سب جادو موسیٰ کے شاگرد ہو۔

۳۷ سورہ طہ / ۷۰ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جادو گروں نے فرعون سے کہا "فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا" جو چاہو کرو تمہارا تسلط صرف اور صرف اسی دنیوی زندگی کے ساتھ محدود ہے۔

۳۸ جسے قرآن کہتا ہے "ان الانسان لیطفی ان راہ استغفی" جب انسان خود کو تو نگر سمجھنے لگتا ہے تو سرکشی پر اتر آتا ہے۔

۳۹ آن گزشت لذیل بایاران چو برق موسیٰ اپنے ساتھیوں سمیت دریائے نیل سے ایسے گزر گئے جیسے بجلی گزرتی ہے۔

وین بہ خواری گشت درود ابہ غرق لیکن فرعون بڑی ذلت اور خواری کے ساتھ دریائے نیل کے پانی میں غرق ہو گیا۔

ناظران! بیند با چشم سؤد دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ موسیٰ کہاں پر جا پہنچے اور کان کجا رقت، این کجا مانند از حجود فرعون، نافرمانی کا ارتکاب کر کے کہاں پر رہ گیا۔

۴۰ ایک دن کسی یہودی نے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: "تم مسلمانوں نے ابھی اپنے پیغمبر کا جنازہ دفن نہیں کیا تھا کہ اختلاف شروع کر دیا اس پر حضرت علی نے فرمایا: ہمارا اختلاف تو حضرت پیغمبر خدا کی باتوں کے سلسلے میں تھا نہ تو خود پیغمبر کے بارے میں اور نہ ہی خدا کے بارے میں تھا۔ جبکہ تمہارے پاؤں ابھی دریا کے پانی سے خشک نہیں ہوئے تھے کہ تم نے موسیٰ سے بتوں کا تقاضا شروع کر دیا (نبج البلاغہ حکمت ۳۱۷) قرآن مجید کی بعض آیات میں جہالت عمقل کے مقابلے میں ہے تاکہ علم کے مقابلے میں یعنی جہالت بے عقلی کا نام ہے۔

۴۱ سفینۃ البحار جلد اول ص ۰۰ و ص ۰۰ نیز سید رضا نقوی کی کتاب "اربعین در فرہنگ اسلامی" کا بھی مطالعہ کیا جائے

۴۲ حدیث منزلت یعنی پیغمبر اسلام کا حضرت علی سے فرمانا "انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ" یعنی اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کیلئے ہارون تھے اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ۶ ص ۳ صحیح مسلم جلد ۴ ص ۱۸۷ سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۴۲ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۷۳ ص ۱۷۰، ۱۷۷ ۱۸۲-۱۷۹-

۴۳ "لا تدركه الابصار" اسے ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں البتہ خدا کو دل کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ "رائة القلوب بحقائق الايمان" (از تفسیر صانی) بقول شاعر چشم دل باز کن کہ جان بینی آنچه نایدینی است، آن بینی

۴۴ امام جعفر صادق فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا، جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس لئے برگزیدہ کیا ہے؟" اس لئے کہ تمہارا خضوع و خشوع میری بارگاہ میں بے نظیر تھا، جب بھی نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہو تو الٹے اپنے رخسار زمین پر رکھے (اصول کافی)

۴۵ مثلاً جہاں ہر "قصاص" اور "معافی" کا مسئلہ پیدا ہو جائے تو "معافی" کو اپنائیں

۴۶ یعنی یہ نکتہ سورہ عنکبوت ۴۸ میں بھی بیان ہو چکا ہے "وما کنتم تملوا من قبلہ من کتاب"

۴۷ جو آیات آنحضرت کی عالمی اور آفاقی رسالت پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ سورہ عیسٰی/۲۸ "کافة للناس" انعام/۱۹ "لا نذکرکم و من بلغ" فرقان/۱ "للعالمین نذیرا"

۴۸ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے داماد (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو دیکھا کہ ان سے ملاقات کیلئے انتظار کرنے کیلئے بہت بڑی قطار کھڑی ہوئی ہے تو شعیب نے موسیٰ کو اس بات کی پیشکش کی کہ ان لوگوں کو چند گروہوں میں تقسیم کر دیں اور ہر ایک گروہ کا ایک مسئول مقرر فرمائیں تاکہ مسئول قسم کی مشکلات کو وہ حل کریں اور اہم ترین مسائل موسیٰ کی خدمت میں پیش کئے جائیں (از تفسیر کاشف)

۴۹ ہم دعائیں پڑھتے ہیں "یا من یقبل الیسیر و یعفو عن الکثیر" یعنی اے وہ اللہ جو تھوڑے سے عمل کو بھی قبول کر لیا ہے اور زیادہ سے زیادہ گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

۵۰ حضرت علی علیہ السلام نے گناہوں کی توجہ اور شراب کو نیند کے نام سے رشوت کو تحفے کے نام سے اور سود کو منافع کے نام سے موسوم کرنے کی بڑی سخت مذمت کی ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۶)

۵۱ اسی طرح کے ایک اور امتحان کا تذکرہ سورہ مائدہ/۹۴ میں ہے کہ "یلوکم اللہ بشیعی من الصید تنالہ ایدیکم ورماحکم" اس آیت میں حالت احترام کی حرمت کا تذکرہ ہے کہ جب شکاریا تو انسان کی دسترس میں ہوتا ہے یا تیر کی زد میں اور ایسی ہیجانی کیفیت میں شکار سے روکنا خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے۔

۵۲ حضرت علی علیہ السلام نے بارہا اپنے زمانہ کے بیوفا لوگوں کی شکایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ مجھے تمہارے درمیان سے اٹھالے اور دوسروں کو تم پر مسلط فرمائے"

۵۳ بنی اسرائیل اس قدر جیلہ سازی، دنیا طلبی، حرص و بہر اور قانون شکنی کے باوجود ہمیشہ ذلیل و خوار ہی رہے ہیں؛ ٹکڑے لاکھوں یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

۵۴ دوسری آیات میں ہے کہ کہیں پر تو کہتے تھے "نحن ابناء اللہ و احبائہ" ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے دوست ہیں (مائدہ/۱۸) یا کہتے تھے "نحن نمننا النار" ہمیں تو آگ چھوئے گی بھی نہیں مگر چند گنتی کے دن (بقرہ/۸۰ آل عمران/۲۴)

۵۵ اسی سے ملتا جلتا حضرت علی علیہ السلام کا یہ جملہ ہے کہ "لذواللموت و ابنو الخراب" پیدائش کا انجام موت ہے اور تعمیر کا انجام خرابی ہے۔

۵۶ شاعر کا قول ہے

آدمی زادہ طرفہ معجونی است وز فرشتہ سرشتہ وز گل

گر رود سوے این شود بہ از این ور رود سوی آن شود پس از ان

اسکا مفہوم وہی ہے جو او پر بیان ہو چکا ہے۔

۵۷ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث کا مفہوم (تفسیر نمونہ منقول از تفسیر نور الثقلین)

۵۸ ایضاً (تفسیر نمونہ منقول از تفسیر بہان)

۵۹ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی حدیث کا مفہوم (تفسیر نمونہ منقول از نور الثقلین)

۶۰ مسقطہ ہو سورہ ذاریات / ۵۲ - "كذالك ما اتى الذين من قبلهم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون"

۶۱ دوسری آیات جو اس حقیقت کو بیان کر رہی ہیں بہت زیادہ ہیں منجملہ انکے یہ ہیں کہ "وما يضل به الا الفاسقين" (بقرہ / ۲۶) یا "بل ران على قلوبهم ما كانوا يبصرون" (مطففين / ۱۴)

۶۲ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قائم آل محمد کے ظہور کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "مثله مثل الساعة" یعنی انکا ظہور بھی قیام قیامت کی مانند اچانک ہو گا پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی "لا تجلھھا توقنا..... الانقبۃ" (از حضرت امام رضا علیہ السلام تفسیر نور الثقلین)

۶۳ قرآن مجید بارہا مختلف انداز میں مثلاً "لا يستطيعون لهم نصراً" (اعراف / ۱۹۲) "لا يملكون لا نفسهم نفعاً" (رعد / ۱۶) کہہ کر ہمیں شرک سے منع کر دیا ہے۔

۶۴ یقین جانے طاغوتی طاقتوں کا یہی کام ہے کہ اپنی حکومت کو مستحکم بنائیں اور تمہارا استعمال کریں اگر یقین نہ آئے آزما کر دیکھ لیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ انہیں چند اصلاحی اور تعمیری باتوں کی پیشکش کریں تو وہ یقیناً قبول نہیں کریں گے انکے نزدیک آپ لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے خواہ آپ نالہ و فریاد کریں یا خاموشی اختیار کئے رکھیں آپ کیلئے ایک جیسی بات ہے۔ حتیٰ کہ اگر آپ انہیں کرنا چاہیں تو بھی آپکی بات کو نہیں سنیں گی۔ اس لئے تو قرآن کہتا ہے "وان تدعوهم....."

۶۵ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد

یعنی انسان نے اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے دوسرے انسان کی بندگی اختیار کی

گوہری داشت ولی نذر قباد و جم کرد

اس نے انسانیت جیسے عظیم گوہر کی بے قدری کرتے ہوئے اسے قباد اور جمید جیسے بادشاہوں کے قدموں میں ڈال دیا

یعنی از خوے غلامی ز سگان پست تراست

من ندیدم کہ سگی پیش سگی سر خم کرد

ایسے انسان خصلت کے لحاظ سے تو کتوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ میں نے کبھی کسی کتے کو دوسرے کتے کے آگے سر جھکائے ہوئے نہیں دیکھا

۶۶ ایک اور مقام پر فرماتا ہے "اللہ ولی الذین امنو یمخرجہم من الظلمات الی النور" (بقرہ/۲۵۷)

۶۷ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے قرآن مجید میں مکارم اخلاق کے سلسلے میں اس سے بڑھ کر کوئی اور آیت جامع نہیں ہے (تفسیر فرقان از درمنشور)

۶۸۔ قرآن اور حدیث کی لغات میں کبھی "جہل" "عقل" کے مقابلے میں بھی آتا ہے اور روایات میں "کتاب العقل والجلہل"

۶۹۔ جیسا کہ یہ آیت ہے "وَمَا كُنَّا جَعَلْنَا لِكُلِّ بَنِي آدَمَ شَيْطَانًا مِّنْ دُونِ الشَّيْطَانِ الْإِنْسَانِ وَالْجِنِّ" (انعام/۱۱۲) جو اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ انبیاء کے دشمن جنوں میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔

۷۰۔ جیسے یہ آیت ہے "لَنْ أَسْرُقَ لِيَجْزِيَ عَمَلِي" اگر شرک کرو گے تو تمہارے سارے اعمال تباہ ہو جائیں گے۔ (نمر/۶۰) یہاں پر شرط، واقع ہونے پر دلیل نہیں بن رہی۔

۷۱۔ صرف "اعوذ باللہ" کہہ دینے سے پناہ نہیں مل جاتی۔ بلکہ خدا کے ساتھ ایک خصوصی روحانی تعلق، اسکے ساتھ ربط، اس پر توکل اور خود کو مکمل طور پر اسکے سپرد کر دینے سے ہی پناہ طلب کی جا سکتی ہے۔

مقدمہ:

سورہ مائدہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے ایک دو ماہ پہلے نازل ہوئی اور اس کی کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہوئی ہے۔

اس کو سورہ "مائدہ" کہنے کی وجہ یہ ہے اس کی ایک سو چودھویں آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے آسمانی مائدہ کے نازل ہونے کا تذکرہ ہے اس لئے اسے سورہ مائدہ کہتے ہیں۔ اس کی ایک سو بیس آیات ہیں اور "یا ایہا الذین امنوا" کے ساتھ خطاب اس صورت میں سب سے زیادہ آیا ہے مثلاً سورہ بقرہ میں یہ خطاب گیارہ مرتبہ آیا ہے جبکہ اس سورت میں سولہ مرتبہ بیان ہوا ہے۔

اس سورت میں ولایت اور رہبری، عقیدہ تثلیث کی تردید، ایفائے عہد کی اہمیت، عدل و انصاف پر بنی گواہی، کسی کو قتل کرنے کی حرمت، کھانے کی چیزوں کے احکام، وضو، اور تمیم اور عدالت اجتماعی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ چونکہ یہ نازل ہونے والی آخری سورت ہے لہذا سورت کے آغاز ہی میں "اوفوا بالعقود" کے جملہ کے ساتھ ہر قسم کے عہد و پیمانہ کو پورا کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

آیت ۱

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اٰحَلَّتْ لَكُمْ بِهَيْمَةِ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يَنْلِيْ عَلَيْكُمْ غَيْرٌ مِّنْ حُلٰى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرْمٌ ط اِنَّ اللّٰهَ يَخْتَكُم مَّا يُرِيدُ﴾

ترجمہ۔ اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اپنے (ان) عہد اور پیمانوں کو پورا کرو (جو تم نے خدایا لوگوں کے ساتھ باندھا ہے) حلال چوپایوں (کے گوشت کھانے) کو تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے، مگر جن کی (حرمت) کو تمہارے لئے پڑھا (اور بیان کیا) جائے گا، جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو حلال نہ جانو، یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ کہنا چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

پیام و نکات:

۱۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جس شخص یا گروہ کے ساتھ جس قسم کا معاہدہ کریں اس کی پابندی اختیار کریں۔ چاہے وہ معاہدہ زبانی ہو یا تحریری اور عملی، چاہے سیاسی معاہدہ ہو یا اقتصادی، اجتماعی اور عائلی، خواہ طاقتور کے ساتھ ہو یا کمزور کے ساتھ، دوست کے ساتھ ہو یا دشمن کے ساتھ۔ ۱ چاہے خدا کے ساتھ ہو (جیسے نذر اور عہد وغیرہ) خواہ لوگوں کے ساتھ، فرد کے ساتھ ہو یا معاشرہ کے ساتھ، چھوٹے کے ساتھ ہو یا بڑے کے ساتھ، علاقائی حکومتوں کے ساتھ ہو یا بین الاقوامی سطح پر، کیونکہ "﴿اوفوا بالعقود﴾" میں موجود "الف لام" ہر قسم کے معاہدوں کو شامل ہے۔

۲۔ جس طرح عہد شکنی اور ظلم بہت سی چیزوں سے محروم ہو جانے کا موجب ہوتے ہیں ۲ اسی طرح عہد و پیمان کی پابندی بہت سی چیزوں سے استفادہ کا موجب ہوتی ہے "اوفوا بالعقود احلت لکم" اچھے طریقے سے لوگوں کے ساتھ پیش آنا، اچھی روزی کی علامت ہے مثل مشہور ہے "اچھے طریقے سے لین دین کرنے والا، لوگوں کے مال میں شریک ہوتا ہے" ۳۔ آسمانی کتابیں بھی خدا کا "عہد" ہیں۔ ان کی پابندی بھی ضروری ہے، عہد قدیم (تورات) عہد جدید (انجیل) اور عہد اخیر (قرآن مجید) ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "القرآن عہد اللہ" ۳ یعنی قرآن اللہ کا عہد ہے۔

۴۔ ایمان، عہد و پیمان کے وفا کی بنیاد ہے، ارشاد نبوی ہے "لا دین لمن لا عہد لہ" یعنی جو عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتا ہے وہ بے دین ہے۔

اگر عہد و پیمان پر عمل درآمد نہ ہو تو معاشرتی بنیادیں ہل کر رہ جائیں، عمومی اعتماد ایک دوسرے سے ختم ہو جائے اور معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے۔

۵۔ مکہ کے امن و امان کو محفوظ رکھنے کے لئے بعض چیزوں سے محروم ہونے کو برداشت کیا جائے اور شکار سے چشم پوشی کی جائے۔ (غیر، محلی الصيد)

آیت ۲

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهُدَىٰ وَلَا الْأَقْلَامَ وَلَا آمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَنْتَعُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ط وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿﴾

ترجمہ۔ اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو! شعائرِ خداوندی، حرمت والے مہینے، بغیر نشانی والی قربانی اور گلے میں پڑی ہوئی نشانیوں والی قربانی اور بیت اللہ کے قصد سے آنے والوں جو کہ اپنے رب کے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں (کی حرمت) کو حلال نہ سمجھو۔ اور جب تم (اعمالِ عمرہ بجا لا کر حالتِ احرام سے نکل جاؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کے ساتھ دشمنی، جنہوں نے (اپنے اقتدار کے دوران) تمہیں مسجد الحرام (مکہ) میں داخل ہونے سے روکا تھا، تمہیں بے عدالتی اور بے اعتدالی پر آمادہ نہ کرے۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور ستم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو، اس لئے کہ یقیناً (مجرمین کے لئے) خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔

نکتہ:

"ہدی" بغیر نشانی کے وہ جانور ہوتے ہیں حج کے موقع پر ہدیہ (قربان) کئے جاتے ہیں۔ اور "قلاند" نشانیوں والے جانور ہوتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ شعائر اللہ کے تقدس اور ان کی عظمت کو پامال نہ کرو ﴿لاتحلوا شعائر اللہ﴾
- ۲۔ تمام زمانے ایک جیسے نہیں ہوتے، بعض دن اور "ایام اللہ" کا خصوصی احترام ہوتا ہے۔ یعنی وہ خاص طور پر محترم ہوتے ہیں۔ ﴿والشہر الحرام﴾
- ۳۔ جو جانور الہی مقاصد کی تکمیل کے لئے کام میں لائے جاتے ہیں وہ بھی قابل احترام ہوتے ہیں۔ ﴿والہدی والقلاند﴾
- ۴۔ بیت اللہ کے مسافروں کا احترام کیا جانا چاہئے ﴿ولا آمین البیت الحرام﴾
- ۵۔ حج، ذبیحہ اور اخروی مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے ﴿یتنغون فضلا من ربهم و رضوانا﴾
- ۶۔ حج میں سفر کا اصل ہدف تو خانہ خدا ہی ہے باقی سرگرمیاں ضمنی ہیں۔ ﴿آمین البیت الحرام﴾

۷۔ مکہ میں انجام دی جانے والی ہر قسم کی اقتصادی سرگرمیاں اور اسلامی ممالک کے لئے تجارت اور درآمدات و برآمدات آزاد ہیں ﴿یتغون فضلا﴾

۸۔ اگر کسی زمانے میں لوگوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے دور میں ہم ان پر ظلم و تجاوز کو جائز سمجھنے لگ جائیں۔ ﴿ولا یجرمنکم﴾ (---) ۳

۹۔ خدا کے حرم کے تقدس و احترام کے لئے ہمارے باہمی تعاون کی ضرورت ہے ﴿لاتحلوا شعائر اللہ---وتعاونوا﴾

۱۰۔ دوسروں کی غلطیوں سے چشم پوشی، انہیں اپنی طرف مائل کرنے اور نیکی کے کاموں میں تعاون کا ایک راستہ ہے ﴿لا یجر منکم---تعاونوا﴾

۱۱۔ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ بین الاقوامی تلخ و شیریں حوادث اور ظالم و مظلوم کے دمقابل آنے میں اپنا فعال کردار ادا کریں جہاں ضرورت ہو حمایت کریں اور جہاں ضروری سمجھیں مذمت کریں۔ ﴿تعاونوا علی البر﴾ (---)

۱۲۔ تمام پہلوؤں کے لحاظ سے فضیلتوں کو پروان چڑھانے کی راہیں ہموار کرنی چاہئیں اور اس مقصد کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے ﴿تعاون علی البر﴾ (---) ۵

۱۳۔ کسی خاص قبیلے، علاقے، قوم، زبان اور اتحادی ملکوں وغیرہ کی بے جا حمایت کی بجائے "حق" کی حمایت کرنی چاہئے اور "نیکی" میں مدد بہم پہنچانی چاہئے۔ ﴿تعاونوا علی البر﴾

۱۴۔ اسلامی معاشرہ میں نیک شخص اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھے، جبکہ ظالم کا کوئی یار و مدگار نہیں ہوتا۔ ﴿تعاونوا علی البر--- ولا تعاونوا---﴾

۱۵۔ ظالموں اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں پر ہر قسم کے دروازے بند کر دینے چاہئیں، تاکہ فساد اور بدکاری کا قلع قمع کیا جاسکے۔ ﴿ولا تعاونوا﴾ ۶

۱۶۔ جو لوگ شعائر اللہ کے تقدس کو پامال کرتے ہیں اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں انہیں خدا کے عذاب کے لئے خود کو تیار کر لینا چاہئے۔ ﴿واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب﴾ ۷

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَحَلْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلِيَ لِعَیْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذَلِكَمْ فِسْقٌ ط الْيَوْمَ يَبْسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَحْشَوْهُمْ وَاحْشَوْنِ ط الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِآثِمٍ فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ۔ تمہارے اوپر حرام کیا گیا ہے مردار کا گوشت خون، سور کا گوشت (کا کھانا) اور وہ جانور جو غیر خدا کے نام سے ذبح کیا جائے، اور حلال گوشت جانور جو گلا گھٹنے یا مار کھانے یا بلندی سے گرنے یا کسی دوسرے جانور کے سینگ لگنے کی وجہ سے مرجائیں یا کسی درندہ کا باقی ماندہ جانور (بھی حرام ہیں) مگر جس جانور کو (درندہ کے شکار کی وجہ سے مرنے سے پہلے تم اس کے پاس پہنچ جاؤ اور اسے شرعی طریقہ سے) ذبح کرو اور (اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہیں) جو بتوں کے آگے ذبح کئے جائیں۔ یا جنہیں تم "ازلام" کے ذریعہ تقسیم کرتے ہو ۸ یہ سب خدا کی نافرمانی کی چیزیں ہیں۔

آج کے دن کفار تمہارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں۔ لہذا ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو "دین" کے طور پر پسند کر لیا۔ لیکن جو شخص بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف مائل بھی نہ ہو (تو وہ مذکورہ حرام شدہ غذا سے کھا سکتا ہے) کیونکہ خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

نکتہ:

اسی سورت کے اول میں چوپایوں کے گوشت سے بہرہ مندی کا تذکرہ تھا کہ یہ گوشت تمہارے لئے حلال ہے مگر جس قسم کے گوشت کی حرمت بعد میں بیان ہوگی وہ حلال نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت میں دوسری قسم کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

"مخنقة" وہ جانور ہوتا ہے جس کا گلا گھٹ جائے خواہ کسی انسان کے ہاتھوں سے گھٹے یا کسی جوان سے یا خود بخود۔ "موقوذه" وہ جانور ہوتا ہے جو مارنے، یا تشدد کرنے یا بیماری کی وجہ سے مرجائے۔ چنانچہ عربوں کی رسم یہ تھی۔ بتوں کے احترام کی خاطر بعض جانوروں کو اس قدر تشدد کا نشانہ بنائے کہ وہ اس کی وجہ سے مرجاتا تھا۔ اور وہ اسے اپنے لئے ایک قسم کی عبادت سمجھتے تھے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی)

"متردیہ" وہ جانور ہوتا ہے جو کسی بلندی سے گرنے کی وجہ سے مرجائے۔

"نطحہ" وہ جانور ہوتا ہے جو کسی دور سے جانور کے سینگ لگنے کی وجہ سے مر جائے۔

اس آیت میں جس قسم کی غذا کی حرمت بیان کی گئی ہے قرآن مجید میں کئی بار ذکر کی گئی ہے۔ سورہ انعام اور سورہ نحل کی سورتیں ہیں ان میں بھی اور سورہ بقرہ جو مدنی سورت ہے اس میں بھی۔ لیکن اس آیت میں مردار کی مختلف نوعیتیں بیان کی گئی ہیں کہ جن کا مصرف حرام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر دو آیتیں ایک ہی آیت میں بیان کی گئی ہیں، ایک میں تو اضطراری اور مجبوری کے علاوہ حرام گوشت کے استعمال کو بیان کیا گیا ہے اور دوسری "الیوم" سے لے کر "دنیا" تک ایک مستقل آیت ہے۔ اور اس کی چند دلیلیں ہیں۔

۱۔ اگر مذکورہ آیت سے "الیوم" سے "دنیا" تک کو حذف کر دیا جائے تو آیت کے معنی میں کسی قسم کی کمی اور نقص واقع نہیں ہوتا۔

۲۔ کفار کو دین سے اس لئے مایوسی نہیں ہوتی کہ وہ کسی قسم کے گوشت کو کھائیں یا کسی قسم کے گوشت کو نہ کھائیں۔
۳۔ شیعہ اور سنی روایات کی رو سے جو اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوئی ہیں۔ "﴿الیوم یئس الذین کفروا﴾" کا تعلق "﴿الیوم الکملت لکم دینکم﴾" سے تاکہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کے جملوں سے۔

چونکہ آیت کا یہ حصہ نہایت ہی حساس تھا اور حاسدوں اور مخالفوں کے دل میں بہت کھٹکتا تھا۔ لہذا حضرت رسول خدا کے حکم ہی سے اسے گوشت کی حرمت کے حکم کے درمیان قرار دیا گیا ہے تاکہ مخالفین کی دستبرد سے محفوظ رہ جائے۔ ویسے ہی جیسے طلا اور جواہرات کو دوسری عام قسم کی چیزوں کے درمیان میں چھپایا جاتا ہے تاکہ چوروں اور لٹیروں کی لوٹ مار سے محفوظ رہ سکیں۔

شیعہ اور سنی روایات بتاتی ہیں کہ آیت کا یہ حصہ "﴿الیوم یئس الذین﴾" تا۔۔۔۔۔ "﴿لکم الاسلام دینا﴾" حضرت علی علیہ السلام کے مقام عذیر خم میں منصب امامت پر فائز ہونے کے بعد نازل ہوا۔ نقلی دلائل سے قطع نظر عقلی دلائل بھی اسی بات کی راہنمائی کرتے ہیں۔ کیونکہ اس دن "الیوم" کے لئے چار اہم خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ ۱۔ تمام کفار کی مایوسی کا دن ۲۔ دین کے کامل ہونے کا دن ۳۔ لوگوں پر نعمت خداوندی کے تمام ہونے کا دن ۴۔ ایک دن کہ جس میں اسلام لوگوں کے لئے ایک کامل دین اور مکمل مذہب کے طور پر خدا کا پسندیدہ قرار دیا گیا۔

اگر ہم تاریخ اسلام کے تمام ایام پر اچھی طرح غور و حوض سے کام لیں تو تاریخی نوعیت کا کوئی بھی دن خواہ وہ روز بعثت پینغمبر ہو یا روز ہجرت، یا یوم ولادت حضرت فاطمہ زہرا ہو یا کسی بھی جنگ میں لشکر اسلام کی کامیابی کا دن، حجۃ الوداع ہو یا کوئی اور تاریخی اہمیت کا حامل دن، اس دن کی عظمت، سر بلندی، اعزاز اور افتخار کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ حجۃ الوداع کا دن بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ حج خواہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو پھر بھی ہے تو دین کا ایک جزو۔ پس مذکورہ چار صفات کا حامل صرف روز عزیز خم ہی ہے جس میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کو پینغمبر کے جانشین کے طور پر منصوب کیا گیا اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت کی رہبری کے لئے منتخب کیا گیا۔

پیام:

قرآن میں رہبر کا مقام

- ۱۔ دین و مذہب اور مکتب فکر صحیح معنوں میں اس کے قائد کے دم قدم ہی سے قائم رہ سکتا ہے اور تمام کفار کو اسی قائد کی موجودگی سے ہی مایوسی ہوئی ہے کسی اور چیز سے نہیں،
- ۲۔ اگر اسلامی معاشرہ میں عذرو ولایت جیسا رہبر موجود ہو تو مسلمانوں کو کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ (ف) ﴿لاتخشوہم﴾
- ۳۔ کفار کی امیدوں کا اہم ترین مرکز اسلامی رہبر و قائد کی موت ہے اور امیر المؤمنین علی کے رہبر و قائد کی حیثیت سے انتخاب نے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ ﴿الیوم یئس ---﴾
- ۴۔ اگر خارجی دشمن سے محفوظ رہ بھی جاؤ پھر بھی داخلی دشمن اور گناہ کا اندرونی امکان موجود ہے جس کا مقابلہ صرف خوف خدا ہی کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿لاتخشوہم و اخشون﴾
- ۵۔ رہبر و قائد کے بغیر دین نامکمل ہے ﴿اکملت لکم دینکم﴾
- ۶۔ اگر رہبر و قائد کی طرف سے خدائی نعمتوں کی طرف راہنمائی نہ ہو تو تمام نعمتیں نامکمل اور ناقص ہوتی ہیں ﴿انعمت علیکم نعمتی﴾
- ۷۔ بغیر رہبر اور قائد کے دین رضائے الہی کی سند حاصل نہیں کر سکتا۔ (۔۔۔) ﴿رضیت لکم الاسلام دینا﴾

۸۔ اگر اکمال دین، اتمام نعمت، رضائے الہی اور کفار کی مایوسی میں سے کوئی ایک صورت بھی کسی دن انجام پا جائے تو اس دن کے لئے کافی ہے کہ اس کا شمار "ایام اللہ" میں ہونے لگے چہ جائیکہ غدیر جیسا دن کہ جس میں تمام خصوصیات یکجا انجام پائیں۔ اسی لئے تو اہل کتاب کہتے ہیں کہ اگر "ہماری کتاب میں اس قسم کا دن ہوتا تو ہم اسے "عید کا دن" قرار دیتے۔ چنانچہ روایات اہلبیت میں "عید غدیر" کو اسلام کی عظیم ترین عید قرار دیا گیا ہے۔

۹۔ کفار، ایک کامل اور اکمل دین سے ڈرتے ہیں اور مسلمانوں سے مایوس ہو چکے ہیں تاکہ ایسے دین سے کہ جس کا رہبر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دے، جس میں جہاد کا حکم معطل ہو جائے، جس کے مصادر اور منابع تہس نہس ہو چکے ہوں اور جس کے ماننے والے پر اگندہ ہو چکے ہوں ﴿الیوم یئس -- الیوم اکملت لکم دینکم﴾

۱۰۔ اگر اس کے باوجود بھی کفار تم سے امیدیں لگائے ہوتے ہیں اور مایوس نہیں ہوئے تو تم جان لو کہ تمہاری دینداری میں کچھ کمی ہے۔ ﴿الیوم یئس --- الیوم اکملت لکم ---﴾

۱۱۔ کفار کی اس وقت تک امیدیں وابستہ تھیں جب تک "غدیر کے دن کا رہبر" منصوب اور متعین نہیں ہوا تھا۔ اور جب رہبر متعین ہو گیا تو ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں، تو معلوم ہوا کہ تمام کفار ایک طرف اور اکیلے علی بن ابی طالب ایک طرف۔

۱۲۔ خدائی رہبر کے بغیر تمام نعمتیں نامکمل ہیں ﴿الیوم --- اتمت علیکم نعمتی﴾

۱۳۔ جب دیکھو کہ کفار اسلام اور مسلمانوں کی گھات میں لگے ہوئے ہیں تو فوراً اسلامی معاشرہ کی رہبری کی اصلاح کی فکر کرو۔ ﴿الیوم یئس الذین کفروا﴾

۱۴۔ دین کامل ہے لیکن لوگ نہ! لہذا اپنا خاص خیال رکھو اور خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ ﴿اکملت لکم دینکم --- واخشون﴾

۱۵۔ مسلمانوں کو کفار کی مایوسی کے دن کا انتظار تھا اور یوم غدیر اس انتظار کی تکمیل کا دن ہے۔

۱۶۔ خدا کا علی بن ابی طالب کو امامت کے عہدے پر فائز کرنا، نعمتوں کے تمام ہونے کا موجب ہے اور علی کی ولایت کا انکار، کفران نعمت ہے اور کفران نعمت کا انجام بہت خطرناک ہے۔ "یعر فون نعمت اللہ ثم ینکرونها" یعنی لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہوئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

۱۷۔ اگر مسلمان، غدیر کے دن کے رہبر کا انکار نہ کرتے تو انہیں کفار کی طرف سے تاریخ میں کبھی بھی کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا۔ ﴿لا تخشوہم﴾

۱۸۔ قرآن میں مسلمانوں کو جس خطرے سے زیادہ خبردار کیا گیا ہے وہ ہے رہبر سے انحراف اور منہ موڑنے کا خطرہ۔ (واخسون) اور سورہ آل عمران ۲۸/ میں ارشاد ہوتا ہے "﴿و یحذرکم اللہ نفسہ﴾" یعنی خدا تمہیں اپنی نافرمانی سے ڈراتا ہے۔

۱۹۔ اشیاء کے آثار بعض اوقات ان کے مجموعی اجزا پر مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً روزہ ہے کہ اگر اذان مغرب سے ذرا بھی پہلے اسے افطار کیا جائے تو باطل ہو جاتا ہے اسی لئے روزہ کے بارے میں لفظ "تمام" کا استعمال ہوا ہے کہ "﴿ثم اتموا الصیام الی اللیل﴾"

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی ہر جزو کا اپنا علیحدہ اثر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآنی آیات کی تلاوت ہے کہ تلاوت کا کمال یہ ہے کہ پورے قرآن کی آیات کو تلاوت کیا جائے، لیکن اگر صرف چند ایک آیت کو پڑھا جائے تو بھی ثواب مل جاتا ہے۔ بعض اوقات کسی چیز کے بعض اجزاء ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اس میں نہ ہوں تو وہ چیز کلی طور پر ناقص ہوتی ہے۔ ہر چند کہ دوسرے تمام اجزا موجود ہی ہوں جیسے ہوائی جہاز کا پائلٹ یا گاڑی کا ڈرائیور اگر نہ ہوں تو جہاز یا گاڑی بے ثمر اور بے مقصد ہوتی ہے۔

برحق رہبر کی قیادت اور ولایت بھی بعینہ اسی طرح ہے کیونکہ یہی چیز تو انسان کو خدا سے جا ملاتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتی تو تمام کائنات اور اس کی نعمتیں، عذاب میں بدل جاتی ہیں اس لئے کہ یہ چیزیں بذات خود انسان کو خدا تک نہیں پہنچاتیں۔

یہ تو تھی ولایت اور قیادت و رہبری کے بارے میں تھوڑی سی بحث، اب ہم آیت کے پہلے حصہ کے بارے میں گفتگو کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور غذاؤں اور گوشت کے بارے چند ایک مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔

پیام:

غذا کا زندگی کے ساتھ تعلق

۱۔ روح اور جسم کی سلامتی کے لئے غذا اس حد تک ضروری ہے کہ قرآن مجید میں بارہا اس کی تاکید کی گئی ہے۔

۲۔ اسلام ایک ایسا جامع دین ہے کہ جو انسان کی تمام طبعی اور روحانی ضروریات کو مد نظر رکھ کر ان کے بارے میں اپنا واضح اور صریح نظریہ پیش کرتا ہے (حرمت)

۳۔ ایسا قانون صحیح معنوں میں مکمل اور کامل کہلا سکتا ہے جو تمام انسانوں کے حالات اور ضروریات پر توجہ قائم کئے رکھے کہ عام حالات میں انہیں کیا کرنا چاہئے؟ مجبوری اور بھوک وغیرہ کی صورت میں کیا کریں؟

۴۔ اسلامی احکام کہیں پر بھی مشکل یا ناتوانی سے دوچار نہیں ہوتے (ف) ﴿من اضطر﴾

۵۔ مجبوری کے خاص حالات، گناہ اور مطلق آزادی کے موجب نہیں بننے چاہئیں، بلکہ صرف اس حد تک اکتفا کرنا چاہئے جس سے صرف مجبوری دور ہو سکے۔ ﴿غیر متوانف لاثم﴾

۶۔ نظام توحید میں جانوروں کا ذبح کرنا بھی رنگ الہی میں رنگا ہوا ہونا چاہئے، ورنہ جانور حرام ہو جائیں گے ﴿وما اهل لغیر اللہ﴾

۷۔ شرک کے تمام مظاہر سے نبرد آزمائی کرنی چاہئے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو ﴿وما ذبح علی النصب﴾ ۱۱

۸۔ اسلام، دین عدل ہے، نہ تو یورپی ملکوں کی مانند گوشت کے کثرت استعمال کا حکم دیتا ہے اور نہ بدھ بھکشوؤں کی مانند اسے حرام جانتا ہے۔ اور نہ ہی چینیسوں کی طرح ہر قسم کے جانور کا ہر صورت میں استعمال کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام میں گوشت کے استعمال کے لئے کچھ شرائط اور حدود مقرر کئے گئے ہیں۔ منجملہ ان کے چند ایک شرائط یہ بھی ہیں۔

الف۔ گوشت خور جانوروں کے گوشت کو نہیں کھانا چاہئے، اور اس کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ اس قسم کے جانور عام طور پر مردار کا گوشت کھاتے ہیں۔

ب۔ درندوں کا گوشت نہیں کھانا چاہئے، کیونکہ اس سے انسان میں شقاوت اور درندگی کی روح پیدا ہوتی ہے۔

ج۔ ان جانوروں کا گوشت نہیں کھانا چاہئے جو عام طور پر نفرت کا موجب ہوتے ہیں۔

د۔ جس جانور پر ذبح کے وقت خدا کا مبارک نام نہ لیا جائے اس کا گوشت نہیں کھانا چاہئے۔ ۱۲

۹۔ تمام حرام گوشت جانوروں میں سے صرف "سور" کا نام ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس کے استعمال کا عام رواج ہے۔

۱۰۔ خون کا خوراک کی صورت میں استعمال چونکہ (سنگلی) دل کی قساوت اور بیماریوں کے منتقل کرنے کا موجب

ہوتا ہے لہذا حرام ہے۔ البتہ دوا کے طور پر اور انجکشن کی صورت میں استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

آیت میں مذکور گوشت خوری اور غذا کے حصول پر ایک نظر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مردار کے گوشت کے بارے میں فرماتے ہیں "جو شخص بھی اس (مردار کے گوشت) کے قریب گیا، کمزوری، لاغری، سستی، قطع نسل، سکتہ اور ناگہانی موت نے اسے اپنا شکار بنا لیا۔" خون کا پینا زمانہ جاہلیت کی رسم تھی اور یہ کام سنگدلی اور رحمہلی کے فقدان کا اس حد تک موجب ہوتی ہے کہ انسان اپنی اولاد اور ماں باپ تک کو قتل کرنے سے نہیں چوکتا، خونخوار انسان اپنے رفیق اور دوست تک کو نہیں پہچانتا۔ اسی طرح سور کے گوشت کے بارے میں بھی بہت سی روایات موجود ہیں۔ (تفسیر المیزان)

کچھ گوشت خوری کے بارے میں

بدھ مت کے پیروکار گوشت کھانے کے مخالف ہیں، جبکہ بعض دوسرے افراد ہر قسم کے جانور کا ہر قسم کا گوشت کھاتے ہیں، خواہ وہ کتا ہو یا خنزیر، مینڈک ہو یا لیکڑا وغیرہ۔ البتہ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ "آیا گوشت کے حصول کے لئے کسی جانور کی جان لینا اور اسے ذبح کرنا رحمہلی کے ساتھ سازگار ہے؟"

جواب:

- ۱۔ نظام تخلیق کائنات تغیر اور تبدل پر مبنی ہے۔ مٹی، نباتات بنتی ہے، نباتات حیوانات میں تبدیل ہو جاتی ہے اور حیوانات کا گوشت انسان میں بدل جاتا ہے۔ یہی ایک ارتقاء ہے اور ان تبدیلیوں کا نتیجہ انسانی ارتقا اور نشوونما ہے۔
- ۲۔ نظام ہضم کی کیفیت اور دانتوں کی نوعیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ انسان کی غذا کیا چیزیں ہیں؟
- ۳۔ عدل ہر جگہ بہتر ہے لیکن رحمہلی ہر مقام پر بہتر نہیں ہے ورنہ جنگ اور قصاص کا حکم نہ ہوتا۔
- ۴۔ جانور کے ذبح کے بارے میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے وہ سنگدلی اور بے رحمی کے برعکس ہے۔ مثلاً جانور کو تیز دھار آلے سے ذبح کیا جائے، اسے تکلیف نہ دی جائے، ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی پلایا جائے اور مکمل طور پر جان نکل جانے سے پہلے اس کے اعضا نہیں کاٹنے چاہئیں۔ وغیرہ۔

آیت ۴

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ط قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ يُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا آمَنَّا عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾

ترجمہ: (اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ تو آپ کہہ دیں کہ تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور ان جانوروں کا شکار (بھی حلال ہے) جنہیں تم نے وہ کچھ سکھایا جس کی خدا نے تمہیں تعلیم دی تھی۔ جبکہ تم شکاری کتوں کو سکھاتے ہو، پس جو کچھ کہ شکار کے لئے سدھائے ہوئے کتے تمہارے لئے شکار کرتے ہیں اور روک رکھتے ہیں وہ کھا لو اور (جب جانور کو شکار کے لئے چھوڑو تو) اس پر خدا کا نام لیا کرو، اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ حساب لینے والا ہے۔

نکتہ

لفظ "مکلبین" کے پیش نظر شیعہ عقیدہ کے مطابق صرف سدھائے ہوئے شکاری کتے کا شکار حلال ہے (ناکہ کسی اور جانور کا شکار کہ جو شکار کو جائے اور کوئی چیز شکار کر کے لے آئے) اور پھر سدھائے ہوئے کتے کا بھی وہ شکار کہ کتا جس کے پیچھے چھوڑا جائے اور وہ اسے پکڑ کر لے آئے یا اسے بچائے رکھے۔ ناکہ کتا خود شکار کے پیچھے جائے اسے پکڑے چیر پھاڑ کرے خود کھائے اور جو بیچ جائے وہ تمہارے لئے لے آئے۔ کیونکہ ایسا شکار حرام ہے۔

"جوارح" جمع ہے "جارحہ" کی اور لفظ "جرح" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "کمانا" اور "کسی چیز کا حاصل کرنا" اور "زخم" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور شکاری جانوروں کو "جارحہ" کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اسے زخمی کرتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اپنے مالک کے لئے شکار حاصل کرتے ہیں۔ اعضائے بدن کو بھی "جوارح" کہتے ہیں کیونکہ یہ تلاش و کوشش اور حصول اشیاء کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

پیام

۱۔ انبیائے عظام معاشرہ کے ہر قسم کے طبعی سوالوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جواب گو ہوتے ہیں ﴿یسئلونک﴾

۲۔ ہم جو کچھ نہیں جانتے وہ انبیاء یا ان کے وارثوں سے پوچھنا چاہئے ﴿یسئلونک﴾

۳۔ اصول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تمام پاکیزہ اور من پسند چیزیں حلال ہوں کہ جن سے انسان کو نفرت نہ ہو۔ ﴿احلکم الطیبات﴾

۴۔ جو غذا یا عمل حرام ہوا ہے اس کی وجہ یا تو اس کا فاسد اور ضراب ہونا ہے یا پھر اس کا "خبیث" ہونا ہے ﴿احلکم الطیبات﴾

۵۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہذا جو چیزیں قابل نفرت نہیں اور نہ ہی ان میں کسی قسم کے فاسد ہونے کا پہلو ہے وہ حلال ہیں ﴿احلکم الطیبات﴾

۶۔ تعلیم دینا اور سدھانا صرف انسان ہی کے لئے نہیں ہے حیوان بھی سدھائے اور سکھائے جاسکتے ہیں اور انسان کے لئے مسخر ہیں ﴿تعلمونھن﴾

۷۔ دانش کی اہمیت اس قدر ہے کہ اگر کتا بھی اسے حاصل کر لے تو وہ قدر و قیمت کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۸۔ کتا اپنی تھوڑی سی سکھائی اور تعلیم سے اپنی ساری زندگی کا شکار اپنے معلم کو ہدیہ کرتا رہتا ہے۔ ﴿امسکن علیکم﴾ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا سے سب کچھ، تعلیم پاتے ہیں ﴿علیکم اللہ﴾ مگر خدا کو کیا ہدیہ دیتے ہیں؟ معلوم نہیں!

۹۔ حصول غذا کا مسئلہ اہم ہے (شکار بھی حصول غذا یا حصول رزق کے لئے کیا جائے) اور اسے معمولی نہیں سمجھنا چاہئے لہذا حرام شکار، اسراف کے شکار اور نفسانی خواہشات کے تحت شکار سے پرہیز کرنا چاہئے ﴿اتقوا اللہ﴾

آیت ۵

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَ طَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَ الْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَحْدَانٍ ط وَ مَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ﴾

ترجمہ۔ آج تمام پاکیزہ اور دلپسند چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں اور (نیز) اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ اور (نیز) پاکدامن مومنہ عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، بشرطیکہ ان کا حق مہر ادا کرو اور پاکدامن رہو (ناکہ زنا کرو) اور (نامشروع) پوشیدہ طریقہ سے دوستی نہ لگاؤ۔ اور جو شخص ایمان لانے سے انکار کرے گا یقیناً اس کا عمل تباہ ہو جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

نکتہ:

تنہا لفظ "طعام" اگرچہ ہر قسم کی غذا پر بولا جاتا ہے لیکن سابقہ آیت کی وجہ سے بھی کہ حیوانوں کے گوشت کے لئے ان کے ذبح کے وقت خدا کا نام لینا شرط قرار دیا گیا تھا، نیز روایات اہل بیت کی رو سے بھی اس سے مراد گندم، جو اور دیگر غلہ ہے۔ اور ابن کثیر اور خلیل جیسے ماہرین لغات کہتے ہیں کہ "حجاز کی لغت میں "گندم" کو بھی "طعام" کہا جاتا ہے" (تفسیر المیزان)

چونکہ اس آیت کی رو سے دینی اقلیتوں (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ آمد و رفت، غذا کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کی راہیں کھل جاتی ہیں اور ممکن ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی لڑکیوں کو حاصل کرنے کے لئے اپنی روزانہ کی آمد و رفت میں اضافہ کر دیں اور آہستہ آہستہ ان کے افکار و آداب کو اپنانے لگ جائیں اور اسلام کا راستہ چھوڑ کر کافر ہو جائیں لہذا آیت کا آخری حصہ اس قسم کے خطرات کے پیش نظر مسلمانوں کو متنبہ کر رہا ہے۔

"اخذان"، "خذن" کی جمع ہے جس کا معنی ہے "دو دوست" لیکن عام طور پر مخفی اور غیر شرعی دوستوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کے لئے سابقہ محدودیت کو لازم قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اہل کتاب کے ساتھ ارتباط اور معاشرے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لئے کہ مسلمان طاقتور ہو چکے ہیں اور کفار مسلمانوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

آیت مذکورہ میں فریقین (مسلمانوں اور اہل کتاب) کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے طعام سے استفادہ کریں، لیکن ازدواج کے بارے میں اسلام نے مسلمانوں کو اہل کتاب سے رشتہ لینے کی اجازت دی ہے لیکن رشتہ دینے کی اجازت نہیں دی، اس لئے کہ عورتیں عموماً اپنے لطیف اور ہمدردانہ جذبات کے تحت مرد کے زیر اثر آ جاتی ہیں۔ چنانچہ اگر

کتابیہ عورتیں اسلام کو اپنالیں گی تو یہ اسلام کی ترقی کی ایک صورت ہوگی جبکہ مسلمان عورتیں اگر اہل کتاب کے مذہب کو اپنالیں گی تو یہ اسلام کی تنزلی کی ایک صورت ہوگی۔ اسی لئے مسلمانوں کا اہل کتاب کو رشتہ دینا جائز نہیں ہے۔
 زنانِ اہل کتاب سے ازدواج سے مراد نکاح موقت (متعہ ہے) اور اس کی چند دلیلیں ہیں۔

۱۔ اس بارے میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ۲۔ لفظ "اجورھن" کا استعمال، کہ جو زیادہ تر متعہ کے مہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ۳۔ چونکہ عدم زنا اور دوستانہ مراسم کی شرط ازدواج موقت (متعہ) سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے جبکہ دائمی عقد (نکاح) کے سلسلہ میں زنا یا دوستانہ مراسم کی بات نہیں ہوتی۔
 البتہ شیعہ اور سنی علماء میں سے کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کتابیہ عورت سے ہر قسم کا عقد (دائم یا موقت) جائز ہے اور اس میں کوئی جرم نہیں ہے۔

پیام

۱۔ احکام اور قوانین میں "زمانہ" کے عنصر سے غافل نہیں ہونا چاہئے ﴿اليوم﴾
 ۲۔ کسی نعمت کی حرمت یا حلیت ممکن ہے کہ تدریجی طور پر ہو، جبکہ شراب یا سور کی حرمت تدریجی طور پر ہوئی۔ اور یہ تدریج بھی حکمت اور مصلحت کے تحت تھی۔
 اسی طرح بنی اسرائیل پر بعض حلال چیزیں ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر حرام قرار دے دی گئیں۔ (سورہ بقرہ/۱۰۹) یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعض ممنوع چیزوں کے استعمال کو حلال قرار دے دیا۔ لیکن زیر بحث آیت نے کلی طور پر تمام پاک و پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دے رہی ہے۔
 ۳۔ ازدواجی روابط میں اقتصادی اور لین دین کے روابط سے افکار میں رسوخ و نفوذ کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے لہذا خبردار رہنا اور اہل کتاب کو اپنا رشتہ نہ دینا۔

۴۔ پاکدامنی خواہ کسی بھی مذہب و ملت میں قابل ستائش ہے ﴿والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا الكتاب﴾

۵۔ پاکدامنی، مردوں اور عورتوں دونوں قسم کے افراد کے لئے لازمی شرط ہے ﴿محسنین، محسنات﴾

۶۔ عورت کو حق مالکیت حاصل ہے خواہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم ﴿اجورھن﴾

۷۔ دھوکہ، فریب اور جعل سازی خواہ غیر مسلم ہی سے کیوں نہ ہو ہر حالت میں ممنوع ہے ﴿آتیتموہن اجورہن﴾
 ۸۔ اہل کتاب سے مراسم، ان کے محلوں میں رہائش، ان کے ملکوں میں سفر، لغزش کے مواقع فراہم کرتے ہیں، اس لئے اس آیت میں جہاں پر ان سے مراسم قائم کرنے کی اجازت دی گئی ہے وہاں پر اس بات سے بھی خبردار کیا گیا ہے کہ اپنے ایمان کو بچائے رکھنا۔

۹۔ مخفی اور غیر شرعی دوستی خواہ غیر مسلمان سے ہی کیوں نہ ہو ناجائز اور ممنوع ہے ﴿ولا متخذی اخذان﴾
 ۱۰۔ خبردار! اقتصادی اور خاندانی رابطے تمہارے عقیدوں کو تبدیل نہ کر دیں اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اپنے ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔ ﴿ومن یکفر بالایمان﴾

آیت ۶

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَليُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو، اور اپنے سروں اور پاؤں کے کچھ حصے کا ٹخنوں (پاؤں کی ابھری ہوئی جگہ) تک کا مسح کر لیا کرو۔ اور اگر تم حالت جنس میں ہو تو خود کو پاک (غسل) کر لیا کرو۔ اور اگر تم بیمار یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی شخص نشیبی جگہ (قضائے حاجت سے) لوٹا ہے یا عورتوں کو (جنسی آمیزش کے لئے) ہاتھ لگایا ہے تو اگر (غسل یا وضو کے لئے) پانی تک تمہاری رسائی نہیں ہے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ پس چہرے اور ہاتھوں (کے کچھ حصے) پر اس مٹی سے (جو تمہارے ہاتھوں پر رہ گئی ہے) مسح کر لیا کرو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے لئے مشکل اور تنگی پیدا کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے شاید کہ تم اس کے شکر گزار (بندے) بن جاؤ۔

سورہ نساء کی ۴۳ ویں آیت میں غسل اور تیمم کے مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہاں پر مذکورہ دو مسائل کے علاوہ وضو کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

"قیام" کا لفظ جب "المی" کے ساتھ استعمال ہو تو اس کا معنی "ارادہ کرنا" ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے "﴿قمتم الی الصلوٰۃ﴾" کا معنی ہوگا اور جب تم نے نماز پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔"

"جنب" کے لفظ کا مرد، عورت، مفرد اور جمع سب کے لئے یکساں اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس آیت میں شاید جنب سے مراد "احتلام" ہو، اور "عورتوں کو ہاتھ لگانے" سے مراد جنسی آمیزش ہے۔
"﴿فاطہروا﴾" کا لفظ "غسل کرنے" کا معنی دے رہا ہے۔ اور سورہ نساء کی ۴۳ ویں آیت میں "فاطہروا" کی بجائے "تغلبوا" ہے۔

"﴿الی المرافق﴾" کا جملہ ہاتھوں کی دھونے کی مقدار کو بیان کر رہا ہے تاکہ دھونے کی کیفیت کو۔ (یعنی دھونے کی مقدار کہنیوں سے انگلیوں کے سرے تک ہے تاکہ انگلیوں کے سرے سے لے کر کہنیوں تک)
تیمم میں بھی عبادت کی روح موجود ہے۔ کیونکہ ہاتھوں کا خاک پر مارنا اور پھر اس کا عضائے بدن میں سے بالائین عضو (چہرے) پر ملنا ایک قسم کی تواضع اور خاکساری ہے جس کا اظہار جلیل القدر خدا کے سامنے کیا جاتا ہے۔
جس طرح پانی آلودگیوں کو دور کرتا ہے اسی طرح پاک مٹی بھی جراثیم کشی کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ اس پر سورج کی شعاعیں پڑ چکی ہوتی ہیں۔

"صعید" کا لفظ "صعود" سے نکلا ہے۔ جس کا معنی ہے بلند، اور یہ بلند زمین کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ برجستہ اور بلند زمین کی مٹی آلودگی اور نجاست سے بچی رہتی ہے۔ یا پھر اس سے مراد وہ مٹی ہے جو زمین کی بلند جگہوں پر ہوتی ہے۔

پیام

۱۔ طہارت، نماز کے لے شرط ہے ﴿فاغلو﴾
۲۔ جس طرح قرآن کو پاکیزہ لوگ مس کر سکتے ہیں اسی طرح خدا سے بھی رابطہ کرنے کے لئے طہارت ضروری ہے۔

۳۔ نجاست سے آلودگی اور کثافت، قرب خداوندی سے مانع ہے۔ ۱۳

۴۔ نماز کے لئے غسل جنابت واجب ہے ﴿اذقمتم الی الصلوٰۃ-- وان کنتم جنبا فاطہروا﴾

۵۔ نماز کے شرائط اور مقدمات میں تخفیف تو ہو سکتی ہے لیکن انہیں بطور کلی ختم نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ ناپاک مقدمات کے ذریعہ خداوند پاک و منزہ کی بارگاہ میں حاضری نہیں دینی چاہئے۔ ﴿صعید اطیبا﴾
 ۷۔ جس طرح خوراک پاک اور طیب ہونی چاہئے اسی طرح پاک اور طیب مٹی سے تیمم کے ساتھ خدا کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

۸۔ کلام کا کلی اصول یہ ہے کہ اس کے دوران آداب کو پیش نظر رکھا جائے ﴿لامستم النساء﴾ صرف ان مسائل میں بے حجاب گفتگو کی جاتی ہے جن کا تعلق حقوق سے ہوتا ہے، تاکہ کسی کا حق ضائع نہ ہو۔ جیسے عورتوں کے حق مہر کے بارے میں ہے کہ "دخلم بھن" یا حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے تہمت کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ "احصنت فرجھا" ﴿﴾۔

۹۔ بعض اوقات صرف ایک کلمہ ہی سے نہیں بلکہ ایک حرف سے بھی کلام کا مطلب الٹ ہو جاتا ہے۔ جیسے (وا مسحوا بروسکم) ہے کہ اگر اس میں "روو سکم" ہوتا تو اس سے سارے سر کا مسح مراد ہوتا نہ کہ کچھ حصے کا۔
 ۱۰۔ دین میں دشواری اور مشکل نہیں ہے ﴿من خرج﴾

۱۱۔ غسل، وضو اور تیمم کا مقصد معنوی اور اندرونی طہارت کا حصول اور خداوند متعال سے رابطہ قائم کرنا ہوتا ہے ﴿لیطہرکم﴾ ۱۵

۱۲۔ خدا کی طرف سے عائد فرائض انسان کے لئے نعمت ہیں (﴿لتم نعمۃ علیکم﴾

۱۳۔ فرائض کی ادائیگی، خدا کا شکر ہے ﴿لعلکم تشکرون﴾

آیت ۷

﴿وَأَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ مِّمَّ بَدَاتِ الصُّدُورِ﴾

ترجمہ: اپنے اوپر خدا کی نعمت کو یاد کرو نیز اس عہد و پیمانہ کو بھی، جو اس نے تم سے لیا ہے جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سینوں کے اندر چھپے ہوئے حالات سے آگاہ ہے۔

نکتہ:

آیت میں اگرچہ ایک کلی اور عمومی تہیہ ہے لیکن ممکن ہے کہ چند دلائل کے پیش نظر اسلامی امہ کی قیادت اور رہبری کا مسئلہ اور قیادت کی اطاعت مراد ہو۔ اور وہ دلائل یہ ہیں۔

۱۔ خدا کی طرف سے عطا کردہ قیادت اور رہبری خدا کا یشاق ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان میں ان کا اپنی ذریت میں امامت کے لئے درخواست کرنا اور خدا کا جواب دینا کہ "ظالم افراد میرے عہد (امامت) کو نہیں پہنچیں گے۔"

۲۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو مقام غدیر خم میں منصب امامت پر فائز کر دیا گیا تو آیت نازل ہوئی کہ "میں نے اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں"

۳۔ غدیر خم کے مقام پر لوگوں نے علی علیہ السلام کی بیعت کی اور "سمعاً و طاعةً" (یعنی ہم نے سن لیا اور اطاعت کریں گے) کہا۔ شاید اس آیت میں لوگوں کو ایک بار پھر قائد اور رہبر کے ساتھ کئے ہوئے اس عہد و پیمانہ کو پورا کرنے کے لئے بلایا گیا ہو جو انہوں نے غدیر خم کے مقام پر کیا تھا۔

پہلی آیت میں ایفائے عہد کو لازمی قرار دیا، تیسری آیت میں رہبر اور قائد کی تعیین کر کے دین کو کامل کر دینے کا مژدہ سنایا اور اس آیت کے آخر میں اس خدا کا تقویٰ اختیار کرنے کو کہا جو جان کی گہرائیوں اور دلوں کے راز سے بخوبی واقف ہے۔

"﴿سمعنا و اطعنا﴾" کہہ کر سننے اور اطاعت کرنے کا پیمانہ ہوتا ہے جو ہر قسم کے عہد و پیمانہ کو شامل ہے جو انسان فطری، طبعی، قولی یا عملی طور پر انبیاء سے باندھتا ہے۔ جیسے ان کی بیعت ہے اور توحید و نبوت کی گواہی ہے۔

پیام:

۱۔ نعمت کو یاد کرنا بھی، نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔
۲۔ عظیم ترین اور کامل ترین نعمت قیادت اور رہبری کی نعمت ہے۔ (جو کہ اس سے پہلے والی آیت میں ذکر ہو چکی ہے) اور اس نعمت کی یاد آوری مسلمان کے ولی امر کی اطاعت ہے۔

۳۔ اس آیت کی نعمت، یشاق، سمع و طاعت اور ذات الصدور جیسے مفہیم پر تاکید اور وہ بھی غدیر خم کے واقعہ کے بعد اور آیت ۳ میں بیان ہونے والے مضمون کی فراموشی اور اس کی خلاف ورزی پر تہیہ اور اشارہ ہو سکتا ہے کہ خبردار!

غیر خم میں پیش کئے گئے خطوط سے منحرف نہ ہو جانا۔ (جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے، ملاحظہ ہو تفسیر نور الثقلین)

آیت ۸

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ط اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ حَبِيزٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ۔ اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو! ہمیشہ اللہ کے لئے قیام کرو۔ اور عدالت کی گواہی دو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدالت کے ترک کرنے کی طرف نہ لے جائے، عدل کرو کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ اور خدا سے ڈرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ ہے۔

نکتہ:

اسی آیت سے ملتی جلتی مگر قدرے تفاوت کے ساتھ سورہ نساء کی ۱۳۵ ویں آیت ہے کہ "﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ﴾"۔۔۔ یعنی اے ایماندارو! مکمل طور پر عدالت کے ساتھ قیام کرو، خدا کے لئے گواہی دو خواہ یہ تمہارے اپنے یا تمہارے والدین اور عزیز و اقارب کے لئے ہی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔

یعنی کسی قسم کا کینہ تمہیں عدالت کی راہ سے نہ ہٹا دے۔۔۔
چونکہ لوگوں سے کینے کا جدا ہونا مشکل ہوتا ہے لہذا اس آیت میں چند فرمان اور چند ترغیبات پیش کی گئی ہیں۔

پیام:

۱۔ عدالت اجتماعی صرف اور صرف خدا اور معاد (قیامت) پر ایمان ہی کے سایہ میں برقرار ہو سکتی ہے (ی ﴿ا﴾
یہا الذین امنوا۔۔۔۔۔ اعدلوا۔۔۔۔۔) ورنہ جس نظام میں نہ مبداء کا تصور ہو اور نہ معاد کا، نہ توجہ کا کوئی ولی و وارث

ہو اور نہ ہی کسی قسم کا حساب کتاب تو اس کا کیا فائدہ؟ انسان ہوں اور عدالت کا اجرا کریں اور غصے پر قابو پائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۲۔ اگر انسان کا مقصد کینہ پروری قرار پا جائے تو خلوص و اخلاص رخصت ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کا مقصد رضائے الہی ہو تو ہر قسم کے کینے کا فور ہو جاتے ہیں۔

۳۔ ہمیشہ کی عدالت اور وہ بھی عادت اور ملکہ کی صورت میں ہو تو قابل قدر ہوتی ہے وقتی اور عارضی عدالت کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿قوامین﴾

۴۔ عدالت صرف ایک اخلاقی صفت ہی نہیں خدا کا حتمی فرمان بھی ہے۔ ﴿کونوا﴾

۵۔ انتقام اور کینہ توزی، عدالت سے انحراف کے اسباب میں سے ایک عامل ہے۔ ﴿شنان قوم﴾

۶۔ داخلی اور خارجی سیاست حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی عدالت کے ساتھ رفتار کرنی چاہئے۔ ﴿شنان قوم﴾

۷۔ مومنین کا خدا کے ساتھ بھی رابطہ ہوتا ہے (ہمیشہ خدا ہی کے لئے قیام کرتے ہیں) اور لوگوں کے ساتھ بھی ان کا رابطہ ہوتا ہے کہ عدل کے ساتھ گواہی دیتے ہیں ﴿شہداء بالقسط﴾

۸۔ فریضہ جس قدر سنگین اور مشکل ہو گا اس کے بارے میں تاکید اور تشویق بھی اسی قدر زیادہ ہو گی کیونکہ لوگوں کی دشمنی کو نظر انداز کرنا سخت مشکل بات ہوتی ہے لہذا اس آیت میں "کونوا" "اعدلوا" اور "اتقوا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۹۔ "قسط" اور "عدل" کا ایک ہی مفہوم ہے کیونکہ آیت میں "قسط" کی تفسیر "عدل" سے کی گئی ہے۔ ﴿شہداء بالقسط --- اعدلوا﴾

۱۰۔ کینہ ور اور منتقم مزاج لوگ عادل نہیں ہو سکتے۔

۱۱۔ عادل اور منصف لوگ تقویٰ سے زیادہ نزدیک ہیں اور قرآن ان کے لئے موجب ہدایت ہے۔

آیت ۱۰، ۹

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ - وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

الْجَحِيمِ﴾

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور شائستہ اعمال بجالاتے رہے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہ سب دوزخی ہیں۔

نکتہ:

قرآن مجید میں چند مختلف اقسام کے اجر کا ذکر ہے۔ "اجر کریم"، "اجر کبیر" اور "اجر عظیم"۔ خدا کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا ﴿ان الله لا يخلف الميعاد﴾ "یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (آل عمران --- ۹)

"حجیم" کا لفظ "حجم" سے ہے جس کا معنی ہے "آگ کا شدت سے بھڑکنا" چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان میں ہے کہ انہیں نمرود نے "حجیم" یعنی شعلہ ور آگ میں ڈالا تھا۔ اور ﴿اصحاب الحجیم﴾ "کا معنی ہے جو لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

پیام:

۱۔ ایمان اور عمل صالح دو ایسے عناصر ہیں جو گزشتہ گناہوں کی تلافی کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا موجب ہوتے ہیں۔ ﴿مغفرة - اجر﴾

۲۔ گزشتہ اعمال کی یاد آوری اور عاقبت، کمی طرف توجہ، انسان کے ارادوں کے لئے زبردست اہمیت کے حامل ہیں۔

۳۔ مغفرت، اجر کے عطا کرنے کا مقدمہ ہوتی ہے ﴿مغفرة و اجر﴾

۴۔ کافروں اور آیات الہی کی تکذیب کرنے والوں کی سزا ابدی جہنم ہے۔

آیت ۱۱

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ فَكَفَّ أَيْدِيهِمْ عَنْكُمْ وَ اتَّقُوا اللَّهَ ط
وَ عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ۵

ترجمہ۔ اے ایمان والو! خدا کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا کی ہے جب (دشمنوں کی) ایک جماعت نے ارادہ کر لیا تھا کہ تمہاری طرف دست ستم دراز کرے (اور تمہیں ختم کر دے) لیکن خدا نے ان کے دست تجاوز کو تم سے کوتاہ کر دیا اور خدا سے ڈرتے رہو اور مومنین کو چاہئے کہ صرف خدا پر ہی توکل کریں۔

نکتہ:

اگرچہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، لیکن اسے تمام ان واقعات کے بارے میں سمجھنا چاہئے جہاں پر مسلمانوں نے دشمنوں کے غلط ارادوں اور جارحیت کے ارتکاب کے موقع پر خدا پر توکل کر کے کامیابی حاصل کی اور نجات پائی۔

پیام:

- ۱۔ خدائی نعمتوں کی یاد آوری ایک طرح کا شکر ہوتا ہے اور انسان کو غرور و غفلت سے دور کر کے اس کے خدا کے ساتھ عشق کو دوبالا کرتی ہے۔
- ۲۔ دشمن کے خطرات کو دور کرنا خدا کی اہم ترین نعمت ہے۔
- ۳۔ خدا سے تقویٰ، اس پر توکل اور ایمان رکھ کر لطف پروردگار کو حاصل کرو، اور دشمن کے خطرات کو خود سے دور ہٹاؤ۔ (جس طرح کہ گناہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، اسی طرح خدا کی طرف توجہ دشمنوں کو دور بھگانے کا موجب ہوتی ہے)

آیت ۱۲

﴿وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ط لَئِنِ اقْتُمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ ه

ترجمہ: یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سرپرست اور رہبر (بارہ گروہوں کے لئے) معبوث کئے۔ اور اللہ نے (ان سے) فرمایا: میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو تو میں (بھی) یقیناً تمہارے گناہوں کو چھپاؤں گا اور تمہیں بہشت کے ایسے باغات بھیجوں گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہتی ہیں۔ تو اس کے بعد تم میں سے جو شخص بھی کافر ہو جائے تو وہ راہِ راست سے بھٹک جائے گا۔

نکتہ:

بنی اسرائیل کے نقیب بارہ افراد تھے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور بنی اسرائیل کے بارہ ٹولوں (گروہوں) کے سرپرست اور رہبر تھے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "میرے بعد میرے بارہ خلیفے ہوں گے بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر: ۱۶"

مسلم اہلبیت علیہم السلام کے مخالفین اس تعداد کو خلفائے راشدین، خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس سے پورا کرنے کی فضول کوشش کرتے چلے آئے ہیں لیکن کبھی بھی یہ تعداد ان سے پوری نہیں ہو سکی۔ جبکہ اس کے برعکس پیغمبر اکرم کی زبانی بیسیوں ایسی احادیث منقول ہیں جن میں ان بارہ نائبین کا نام بنام تذکرہ ہے اور حضرت علی سے لے کر حضرت امام مہدی علیہم السلام تک بارہ اماموں کا کہیں تفصیلی اور کہیں اجمالی تذکرہ ہے۔

"عذرتموہم" کا کلمہ لفظ "عذر" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کسی کی اس انداز میں امداد کرنا کہ احترام بھی اس کے ساتھ ہو۔ اسی طرح "تعزیر" کا لفظ ہے جس سے مجرم کو ترک جرم میں مدد ملتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی سزائیں تربیتی پہلو کی حامل ہوتی ہیں نہ کہ انتقامی پہلو کی۔

"﴿سواء السبیل﴾" کا معنی ہے راستے کا درمیانی حصہ کہ جس سے انحراف، سقوط اور گمراہی کا موجب ہوتا ہے۔

پیام:

ترجمہ: پس ان کی پیمان شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا وہ کلمات (الہی) کی اپنی جگہ سے تحریف کرتے ہیں۔ اور جو چیز کے ان کے گوشزد کی گئی تھی اس کے کچھ حصے کو فراموش کر دیا۔ اور تم ہمیشہ ان کی (نئی) خیانت سے آگاہ ہوتے رہتے ہو (روزانہ ان کی نئی سازش اور نئی خیانت ہوتی ہے) مگر ان میں سے بہت کم لوگ (جو سنگدل، تحریف کرنے والے اور خائن نہیں ہیں) پس تم ان سے درگزر سے کام لو اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

نکتہ:

۱۔ اس سورت کی سب سے پہلی آیت میں ایفائے عہد کی بات ہوئی ہے، بارہویں آیت میں بنی اسرائیل کے خدا کے ساتھ عہد و پیمان باندھنے اور پھر اس سے روگردانی کا تذکرہ ہے اور زیر نظر آیت عہد شکنی کے نتائج کا پتہ دے رہی ہے۔ اسی لئے اس سورت (ماندہ) کو "سورہ عہد" بھی کہتے ہیں، اگر تمام آیات کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ پیمان شکنی کے بارے میں زبردست تنبیہ کی گئی ہے۔

پیام:

- ۱۔ عہد شکنی لطف الہی سے محرومی اور سنگدلی کی پیدائش کا موجب ہوتی ہے ﴿لعنا ہم جعلنا قلوبہم قاسیة﴾ ۱۷
- ۲۔ عہد شکنی، سنگدلی کا اور سنگدلی دین میں تحریف اور تصرف کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ ﴿وقلوبہم قاسیة یحفون﴾
- ۳۔ بنی اسرائیل ہمیشہ سے خیانت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ﴿لاتزال﴾
- ۴۔ بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور اس عہد شکنی کے نتائج سے تم بھی عبرت حاصل کرو ﴿فبما نقضہم ---﴾
- ۵۔ جو لوگ دین میں تحریف کرتے ہیں وہ اپنے ایک بہت بڑے حصے کو فراموش کر دیتے ہیں۔ ﴿یحرفون، نسوا حط﴾
- ۶۔ عفو درگزر نیکی کی ایک بہترین قسم ہے ﴿فاعف --- محسنین﴾

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَحَدْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم "نصاری" ہیں ہم نے ان سے (بھی) عہد لیا، تو انہوں نے (بھی) بنی اسرائیل کی طرح) اس کے ایک حصے کو فراموش کر دیا جو انہیں بتایا گیا تھا۔ پس ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینے کو قیامت کے دن تک ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت جلد انہیں ان کے کئے سے آگاہ کر دے گا۔

نکتہ:

- ۱۔ سابقہ آیت میں بنی اسرائیل کی عہد شکنی کی بات ہو رہی تھی اور اس آیت میں نصاریٰ کی پیمان شکنی کا تذکرہ ہے، اس آیت میں تمام بنی اسرائیل کو عہد شکن بتایا گیا (سوائے چند لوگوں کے) ﴿الْأَقْلِيَا مِنْهُمْ﴾ اور اس آیت میں پہلے سے ہی نصاریٰ کے صرف ایک گروہ کو پیمان شکن کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے (من الذین) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے گمراہ لوگوں کی تعداد نصراہوں کے گمراہوں سے زیادہ ہے (از تفسیر نمونہ)
- ۲۔ "نصاری" جمع ہے "نصرانی" کی، چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوستوں کا یہ نعرہ تھا کہ "نحن انصار اللہ" یعنی ہم خدا کے یار و مددگار ہیں۔ اس لئے عیسائیوں کو "نصاری" کہتے ہیں۔
- ۳۔ "بغضاء" باطنی دشمنی اور بغض و کینہ کو کہتے ہیں جبکہ "عداوت" ظاہری دشمنی کو کہا جاتا ہے۔
- ۴۔ نصراہوں کو بتائی ہوئی باتوں میں سے بعض کو فراموش کر دینا یہ ہے کہ وہ "توحید" کی حدود سے بڑھ کر "تثلیث" کی حدوں تک جا پہنچے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت تبلیغ کو قبول کرنے کی بجائے ان کے بارے میں بتائی ہوئی خدا کی نشانیوں کو چھپا دیا۔

پیام

- ۱۔ دعوے تو زیادہ ہوتے ہیں لیکن عمل اور حقیقت بہت کم ہوتی ہے۔ ﴿قَالُوا اِنَّا نَصْرِي﴾
- ۲۔ تفرقہ بازی اور فرقہ بندی کی جڑ، خدا کو فراموش کر دینا ہے، جبکہ توحید پرستی وحدت و اتحاد کا موجب ہوتی ہے۔

﴿فتسوا--- فاغرینا﴾

۳۔ خدا کی طرف سے کرائی گئی یاد دہانی کو فراموش کر دینے حقائق اور عہدین (قدیم و جدید عہدوں) کو چھپانے کا نتیجہ تفرقہ اور دشمنی ہوتا ہے۔

۴۔ دوسروں کی عہد شکنی کے تلخ نتائج سے عبرت حاصل کرو (ہم نے نصاریٰ سے عہد و پیمان لیا اور انہوں نے اسے فراموش کر دیا لہذا بد بختی اور شقاوت سے دوچار ہو گئے، خبردار تم ایسا نہ کرنا)

۵۔ یہود اور نصاریٰ تا قیامت باقی ہیں اور منقرض نہیں ہوں گے ﴿الٰی یوم القیمة﴾

۶۔ تفرقہ اور دشمنی، خدائی عذاب کا ایک حصہ ہیں ﴿نسوا--- فاغرینا﴾

۷۔ تمہارے سارے کام خدا کی نظروں میں ہیں لہذا خدا تمہیں تمہارے اعمال کی سزا اور جزا دے گا۔ ﴿ینبئہم اللہ بما کانوا یصنعون﴾

آیت ۱۵

﴿يَا هَلِ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَ يَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ط قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے جو (آسمانی) کتاب کے ان بہت سے حقائق کو تمہارے لئے بیان کرتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ اور بہت سے حقائق سے (کہ جنہیں تم چھپاتے ہو اور سردست ان کی ضرورت نہیں) چشم پوشی کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کی خدا کی طرف سے تمہارے پاس نور اور واضح کتاب پہنچ چکی ہے۔

پیام:

۱۔ اسلام ایک عالمی دین ہے اور سب ادیان کو حق اور اپنی طرف دعوت دیتا ہے ﴿یا اهل الكتاب﴾

۲۔ لوگوں کو راہ راست کی دعوت دینے سے مایوس نہ ہو جاؤ حتیٰ کہ عہد شکن اہل کتاب کو بھی دعوت دینے سے گریز نہ

کرو ﴿یا اهل الكتاب﴾

۳۔ انبیاء علیہ السلام کے فرائض میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ایسی چیزوں کو بیان کریں جو چھپائی گئی ہیں ﴿یبین﴾۔

﴿ -

۴۔ چھپائے گئے مطالب کو بیان کرنا پیغمبر کی غیب دانی کی دلیل اور ان کی معرفت کا ایک راستہ ہے۔ (تفسیر المیزان)

۵۔ توریت ہو یا انجیل دونوں میں تحریف کی گئی ہے ﴿کثیر ابما تحفون﴾

۶۔ اسلام سب سے آسان اور نہایت ہی سادہ دین ہے ﴿يعفوا عن كثير﴾

۷۔ تبلیغ و ارشاد کا ایک شیوہ یہ بھی ہے کہ مطالب کو بقدر ضرورت بیان کیا جائے تاکہ کسی کو رسوا کیا جائے یا اسے نقصان پہنچایا جائے ﴿ويعفوا عن كثير﴾

۸۔ یہ کائنات اور عالم انسانیت قرآن کے بغیر تاریک ﴿قد جاءكم من الله نور﴾

آیت ۱۶

﴿يَهْدِي بِهٖ اللّٰهُ مِنْ اَتْبَعِ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيهِمْ اِلَى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

﴿ ۵

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسی (نور) کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے رستوں کی ہدایت کرتا ہے جو رضائے الہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنے (لطف و کرم اور) حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے اور سیدھے رستے کی ہدایت کرتا ہے۔

نکتہ

"سلام" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے ﴿السلام المؤمن المہيمن ---﴾ " اور بہشت کو "دار لسلام" کہا جاتا ہے، گویا "سلام" کی راہوں کی ہدایت کا مقصد اللہ اور بہشت کی راہوں کی ہدایت ہے۔ اور اگر ان دونوں "سلام" تک پہنچنا مقصود ہو تو "سبل اسلام" کو اختیار کرنا چاہئے جو پیر و ان حق سے مخصوص ہے۔

"سلام" فرد و معاشرہ، خاندان و نسل اور فکر و روح و ناموس غرض ہر قسم کی سلامتی کو شامل ہے۔

پیام

۱۔ صرف وہی لوگ قابل ہدایت ہیں جو رضائے حق کے حصول کی کوشش کرتے ہیں، ناکہ جاہ و مقام، مال و منال، ہوائے نفسانی اور انتقام کے طلبگار ہوتے ہیں۔

۲۔ رضائے الہی کے پیروکاروں کے واضح مصداق "غدير خم" کے بتائے ہوئے رستوں پر گامزن افراد ہیں۔ کیونکہ "رضیت لکم الاسلام دینا" کی سورت اسی دن نازل ہوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو تفسیر الطیب البیان)

۳۔ سلامتی اور سعادت کی تمام راہیں رضائے الہی کے حصول سے ہی ملتی ہیں۔ اور جو شخص "غیر اللہ" کو راضی کرے گا وہ گمراہی کی راہوں پر گامزن ہوگا۔

۴۔ "نور" صرف ایک ہی ہے اور "ظلمات" (تاریکیاں) بہت زیادہ ہیں ﴿ظلمات، نور﴾

۵۔ حصول حق کے لئے متعدد فروعی رستے، انجام کار حق کے اصل راستے تک لے جاتے ہیں۔ ﴿سبل اسلام﴾ (سلامتی کی راہیں) صراط مستقیم تک جا پہنچاتی ہیں۔ اور یہ سب راستے جو مختلف حالات میں گوناگوں فرائض کی بجا آوری اور رضائے الہی کے حصول کے ساتھ ایک ہی راستے تک پہنچ جاتے ہیں۔

۶۔ صرف نور اور کتاب ہی کافی نہیں خدا کا لطف و کرم اور ارادہ بھی ضروری ہے ﴿باذنہ﴾

۷۔ منزل مقصود ایک ہی ہے لیکن اس تک پہنچنے کی راہیں متعدد ہیں (یعنی "سبل السلام"، رضوان اللہ تک پہنچا دیتے ہیں)

۸۔ قرآن مجید اور مکتب وحی فرد اور معاشرے، روح اور جسم، افطار اور نظام کی ہر گونہ سلامتی کی ضمانت دیتے ہیں۔

﴿سبل السلام﴾

۹۔ عالم انسانیت قرآن مجید کے زیر سایہ بقائے باہمی اور صدق و صفا کے زیریں اصولوں کے تک رسائی حاصل کر سکتا

ہے۔ ﴿سبل السلام﴾

۱۰۔ قرآن مجید تمام ظلمانی بیماریوں کی شافی علاج ہے چاہے وہ شکوک و شبہات کی ظلمانی بیماری ہو یا خواہشات،

خراقات، جرائم اور کوئی دوسری ظلمانی بیماری۔۔۔۔۔

آیت ۱۷

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَا أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ أُمُّهُ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے یہ کہا کہ (حضرت عیسیٰ) مسیح بن مریم ہی اللہ ہے تو یقیناً وہ کافر ہو گئے (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ اگر خدا ارادہ کرے کہ مسیح بن مریم اور اس کی ماں کو اور روئے زمین پر موجود تمام لوگوں کو ہلاک کر دے تو کون شخص ان سب کو خدا کے اس ارادے سے بچا سکتا ہے؟ اور زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کی حکومت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نکتہ:

خدا کے بارے میں عیسائیوں کے چند بے بنیاد دعوے ہیں قرآن مجید جن کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ:

- ۱۔ ان کا دعویٰ ہے کہ خداتین ہیں: اور قرآن یکتا ہے "﴿لَاتَقُولُوا لِلَّهِ لَوْلَا اَللّٰهُ﴾" یعنی یہ نہ کہو کہ خداتین ہیں۔ (نساء/ ۱۷۱)
- ۲۔ وہ کہتے ہیں خداوند خالق کائنات ان تین خداؤں میں سے ایک ہے جو کہ "باپ خدا" ہے قرآن مجید اس عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے "﴿قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثٌ ثَلَاثَةً﴾" یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے تیسرا خدا ہے (مانندہ/ ۷۳)
- ۳۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا، حضرت عیسیٰ اور روح القدس سب ایک ہیں، اور یہ آیت اسی عقیدہ کی رو میں ہے۔ قرآن کہتا ہے "﴿مَخْلُقٌ مَا يَشَاءُ﴾" یعنی خدا جو چاہے پیدا کرے، اور یہ حضرت عیسیٰ کی بغیر باپ کے اور حضرت آدم کی بغیر ماں اور باپ کے پیدائش کی طرف اشارہ ہے۔

پیام

- ۱۔ اسلام، کفر، شرک اور خرافات کے مخالفت ہے خواہ وہ کسی مذہب و ملت میں ہو (غلو بھی ایک قسم کا کفر ہے)
- ۲۔ اگر حضرت عیسیٰ مسیح خدا ہیں تو پھر (تمہارے اپنے عقیدے کے مطابق) کیونکر قتل ہو گئے؟ اور "صلیب" کس لئے ان کی مظلومیت کی علامت قرار پائی؟ خدا کو تو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ خدا تو ماں کے شکم میں نہیں ٹھہرتا اور تم کہتے ہو " مسیح بن مریم"۔

۴۔ "واجب الوجود" (خدا) ہونے کے ساتھ فنا اور نیستی کا احتمال قطعاً ہی سازگار نہیں

۵۔ انسان ہونے کے ناتے حضرت عیسیٰ، ان کی والدہ اور روئے زمین کے لوگ سب یکساں ہیں۔ ﴿المسیح بن مریم

و امه و من فی الارض جمیعا﴾

۶۔ قدرت خداوندی کسی خاص نظام میں محدود نہیں ہے، وہ چاہے تو بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر سکتی ہے۔ ﴿علیٰ کل

شیءٌ قدیر﴾

آیت ۱۸

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ط قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ط بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ط يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ط وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾

ترجمہ۔ یہود اور نصاریٰ کہتے آرہے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے (خاص) دوست ہیں۔ تو (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ پھر تمہیں وہ تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ (ایسی بات نہیں ہے) بلکہ تم بھی اس کی مخلوقات میں سے (باقی انسانوں کی طرح) انسان ہو (اور تمہیں کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے) خدا جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا اور عذاب دے، اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب خدا ہی کے لئے ہے اور (سب کی) بازگشت اسی کی طرف ہے۔

نکتہ

جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا "ہم تو خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں" ۱۹ (ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ منقول از تفسیر فخر رازی)

یہود اور نصاریٰ خود کو خدا کا حقیقی فرزند نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک قسم کے تکلف کے طور پر خدا کا منہ بولا بیٹا سمجھتے تھے۔ "ابناء اللہ" ان کی کسی دلیل کے بغیر بلند پروازی کی توقع سے ایک کنایہ ہے۔

پیام

- ۱۔ نسل پرستی، امتیاز طلبی، خود کو یا اپنے گمروہ اور اپنی جماعت کو برحق جاننا اور دوسروں کو ناحق سمجھنا، ضوابط کو چھوڑ کر روابط کو اپنانا، قطعاً ممنوع اور ناجائز ہے ﴿بل انتم بشر من خلق﴾
- ۲۔ کوئی بھی فرد، قوم، نسل اور امت خدا کی بخشش سے سو فیصد مطمئن نہ ہو جائے اور نہ ہی اس کی رحمت سے قطعاً مایوس ہو جائے ﴿يعفّر لمن يشاء ويعذب من يشاء﴾
- ۳۔ گستاخ یہودی، خدا کی اس قدر آیات کو دیکھ لینے کے باوجود اس قدر جرائم کے مرتکب ہوتے ہوئے بھی خود کو خدا کا خاص دوست سمجھتے تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا ڈھٹائی اور بے شرمی ہو سکتی ہے؟ ۲۰

آیت ۱۹

﴿يَاهَلِّ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فِئْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَ نَذِيرٌ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! ہمارا رسول اس دوران میں تمہارے پاس آیا ہے جس میں رسول نہیں آئے۔ تاکہ (کہنے کی باتوں کو) تمہارے لئے بیان کرے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تم (قیامت کے دن) یہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ اب یقیناً بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (پیغمبر) تمہارے پاس آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نکتہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا درمیانی فاصلہ اور "فترت" کا عرصہ تقریباً چھ سو سال ہے۔

جس دوران میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوتا، زمین پھر بھی محبت خدا سے خالی نہیں ہوتی اس لئے کہ اس دوران میں انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء موجود ہوتے ہیں۔ بقول حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام "زمین ہرگز حجت خدا سے

خالی نہیں ہوتی چاہے وہ طاقتور ہوں یا کمزور تاکہ خدا کا راستہ، طے کرنے والوں کے لئے مخفی نہ رہے " ۲۱ تو معلوم ہوا کہ قدرت کا عرصہ ایسا نہیں ہے کہ بندوں کو کسی ہادی اور راہنما کے چھوڑ دیا جائے۔

پیام

- ۱۔ انبیاء علیہم السلام کا کام ان حقائق کو بیان کرنا ہے جو چھپائے جا چکے ہوتے ہیں یا جن میں تحریف کی جا چکی ہوتی ہے یا جنہیں فراموش کر دیا گیا ہوتا ہے ﴿یبین لکم﴾
- ۲۔ قدرت کا عرصہ یا لمبی یا طویل مدت کا فاصلہ خدا کے تربیتی نظام میں مفید پروگراموں کا ایک حصہ ہے۔ ۲۲
- ۳۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت، لوگوں کے لئے اتمام حجت ہوتی ہے اور ان کے واسطے عذر اور بہانے کی راہیں بند کر دیتی ہے۔ ﴿ما جاءنا من بشیر﴾ ---
- ۴۔ انبیاء کی تبلیغ کا انداز بشارت اور انذار (ڈرانا) ہوتا ہے۔
- ۵۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے بارے میں شک نہ کرنا (کہ دنیا میں کسی سے سبق نہ پڑھنے والا انسان کیونکہ چھپائے جانے والے حقائق اور دینی تحریفات کو بیان کر سکتا ہے؟) کیونکہ خداوند عالم ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔
- ۶۔ انبیاء کا کام صرف بشارت (خوشخبری دینا) اور انذار (ڈرانا) ہے، اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ کس راہ کا انتخاب کرتا ہے، کیونکہ اس بارے میں انسان آزاد ہے۔

آیت ۲۰

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ ادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَ جَعَلَ لَكُمْ مَلُوكًا وَ اتَّكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو کہ) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں دی ہے کہ اس نے تمہارے درمیان انبیاء مقرر کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا (اور تم، لوگوں کے جان و مال،

عزت و ناموس اور ملک و حکومت کے لئے صاحب اختیار قرار پائے اور تمہیں وہ چیزیں عطا کیں جو تمام جہانوں میں سے کسی ایک کو نہیں دیں۔

پیام

- ۱۔ خدائی نعمتوں کی یاد آوری خدا کے ساتھ عشق، اس کے شکر اور اس کی عبادت کرنے کا موجب ہوتی ہے۔
- ۲۔ نبوت، حکومت، اقتدار اور آزادی جیسی نعمتیں ہوتی ہیں۔
- ۳۔ لوگوں کو دعوت دینے کے لئے ان کے جذبات اور احساسات کے عناصر کو پیش نظر رکھنا چاہئے ﴿يَقُوم﴾
- ۴۔ کسی کے کام کے لئے اور اپنے ساتھ چلنے کے لئے لوگوں کو دعوت دینے کے واسطے پہلے انہیں خدا کے لئے لطف و کرم کی یاد دلائی جائے پھر انہیں اپنے ساتھ ملایا جائے۔ (اس آیت میں خدا کی نعمتوں کا ذکر ہے اور بعد کی آیت میں ایک اہم فرمان صادر ہو رہا ہے)
- ۵۔ نعمتوں میں سے خصوصی نعمت کو یاد کیا جانا چاہئے ﴿آ تَا كُمْ مَالٌ يَؤْتُ اَحَدًا﴾ (۔۔۔) ۲۳
- ۶۔ لوگوں کے لئے خدا کی نعمتوں کی یاد دہانی انبیاء کے فرائض میں شامل ہے ﴿اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾۔
- ۷۔ تاریخ سے عبرت حاصل کرو، کیونکہ موسیٰ کی قوم خدا کی خصوصی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے اور حکومت حاصل کرنے کے بعد، ذلت اور خواری کا شکار ہو گئی۔ ﴿لَمْ يَؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

آیت ۲۱

﴿يَقُومُ اَدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

ترجمہ: (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اے میری قوم! مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جسے خدا نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور اپنے پچھلے پاؤں واپس نہ لوٹو (پچھے نہ ہٹو) ورنہ خسارہ اٹھا کر واپس لوٹو گے۔

نکتہ:

"ارض مقدس" یا تو شامات کے تمام علاقے (شام، اردن اور فلسطین وغیرہ) مراد ہیں یا پھر صرف "بیت المقدس" مراد ہے۔

"﴿لاترتدوا﴾" کے تحت پیچھے کی طرف نہ لوٹنے سے مراد یا تو اس راستے سے واپس نہ پلٹنا ہے جو اختیار کئے ہوئے ہیں یا پھر احکام و فرامین الہی کو پشت نہ کرنا مراد ہے۔

پیام

- ۱۔ عوام اور رہبر کا ایک دوسرے سے رابطہ اور تعلق گہرا اور پیارا و محبت پر مبنی ہونا چاہئے ﴿يقوم﴾
- ۲۔ تمام زمینیں ایک جیسی نہیں ہوتیں بعض مقامات کو زیادہ تقدس حاصل ہوتا ہے ﴿الارض المقدسة﴾
- ۳۔ بنی اسرائیل میں سرکشی کا عنصر پایا جاتا تھا جس کی بنا پر انہیں پیچھے لوٹنے سے روکا گیا ہے ﴿لاترتدوا﴾
- ۴۔ خدا کا بندوں پر لطف و کرم مشروط ہوتا ہے (اس آیت میں مقدس سرزمین کا مقدر ہونا ان لوگوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ ﴿كتب الله لكم﴾ جبکہ ایک اور آیت میں وہی سرزمین ان پر چالیس سال تک حرام قرار دی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ: ﴿فانها محرمة عليهم بعين سنته﴾
- ۵۔ دین سے فرار اور مرتد ہونے کا انجام "خسارت" ہے۔
- ۶۔ مقدس سرزمینوں کو نا اہل افراد کے چنگل سے نکالنا چاہئے ﴿ادخلوا الارض المقدسة﴾

سورہ مائدہ آیت ۲۲

﴿قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنَنذُرُكَ لَنُدَّ حُلُهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا ذَاكِلُونَ﴾

ترجمہ: (بنی اسرائیل نے جواب میں) کہا اے موسیٰ! اس (زمین) میں ظالم اور جابر لوگ (رہتے) ہیں اور ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ اس سے باہر نہیں چلے جائیں گے۔ پس اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم یقیناً اس میں داخل ہو جائیں گے۔

"جبار" کا حکمہ "جبر" سے لیا گیا ہے، جس کا معنی ہے زور اور غلبہ کے ساتھ کسی چیز کی اصلاح کرنا، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک معنی جداگانہ طور پر استعمال ہونے لگا۔

۱۔ تلافی کرنا ۲۔ قہر اور غلبہ اور خداوند عالم کے بارے میں اس کلمہ کے دونوں معنی استعمال ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ)

"قوم جبار" سے مراد "شام" کی نسل سے "عمالقہ" تھے جو جزیرہ نمائے عرب کے شمال اور صحرائے سینا میں رہتے تھے۔ اور مصر پر حملہ کر کے وہاں پر پانچ سو سال تک حکومت کرتے رہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب "دائرة المعارف" از فرید وجدی)

پیام

- ۱۔ کسی مقام پر نا اہل افراد کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اہل اور شائستہ افراد موجود ہی نہیں ہیں۔ لہذا چاہئے کہ دشمن کو نکال باہر کیا جائے اور اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ وہ خود بخود باہر نکل جائے گا۔
- ۲۔ آرام طلبی صحیح نہیں ہے لہذا آگے بڑھنا چاہئے اور امداد کی اپیل کرنی چاہئے تاکہ دشمن کو نکال باہر کیا جاسکے۔
- ۳۔ جنگ میں سستی اور شکست کا موجب احساس کمتری اور خوف ہے ﴿لَنْ نَدْخُلَهَا﴾ ۲۳

سورہ مائدہ آیت ۲۳

﴿قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غُلَبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: (ڈرپوک لوگوں کے مقابلے میں) دو خدا ترس افراد نے کہ اللہ نے جنہیں (عقل، ایمان اور جرأت کی) نعمت سے نوازا تھا، کہنے لگے (شہر کے) دروازہ سے ہی ان (دشمنوں) کے پاس داخل ہو جاؤ (اور کسی قسم کا خوف نہ کرو) پس، جو نہی تم ان کے پاس پہنچ جاؤ گے تو تم یقینی طور پر کامیاب ہو گے اور خدا پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیروں میں مذکور ہے کہ جن دو افراد کا آیت میں ذکر ہے وہ بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں میں سے تھے جن کا نام ۱۔ یوشع بن نون اور ۲۔ کالب بن یوفنا تھا، توریت سفر تشنیہ میں یہی نام مذکور ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ) تفسیر المیزان میں ہے کہ اگرچہ "نعمت" کا حکم قرآن مجید میں کلی طور پر بیان ہوا ہے لیکن یہاں پر اس سے مراد ولایت اور نبوت کی نعمت مراد ہے۔

پیام

۱۔ خدا ترسی (خوف خدا) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور لطف و کرم کے فراہم کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ ﴿يَخَافُونَ اَنعَم اللہ علیہما﴾

۲۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ دنیا کی کسی اور طاقت سے نہیں ڈرتا۔ ﴿يَخَافُونَ --- ادخلوا﴾
 - حرکت میں برکت ہے۔ اٹھ باندھ کر کیا ڈرتا ہے۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے ﴿ادخلوا علیہم - غالبون﴾
 - حملہ کرنے کے موقع پر مجاہدین کے حوصلے بڑھانے چاہئیں ﴿ادخلوا --- فانکم غالبون﴾
 - توکل صرف خدا کی ذات پر اور وہ بھی خلوص کی بنیادوں پر ہونا چاہئے ﴿علی اللہ فتوکلوا﴾
 - جرات اور جسارت بھی ضروری ہے اور تقویٰ اور عہد کی پاسداری بھی لازم ہے ﴿يَخَافُونَ --- ادخلوا﴾
 - دلیرانہ انداز میں دشمن پر تمہارا حملہ اس کی شکست اور کمزوری سبب ہوتا ہے ﴿ادخلوا --- غالبین﴾
 ۸۔ کامیابی کے دو بنیادی اصول ہیں ۱۔ خدا پر ایمان اور توکل اور ۲۔ عزم صمیم اور جرات۔ صرف مادی ذرائع اور ہتھیار کافی نہیں ہیں۔

۹۔ خدا پر توکل، سعی اور کوشش کے ساتھ ہونا چاہئے ﴿ادخلوا --- توکلوا﴾
 ۱۰۔ اگر دشمن پر خالصانہ انداز میں یلغار کر دو اور ساتھ ہی خدا پر توکل بھی ہو تو یہ تمہاری کامیابی کا ضامن ہوگا۔
 ۱۱۔ خدا کا خوف اور تقویٰ پرہیزگاری کے ذریعہ انسان میں بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے انسان مسائل کا صحیح طریقے سے تجزیہ و تکمیل کر سکتا ہے۔ ﴿يَخَافُونَ --- انکم غالبون﴾
 ۱۲۔ توکل لفظوں کا نہیں بلکہ ایمان کی ایک روحانی کیفیت کا نام ہے۔ ﴿فتوکلوا ان کنتم مؤمنین﴾

سورہ مادہ آیت ۲۴

﴿قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنَنذِرُكَ لَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلْنَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ﴾

ترجمہ۔ ان لوگوں (اور بنی اسرائیل) نے کہا: اے موسیٰ! جب تک کہ وہ (ظالم اور جابر لوگ) اس (شہر) میں ہیں ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ لہذا تم خود اور تمہارے پروردگار جاؤ اور جا کر (ان سے) لڑو۔ ہم تو یہیں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

نکتہ:

مکہ معظمہ اور بیت المقدس دونوں ہی مقدس سرزمینیں ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ: "اس سرزمین میں داخل ہو جاؤ اور دشمن سے جنگ کرو!" تو وہ بہانے بنانے لگے اور موسیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ لیکن ۶ ہجری میں جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علی آلہ وسلم کی ہمراہی میں عمرہ کی بجا آوری کی غرض سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے ہی روک دیئے گئے۔ اگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو نہ روکتے تو وہ یقیناً شہر پر حملہ آور ہو جاتے۔ اور اسی سفر کے دوران ہی "صلح حدیبیہ" عمل میں آئی۔ گویا دونوں قومیں (موسیٰ کی قوم بھی اور پیغمبر اسلام کی قوم بھی) دو مقدس شہروں کے دروازے تک پہنچ گئیں لیکن ایک (موسیٰ کی) قوم اس قدر بزدل اور دوسری (محمد مصطفیٰ کی) قوم اس حد تک نڈر!

پیام:

۱۔ بنی اسرائیل بے ادبی، بہانہ جوئی، کمزوری اور رفاہ طلبی کا مجسم نمونہ تھے۔ انہوں نے "انا" کا لفظ کہہ کر اپنی برتری اور فوقیت ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اور یہ بہت بڑی بے ادبی ہے۔ ﴿ہم﴾ انہوں نے خدا کے فرمان "ادخلوا" (داخل ہو جاؤ) کے مقابلہ میں "لن نذللھا" (ہرگز نہیں جائیں گے) کہہ کر جسارت اور گستاخی کی انتہا کر دی۔

"ابدا" (ہمیشہ کے لئے) کا کلمہ ان کی گستاخی اور جسارت پر اصرار کی دلیل ہے۔
"اذھب" (تو خود جا) کے کلمہ سے حضرت موسیٰ کی توہین واضح ہوتی ہے۔

"ربک" (تیرا رب) کے کلمہ سے ذات پروردگار کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔

"قاعدون" (ہم بیٹھے ہیں) کے جملہ سے ان کی رفاہ طلبی واضح ہوتی ہے ناکہ عزت خواہی۔

۲۔ بجائے اس کے کہ وہ بذاتِ خود معاشرہ کی اصلاح کے لئے قدم بڑھاتے خدا اور دینی رہبر سے اس کی توقع قائم

کرلی۔ ﴿قَاتِلَا اَنَا هُبْهَنَا قَاعِدُونَ﴾

۳۔ وہ لوگ تو کامیابی کے حصول کے لئے اپنی جگہ سے ہلنے کے بھی روادار نہیں تھے۔ (ہ ﴿اُبْهْنَا﴾)

۴۔ دشمن سے جنگ کے لئے بنی اسرائیل کی سستی اس حد تک شہرت حاصل کر گئی کہ مسلمانوں نے (۲ تھ میں) جنگ

بدر شروع ہونے سے پہلے اور (۶ تھ میں) مکہ میں داخل ہونے کے وقت کہ جب کفار نے انہیں مکہ جانے سے روک دیا

تھا۔ اور "صلح حدیبیہ" کا واقعہ پیش آگیا۔ حضرت رسول خدا کی خدمت میں عرض کیا کہ "ہم بنی اسرائیل کی مانند نہیں ہیں

کہ آپ سے کہیں "انا ہبھنا قاعدون" (ہم یہیں پر بیٹھے ہیں) ہم ہر حالت میں آپ کے ہم رکاب لڑنے کیلئے تیار ہیں۔"

سورہ مائدہ آیت ۲۵

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اٰخِیْ فَاَفْرِقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾

ترجمہ۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا پروردگار! میرا بس تو صرف اپنے اور اپنے بھائی پر چلتا ہے پس تو ہمارے اور فاسق

و بدکار قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

نکتہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دُعا، بنی اسرائیل سے مایوس ہو جانے کے بعد ہوئی۔ جدائی ڈالنے کی درخواست اس لئے

کی تھی کہ خدا کے قہر و غضب کی آگ موسیٰ علیہ السلام کے یاران و مددگار ان کو نہ جلا ڈالے۔ اور دشمن اپنے کئے کی سزا

پائیں۔ یا پھر وہ یہ دُعا مانگ رہے تھے کہ موت دے کر ان کے اور دشمنوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس جملہ میں صرف اپنا اور اپنے بھائی کا ذکر کیا ہے۔ اور ان دو حضرات کا ذکر نہیں کیا

جو خدا کا خوف رکھنے والے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم نوا تھے۔ اور لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی رغبت

دلانی تھی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ

تفسیر مراغی میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان دونوں کی ثابت قدمی کا بھی یقین نہیں تھا۔
تفسیر المیزان میں ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ نے خدا سے ان لوگوں کی شکایت کی تھی اور اپنی ذات کے لئے مدد کے
طلبگار ہوئے لہذا اپنے کم سے کم ساتھیوں کا ذکر کیا۔

تفسیر الطیب البیان میں ہے کہ چونکہ مذکورہ دونوں حضرات کو اس ضدی اور ہٹ دھرم قوم کی طرف سے سنگسار
کمرنے کی دھمکی مل چکی تھی لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زبان حال سے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا۔
"پروردگار! اب میرا کوئی بس نہیں چل سکتا، حتیٰ کہ وہ دو حضرات کی جان بھی خطرے میں ہے۔"

پیام:

- ۱۔ تبلیغ میں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ کار "زور اور زبردستی" سے ماورا ہوتا ہے۔ ﴿لَا مَلِكَ الْاِنْفِسى﴾
- ۲۔ بددعا یا خُدا کی بارگاہ میں شکایت اس وقت کی جانی چاہیے جب لوگوں کی اطاعت سے مایوسی حاصل ہو جائے۔
- ۳۔ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت سے روگردانی "فسق" ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۲۶

﴿قَالَ فَانَهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِينَ سَنَةً يَنْهَوْنَ فِي الْاَرْضِ ط فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ه

ترجمہ۔ (اللہ نے موسیٰ سے) فرمایا! یقیناً وہ (مقدس سرزمین) چالیس برس تک ان پر حرام کردی گئی ہے۔ (پس وہ اس
سستی اور خلاف ورزی کی وجہ سے) چالیس سال تک زمین میں سرگرداں رہیں گے۔ (اور اس مقدس سرزمین کی مادی اور
معنوی نعمتوں سے محروم رہیں گے)۔ پس فاسق اور بدکار لوگوں پر افسوس نہ کرو۔

نکتہ:

"یثیہون" کا کلمہ "یثیہ" کے لفظ سے لایا گیا ہے جس کا معنی ہے "سرگردانی" لیکن وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ "یثیہ"
"صحرائے سینا" کو کہا جانے لگا جس میں بنی اسرائیل سرگرداں مارے مارے پھرتے رہے۔ اور وہاں پر چالیس برس تک
مادی اور معنوی نعمتوں سے محروم رہے۔ اور مقدس سرزمین کی برکات سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

بنی اسرائیل کی خلاف ورزی، ان پر خدا کے قہر و غضب اور وادی تہ میں ان کی سرگردانی کی داستان توریت سفر اعداد فصل چہارم میں بھی موجود ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں! وہ لوگ چالیس سال کی سرگردانی، آوارہ وطنی اور موسیٰ و ہارون سے محروم ہو جانے کے بعد بھی فوجی حملہ کئے بغیر شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ اور ان کی رفاہ طلبی نے انہیں تاخیر اور سرگردانی کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیا۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہی فرماتے ہیں کہ: بنی اسرائیل سے ملتی جلتی داستان مسلمانوں کو بھی درپیش آنے لگی۔

پیام:

۱۔ کمزوری اور سستی دکھانے، رہبر کے فرمان سے منہ موڑنے اور جنگ سے فرار کی سزا، خدا کی نعمتوں سے محرومی اور آوارہ وطنی ہوتی ہے۔ ﴿فانھا محرمة علیہم﴾

۲۔ سرگردانی، فاسقوں کے لئے عذاب کی ایک قسم ہے۔ اور "نور" و "فرقان" کا حامل ہونا "متقین" کے لئے ایک قسم کا ہدیہ ہے۔

۳۔ میدان جنگ سے فرار کرنے والوں اور تن آسان لوگوں کی سزا یہ ہونی چاہیے کہ انہیں وسائل اور امکانات اور بعض خصوصیات سے محروم کر دیا جائے۔ ﴿فانھا محرمة علیہم﴾

۴۔ "اربعین" (چالیس) کے عدد میں ایک خاص رمز ہے جو خدا کے لطف و کرم یا قہر و غضب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے نسل قدیم کے منقرض ہو جانے کے بعد ہی نسل جدید کی اصلاح ہوتی ہے۔ ﴿اربعین سنة﴾ ۲۵

۶۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان لوگوں کے لیے درد مند دل رکھتے ہیں ﴿لا تائس﴾

۷۔ فاسقوں کے لئے کسی قسم کی ہمدردی اور دلسوزی نہیں کرنی چاہیے۔ مجرم کو سزا، کڑوی دوا کے مانند ہے جو فرد اور معاشرہ کے مفاد میں ہے۔ ﴿فلا تائس﴾

سورہ مائدہ آیت ۲۷

﴿وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلَ ۖ مِنْ أَحَدِهِمَا وَمِنَ الْآخَرِ ط قَالَ لَا تُغْنِيكَ ط قَالَ إِنَّمَا يُتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کی برحق داستان پڑھو! جبکہ ان میں سے ہر ایک نے (اپنی اپنی) قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ (ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور قابیل کی قبول نہیں ہوئی قابیل نے کہا) میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا۔ (ہابیل نے) کہا: خدا تو صرف ہر پیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔

نکتہ

"برحق" داستان کی تلاوت سے مراد شاید یہ ہو کہ یہ داستان توریت میں یا تو تحریف کی گئی ہے یا پھر اس کے ساتھ خرافات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن جو کچھ قرآن میں ہے وہ حق ہے۔ اسلامی روایات اور توریت (سفر تکوین باب چہارم) میں مذکور ہے کہ ہابیل گلہ بانی کرتے تھے اور انہوں نے اپنی بہترین گو سفند قربانی کے لئے پیش کی اور قابیل کسان تھا اور کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا، اور اپنی زراعت میں سے بدترین چیز قربانی کے لئے پیش کی۔ اور قرآن بھی کہتا ہے کہ: "لن تناووا ابرحتی تنفقوا مما تحبون" یعنی تم نیکی تک ہر گز نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم اپنی اس چیز سے خرچ نہیں کرو گے جسے تم دوست رکھتے ہو،

پیام

- تاریخ کا مطالعہ عزت حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے ﴿واتل علیہم﴾
- تاریخ کے اہم ترین واقعات بیان کئے جانے چاہئیں ﴿نبا﴾
- تاریخ حقائق کو عام قصے کہانیوں سے جدا رکھنا چاہیئے (ب) ﴿الحق﴾
- اصل حقیقت،، قرب خداوندی،، ہے ناکہ قربانی تو کسی بھی قسم کی ہو سکتی ہے ﴿قربان﴾

۔ اعمال کی قبولیت یا عدم قبولیت کے لئے دلی جذبات، روحانی کیفیات اور خصائل کو بڑی حد تک عمل دخل ہوتا ہے۔

- ۔ حسد اور کینہ اس حد تک بڑھ سکتا ہے کہ بھائی کو بھائی قتل کر ڈالے ﴿اقتلنک﴾
- ۔ اعمال کو قبولیت کا دار و مدار تقویٰ پر ہے ناکہ میں اور آپ! ﴿انما يتقبل الله من المتقين﴾
- ۔ قتل اور خونریزی کی تاریخ! تاریخ انسانیت ہی سے شروع ہو جاتی ہے ﴿نبأ النبی آدم﴾
- ۔ قبولیت یا عدم قبولیت حکمت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی وجہ سے نہیں۔ ﴿من المتقين﴾
- ۔ قاتل کو بھی منطقی جواب دینا چاہیئے ﴿انما يتقبل الله﴾
- ۔ خود سازی اور تقویٰ کا حصول ہر قسم کے دوسرے کام پر مقدم ہے۔ ﴿انما يتقبل الله من المتقين﴾

آیت ۲۸

﴿فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُورِئِ سَوْئَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوَيَّلَتْنِي أَعْجَزْتُ إِنْ أَكُونُ مِثْلَ هَذَا
الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْئَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ هُ أَخَافَ اللَّهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ۔ (ہابیل نے اپنے بھائی قابیل سے) کہا! اگر تو نے میرے قتل کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تیرے قتل کے لئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ کیونکہ میں تو تمام جہانوں کے پروردگار سے ڈرتا ہوں،

پیام

۱۔ حاسدین کے ساتھ نرمی سے بات کرنی چاہیے، اور حسد کی آگ کو آرام و سکون کی گفتگو سے بجھایا جائے ﴿لئین

بسطت﴾

۲۔ نہی عن المنکر کا نیک راستہ یہ بھی ہے کہ آپ گناہگار کو اس بات کا اطمینان دلائیں کہ اس سے تجاوز اور زیادتی نہیں

کی جائے گی ﴿ما انا بياسط يدي-----﴾

۳۔ ہابیل کا قابیل کو قتل کرنے کا ارادہ ہی نہیں تھا، ناکہ وہ اپنا دفاع کر رہے تھے۔

(کیونکہ قاتل کے آگے سر جھکا دینا، تقویٰ سے میل نہیں کھاتا)

۴۔ جو چیز قابل قدر ہے وہ یہ کہ کسی کو خوف خدا کی بنیاد پر قتل نہ کیا جائے ناکہ عجز و ناتوانی کی وجہ سے کسی کو قتل نہ کیا

جائے۔ ﴿انی اخاف الله﴾

۵۔ خوف خدا اور تقویٰ، حساس قرین حالات میں گناہ اور سرکشی سے باز رکھنے کا بہت بڑا عامل ہوتا ہے۔ ﴿انی

اخاف الله﴾

آیت ۲۹، ۳۰

﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَ ذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ
فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الخٰسِرِينَ﴾

ترجمہ۔ میں تو یقیناً یہی چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ کے (بوجھ کے) ساتھ (خدا کی طرف) پلٹ جائے۔ اور

تو جہنمیوں میں سے ہو جائے گا، اور ظالموں کی یہی سزا ہے،

پس (حسد کی وجہ سے پیدا ہونے والے وسوسوں کی وجہ سے) اس (قابیل) کے نفس نے بھائی کے قتل کو اس کے لئے آسان اور رام کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

نکتہ

قابیل نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے کے گناہ کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائیں۔ اسی لئے انہوں نے جرادرکشی اور خونریزی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ بلکہ اپنے گناہوں کا بوجھ بھی دوسرے کے کندھوں پر ڈال دیا۔ ایک حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: من قتل مؤمناً متعمداً ثبتت اللہ علی قاتلہ جمیع الذنوب وبراء المقتول منھا، ذالک قولہ: "انی ارید ان تبوا۔۔۔ یعنی جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اللہ تعالیٰ مقتول کے تمام گناہ پھر (قاتل) کے کھاتے میں لکھ دیتا ہے اور مقتول کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے (از تفسیر نورالتقین)

البتہ آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظالم کے آگے سکوت اختیار کر لیا جائے اس امید کے ساتھ کہ وہ ہمارے گناہ اپنے کندھوں پر اٹھا رہا ہے۔

پیام:

- ۱۔ مقتول کے گناہ قاتل کو منتقل ہو جاتے ہیں ﴿تبوء باثمی﴾
- ۲۔ معاد (قیامت) پر ایمان، روئے زمین کے سب سے پہلے انسانوں کے عقائد کا حصہ رہے۔ ﴿اصحٰب النار﴾
- ۳۔ نہی المنکر کرنے کی سزا کے علاوہ مظلوم کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا ہو گا کہ جس کی سزا اور عذاب بہت زیادہ ہے۔
- ۴۔ انسان کا نفس اگر یکبارگی اس پر تسلط حاصل نہ کر سکے تو پھر آہستہ آہستہ اور مختلف ذرائع مثلاً وسوسوں، مختلف انداز میں آرائش اور دل میں مختلف باتوں کو رائج کرنے کے ذریعہ انسان کو رام اور خام کر کے یہی گناہ کا ارتکاب کرا دیتا ہے ﴿فطوعت له نفسه﴾
- ۵۔ انسان کی پاک "انسانی فطرت" آدم کشی سے بیزار ہوتی ہے لیکن اس کا نفس اس کام کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے اور اسے انسان کے قتل پر آمادہ کر دیتا ہے ﴿فطوعت﴾

۶۔ روئے زمین پر سب سے پہلی موت کا آغاز "شہادت" سے ہوا ﴿فقتلہ﴾

۷۔ قاتل 'خود کو بھی خسارے میں ڈالتا ہے اور مقتول کو بھی خسارہ پہنچاتا ہے، مقتول کے خاندان کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور معاشرے کو بھی زیاں سے دوچار کرتا ہے۔

۷۔ قاتل اندرونی طور پر بھی "ضمیر کے عذاب" میں مبتلا رہتا ہے اور بیرونی طور پر معاشرے کی خدمت میں گرفتار ہوتا ہے۔ اور قصاص اور عدل کے آہنی ہاتھوں میں جکڑا جاتا ہے۔ غرض جس مقصد کے لئے اس نے قتل کیا ہوتا ہے اسے وہ مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ ﴿فاصبح من الخسرین﴾

۷۔ حق اور باطل کے درمیان محاذ آرائی اتنا ہی پرانی ہے جتنا انسانی تاریخ۔

آیت ۳۱

﴿فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُورِئِ سَوْئَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوَيْلْتَىٰ أَعَجَزْتُ إِنْ أَكُونُ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْئَةَ أَخِي فَاصْبَحَ مِنَ النَّدْمِيْنَ هَٰ أَخَافَ اللَّهُ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ﴾

ترجمہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک کوئے کو بھیجا جو زمین کھودتا تھا، تاکہ امر (قاتل) کو دکھا سکے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے (اور دفن کرے)۔ اس (قاتل) نے کہا کہ وائے ہو مجھ پر کہ آیا میں اس بات سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوئے کی طرح ہو سکوں؟ اور اپنے بھائی کے لاشے کو دفن کر سکوں! آخر کار وہ پشیمانوں میں سے ہو گیا۔

نکتہ

قابیل جب اپنے بھائی کے قتل کے گناہ کا مرتکب ہو چکا تو دیکھا کہ درندے اس کی لاش کو کھانے کے لئے اس کی طرف آرہے ہیں تو اس نے اسے وہاں سے اٹھالیا اور اٹھائے پھرتا رہا، لیکن جب اسے اس میں بھی کوئی فائدہ نظر نہ آیا اور اسی حالت پر سرگردوں رہا، تو خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے کوئے سے سبق حاصل کیا کہ وہ دوسرے مردہ کوئے کے جسم کو زمین میں دفن کر رہا ہے تو اس نے اپنے بھائی کی لاش کو زمین میں دفن کر دیا۔

۱۔ بعض اوقات جانوروں کو بھی خدا کی طرف سے ڈیوٹی سونپی جاتی ہے اور پرندوں کی حرکت بھی اس کے فرمان کے مطابق ہوتی ہے جس راستے پر وہ انہیں چلانا چاہتا ہے ﴿فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا﴾

۲۔ ہر قسم کی حرکت سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے بہت سی انسانی معلومات، حیوانات کی حرکات و سکنات کی مرہون منت ہیں۔

۳۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ، مغرور اور سرکش لوگوں کو چھوٹے چھوٹے جانوروں کے ذریعہ ذلیل کروادیتا ہے تاکہ انہیں یہ باور کروائے کہ ہدہد اور کوا بھی انسان کو سکھانے کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ بس غرور کو اپنے دماغ سے نکال دو۔

۴۔ انسان کو ہمیشہ سیکھتے رہنا چاہئے خواہ اسے جانوروں ہی سے سیکھنا پڑے! پس اصل چیز "سیکھنا اور نہ یاد کرنا" ہے خواہ کسی سے ہو اور کہیں پر ہو۔

۵۔ مردوں کو زمین ہی میں دفنانا چاہئے (انہیں شیشے میں رکھنا یا مومیائی کرنا یا جلادینا وغیرہ صحیح نہیں ہے)

۶۔ تاریخی طور پر انسان کی زیادہ تر تعلیم، تجربوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ تاریخ انسانیت میں تجرباتی تعلیم کی ایک لمبی تاریخ ہے۔

۷۔ پشیمانی، انسانی فطرت کی حق طلبی کی دلیل ہے۔ ﴿اصْبَحْ مِنَ النَادِمِينَ﴾

آیت ۳۲

﴿مَنْ أَجَلٍ ذَلِكُمْ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ط وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعَدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ﴾ ۵

ترجمہ۔ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا (واجب قرار دے دیا) کہ جو شخص کسی انسان کو قتل کرے بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین پر تباہی پھیلانی ہو تو ایسے ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور جو کسی ایک انسان کو زندہ کرے (اسے مرنے سے بچالے) گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔ البتہ ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ ان کے پاس آئے، پھر ان میں سے بہت سے لوگ (انبیاء کے) اس (پیغام) کے بعد زمین پر اسراف کرنے والے ہو گئے۔

پیام:

- ۱۔ تاریخ حوادث بعض اوقات فرامین الہی کے صدور کا موجب بن جاتے ہیں۔ ﴿من اجل ذالک﴾
- ۲۔ تاریخی طور پر انسانوں اور ان کی سرنوشت کا چولی دامن کا ساتھ چلا آ رہا ہے۔ ﴿من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل﴾
- ۳۔ چاہے انسان کسی قوم، نسل اور علاقہ سے تعلق رکھتے ہوں سب کی جان محترم ہے ﴿نفسا﴾
- ۴۔ کسی انسان کو دو صورتوں میں قتل کرنا جائز ہے۔ الف! قاتل سے قصاص کے طور پر ب۔ مفسد کا خاتمہ کرنے کے عنوان سے۔
- ۵۔ تمام انسان، ایک مشرکہ حقیقت اور ایک ہی قسم کی روح کے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ایک جسم کے مختلف اعضاء کی مانند لہذا ایک انسان کو قتل کرنا گویا تمام انسانیت کا ایک طرح قتل کرنا ہے ﴿فکا نماقتل الناس جمیعا﴾
- ۶۔ روایات کے مطابق لوگوں کو راہ حق کی ہدایات بھی انسانیت کے احیاء (زندہ کرنے) کی ایک قسم ہے۔ ۲۶ اور لوگوں کو گمراہ کرنا انسانیت کا ایک طرح کا قتل ہے۔
- ۷۔ اعمال کی قدر و قیمت کا دار و مدار ان اعمال کے مقاصد پر ہوتا ہے۔ ظلم و جود کی بناء پر ایک انسان کا قتل، پورے انسانی معاشرے کی موت ہے۔ جبکہ کسی کو قصاص کے عنوان کے قتل کرنا پورے معاشرے کی زندگی ہے۔
- ۸۔ کسی ایک انسان کی زندگی یا موت بعض اوقات پورے انسانی معاشرے کی زندگی یا موت کے لئے موثر ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات انفرادی قتل، اجتماع قتل و غارت کا موجب بن جاتے ہیں۔
- ۹۔ جس قدر روئے زمین کے لوگوں کا قتل مشکل بات ہے اسی طرح ایک انسان کا قتل بھی خطرناک ہے۔
- ۱۰۔ ہر انسان میں ایک عظیم معاشرے اور جدید نسل کی پیدائش کی صلاحیت ہوتی ہے اسی لئے کسی ایک شخص کی نابود بعض اوقات ایک پوری نسل کی تباہی ہوتی ہے۔
- ۱۱۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو بے گناہ قتل کرتا ہے اس کا عذاب اس شخص کی مانند ہے جو تمام لوگوں کو شہید کر ڈالے، اور ایک نفس کی جان بچانے کا اجر پوری انسانیت کو بچانے کے برابر ہے۔ (از تفسیر نور الثقلین)

۱۲۔ ایک زندہ معاشرے کی شناخت یہ ہے کہ وہ مصیبت میں گھرے لوگوں کو امداد بہم پہنچاتا اور انسانی جانوں کو مرنے سے بچاتا ہے۔ ﴿من احيها فکانما احي الناس جميعا﴾

۱۳۔ خودکشی اور اسقاط حمل بھی "قتل النفس" میں شمار ہوتے ہیں، اور حرام ہیں۔

۱۴۔ ایک فرد کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا پورے انسانی معاشرہ کے امن و امان کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ ﴿وکانما

قتل الناس جميعا﴾

۱۵۔ جو شخص کسی دوسرے انسان کی جان کی قدر و قیمت کو کچھ نہیں سمجھتا یا ذہن میں فساد پھیلاتا ہے تو اس کا اپنا

خون بھی بے ارزش ہے۔ اس کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ﴿بغير نفس او فساد﴾

۱۶۔ جن لوگوں کا کام انسانی جان کو بچانا ہے، انہیں اپنی قدر و قیمت کو جاننا نہیں چاہیے۔ مثلاً، ڈاکٹر، اطباء، نرسیں،

آگ بجھانے والے افراد، ان کے معاون، دو کزانے والے افراد وغیرہ ﴿فکانما احي الناس جميعا﴾

۱۷۔ انسان خود مختار ہے انبیاء کے تشریف لے آنے کے بعد بھی ان کے برخلاف رستوں پر چل سکتا ہے ﴿بعد

ذالک﴾

۱۸۔ لوگوں کے ایمان نہ لانے سے پریشان نہ ہونا، کیونکہ قدیم الایام سے یہی سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

﴿کثیر امنهم بعد ذالک فی الارض لمتزون﴾

آیت ۳۳

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا وَ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ

مِنْ خِلافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط ذَلِكَ لَهُمْ جِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ۔ جو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور (اسلحہ، دہشت اور لوٹ مار کا ذریعہ) زمین میں فساد

پھیلانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، ان کی سزا بس یہی ہے کہ یا تو انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پہ لٹکایا جائے یا ان

کے مخالف طریقہ سے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں۔ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی مقدار وہی ہے جو چور کے کاٹنے کی ہے (یعنی

ہاتھ کی انگلیاں) اور "مخالف طریقہ" سے مراد جو کہ آیت میں مذکور ہے یہ ہے کہ بالترتیب دائیں ہاتھ کی انگلیاں اور بائیں

پاؤں یا بائیں ہاتھ کی انگلیاں اور دایاں پاؤں۔ یا پھر (اپنی) سر زمین سے نکال دیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوا کن

سزا ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

نکتہ:

آیت کے شان نزول کے بارے میں ہے کہ کچھ مشرکین مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے چونکہ وہ مریض تھے لہذا حضور پیغمبر خدا کے حکم کے مطابق شہر کے اچھی آب و ہوا کے بیرونی علاقہ میں چلے گئے اور انہیں اس بات کی اجازت تھی کہ وہاں پر زکوٰۃ کی اونٹنیوں کے دودھ کو استعمال کریں، جب وہ وہاں پر ٹھیک ہو گئے تو اور جانوروں کو اپنے ساتھ بھگالے گئے۔ اور اسلام سے بھی دستبردار ہو گئے۔

اس پر حضرت رسالتاً نے انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا جب گرفتار ہو گئے تو آنجناب نے ان کے ساتھ وہی سلوک کرنے کا حکم دیا جو انہوں نے چرواہے سے کیا تھا۔ مذکورہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔

آیت میں مذکور سزائیں "حقوق اللہ" میں شمار ہوتی ہیں لہذا نہ تو معاف ہو سکتی ہیں اور نہ ہی تبدیل کی جا سکتی ہیں۔

(تفسیر اطمینان) ۲۸

پیام

۱۔ معاشرے کی اصلاح کے لئے موعظہ اور تبلیغ بھی لازم ہے اور تلوار اور دو ٹوک اور انقلابی رفتار بھی ضروری ہے۔

(سابقہ آیت میں قاتل کو علمی اور منطقی طور پر خبردار کیا گیا تھا اور یہاں پر ہر ڈاکو اور مفسد کی سزا کو بیان کیا گیا ہے)

۲۔ خلق خدا کے ساتھ جنگ، خود خدا کے ساتھ جنگ ہوتی ہے اور جو لوگ مخلوق خدا کے مقابل آتے ہیں گویا خود خدا کے مقابلہ میں آتے ہیں۔

۳۔ جو لوگ معاشرے کے امن و سکون کو تہ و بالا کرتے ہیں ان کے لئے کئی قسم کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں، موت، جلا وطنی، ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا اور سولی پر لٹکانا۔

۴۔ سزائیں، عدالت کے مطابق ہیں، چونکہ فسادات اور مفسدین کی خصوصیات مختلف ہوتی ہیں لہذا سزائیں بھی ایک جیسی نہیں ہیں۔ اگر فساد میں دردناک پہلو ہوتا ہے تو اس کی سزا قتل ہے۔ اگر عام قسم کا ہوتا ہے تو سزا جلا وطنی ہے۔

اور یہ بات روایت سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ قتل کی سزا موت ہے۔ ڈرانے دھمکانے اور دہشت پھیلانے کی سزا جلا وطنی ہے چوری کی سزا ہاتھ پاؤں کاٹنا ہے

قتل اور مسلحانہ ڈکیتی کی سزا ہاتھ اور پاؤں کاٹنا اور پھانسی ہے۔ (تفسیر صافی)

۵۔ سخت قسم کی سزائیں، ستم پیشہ لوگوں کے لئے ہیں تاکہ ان لوگوں کے لئے جو اچانک اس معاملہ میں آپہنسنے ہیں۔ ﴿یحاربون - یسعون﴾

۶۔ حدود و احکام الہی کا اجرا اسلام نظام حکومت کے سائے میں ہی ہو سکتا ہے یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ دین سیاست سے جدا نہیں ہے۔

۷۔ حکومت اور نظام حکومت کا فرض ہے کہ شہروں، دیہاتوں اور رستوں کے امن و امان کو یقینی بنائے۔

۸۔ رسول خدا کی ولایت کے مخالفین کہ جو نبوی حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں یا نظام کے ساتھ برسر پیکار ہیں ان کا قلع قمع کر دینا چاہئے۔

۹۔ جو لوگ امام المسلمین یا صحیح اسلامی حکومت پر خروج کرتے ہیں وہ "یحاربون اللہ" (خدا سے لڑنے والوں) کے زمرے میں آتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر فی ظلال القرآن)

۱۰۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں اور فسادی کی جلا وطنی کا عرصہ ایک سال ہے اور لوگوں میں اس کی جلا وطنی کا اعلان کرنا چاہئے تاکہ جلا وطن شخص سے لوگوں کا کسی قسم کا رابطہ نہ ہو سکے۔ (تفسیر نور الثقلین)

۱۱۔ قرآنی آیت کی رو سے "سود خور" بھی "خدا کے ساتھ جنگ کرنے والا" ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی معاشرہ کے اقتصادی امن و امان کو تباہ کرتا ہے۔ روایت کے مطابق کسی مسلمان کی توہین بھی خدا کے ساتھ جنگ میں شمار ہوتی ہے۔ حدیث کی رو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من اهان لی ولیا فقد بارزنی ابالمحاربة" یعنی جس نے میرے کسی دوست کی توہین کی اس نے مجھے جنگ کے لئے للکارا۔

آیت ۳۴

﴿الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ۔ مگر جو لوگ ان پر تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں، تو جانے رہو کہ خداوند عالم بخشنے والا مہربان ہے۔

نکتہ

خدا اور رسول کے ساتھ لڑنے والے ڈاکو اور مفسد کی توبہ سے صرف اسے ڈرانے دھمکانے کی سزا اٹھ سکتی ہے لیکن قتل اور چوری کی سزا اسے ضرور ملے گی۔ یعنی توبہ صرف "حقوق اللہ" میں موثر ہوتی ہے "حقوق الناس" میں نہیں۔ کیونکہ حقوق الناس کا تعلق حقداروں کی رضا مندی سے ہوتا ہے۔ "محارب" کا اپنا علیحدہ عنوان ہوتا ہے اور چور اور قاتل کا اپنا علیحدہ حساب۔ (ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ)

پیام

۱۔ توبہ کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے۔

۲۔ ایسی توبہ قابل قدر ہوتی ہے جو مجرم کی گرفتاری اور عدالت میں پیش ہونے سے پہلے ہو۔ اور پھر یہ کہ پوری سوجھ بوجھ، سوچ سمجھ بغیر کسی جبر و اکراہ اور مکمل آزادی کے ساتھ کی جائے۔ (دوسرے گناہوں میں توبہ مرنے سے پہلے تک مفید ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ نساء / ۱۸)

ضمنی طور پر یہ بات بھی جانی ضروری ہے کہ سزا ختم کرنے کے لئے حقیقی توبہ کا معلوم ہونا ضروری ہے (کہ مجرم کے اخلاق، رفتار اور کردار سے عیاں ہو یا پھر دو عادل آدمی گواہی دیں)

۳۔ خدا کی مقرر کردہ سزائیں، فرد اور معاشرے کی اصلاح اور تربیت کی حامل ہوتی ہیں، ان میں جذبہ انتقام کار فرما نہیں ہوتا۔ لہذا گنہگار کی توبہ موثر ہوتی ہے۔

آیت ۳۵

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ۵

ترجمہ۔ اے ایماندارو! خدا سے ڈرتے رہو اور (اس کے تقرب کے لئے) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو ہو سکتا ہے تم فلاح پا جاؤ۔

نکتہ

حضرت علی علیہ السلام نبج البلاغہ کے خطبہ ۱۱۰ میں فرماتے ہیں - "بہترین وسیلہ کہ جس کے ذریعہ خدا کا تقرب حاصل ہو سکتا ہے، خدا کی ذات اور اس کے پیغمبر پر ایمان، اس کی راہ میں جہاد، کلمہ اخلاص، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا ماہ رمضان کو روزوں کا رکھنا، حج اور عمرہ کا بجالانا، صلہ رحمی کرنا، خدا کی راہ میں چھپا کمر اور ظاہر کمر کے خرچ کرنا اور نیکی کا کام کرنا۔"

پیام

- ۱۔ سعادت اور فلاح و کامیابی کا راستہ، ایمان، تقویٰ، شفاعت اور جہاد ہے۔ ﴿لعلکم تفلحون﴾
- ۲۔ فلاح اور رستگاری تک پہنچنے کے لئے گناہوں کو بھی ترک کرنا چاہئے اور خدا اور رسول کی اطاعت بھی کرنی چاہئے۔ ﴿اتقوا اللہ - وابتغوا - -﴾
- ۳۔ نیکی کے تمام کام، سعادت و نیک بخشی کے وسیلہ اور ذریعہ میں بشرطیکہ ہم خود گناہوں کا ارتکاب کمر کے ان وسیلوں کو ختم نہ کر دیں۔ ﴿لعلکم﴾
- ۴۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام خدا تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور اس کی مضبوط رسی ہیں۔

آیت ۳۶، ۳۷

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَهُمْ عَذَابُ أَلِيمٍ﴾

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ کافر ہو گئے ہیں، اگر روئے زمین پر جو کچھ ان کے پاس ہے اور اس کے برابر کے بھی (زمین پر موجود دو گنا کے) مالک بن جائیں اور وہ قیامت کے دن سزا سے بچنے کے لئے سب کچھ فدیہ کے طور پر یکجا دے دیں تو بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور وہ جب بھی جہنم سے باہر آنا چاہیں گے تو اس سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لئے پائیدار عذاب ہے۔ ۳۰

پیام:

- ۱۔ مال، صرف دنیا میں ہی کارآمد ہوتا ہے اور آخرت میں یہ دولت بیکار ہے ﴿ماتقبل ---﴾
- ۲۔ عدل الہی کے نظام میں دوزخ سے نجات حاصل کرنے کے لئے فدیہ قبول نہیں (م) ﴿اتقبل﴾
- ۳۔ کافر، ہر حالت میں جہنمی ہے اور کسی بھی قیمت اس کی بخشش نہیں ہے۔
- ۴۔ سعادت اور نیک بختی کا عامل انسان کے اندر موجود ہے (یعنی ایمان، تقویٰ اور جہاد) ناکہ اس کے باہر میں (مال اور ثروت وغیرہ)
- ۵۔ کافروں کو ملنے والا دائمی عذاب نہ تو فدیہ سے ٹل سکتا ہے اور نہ ہی زمانے کے گزرنے سے ختم ہو سکتا ہے۔ ﴿وما ہم بخارجین﴾
- ۶۔ نجات کی تمام راہیں کافروں پر بند ہو چکی ہیں۔ نہ تو وہ خدا کی رحمت سے بہرہ مند ہو سکیں گے کیونکہ وہ تو پرہیزگاروں کے ساتھ خاص ہے "﴿رحمتی وسعت کل شیء فساکتبھا للذین یتقون﴾" یعنی میری رحمت نے ہر چیز کو اپنی وسعت میں لیا ہوا ہے جس کو میں ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔۔۔ (اعراف / ۱۵۶) اور نہ ہی شفاعت سے بہرہ ور ہو سکیں گے کیونکہ شفاعت ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن سے خدا راضی ہو گا ارشاد ہوتا ہے "﴿یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن رضی له قولا﴾" یعنی قیامت کے دن کسی شخص کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی سوائے اس شخص کے کہ جسے خدائے رحمان نے اجازت دی ہوگی اور وہ اس کی گفتگو سے راضی ہوگا۔ (طہ / ۱۰۹) اور نہ ہی وہاں پر موت آئے گی۔ وہ ہمیشہ جہنم میں زندہ رہیں گے اور ان کی موت کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے "﴿ونا دوا، یملک لیقض علینا ربک۔ قال انکم مکفون﴾" یعنی وہ پکاریں گے کہ اے مالک (داروغہ جہنم!) ہماری آرزو ہے کہ تیرا پروردگار ہمیں موت دیدے، وہ جواب دے گا کہ تمہیں اسی حال میں رہنا ہو گا (زخرف / ۷۷)
- ۷۔ جو شخص دنیا میں اس قدر واضح اور روشن براہین و ارشادات کے باوجود شرک و جہالت کی تاریکیوں سے باہر نہیں نکلتا وہ آخرت میں بھی جہنم سے باہر نہیں نکلے گا۔ ﴿لہم عذاب مقیم﴾

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ: چور مرد اور عورت کا ہاتھ ان کے انجام دینے گئے عمل کی سزائیں کاٹ دو۔ یہ سزا خدا کی طرف سے ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

نکتہ:

اس مقام پر پہلے چور مرد کا نام لیا گیا ہے پھر چور عورت کا ﴿السارق - والسارقة﴾ لیکن سورہ نور کی دوسری آیت میں کہ جہاں پر زنا کاری کی سزا کے بارے میں بتایا گیا ہے پہلے زنا کار عورت کا نام لیا گیا ہے پھر زانی مرد کا۔ "الزانیہ۔ والزانی" تو شاید اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ چوری میں مرد کا نقش زیادہ ہے اور زنا کاری میں عورت کا۔

مرحوم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے (تقریباً آج سے ایک ہزار سال پہلے) سوال کیا گیا تھا کہ: جس ہاتھ کی دیت پانچ سو دینار ہے وہ ایک چوتھائی دینار چوری کرنے کے بدلے میں کیوں کاٹا جاتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: امانت کی عزت نے اس ہاتھ کو گراں قیمت بنا دیا تھا، لیکن خیانت کی ذلت نے اس کی قیمت گرا دی۔

روایات کے مطابق ہاتھ کے کاٹنے کی مقدار صرف اس کی چار انگلیاں ہیں۔ لہذا انگوٹھا اور ہتھیلی کو نہیں کاٹا جائے گا۔

چوری کے مال کی مقدار کم از کم ایک چوتھائی دینار ہو کہ جس چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور وہ مال بھی کسی مکان کے اندر محفوظ ہو۔ لہذا مسافر خانوں، حماموں، مسجدوں اور اس قسم کے عوامی مقامات میں نہ ہو۔

جب چور پر حد جاری ہو جائے تو مسروقہ مال اس کے مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اور چور کو اس سزا کا علم بھی ہو یعنی اسے یہ بھی معلوم ہو کہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، ورنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر چور اپنے شریک کے مالک و چرائے یا قحط سالی کے دوران مجبور ہو کر اشیائے خوردنی کی چوری کرے تو بھی اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اسی طرح باپ کا اپنے بیٹے کے مال کو چرانا، غلام کا اپنے آقا کے مال کو چوری کرنا، نابالغ یا دیوانے یا ایسے شخص کا چوری کرنا جو یہ سمجھتا ہے وہ مال لینے کا حق رکھتا ہے۔ ان کے چوری کرنے سے، ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ مذکورہ موارد میں صرف ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، دوسری سزا دی جا سکتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے چوری کی بدترین قسم نماز میں چوری کو قرار دیا ہے جس میں رکوع اور سجدہ کو ناقص طریقہ سے بجایا جائے۔ (تفسیر قرطبی)

بعض بزرگان دین کی تصریحات میں آیا ہے کہ: مسلمانوں کا ایک گروہ سورہ حمد کی تلاوت میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی چوری کیوں کرتے ہیں؟

چوری میں ہاتھ کاٹنے کا پہلا مرحلہ ہے۔ جب دوسری دفعہ چوری کرے گا تو بایاں پاؤں ابھری ہوئی جگہ کے نیچے سے کاٹا جائے گا۔ تیسری مرتبہ عمر قید کی سزا کاٹے گا اور چوتھی مرتبہ میں اسے سزائے موت دی جائے گی (تفسیر صافی اور تفسیر مجمع البیان)

پیام و نکات:

- ۱۔ صرف سنگین جرمانہ اور سخت سزا سے ہی چوری کا سدباب کیا جاسکتا ہے ﴿فاقطعوا ایدیہما﴾
- ۲۔ اسلام کے قانون سزائیں جسمانی نقصان کے علاوہ حیثیت عرفی اور عزت و آبرو کا نقصان بھی ہے۔ تاکہ جرائم کا زیادہ سے زیادہ سدباب ہو سکے۔ (مجمع عام میں کوڑوں کی سزایا ہاتھ کا کاٹنا وغیرہ)
- ۳۔ اسلام کے قانون سزائیں جہاں مجرم کو تنبیہ کا پہلو مد نظر رکھا گیا ہے وہاں دوسروں کی عبرت کا سامان بھی فراہم کیا گیا ہے۔ (حدود کے اجراء میں لوگوں کا موجود ہونا) اس کے علاوہ جب بھی لوگ ہتھ کٹے شخص کو دیکھیں گے فوراً متوجہ ہو جائیں گے کہ چوری کی سزا سخت ہے۔
- ۴۔ حدود الہی کے اجراء (سزادینے) کے لئے رحمہ اللہ کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔
- ۵۔ چونکہ چوری کی سزا کے لئے دنیا کا قانون سزا صرف قید اور جرمانے پر مبنی ہے لہذا چوری کا سدباب کرنے سے عاجز ہے اور قید یا جرمانے سے اس کے اعداد و شمار میں کمی نہیں آتی ہے۔
- ۶۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا خود مجرم کے لئے بھی ہمیشہ کے لئے خبردار کرنے اور دائمی طور پر متنبہ رہنے کا موجب ہے کہ دوبارہ اس قسم کی غلطی نہ کرے۔
- ۷۔ چونکہ سرقہ (چوری) ہاتھ اور پاؤں سے انجام پاتی ہے لہذا پہلے مرحلہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور دوسرے مرحلہ میں پاؤں تاکہ پھر ایسا جرم سرزد نہ ہونے پائے۔

۸۔ جہاں پر چوری کے لئے ہاتھ کاٹنے کی تمام شرائط موجود نہ ہوں تو پھر تعذیر اور تینہ کے طور پر دوسری سزا دی جائے گی۔

۹۔ سرقہ کا موجب یا تو مال اکٹھا کرنا اور دولت جمع کرنا ہوتا ہے یا پھر مستقبل بہتر صورت میں گزرنے کی توقع ہوتی ہے، جبکہ ہاتھ کا کاٹنا ان تمام عوامل کو کمزور کر دیتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی سزا ہے جس کا مقابلہ قید یا کوڑے نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ سارق (چوری) کا صرف ہاتھ ہی نہیں کاٹا جاتا مال مسروقہ کا ضامن بھی ہوتا ہے۔

۱۱۔ کسی کی ذاتی ملکیت اور عمومی امن و امان اس قدر اہم ہے کہ اس کے لئے مسلمان کا ہاتھ تک کاٹنا پڑتا ہے۔

۱۲۔ ان احکام کے اجراء کے لئے حکومت، اقتدار، نظام خاص اور سسٹم کی ضرورت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اسلام، حکومت اور سیاست کا دین ہے۔"

۱۳۔ غربت، سرقہ کا موجب اور اس کے جواز کا سبب نہیں بن سکتی۔ (کیونکہ اسلام نے ہاتھ کاٹنے سے پہلے عوام کے لئے روزگار کی اہمیت پر زور دیا ہے اور غریبوں کو بیت المال سے وظیفہ یا ان کے عزیزوں رشتہ داروں کو ان کا حق دینے پر زور دیا ہے اور قرض حسنہ اور امداد اور تعاون کے دوسرے راستوں سے ان کی زندگی بسر کرنے کے سامان فراہم کرنے کی تاکید کی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر (فی ظلال القرآن)۔

۱۴۔ خداوند عالم کی مقرر کردہ سزائیں انتقام کے طور پر نہیں ہیں بلکہ جرائم کے سدباب کے لئے ہیں (کیونکہ "نکال" کا معنی ہے "مہار" جو جانور کو روکنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے)۔

۱۵۔ روایات کی رو سے چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا تاکہ باایاں ہاتھ بیت الخلاء کی طہارت کے لئے محفوظ رہے اور ایسا حفظان صورت کی اہمیت کے پیش نظر کیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر صافی اور تفسیر مجمع البیان)

۱۶۔ قدرت اور طاقت کا استعمال بھی جچے تلے انداز میں ہونا چاہئے۔ ﴿عزیز حکیم﴾

آیت ۳۹

﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَ اصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ۔ پس جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور (اپنے برے کاموں کی) اصلاح کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکتہ:

اسلام میں سزائیں، تبلیغ، ارشاد اور ہدایت کے ساتھ ساتھ ہیں، اس سے پہلی آیت میں چور کی سزا بیان ہوئی ہے اور یہاں پر خداوند غفور کی بارگاہ میں توبہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اور اپنی برائیوں کی اصلاح کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ جو اس بات کا موجب ہوتی ہے کہ خداوند کریم بھی اپنا لطف و کرم بندے کی طرف پھیر دے۔

پیام:

- ۱۔ خطار کار انسان کے لئے بازگشت اور اصلاح کا راستہ ہمیشہ کھلا ہے ﴿فمن تاب﴾
- ۲۔ توبہ صرف باطنی طور پر ندامت ہی کا نام نہیں بلکہ گزشتہ برائیوں کی تلافی بھی ضروری ہوتی ہے ﴿واصلح﴾
- ۳۔ اگر انسان توبہ کرے اور اپنی حقیقت کی طرف لوٹ آئے تو خداوند عالم بھی اپنے قطع شدہ لطف و کرم کو اسکی طرف پلٹا دیتا ہے۔ ﴿یتوب علیہ﴾
- ۴۔ اگر چور (گرفتار ہو جانے اور عدالت میں پیش ہونے سے پہلے) توبہ کر لے اور مال مسروقہ اس کے اصل مالک کو واپس کر دے تو دنیا میں بھی اسے معاف کر دیا جائے گا اور آخرت میں بھی، لیکن اگر گرفتار ہونے کے بعد توبہ کرے تو اس پر سرقہ کی حد جاری کی جائے گی رہا توبہ کا معاملہ، تو یہ قیامت سے متعلق ہو جائے گا۔
- ۵۔ سرقہ کوئی معمولی جرم نہیں بلکہ خود پر اور معاشرہ پر ظلم کے علاوہ اپنی روح اور معاشرہ کے امن و امان پر زیادتی ہوتی ہے۔

۶۔ مجرمین کو ہر طرح سے راہ خدا کی دعوت دینی چاہئے اور انہیں امید دلائی چاہئے۔ ﴿یتوب، غفور، رحیم﴾ ۳۱

آیت ۴۰

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ۔ آیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خدا ہی کے لئے ہے (اپنی حکمت اور عدالت کے مطابق) جسے چاہتا ہے عذاب میں ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ چاہے تو مفسد اور چور کو ذلت اور عذاب دیتا ہے اور پشیمان ہونے والے، توبہ کرنے والے اور اپنی اصلاح کرنے والوں کو بخش دیتا ہے)

پیام:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی توبہ کی احتیاج نہیں ہے کیونکہ تمام عالم ہستی پر اسی کی حکومت ہے ﴿لہ ملک السموات والارض﴾
- ۲۔ چوروں، لٹیروں، غنڈوں اور بد معاشوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے لئے کوئی بھی راہ فرار نہیں ہے لہذا انہیں خدا کی ہی طرف لوٹ آنا چاہئے۔ ﴿لہ ملک السموت والارض﴾
- ۳۔ انسان کو ہمیشہ خوف اور امید کی حالتوں میں رہنا چاہئے ﴿يعذب من يشأ ويغفر من يشأ﴾

آیت ۴۱

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ نَسَارُوا نَكَرُوا فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنُ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ يَأْتِ وَكَذَلِكَ يَجْرِفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِينَا هَذَا فَخُدُّهُ وَإِنْ لَمْ نُؤْتِ وَهُوَ فَاحْذَرُوا ط وَمَنْ يَرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ ط لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اے رسول! جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں وہ آپ کو غمگین نہ کر دیں، ان میں سے کچھ لوگ (منافقانہ طور پر) زبان سے کہتے ہیں کہ ہم لے آئے، لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور (نیز) یہودیوں سے بھی غم نہ کھاؤ! جو کہ جھوٹ گھڑنے اور تحریف کرنے کے لئے بڑے غور سے آپ کی باتوں کو سنتے ہیں، وہ ان لوگوں کی جاسوسی کے لئے آپ کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے ہیں، وہ آسمانی قوانین کی تحریف کرتے ہیں اور (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: اگر یہ مطلب (جو ہماری منشا کے مطابق ہے) تمہیں دے دیا جائے تو تم لے لو اور قبول کر لو، اور اگر (جو ہماری منشا کے مطابق ہے) تمہیں نہ دیا جائے تو اس سے دوری اختیار کر لو۔ اور جس شخص کو خدا عذاب دینا

چاہے اور رسوا کرنا چاہے تو تم قہر خداوندی کے سامنے اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی قلبی طہارت کو خدا نہیں چاہتا۔ (یہ دل کے مریض، متعصب اور ہٹ دھرم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لئے ہدایت کی راہیں بند کر لی ہیں) ان کے لئے دنیا میں ذلت و خواری ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

پیام:

- ۱۔ گمراہ لوگوں کے بارے میں بھی انبیاء دل سوزی سے کام لیتے ہیں ﴿لایحزنک﴾
- ۲۔ دوسرے لوگوں کا کفر کی طرف میلان، پیغمبر کی حالت اور ان کے فیصلہ کے بارے میں کسی قسم کا رد و بدل کا سبب نہیں بننا چاہئے۔ ﴿لایحزنک﴾
- ۳۔ ایمان، دل سے قبولیت کا نام ہے، زبانی اظہار کا نہیں۔ ﴿باخواہم --- قلوبہم﴾
- ۴۔ منافقین اور یہودی ایک دوسرے کے شانہ بشانہ ایک مقصد کو پیش نظر رکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔ ﴿ومن الذین ہاروا﴾
- ۵۔ کان لگا کر سننا اتنا زیادہ اہم نہیں ہے جتنا اس کے مقاصد کی تکمیل اہم ہے ﴿سماعون للکذب﴾
- ۶۔ کفار نے اپنے ایجنٹ اور جاسوس مسلمانوں کے درمیان چھوڑے ہوئے ہیں۔ مبلغین دین کو ہوشیار رہنا چاہئے اور اپنے تمام سامعین کو نیک نیت نہیں سمجھنا چاہئے ﴿سماعون لقوم آخرین﴾
- ۷۔ تحریف، یہود کی ایک علمی خیانت ہے ﴿یحرفون الکلم﴾
- ۸۔ ہمیں خدا کے اوامر اور حقائق کو تسلیم کرنا چاہئے، صرف اپنی مرضی کے دینی احکام ہی کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔ ﴿خذوہ --- فاحذوہ﴾ ۳۲
- ۹۔ انسان کا گناہ، اس کی ہدایت کے لائق ہونے کو ختم کر دیتا ہے۔ ﴿مرداللہ فتنۃ﴾
- ۱۰۔ ہٹ دھرم متعصبین اور ہوس کے پجاریوں کے لئے تو اللہ کا رسول بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ ﴿فلن تملک﴾
- ۱۱۔ سخت اور ہٹ دھرم قسم کا دل خداوند عالم کے لطف و کرم کے حصول سے محروم ہوتا ہے۔
- ۱۲۔ دشمن تو کفر اور نفاق میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں، لیکن مسلمان راہ حق میں سستی سے کام لیں، یہ عجیب نہیں ہے؟ ﴿یسارعون فی الکفر﴾
- ۱۳۔ جاسوسانہ انداز میں بیان ہونے والا جھوٹ سننا، کفر میں جلدی کرنے کی علامت ہے۔

۱۴۔ تقویٰ سے ہٹ کر مرتبہ کی جانے والی رپورٹیں، بہت ہی خطرناک کھیل ہوتی ہیں۔ ﴿سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ --- یحرفون ---﴾

۱۵۔ منافقین، دنیاوی بد بختی کے بھی حامل ہوتے ہیں (جھوٹ سنتے ہیں، جاسوسی کرتے ہیں، تحریف کرتے ہیں اور اپنے مقصد و منشا کا دین چاہتے ہیں) اور قیامت کے دن آخرت کا عظیم عذاب بھی ان کا منتظر ہے ﴿لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

آیت ۴۲

﴿سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّخْتِ ط فَإِن جَاء وَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ إِن تَعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَصْرِوْكَ شَيْئًا ط وَ إِن حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

ترجمہ: (وہ لوگ) جھوٹ کو بڑے غور سے سنتے ہیں اور حرام کا مال بڑی فراوانی سے کھاتے ہیں۔ پس اگر وہ (فیصلہ کے لئے) آپ کے پاس آئیں تو آپ یہ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا پھر ان سے منہ پھیر لیں۔ اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں تو وہ ہرگز آپ کو کسی قسم کی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر ان کے درمیان فیصلہ کریں تو قسط و عدل کے مطابق فیصلہ دیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

نکتہ:

کچھ یہودی جو کہ "زنائے محصنہ" (شوہر دار عورت سے زنا) کے مرتکب ہو چکے تھے، سنگساری کی سزا سے بچنے کے لئے۔۔۔ جو یہودیوں کے دین میں ہے۔۔۔ پیغمبر اسلام کی خدمت میں فیصلہ کرانے کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ ایسے لوگوں کے بارے میں اسلام کا حکم بھی یہی (سنگساری) ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ اس بارے میں اسلام کا بھی یہی حکم ہے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔

"سحت" کا معنی روایات کے مطابق رشوت یا ایسا تحفہ ہے جو کسی کام کی بجا آوری کے لئے دیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا لغوی معنی "ہلاکت" یا ایسی چیز ہے جو ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔

پیام:

- ۱۔ علمائے یہود راشی تھے ﴿اکالون للسحت﴾ اور یہودی جھوٹ سننے کو پسند کرتے تھے۔ (سماعون للکذب) اور لفظ "سماعون" کا تکرار شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ خصلت آہستہ آہستہ ان کی عادت ثانوی بن چکی تھی۔
- ۲۔ کفار اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کا باہمی میل جول اس حد تک تھا کہ وہ اپنے فیصلے پیغمبر اسلام کے پاس لے آتے تھے۔
- ۳۔ انبیاء کو بعض مسائل میں یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل کریں اور وحی کا انتظار نہ کریں، ﴿فاحکم --- او اعرض﴾
- ۴۔ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ ہمیشہ اور ہر قوم کے لئے قابل قدر چیز ہے ﴿فاحکم بینہم بالقسط﴾
- ۵۔ اگر کوئی اسلامی حاکم یا اسلامی حکومت، غیر مسلم حکومتوں کے لئے "حج" مقرر ہو جائے تو اسے چاہئے کہ عدالت، جرات اور صراحت کے ساتھ مگر دو ٹوک فیصلہ کرے۔ ﴿فاحکم بینہم﴾
- ۶۔ فیصلہ کرنے کے لئے نسلی اور علاقائی مسائل اور جماعتی تعصب اور ذاتی میلان یا کسی کی طرف سے کسی قسم کی دھمکی کو اثر انداز نہیں ہونا چاہئے۔ ﴿بالقسط﴾
- ۷۔ اگر مناسب سمجھو کہ کسی مقدمہ میں فیصلہ دینا خلاف مصلحت ہے تو اس سے دستکشی کر لو اور نہ ڈرو۔

آیت ۴۳

﴿وَكَيْفَ يُحْكَمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ مَّ بَعْدِ ذَلِكَ ط وَمَا أَوْلَيْكَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ۔ اور وہ (یہودی) آپ کو کس طرح اپنا فیصلہ کرنے والے کی حیثیت سے قبول کر سکتے ہیں؟ جبکہ توریت ان کے پاس ہے۔ اور اس میں خدا کا حکم (بیان کیا گیا) ہے۔ پھر آپ کے فیصلہ کے بعد وہ منہ موڑ لیتے ہیں اور وہ مومن نہیں ہیں۔

پیام:

- ۱۔ تمام توریت، تحریف شدہ نہیں ہے ﴿فیہا حکم اللہ﴾

- ۲۔ یہودیوں کے لئے جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ ان کی آسائش طبی اور سزا میں تخفیف ہے ناکہ قانون اور ادائیگی فرائض پر ایمان! (اسی لئے تو توریت میں قانون موجود ہونے کے باوجود اپنی سہولت کی خاطر آپ کے پاس آئے ہیں)
- ۳۔ کاش کہ اہل کتاب: اپنی کتاب میں موجود احکام ہی کے پابند ہوتے!! ﴿وَعَذَرَهُمُ التَّوْرَةَ﴾
- ۴۔ ایمان کی علامت یہ ہے کہ قوانین الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے ﴿وَمَا أَوْلَىٰكَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

آیت ۴۴

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَ نُورٌ يَخْتَكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَ الرِّبَايُونَ وَآلَا حُبَارُ بِمَا اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَ كَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ أَحْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ط وَ مَنْ لَمْ يَخْتَكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

ترجمہ۔ ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے۔ انبیاء اللہ جو حکم خدا کے سامنے تسلیم تھے (اور توریت کے نازل ہونے کے بعد اپنے فرائض انجام دینے لگے، سارے کے سارے) اسی کے مطابق یہودیوں کے لئے فیصلے کیا کرتے تھے اور (اسی طرح) یہودیوں کے بڑے علماء اور پاک دل اور نیک دانشور بھی اسی آسمانی کتاب کے مطابق (فیصلے کرتے تھے) جو ان کے سپرد کردی گئی تھی اور وہ اسی پر گواہ تھے۔ پس (اے علماء!) تم لوگوں سے نہ ڈرو (اور خدائی احکام کو بیان کرو) اور مجھ سے (یعنی میری مخالفت سے) ڈرو اور میری آیات کو معمولی قیمت نہ بیچو اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے پس وہ کافر ہیں۔

نکتہ:

"ربانی" کا لفظ "ربان" (بروزن عطشان) سے نکلا ہے جس کا معنی ہے "تربیت کرنے والا" اور بعض علماء کے بقول "ربانی" وہ شخص ہوتا ہے جس کا تعلق رب العالمین سے ہو اور اس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ اسے کسی کمرٹ چین نہ آئے۔ اور اپنے علم و عمل کے لحاظ سے خدائی رنگ میں رنگ چکا ہو اور لوگوں کی تربیت کرے۔

"جر" کا معنی ہے "نیک اثر" چونکہ معاشرہ میں علماء کرام نیک اثر کا موجب ہوتے ہیں لہذا انہیں "جر" اور "اجار" کہتے

پیام:

- ۱۔ تحریف کا اعتراف کرنے کے باوجود اصل آسمانی کتاب کا احترام کرنا چاہئے۔
- ۲۔ اگرچہ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، لیکن ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء اور علماء مامور تھے کہ اسی کے مطابق فیصلے کریں۔
- ۳۔ اگر حکم الہی کے سامنے انبیاء تسلیم ہو چکے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ ہوں؟ ﴿اسلموا﴾ انبیاء اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے بلکہ حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔
- ۴۔ اسلام، تمام لوگوں کا دین ہے، انبیاء بنی اسرائیل کی بھی "اسلموا" کے جملہ سے توصیف و تعریف کی گئی ہے، نصرانیت اور یہودیت سے نہیں!
- ۵۔ ہر امت کے علماء لوگوں کے درمیان احکام الہی کے اجرا کے ذمہ دار ہیں اور "ولایت فقیہ" تمام ادیان کے رگ و ریشہ میں موجود ہے ﴿یحکم بما النبیون﴾
- ۶۔ سلسلہ مراتب کی رعایت ضروری ہے، پہلے انبیاء پھر ربانیوں (ائمہ) پھر اجبار اور علماء و صاحبان دانش و بصیرت۔
- ۷۔ انبیاء تمام توریت کے عالم ہیں۔ لیکن اخبار و علماء صرف اس حصہ کے کہ جو انہیں سونپا گیا ہے ﴿بما استخفظوا﴾
- ۸۔ مبلغ اور قاضی کو مسائل دین سے آگاہ ہونا چاہئے، اور جس قدر کسی کا مبلغ علمی ہے اسی قدر اس بارے میں مداخلت کرے ﴿کانواعلیہ شہداء - بما استخفظوا من کتاب اللہ﴾
- ۹۔ علماء کو چاہئے کہ فیصلوں کے اجرا پر مکمل نگرانی رکھیں اور مذہب کے محافظ بنے رہیں ﴿کانواعلیہ شہداء﴾
- ۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے علماء اور قاضیوں سے دو طرح کا عہد و پیمانہ لیا ہے: الف: لوگوں کے خوف سے حکم خدا کو تبدیل نہ کریں۔ ب۔ معمولی مال کے لالچ میں حق بات کو چھپانے کے مرتکب نہ ہوں اور کسی مقام پر لغزش سے دوچار نہ ہوں۔
- ۱۱۔ فیصلہ کرتے وقت انحراف کا شکار ہو جانا کفر ہے۔ ۳۳
- ۱۲۔ فیصلہ کرتے وقت، صراحت، جرأت، ہمت اور شہامت ضروری ہے اور دھمکیوں اور غلط پروپیگنڈوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے ﴿لا تخشوا الناس﴾
- ۱۳۔ جو شخص اپنا معاملہ خدا کے ساتھ صاف رکھتا ہے وہ مخلوق خدا سے نہیں ڈرتا ﴿لا تخشوا الناس واخشون﴾

۱۴۔ تحریف، سکوت، حق پوشی اور فرمانِ الہی سے ہٹ کر فیصلے کرنا اگرچہ پوری دنیا کی قیمت حاصل کر لینے کے بدلے ہی میں کیوں نہ ہوں پھر بھی خساہ ہی خساہ ہے، اس لئے کہ ساری دنیا "متاع قلیل" ہے (ثمناً قلیلاً)

۱۵۔ آسمانی قوانین کے ہوتے ہوئے مشرق و مغرب کے (انگریزی اور دوسرے کافرانہ) نظام اور قوانین کو اپنانا کفر ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ ---﴾

۱۶۔ احکامِ الہی کا قلبی انکار، عملی تکبر کا اظہار اور جان بوجھ کر ان میں تبدیلی پیدا کرنا کفر ہے۔

۱۷۔ طاغوتوں کے سامنے خاموشی اختیار کرنا اور حق کو چھپانا، سرمایہ داروں کے آگے دین فروشی اور عوام کو دھوکہ اور فریب ایسے خطرات ہیں جو علماء کو ہر وقت درپیش رہتے ہیں ﴿لَا تَشْتَرُوا وَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ ---﴾

آیت ۴۵

﴿وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے اس (توریت) میں ان (یہودیوں) کے لئے لکھ دیا کہ (قصاص میں) جان کے بدلے میں جان، آنکھ کے بدلے میں آنکھ، ناک کے بدلے میں ناک، کان کے بدلے میں کان اور دانت کے بدلے میں دانت ہے اور ہر زخم کے لئے قصاص ہے۔ پس جو شخص معاف کرتے ہوئے (قصاص سے) درگزر کرے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ شمار ہوگا۔ اور جو شخص خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

نکتہ:

جسم کو اور اس کے دوسرے حصوں مثلاً آنکھ، کان، دانت اور ناک وغیرہ کو نقصان پہنچانے کا قصاص ہے اور "اس جیسے عضو" کو ہی قصاص کی صورت میں کاٹا جائے گا۔ آیت میں مذکور اعضاء کا نام صرف نمونہ کے طور پر ہے ورنہ ہر ایک عضو کا قصاص ہے (تفسیر طیب البیان)

پیام:

۱۔ تمام انسان خواہ وہ کسی قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، امیر ہوں یا غریب قانون کے سامنے برابر ہیں اور کسی ایک کا خون دوسرے کے خون سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ ۳۵

۲۔ قصاص کا حکم سابقہ ادیان میں بھی تھا ۳۶ اور اسلام اور دوسرے ادیان ایک جیسے عادلانہ قوانین کے حامل ہیں۔
۳۔ صدقہ صرف، مال کو خرچ کرنے ہی کا نام نہیں، مجرم سے عفو و درگزر بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔ (فمن تصدق)
۴۔ تمہارا دوسروں کو معاف کر دینا، خدا کا تمہیں معاف کر دینے کا موجب بن جاتا ہے۔ (فھو کفارۃ لہ) اور شاید اس سے یہ بھی مراد ہو کہ تمہارا مجرم کو معاف کر دینا، اس کے جرم کا بھی کفارہ ہوگا اور وہ قیامت میں تمہارے معاف کر دینے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (تفسیر المیزان)

۵۔ سزا کے مسائل کے ساتھ ساتھ اخلاقی مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے ﴿قصاص﴾ - اور - ﴿عفو﴾
۶۔ توریت میں "دیت" نہیں ہے یا "قصاص" اور یا "عفو" لیکن اسلام میں "دیت" کا ایک تیسرا راستہ بھی موجود ہے۔ (تفسیر قرطبی)

۷۔ فقط مالی جرمانہ یا قید، جرائم کی روک تھام کے لئے کافی نہیں ہیں۔
۸۔ اگر حکم خداوندی کا اجراء نہ ہو تو انسانیت مظلومیت کا شکار ہے۔ ﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظالمون﴾

۹۔ آنکھ اور کان وغیرہ کا نام بطور نمونہ ہے ورنہ ہر عضو کو نقصان پہنچانے کا قصاص ہے (تفسیر الطیف البیان)

آیت ۴۶

﴿وَفَقَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَ نُورٌ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ هُدًى وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ ۵

ترجمہ: اور ہم ان (گزشتہ انبیاء) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو لے آئے جبکہ وہ تورات کی تصدیق کرتے تھے جو عیسیٰ سے پہلے موجود تھی۔ اور خود عیسیٰ کو انجیل عطا کی کہ جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اور (خود عیسیٰ کی مانند) توریت کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے تھی۔ اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور موعظہ ہے۔

نکتہ:

قرآن بھی پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے (سورہ بقرہ ۱/۱) اور انجیل بھی یقین کے لئے ہدایت اور موعظہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت کا معنی اس طرح ہو کہ: ہم نے انبیاء بنی اسرائیل کے بعد عیسیٰ کو بھیجا کہ جن کی ذاتی خصوصیات ان نشانیوں سے مطابقت رکھتی ہیں جو توریت میں ان کے بارے میں بتائی گئی ہیں۔ پس خود حضرت عیسیٰ اور نشانیاں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔

پیام:

- ۱۔ انبیاء عظام اور ان کی کتابیں، تمام کا سرچشمہ ایک ہے اور ہدف بھی ایک ہے اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ﴿مصدق﴾ (۱) ۳۷
- ۲۔ توریت، انجیل اور قرآن تینوں "﴿نور﴾" ہیں۔ ۳۸
- ۳۔ لوگوں کے عقائد حقہ کا احترام کیا کرو ﴿مصدق قالمابین یدیہ﴾ ۳۹
- ۴۔ اگرچہ انبیاء عظام اور آسمانی کتابیں تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہیں، لیکن اس نور سے صرف صاحبان تقویٰ ہی ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

آیت ۴۷

﴿وَلِيَحْكُمَ أَهْلَ الْأَنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ط وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾

ترجمہ: انجیل والوں کو چاہئے کہ وہ اس حکم کے مطابق حکم (فیصلہ) کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کیا ہے، اور جو لوگ خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔

نکتہ:

اس آیت میں پیغمبر اسلام کی تشریف آوری سے پہلے حضرت عیسیٰ کے دین کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، ورنہ دین اسلام کے آجانے کے بعد تمام لوگوں کا شرعی فریضہ دین اسلام پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

جو لوگ قوانین الہی کے مطابق حکم اور فیصلہ نہیں کرتے ان کی پے درپے چند آیات میں مذمت کی گئی ہے اور انہیں "ظالموں"، "فاسقوں" اور "کافروں" کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور اسی سے مسئلہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے کہ ایسے لوگ قوانین الہی کو زیر پا قرار دیتے ہیں لہذا "کافر" ہیں۔ چونکہ وہ اپنی ذمہ داری کی حدود سے نکل جاتے ہیں لہذا "فاسق" ہیں اور چونکہ فیصلہ کرنے میں ایک فریق کے حق کو پامال کرتے ہیں لہذا "ظالم" ہیں۔

اسی سورت کی ۴۴ ویں اور ۴۵ ویں آیت میں یہودیوں سے خطاب ہے اور انہیں "ظالم" اور "کافر" قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ وہ قانون میں تحریف اور ردوبدل کرتے ہیں، دین کو معمولی قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں اور خدا سے ڈرنے کی بجائے خلق خدا سے ڈرتے ہیں اسی لئے "اولئک ہم الکافرون" اور افراد معاشرہ کے حقوق پر ظلم کرتے ہیں اسی لئے ﴿اولئک ہم الظلمون﴾ ہیں۔

اور اس ۴۷ ویں آیت میں نصاریٰ کے بارے میں صرف یہ ہے کہ وہ انجیل کے مطابق حکم اور فیصلہ نہیں کرتے (نہ تو قصاص میں سکوت اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی دین کو معمولی قیمت کے بدلے بیچتے ہیں) اور صرف حق کی حدود سے نکل جاتے ہیں لہذا ﴿اولئک ہم الفسقون﴾ ہیں۔

آیت ۴۸

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلِّ ط جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَ مِنْهَا جَآ ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ﴾ ﴿تَخْتَلِفُونَ﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے کتاب (قرآن) کو آپ پر برحق نازل کیا، جبکہ یہ کتاب گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی اور ان کی محافظ اور نگہبان ہے۔ لہذا ان لوگوں کے درمیان خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم کریں اور اس (حق سے دور ہو کر) جو آپ کے لئے آیا ہے، ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے آئین اور واضح طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اور اگر خدا چاہتا تم سب کو ایک امت قرار دیتا (اور سب کے لئے ایک ہی قسم کا آئین اور قانون ہوتا) لیکن (خدا چاہتا ہے کہ) تمہیں ان چیزوں کے بارے میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ لہذا تم نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے پس وہ تمہیں اس چیز سے آگاہ کرے گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔

نکتہ:

"شرعہ" اس رستے کو کہتے ہیں جو پانی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اور "منہاج" روشن اور واضح راستے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: "شرعہ" وہ احکام ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں اور "منہاج" وہ ہیں جو سنت نبوی میں بیان ہوئے ہیں (مفردات راغب)

پیام:

۱۔ قرآن مجید، آسمانی کتابوں کے اصول کا شاہد اور محافظ ہے اور ان کا تکمیل کنندہ ہے۔ ﴿مہیمن﴾ یعنی قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں پر نظر رکھے ہوئے ہے، جس طرح یونیورسٹی کی کتابیں پرائمری سے ہائی سیٹنڈرڈ کی کتابوں پر نظر رکھے ہوئے ہوتی ہیں)

۲۔ اہل کتاب کے درمیان، قرآن مجید کے مطابق فیصلہ دیا جا سکتا ہے ﴿فاحکم بینہم بما انزل اللہ﴾

۳۔ دینی رہنماؤں کے لئے جس بات کا زیادہ خطرہ لاحق رہتا ہے وہ ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی اور حق کو نظر انداز کر دینا، ﴿ولاتتبع اھوائہم﴾

۴۔ توریت اور انجیل جیسی کتابوں کی یہ تصدیق کہ آسمانی ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہمیشہ کے لئے برقرار رکھا جائے گا۔

۵۔ دین صرف ایک ہے لیکن "شریعتیں" متعدد ہیں، جیسے ایک دریا ہوتا ہے کہ جس تک پہنچنے کے لئے متعدد راستے ہوتے ہیں۔

۶۔ لوگوں کی آزمائش کا ایک ذریعہ، ادیان کا مختلف ہونا ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون شخص ایمان لے آتا ہے اور کون کفر اور تعصب کا شکار ہو جاتا ہے۔

۷۔ منفی لڑائی جھگڑوں میں الجھنے کی بجائے خیر اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

(فاستب ﴿قوا﴾)

۸۔ آگے بڑھنے کا میدان اور راستہ امور خیرہ اور معنویہ ہونا چاہئے ﴿فاستبقوا الخیرات﴾

۹۔ قیامت کے دن رسوا ہونے سے پہلے ہی اپنے اختلافات حل کر لو ﴿فَإِنبئكم﴾، بما کنتم فیہ تختلفون ﴿﴾

۱۰۔ قبل اس کے کہ موقع ہاتھ سے نکل جائے، نیکی کے کاموں میں سبقت لے جاؤ۔

۱۱۔ معاد (قیامت) پر ایمان تمام اختلافات کے رفع کرنے کا موجب ہے ﴿فَإِنبئكم﴾ بما کنتم فیہ تختلفون ﴿﴾

آیت ۴۹

﴿وَ أَن احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ اخذرهم أَن يفتنوك عنم بعض مآ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ط فَإِن تَوَلَّوْا فاعلمم إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ط وَ إِن كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر!) ان (اہل کتاب) کے درمیان وہی فیصلہ کرو جو خدا نے نازل کیا ہے۔ اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، اور ان سے ان باتوں سے بچو کہ وہ تمہیں ان بعض چیزوں سے منحرف کر دیں جو خدا نے تم پر نازل کی ہیں۔ پس اگر وہ تمہارے حکم اور فیصلہ سے روگردانی کریں تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں ان کے کچھ گناہوں کے بدلے سزا دے۔ اور یقیناً بہت سے لوگ فاسق (نافرمان) ہیں۔

نکتہ:

مفسرین نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہا ہے کہ: کچھ یہودی علماء حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "اگر آپ فلاں مسئلہ کے بارے میں جو ہمارے اور دوسروں کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے (ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ہمارے ساتھ تمام یہودی بھی ایمان لے آئیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قرطبی کہتے ہیں کہ اس آیت میں "یقنوک" کا کلمہ آیا ہے جس میں فتنہ سے مراد "خدا کی راہ کو بند کرنا ہے"

پیام:

۱۔ نہایت ہی اہم اور حیات بخش مسائل میں پیغامات کا تکرار کہ "صرف حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کرو اور

لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو" اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں)

- ۲۔ "مقصد ذرائع کو جائز قرار نہیں دیتا" (یعنی کچھ لوگوں کے مسلمان ہونے کے لئے ناجائز فیصلے نہیں کرنے چاہئیں۔
- ۳۔ انبیاء عظام کو خدا کی تیبہ ان کی عصمت کا عامل ہوتی ہے ﴿فاحذرہم﴾
- ۴۔ جب حضرت رسول خدا کو کفار کی ثقافتی یلغار کا خطرہ درپیش ہے تو عام لوگوں کا حال تو واضح ہے۔
- ۵۔ دشمن کی ثقافتی یلغار کے نفوذ سے ہوشیار رہو! ﴿واحذرہم ان یفتنوک﴾
- ۶۔ اس قدر سخت قسم کی تیبہات ﴿لاتتبع، احذرہم، یفتنوک۔۔۔﴾ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور صراحت کی دلیل ہیں کہ یہ آیات خدا کی طرف سے نازل کردہ ہیں، کیونکہ کوئی شخص خود کو ایسے سخت لہجے میں خطاب نہیں کرتا۔
- ۷۔ گناہ انسان کی پستی کا عامل اور عذاب الہی کا موجب ہوتے ہیں۔ ﴿لیعصیہم بعض ذنوبہم﴾
- ۸۔ مخالفین بھی بعض الہی احکام کو پسند کرتے ہیں، تحریف کا خطرہ بعض قسم کے احکام میں ہوتا ہے۔ ﴿عن بعض ما انزل اللہ﴾
- ۹۔ دشمن کی روگردانی کا سبب اس کا اپنا فسق ہے ورنہ اے پیغمبر! نہ آپ میں کسی قسم کا نقص ہے اور نہ ہی آپ کے دین میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ﴿فان تولوا فاعلم﴾
- ۱۰۔ تمام لوگوں کے ہدایت پا جانے کی توقع نہیں رکھنی چاہئے ﴿کثیرا منهم لفاسقون﴾

آیت ۵۰

﴿أَفْحَكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾

ترجمہ۔ آیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ صاحبان ایمان و یقین کے لئے خدا سے بڑھ کر اور کون بہتر فیصلہ کر سکتا ہے؟

نکتہ:

- بہترین قانون وہ ہوتا ہے جس کا مقنن (قانون ساز) مندرجہ ذیل شرائط کا حامل ہو،
- ۔ جو تمام کائنات اور انسانوں کے حال اور مستقبل سے اچھی طرح واقف ہو۔
- ۔ اس کا اپنا کوئی ذاتی فائدہ پیش نظر نہ ہو۔

- کسی قسم کی عمداً اور سہواً غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔

- کسی بھی طاقت سے نہ ڈرے۔

- سب کا خیر خواہ ہو۔

اور یہ تمام شرائط ذات پروردگار میں بدرجہ اتم موجود ہیں لہذا (ومن احسن من اللہ حکماً) یعنی خدا سے بڑھ کر اور کون بہتر فیصلہ کر سکتا ہے؟

پیام:

۱۔ روابط و مراسم اور خارجہ سیاست میں کفار کا مسلمانوں پر تسلط اور ان کی سرپرستی قطعاً ناجائز ہے۔ ﴿لاتخذوا﴾ ۳۰
تسلط خواہ کسی بھی قسم کا ہو خواہ ماہر کے عنوان سے ہو یا سپیشلسٹ اور سیاح کے عنوان سے۔

۲۔ دشمن سے تبرا (اظہار برائت) ایمان کی شرط ہے (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَخْذُوا ---) ﴿

۳۔ جو مسلمان حکومتیں کفار کے تسلط اور ان کی آقاویت کو قبول کریں گی، کافر سمجھی جائیں گی ﴿فانہ منہم﴾ ہر انسان اور گروہ کے ساتھ دوستی انسان کو اس کا جز بنا دیتی ہے۔

۴۔ کفار، مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں ﴿بعضہم اولیاء بعض﴾

۵۔ کفار کی ولایت اور آقاویت کو ہرگز قبول نہ کرنا کیونکہ صرف اپنی ذات کے فائدہ کے لئے سوچتے ہیں۔ ﴿بعضہم اولیاء

بعض﴾ ۳۱

۶۔ نہ تو کفار کو اپنا "ولی" اور مقتدر اعلیٰ سمجھو اور نہ ہی ان افراد اور حکومتوں سے اپنے کسی قسم کے دوستانہ مراسم کو جو کفار کی "ولایت" کو قبول کئے ہوئے ہیں۔ ﴿فانہ منہم﴾

۷۔ کفار سے ولایت کے رابطے کا مطلب ہے خدا سے رابطہ ولایت کا انقطاع۔ ﴿لایہدی القوم الظلمین﴾

۸۔ کفار پر بھروسہ اسلامی امہ اور نظام اسلام پر ظلم ہے ﴿القوم الظلمین﴾

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ط فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِمِينَ ه وَ يَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَلْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ آيْمَانِهِمْ أَنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ط حَبِطَتْ أَعْمَاهُمْ فَأَصْبَحُوا حُسْرِينَ ﴿ ه

ترجمہ: (اے پیغمبر! کفار کی سرپرستی قبول نہ کرنے کی اس قدر تاکید کے باوجود) تم ایسے لوگوں کو بھی دیکھو گے کہ جن کے دل میں بیماری ہے وہ کفار کے ساتھ دوستی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں (اور اپنے اس اقدام کی توجیہ میں) کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر اس بات کا ہے کہ ہمیں کوئی حادثہ درپیش آجائے (اور ہمیں ان کی مدد کی ضرورت پڑ جائے) پس امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے (مسلمانوں کے فائدہ کے لئے) کوئی فتح یا کوئی اور واقعہ ان کے درپیش کر دے اور اس وقت (منافقین) جو کچھ کہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں اس پر پشیمان ہو جائیں۔ اور (مسلمانوں کی فتح و کامرانی اور منافقین کی رسوائی کے موقع پر) مومنین (بڑے تعجب سے) کہتے ہیں، آیا یہ وہی لوگ ہیں جو بڑی تاکید کے ساتھ خدا کی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ (اور کہتے تھے کہ) ہم تو تمہارے ساتھ ہیں؟ (اب ان کی یہ کیفیت کیوں ہو چکی ہے؟) ان کے اعمال اکارت گئے اور وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

پیام:

- ۱۔ کمزور ایمان کے بیمار دل لوگوں کو کافر دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جلدی ہوتی ہے۔ ﴿فی قلوبہم مرض یسارعون﴾
- ۲۔ بیمار دل، ضعیف الایمان افراد اور منافقین انہی کفار کا ایک حصہ ہیں (یسارعون فیہم) ہے "یسارعون الیہم" نہیں ہے۔ (غور کیجئے گا)
- ۳۔ سپر طاقتوں کے ساتھ رسوا کن تعلقات قائم کرنے کا موجب ایمان کی کمزوری اور غیر خدا سے خوف اور وحشت ہے (یقولون نخشی)
- ۴۔ مسلمانوں کو اپنی فتح و کامرانی، اسلام کی وسعت اور منافقین کے راز فاش ہونے کی امید رکھنی چاہئے ﴿عسی اللہ ان یاتی بالفتح﴾
- ۵۔ سیاسی عزت، اقتصادی قدرت اور فوجی کامیابی سب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھ میں ہے (بالفتح اور امراض عندہ)

- ۶۔ اقتدار اور حکومت آنے جانے والی چیزیں ہوتی ہیں ﴿دائرة﴾
- ۷۔ مستقبل کا خوف، دل کی بیماری اور خدا پر ایمان و توکل کی کمزوری ہے۔
- ۸۔ خوف اور ڈر کا بہانہ بنانا ایک توجیہ ہے حقیقت نہیں ہے ﴿يقولون نخشى﴾
- ۹۔ کفار کے ساتھ "ولایت" پر بنی تعلقات قائم نہ کرو تاکہ تمہاری طرف غیبی امدادیں اٹھ آئیں ﴿امر من عندہ﴾
- ۱۰۔ نفاق کا انجام، اعمال اکارت جانا، رسوائی اور شرمندگی ہے ﴿نادمین﴾
- ۱۱۔ منافقین کی قسموں کے فریب میں نہ آؤ۔ ﴿اقسموا باللہ﴾

آیت ۵۴

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَزِدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِيَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُجِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ط ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! تم میں سے جو شخص بھی اپنے دین سے پھر جائے گا (وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا) کیونکہ عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جسے خدا دوست رکھتا ہو گا اور وہ خدا کو دوست رکھتی ہوگی۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو مومنین کے سامنے متواضع اور کفار کے مقابلہ میں طاقتور ہوں گے۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ سب خدا کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

نکتہ:

روایات میں ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو حضرت رسول اکرم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر مار کر فرمایا: "تمہارے ہم وطن میں اس آیت کے مصداق ہیں" (تفسیر نور الثقلین)

سابقہ آیت میں کفار اور منافقین کے تسلط کے خطرہ کی بات ہو رہی تھی اور اس آیت میں ارتداد کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ جو شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کفار نفاق اور کفار کے ساتھ دوستانہ مراسم کا انجام ارتداد (دین سے پھر جانا ہوتا ہے۔

پیام:

- ۱۔ خردمند اور روشن ضمیر رہبر اور قائد وہ ہوتا ہے جو اپنے پیروکاروں کے بارے میں ارتداد اور اصل اہداف سے پھر جانے کا احتمال بھی دے۔ ﴿من یرتد منکم﴾
- ۲۔ ہر مومن کو اپنے انجام بخیر کی فکر میں رہنا چاہئے ﴿امنوا۔۔۔ یرتد منکم۔۔۔﴾
- ۳۔ مضبوط قیادت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ کسی لگی لپٹی بغیر کہہ دے کہ: "اگر کوئی پیروکار پھر بھی جائے تو ہمارے مقصد کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"
- ۴۔ ارتداد، نتیجہ ہے معرفت، دین اور خدا سے محبت کے فقدان کا۔ ﴿یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ﴾
- ۵۔ خدا اپنے دوستوں اور حامیوں کو لے آئے گا، اس تمہاری کوئی ضرورت نہیں لہذا اس پر احسان نہ جتاؤ۔ ﴿فسوف یاتی اللہ﴾
- ۶۔ ایمان کی راہ میں اور جاہلانہ عادات و رسوم کے توڑنے میں دشمن کے سرزنش شور و شرابے اور مسموم پروپیگنڈے سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور نہ ہی ماحول، عوام اور اکثریت کے آگے ہتھیار ڈالنے چاہئیں۔ (لایخافون لومۃ لائم)
- ۷۔ مسلمان کا لائحہ عمل یہ ہونا چاہئے کہ اپنے دینی بھائی کے سامنے تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کرے اور دشمن کے آگے خم ٹھونک کر آجائے۔ اور تواضع ہو یا طاقت کا مظاہرہ ان میں سے کوئی ایک بھی اصل مطلق نہیں ہے ﴿اذلۃ۔ اعزۃ﴾
- ۸۔ فضل خداوندی صرف مال اور جاہ و مقام کے ملنے کا نام نہیں، خدا کی محبت، اس کی راہ میں جہاد اور دین میں پختگی کا مظاہرہ بھی پروردگار عالم کے فضل و کرم کا مظہر ہوتے ہیں۔
- ۹۔ خدا اور بندہ کے درمیان برابر کی دوستی انسانی کمالات میں سے ایک ہے ﴿یحبہم و یحبونہ﴾ ۳۲

آیت ۵۵

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُتِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ ۵

ترجمہ: تمہارا ولی اور سرپرست تو بس اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لے آئے، نماز کو قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت زکوٰۃ دیتے ہیں۔

نکتہ:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ: ایک سائل مسجد نبوی میں داخل ہوا اور لوگوں سے راہ خدا میں اپنی امداد کی درخواست کی، کسی نے بھی اسے کچھ نہ دیا، حضرت علی علیہ السلام اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اور حالت میں اسے انگلی سے اشارہ کیا اور اسی حالت میں اسے اپنی انگوٹھی عطا فرمائی، اس بخشش اور عطیہ کی عزت و تکریم کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

اس ماجرا کو دس اصحاب پیغمبر نے نقل کیا ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس، عمار بن یاسر، جابر بن عبداللہ، ابوذر غفاری، انس بن مالک اور بلال وغیرہ۔ اور اس کے شان نزول ہر شیعہ اور سنی کا اتفاق ہے اور حضرت عمار یاسر کہتے ہیں کہ جب مولا نے حالت رکوع میں انگشتری دے دی اور اس پر آیت ولایت بھی نازل ہو گئی تو حضرت رسول خدا نے فرمایا "من کنت مولاه فعلی مولاه" یعنی جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر المیزان)

پیغمبر اکرم نے غدیر خم کے مقام پر علی بن ابی طالب کی اوصاف اور ان کا مقام و منزلت بیان کرتے ہوئے اس آیت کو تلاوت فرمایا، (تفسیر صافی) خود حضرت علی علیہ السلام بھی اپنی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے بارہا اس آیت کو پڑھا کئے۔ (تفسیر المیزان) اور حضرت ابوذر غفاری جو خود اس واقعہ کے شاہد تھے مسجد الحرام میں اس واقعہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے رہے (تفسیر مجمع البیان)

اس آیت میں "ولی" کا لفظ "دوست" اور "مددگار" کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ دوستی اور امداد رسانی کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے۔ صرف ان سے نہیں جو حالت رکوع میں راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اور روایات کی رو سے اس سے مراد ذات علی بن ابی طالب ہے اور ایک شخص کے لئے جمع کے الفاظ کا اطلاق (امنوا۔۔) اس کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے ہے جس طرح آیہ مباہلہ میں "انفسنا و انفسکم" آیا ہے۔

پیام:

۱۔ اسلام تولا اور تبرکاً دین ہے۔ اس میں جذب کرنے کی کشش بھی پائی جاتی ہے اور دور کرنے کی طاقت بھی، گزشتہ آیت میں یہود و نصاریٰ کو ولی و سرپرست بنانے کے لئے روکا ہے۔

۲۔ خدا، رسول اور علی کی "روح ولایت" ایک ہے اسی لئے (ولیکم) فرمایا ہے ورنہ "اولیائکم کہا جاتا۔"

۳۔ قرآن مجید میں عام طور پر نماز اور زکوٰۃ ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں، لیکن اس آیت میں دونوں ایک دوسرے میں ملکی ہوئی ہیں۔ (رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی)

۴۔ جن لوگوں کا نماز و زکوٰۃ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا انہیں لوگوں کی ولایت اور رہبری کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ معاشرہ کے محروم طبقہ کی فریاد رسی کے لئے نماز جیسی عبادت کو بھی مانع نہ سمجھو اور مسلمانوں کے مجمع سے سائل کو خالی ہاتھ نہیں پلٹنا چاہئے۔

۶۔ رضائے الہی کے حصول کے لئے مخلوق خدا کی طرف توجہ، اخلاص کے لئے مضر نہیں ہوتی (حالت رکوع میں زکوٰۃ) اسی طرح خدا کو چھوڑ کر خلق خدا کے لئے کام کرنا "مارکسزم" ہے، خلق خدا سے بے پرواہ ہو کر خدا کے لئے کام کرنا "ربانیت" (سادھو ازم) اور رضائے الہی کی خاطر خلق خدا کے لئے کام کرنا "اسلام" کی روش ہے۔

۷۔ جسے غریبوں کی آہ کا کوئی خیال نہیں ہوتا وہ تمہارا رہبر اور ولی نہیں ہو سکتا۔

۸۔ (راہ خدا میں رضائے خدا کے لئے خرچ کرنے جیسے) جزوی کام نماز کو باطل نہیں کرتے۔

۹۔ قرآن نے مستحبی صدقہ اور انگوٹھی کو بھی زکوٰۃ کہا ہے ﴿يَوْتُونَ الزَّكَاةَ﴾

۱۰۔ مسلمانوں پر ولایت کا حق پہلے مرحلہ میں خدا کو حاصل ہے اس کے بعد اس رسول خدا کو پھر امام کو اور اس کے

بعد "ولی فقیہ" کو۔

۱۱۔ رسول اسلام کے بعد علی بن ابی طالب علیہ السلام ہی مسلمانانِ عالم کے اکلوتے رہنما ہیں۔

۱۲۔ تعارف کی بہترین نوعیت یہ ہے کہ کسی کا نام لئے بغیر اس کے اوصاف اور خصوصیات کو بیان کیا جائے،

مخاطب خود ہی اس کا مصداق پیدا کرے۔ (جیسا کہ آیت میں علی علیہ السلام کا نام لئے بغیر ان کے اوصاف و افعال کو

بیان کیا گیا ہے)

آیت ۵۶

﴿وَمَنْ يَتَّوَلِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ ۵

ترجمہ۔ جو شخص خدا، رسول اور مومنین سے ولایت کا تعلق رکھتا ہے تو (اسے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کامیاب ہے، کیونکہ) خدا کا گروہ یقینی طور پر کامیاب ہے۔

نکتہ:

"﴿امنوا﴾" کا مصداق سابقہ آیت میں بیان ہو چکا ہے۔

"﴿حزب اللہ﴾" (خدا کا گروہ) کے اوصاف سورہ مجادلہ / ۲۲ میں مذکورہ ہیں۔

یہ آیت کہ جس میں خدا، رسول اور مومنین کی ولایت کے قبول کرنے کا ذکر ہے، یہ بات سمجھا رہی ہے کہ سابق آیت میں "ولیکم" سے مراد سرپرست اور حاکم ہے نا کہ دوست اور مددگار۔ کیونکہ "حزب اللہ" اور اس کے غالب آنے کی تعبیر ایک مقتدر نظام اور حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ ۳۳

"حزب" کا معنی ہے طاقتور اور مضبوط گروہ (کتاب معجم الوسیط)

پیام:

- ۱۔ "حزب اللہ" صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا، پیغمبر اور اہلبیت کی ولایت اور حکومت کو تسلیم کیا ہے۔
- ۲۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب "اسلام" تمام دنیا پر حکم فرما ہوگا "لیظہرہ علی الدین کلہ" اور اسی دور میں تشیع ہی کا مکمل غلبہ ہوگا ﴿وَمَنْ يَتَّوَلِ --- هُمُ الْغَالِبُونَ﴾
- ۳۔ ہر طرح کی کامیابی حق پر مبنی قیادت اور رہبری میں ہے ﴿وَمَنْ يَتَّوَلِ --- هُمُ الْغَالِبُونَ﴾
- ۴۔ چونکہ نظم و ضبط، مدیریت، قدرت، طاقت، وحدت اور جرأت کے بغیر کامیابی کا حصول ناممکن ہے لہذا حکومت اور غلبہ و کامرانی کے لئے "حزب اللہ" کو ان اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔
- ۶۔ اسلامی غلبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فلاح، عزت، وقار اور منطق کارفرما ہوتی ہے صرف اور صرف طاقت یا حکومت کا تختہ الٹنا نہیں ہوتا۔ ﴿حزب اللہ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے "حزب اللہ ہم المفلحون"

۷۔ چونکہ خداوند عالم غالب ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "والله غالب على امره" لہذا اس سے تعلق رکھنے والے افراد بھی غالب ہیں ﴿حزب الله هم الغالبون﴾

آیت ۵۷

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَ لَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! ان (یہودی اور نصرانی) لوگوں کہ جنہیں تم سے پہلے آسمانی کتاب دی گئی ہے اپنا سرپرست نہ بناؤ جو تمہارے دین کا مذاق اڑائے اور اسے کھیل تماشہ سمجھتے ہیں۔ اور نہ میں (دوسرے) کفار کو اور اگر تم مومن ہو تو خدا سے ڈرتے رہو۔

پیام:

- ۱۔ دین خدا اور مذہبی مقدسات کی توہین اور مسخرہ بازی کی دنیا میں سزایہ ہے کہ ایسا کرنے والوں سے تعلقات ختم کر دیئے جائیں ﴿لا تتخذوا ---﴾
- ۲۔ دین کا مذاق اڑانا، کافروں کا کام ہے۔
- ۳۔ دینی حمیت رکھنا اور نا اہل افراد سے تبرا کرنا، ایمان کی شرط ہے۔
- ۴۔ اگر تم ایماندار ہو اور خدا سے بھی ڈرتے ہو تو پھر دین کا مذاق اڑانے والے کفار سے تعلقات منقطع کرنے سے ہرگز نہ گھبراؤ۔

آیت ۵۸

﴿وَ إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُؤًا وَ لَعِبًا ط ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ۵

ترجمہ۔ اور جب تم (اذان کے ذریعہ لوگوں کو) نماز کیلئے بلاتے ہو تو وہ تمہارے بلاؤے کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل تماشہ سمجھتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔

پیام:

- ۱۔ ان لوگوں سے دوستانہ مراسم نہ رکھو جو اذان کا مذاق اڑاتے ہیں۔
- ۲۔ نماز، دین کا چہرہ اور نمونہ ہے، (گزشتہ آیت میں دین کے مذاق اڑانے کی بات ہو رہی تھی اور اس آیت میں نماز کو مذاق سمجھنے کی بات ہو رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز دین کی ایک نمایاں تصویر ہے۔
- ۳۔ نماز کیلئے بلند آواز سے بلانا چاہئے تاکہ سب لوگ اکٹھے ہوں اور نماز اعلانیہ طور پر ہونی چاہئے ﴿نادیتم﴾
- ۴۔ اسلامی معاشرہ میں نماز کیلئے بلند آواز سے بلانا چاہئے اور اس کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کرنی چاہئے اور انداز ایسا ہو کہ کسی کے مزاحم بھی نہ ہو۔
- ۵۔ عقلمندوں کا طریقہ کار تو منطقی گفتگو ہے لیکن بے عقل لوگوں کا کام مذاق اڑانا ہوتا ہے ﴿ذالک بانہم قوم لایعقلون﴾

آیت ۵۹

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقُمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلُ وَ أَنْ أَكْثَرَ كُفْرًا فَمِنْكُمْ﴾ ۵

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) یہ جو تم ہم پر اعتراض کرتے ہو آیا ہم نے اس کے علاوہ کوئی کام کیا ہے کہ خدا پر ایمان لائے، جو چیز ہم پر نازل ہوئی ہے اس پر اور جو کچھ (قرآن سے) پہلے نازل ہوا (گزشتہ انبیاء پر) ایمان لائے، یقیناً تم میں سے بہت سے لوگ حق کی حدود سے نکل گئے ہیں (اور فاسق ہو چکے ہیں)

پیام:

- ۱۔ مخالفین کے ساتھ بھی اچھے انداز سے جھگڑنا چاہئے، یعنی ایسے استدلال پیش کرنے چاہئیں جن میں دل کو نرم کر دینے والے سوالات موجود ہوں ﴿هل تنقمون﴾ ؟
- ۲۔ ہمارے ساتھ مخالفین کی دشمنی صرف ہمارے ایمان کی وجہ سے ہے ﴿الا ان امنا باللہ﴾
- ۳۔ تاریخی اعتبار سے اہل کتاب نے ہم پر ظلم کرنے کی کیا کسر باقی چھوڑی ہے؟ ﴿هل تنقمون منا﴾

۴۔ دشمن کی سختی کے باوجود تم عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور سب کو ایک جیسا اور فاسق نہ سمجھو ﴿اکثرکم﴾

۵۔ حق کا انکار اور حق کے پیروکاروں کی ایذا رسانی، فسق ہے ﴿فاسقون﴾

آیت ۶۰

﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ط مَنْ لَّعَنَهُ اللَّهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ يِرْوَعَبَدَ الطَّاغُوتِ ط أُولَئِكَ بِشَرِّ مَكَانًا وَ أَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ آیا میں تمہیں یہ خبر نہ دوں کہ خدا کے نزدیک کن لوگوں کی بدترین جزا ہے؟ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان پر غضب ڈھایا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو بندروں اور سوروں کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے اور جنہوں نے طاغوت کی پرستش کی ہے۔ اللہ کے نزدیک ایسے لوگوں کا بدترین ٹھکانہ ہے اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے گمراہ ترین لوگ ہیں۔

نکتہ:

جو لوگ مسلمانوں کے دین اور نماز کا مذاق اڑاتے ہیں، اور انہیں ایمان رکھنے کی وجہ سے اذیتیں دیتے ہیں وہ اپنے تاریک اور بے شرمانہ ماضی پر نگاہ کیوں نہیں کرتے؟ کہ خدا کے قہر و غضب میں گرفتار ہو کر مسخ اور رسوا ہوئے۔ اگرچہ زمانہ پیغمبر اسلام کے یہودی بندروں اور خنزیروں کی صورت میں تبدیل نہیں ہوئے لیکن چونکہ بنی اسرائیل خود کو ایک قوم اور اجتماعی اوصاف کا حامل سمجھتے تھے اور اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر کرتے تھے اور انہیں اپنی طرف نسبت دیتے تھے لہذا ان کے اسلاف کی رسوائیاں، ان کے غرور کو توڑ رہی ہیں۔

پیام:

۱۔ دشمن کے مسموم پروپیگنڈے اور ان کی نیش زنی سے خوف مت کھاؤ کہ ان کی اپنی ایک رسوا کن تاریخ ہے۔

۲۔ جو دوسروں کا احترام نہیں کرتا، اس کا بھی احترام نہیں کیا جاتا۔

- ۳۔ اگر اہل کتاب نے تہیہ کر لیا ہے کہ تمہارا مذاق اڑائیں اور تمہیں دکھ پہنچائیں تو ہم بھی ان کا تاریخی ریکارڈ پیش کئے دیتے ہیں (ان کا بندر اور خنزیر بن جانا اور طاغوت کی پرستش کرنا)
- ۴۔ دشمن کے مسخرہ بازی کے سوتوں (غرور اور تفوق طلبی) کو ان کے رسواکن ریکارڈ کے ذریعہ خشک کر دینا چاہئے۔
- ۵۔ طاغوت کی اطاعت کرنے والے، مسخ ہو جانے والوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔
- ۶۔ تنقید یا مذمت تو وہ کمرے جس کے پاس منطقی استدلال ہو اور دل پاک ہو۔ (گزشتہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کے پاس کوئی منطقی دلیل نہیں ہے اور اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے دل پاک نہیں تھے)

سورہ مائدہ آیت ۶۱

﴿وَ إِذَا جَاءَ وَ كُمْ قَالُوا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَخَلُوا بِالْکُفْرِ وَ هُمْ قَدْ حَرَجُوا بِهٖ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ﴾

ترجمہ۔ اور جب بھی وہ (منافقین) تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لے آئے" حالانکہ وہ یقینی طور پر کفر میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں اور یقین کے ساتھ کفر کی حالت میں باہر جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر طور پر آگاہ ہے کہ جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ لوگوں کا اظہار ایمان تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔
- ۲۔ کفر کی حالت میں آنا اور کافر ہو کر واپس جانا دل کی قساوت کی دلیل ہے۔
- ۳۔ ماحول اور معاشرہ انسان کو کسی چیز کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ دشمن کی باطنی کیفیت سے آگاہ ہے۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ، انسان کے ضمیر اور باطن سے اس کی اپنی نسبت زیادہ آگاہ ہے ﴿اعلم﴾
- ۶۔ بعض اوقات اسلامی معاشرہ کے مذہبی اجلاسوں میں بعض افراد کی شرکت ضروری نہیں ہے کہ ان کے خلوص کی وجہ سے اور ہدایت پانے کے لئے ہو۔

سورہ مائدہ آیت ۶۲

﴿وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَآكُلُوهُمُ السَّحْتِ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَٰعْلَمُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (اے پیغمبر! تم) ان (ایمان کے دعویداروں) میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور ظلم اور حرام کا کھانے میں جلدی کرتے ہیں۔ اور کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے ہیں۔

نکتہ:

گزشتہ آیت میں ان لوگوں کی کافرانہ کیفیت کی بات ہو رہی تھی اور اس آیت میں ان کی اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی خرابیوں کی گفتگو ہو رہی ہے۔

پیام:

- ۱۔ منحرف اور گمراہ لوگوں پر تنقید اور ان کی مذمت کرنے میں بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔
﴿كثيْرًا مِنْهُمْ﴾
- ۲۔ اسلامی معاشرے کی تصویر یہ ہے کہ اس میں صدقات و خیرات اور نیکی کی طرف سبقت ہوتی ہے اور کافرانہ اور منافقانہ معاشروں میں فساد و خرابی کی طرف دوڑ ہوتی ہے۔ پہلے معاشرہ کے لئے ہے "یسارعون فی الخیرات" اور دوسرے کے لئے ہے ﴿یسارعون فی الاثم والعدوان﴾
- ۳۔ منافقین کا اصل مقصد "شہوت" اور "ثروت" اور "قدرت" ہوتا ہے۔ ("اثم"، "سحت"، "عدوان"
- ۴۔ گناہ سے برتر، اس کا علانیہ انجام دینا ہے ﴿تری﴾
- ۵۔ اخلاقی برائیوں ﴿اثم﴾ اجتماعی برائیوں (عدوان) اور اداری و دفتری برائیوں (سخت و رشوت) سے برتر برائیوں کی عادت بنا لیا ہے۔ ﴿یسارعون﴾ استمرار پر دلالت کر رہا ہے)
- ۶۔ گناہ کی آلودگی سے بدتر گناہ میں غرق ہونا ہے ﴿فی الاثم﴾

﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَ أَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

ترجمہ۔ اللہ والے اور تربیت کرنے والے علماء (جن کا معاشرے میں مقام ہے اور کردار موثر ہے) ان لوگوں کو گناہ آلود گفتار اور کردار سے اور ناجائز طریقے سے مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ کس قدر برا کام کرتے ہیں!

نکتہ:

حضرت علی علیہ السلام خطبہ قاصعہ (نبیح البلاغہ کے ۱۹۲ ویں خطبہ) میں ارشاد فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اقوام پر اس لئے قہر و غضب نازل کیا ہے کہ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا تھا، خدا لعنت کرے گناہ کا ارتکاب کرنے والے عوام اور چپ رہنے والے علماء پر۔"

پیام:

۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی سب سے پہلے علماء پر عائد ہوتی ہے اور ان کا کام صرف دین سکھانا اور تقریر کرنا نہیں ہے۔

۲۔ علماء کی خاموشی اور معاشرے سے ان کی لاتعلقی برائیوں کی ترویج کا سبب ہوتی ہے۔

۳۔ علماء کے پاس اقتدار ہونا چاہئے تاکہ وہ وعظ و تبلیغ کے علاوہ اس کے ذریعہ برائیوں کا سدباب کر سکیں (ی ﴿نہامہم﴾

۴۔ اگر نہی عن المنکر، گناہ کو نہیں روک سکتی، کم از کم اس کی سرعت اور تیزی کو تو روک سکتی ہے۔ (ی ﴿سارعون﴾)

--- ﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمْ﴾

۵۔ علماء اہل کتاب نے تو اپنے کم از کم فریضہ کو بھی ادا نہیں کیا (اس سے پہلی آیت اثم، عدوان اور حرام خواری کو ان کے گناہ شمار کیا گیا ہے لیکن اس آیت میں "عدوان" کا لفظ نہیں آیا۔ جو شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر علماء اہل کتاب عدوان کو نہیں روک سکتے تھے، "سخت" کو تو روک سکتے تھے اور کیوں نہیں روکا؟)

۶۔ علم زینت یہ ہے کہ اس کا اظہار کیا جائے اور اس کی برائی اس بات میں ہے کہ خاموشی اختیار کر کے حق بات کو

چھپایا جائے۔

۷۔ برائیوں کے سامنے خاموشی اختیار کر لینے والا عالم، مجرم اور جرائم پیشہ لوگوں سے زیادہ بدتر ہے کیونکہ یہ سمجھ رکھتا ہے اور بیان کی قدرت بھی، لیکن کوئی کام نہیں کرتا۔ ۴۳

آیت ۶۴

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ط غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَةٌ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ط وَ لَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط طُعْيَانًا وَكُفْرًا ط وَ أَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ط كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ط وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿﴾

ترجمہ۔ اور یہودیوں نے کہا کہ "خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے" ان کے اپنے ہاتھ بندھتے رہیں، وہ اس طرح کی بات کرنے سے خدا کے لطف و کرم سے دور ہو گئے۔ بلکہ خدا کے تو دونوں دست (قدرت) ہمیشہ کھلے ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے بخشش کرتا ہے۔ (دشمن اس قدر ہٹ دھرم اور ضدی ہیں کہ) جب بھی کوئی چیز (اے رسول!) آپ پر نازل ہوتی ہے (اسے قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے کے لئے بجائے) ان میں سے بہت لوگوں کے کفر اور سرکشی میں اضافہ کر دیتی ہے۔ اور ہم نے (ان کے بغض و عناد کی وجہ سے) قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دیا ہے۔ وہ جب بھی جنگ کے لئے آگ بھڑکاتے ہیں خداوند عالم (اسلام کے فائدہ اور ان کے نقصان میں) اسے بجھا دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ زمین میں فتنہ و فساد اور تباہی و بربادی کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نکتہ:

گزشتہ آیت میں یہودیوں کی مخالفانہ اور غیر مربوط باتوں کا ذکر اور علماء کا ایسی باتوں سے نہ روکنے کا تذکرہ تھا۔ اور اس آیت میں ایسی باتوں کا ایک نمونہ بیان کیا گیا ہے کہ یہودی کہتے ہیں۔ "خدا کا ہاتھ بندھا ہوا اب وہ ہمیں اقتدار و قدرت اور شان و شوکت نہیں دے سکتا جیسا کہ ہم سابق میں قدرت مند تھے۔"

شيعی روايات کے مطابق یہ آیت بتا رہی ہے کہ یہودیوں کا قضا و قدر کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ کیونکہ یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق ابتدائے آفرینش میں تو خدا کے ہاتھ کھلے تھے جو چاہتا تھا پیدا کر دیتا تھا۔ اور جب سب کچھ خلق کر لیا اب اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

آیت میں "ید" (ہاتھ) کا لفظ "قدرت" کے معنی میں ہے۔ عربی میں "ید" فارسی میں "دست" (اور اردو میں "ہاتھ" کنایہ کے طور پر قدرت اور اثر و رسوخ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم روزمرہ کی باتوں میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا فلاں علاقہ یا فلاں ادارے میں ہاتھ ہے۔ یا فلاں شخص کے بڑے لمبے ہاتھ ہیں۔ یا فلاں کے ہاتھ کٹ گئے۔ یا فلاں شخص تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی ہمارے بس سے باہر ہے وغیرہ۔

روایات میں یہ آیا ہے کہ "اولیاء اللہ خدا کے ہاتھ ہیں" یعنی لوگوں کے لئے خدا کی رحمت اور لطف و کرم کا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

پیام:

۱۔ اپنی عدم لیاقت اور نااہلی کا الزام دوسروں پر نہ لگاؤ۔ (شیطان نے اپنے تکبر کا الزام خدا پر لگایا اور اس کی طرف گمراہ کرنے کی نسبت دی اور کہا: ﴿رب بما اغوتینی﴾ اور یہودیوں نے بھی اپنی بے لیاقتی اور نااہلی کا الزام خدا پر لگایا اور اس کی توجیہ یوں کی کہ خدا بخیل ہے ﴿ید اللہ مغلولہ﴾

۲۔ دین میں کج فہمی کی اجازت نہیں ہے۔ (علامہ طباطبائی مرحوم فرماتے ہیں کہ جب فقر و فاقوں کی نوبت آجاتی یا خدا کو قرض دینے کی آیت نازل ہوئی تو یہودی کہتے کہ: یہ قحط کی صورت اور قرض الحسنہ کی یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں)

۳۔ جیسا کردار ویسی ہی کیفر۔ انہوں نے کہا: ﴿ید اللہ مغلولہ﴾ اللہ نے فرمایا، ﴿غلت ایدیہم﴾

۴۔ دوسروں کے گناہ پر راضی ہونا خود گناہ میں شریک ہونا ہوتا ہے (خدا کی طرف ہاتھ بندھنے کی نسبت بعض یہودی دیتے تھے۔ لیکن چونکہ دوسرے تمام یہودی اس پر راضی تھے لہذا اس غلط اور گمراہ کن نظریہ کی نسبت سب کی طرف دی گئی۔ ﴿قالت الیہود﴾

۵۔ جواب، اعتراض سے زیادہ طاقتور ہونا چاہئے۔ (انہوں نے کہا: خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، آیت کہہ رہی ہے خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ یعنی خدا صرف قدرت ہی نہیں رکھتا قدرت کاملہ بھی رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا "یدالہ" آیت نے کہا: "یداہ"

۶۔ قرآن مجید میں جس جگہ کوئی ایسا نقطہ نظر آئے جس کا بظاہر عقل کے ساتھ سازگار نہیں ہوتا تو اس کی صحیح تفسیر تلاش کرنی چاہئے۔ (خدا کی طرف "ہاتھ" کی نسبت کہ "یداہ بسو طمان) جبکہ خدا کا جسم ہی نہیں کہ اس کے دو ہاتھ ہوں۔ تو یہاں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ "ہاتھ" خدا کی قدرت اور طاقت سے کنایہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں)

۷۔ جس طرح قرآن مجید، پرہیزگاروں کے لئے نور اور ہدایت ہے، اسی طرح ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے لئے کفر اور سرکشی کا موجب بن جاتا ہے (ویزیدن۔۔۔)

۹۔ یہودی ہمیشہ سے فتنہ کی آگ بھڑکاتے آرہے ہیں لیکن خود ہی اس میں جل جاتے ہیں۔ ﴿کَلِمًا اَوْ قَلْوًا﴾ --)

۱۰۔ یہودی بظاہر قیامت تک رہیں گے ﴿الٰی یَوْمِ الْقِیْمَةِ﴾

۱۱۔ جب تک مسلمان، حضرت رسول پاک کی اتباع کرتے رہے اس وقت تک خدا بھی یہودیوں کے فتنہ و فساد اور جنگ کی آگ کو بجھاتا رہا اور جب سے وہ اس رستے سے ہٹ گئے اور نصرت الہی کا سہارا چھوڑ دیا اس وقت سے یہودیوں کے فتنوں کی آگ میں جل رہے ہیں۔

۱۲۔ سزا کے طور پر ان یہودیوں میں کینہ اور دشمنی کا ڈالنا بھی خدا کی طرف سے ہے اور آتش جنگ کا بجھانا بھی اسی

کی طرف سے ہے۔ ﴿الْقَبِيْنَا--- اَطْفَا﴾

آیت ۶۵

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلْنَاهُمْ جَنَّةِ النَّعِيمِ﴾

ترجمہ۔ اور لوگ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کرتے تو یقیناً ہم بھی ان کے گناہ معاف کر دیتے، اور پورے یقین کے ساتھ ہم انہیں نعمتوں بھری بہشت میں لے جاتے۔

پیام:

- ۱۔ شدید طریقہ پر مذمت کرنے کے ساتھ، واپسی کی راہ بھی کھلی رکھنی چاہئے ﴿ولو ان اهل الكتاب﴾
- ۲۔ ایمان اور اسلام لے آنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں (حدیث پاک میں ہے کہ "﴿الاسلام يجب ما قبله﴾ یعنی اسلام سابقہ خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور قرآن مجید کہتا ہے ﴿لفکرنا﴾
- ۳۔ تقویٰ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے ﴿اتقوا لکفرنا﴾
- ۴۔ تقویٰ کے بغیر ایمان کارساز نہیں ہوتا ﴿امنوا و اتقوا﴾
- ۵۔ خدا کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کے حصول کے لئے پہلے پاک صاف ہونا چاہئے ﴿کفرنا، ادخلنا﴾
- ۶۔ خدا کے پاس عفو و درگزر کے علاوہ لطف و کرم بھی ہے ﴿ولادخلنا﴾

آیت ۶۶

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَلَا يُجِيلُ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ط مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط وَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ۔ اور اگر وہ (یہودی و نصاریٰ) توریت، انجیل اور اس چیز کو قائم رکھتے جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہے تو ان کے اوپر سے (آسمانی برکتیں) اور نیچے سے (زمینی برکتیں) ان تک پہنچ جائیں اور وہ (مزے سے کھاتے۔ ان میں سے کچھ تو میانہ رو (اعتدال پسند) ہیں اور بہت سے لوگ برے کام کرتے ہیں۔

نکتہ:

اگر دوسری آسمانی کتابوں کے پیروکار قرآن کے آگے جھک جاتے، اور قرآن کے آگے جھکنے کا مقصد بنی اسرائیل کا عربوں کے آگے گھٹنے ٹیکنے سمجھتے، اور یہ سمجھتے کہ انبیاء کی اصول تعلیمات ایک ہی ہیں اور توریت و انجیل کے بعد نازل ہونے والی کتاب (قرآن) پر ایمان، اوپر کی کلاس تک رسائی ہے نا کہ سابقہ آئین و دستور کا بطلان ہے تو وہ قیامت کے دن آخرت میں بہرہ مندی کے علاوہ اسی دنیا میں بھی انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالا مال ہوتے۔

سابقہ آیت میں معنوی اور اخروی سعادت کے حصول میں ایمان کے عمل دخل کو بیان کیا گیا ہے اور اس آیت میں دنیوی سعادت اور اقتصادی آسائشوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں یہودیوں کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ خدا کے بارے میں کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بند ہے، اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہودیو تم آسمانی کتابوں کی طرف رجوع کرو پھر دیکھو کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہیں یا کھلے؟ اگر تمہاری عظمت، ذلت میں تبدیل ہو گئی ہے تو یہ تمہارے کفر اور احکام الہی سے منہ موڑ لینے کی وجہ سے ہے نا کہ خدا کے بخل کی وجہ سے!

پیام:

۱۔ تمام آسمانی کتابیں قابل احترام ہیں ﴿اقاموا للتورۃ والانجیل﴾ (-----)

۲۔ دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے ان کے صحیح عقائد اور مقدسات پر حملہ نہ کرو۔ ﴿اقاموا التورۃ والانجیل﴾

﴿--

۳۔ آسمانی کتابیں، تمام تحریکوں کے لئے راہنما، محور اور آئین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح محاذ جنگ پر جھنڈے

کی حیثیت ہوتی ہے کہ اسے ہمیشہ کھلا اور سر بلند رہنا چاہئے ﴿اقاموا﴾

۴۔ مذہب کی طرف توجہ اور دینی دستوروں پر عمل مادی زندگی کو بھی سنوارتا ہے ﴿لاکلوا﴾ (---) ۳۳

۵۔ اسلام، عوام کے رفاہ اور سہولت کو بھی مد نظر رکھے ہوئے ہے۔ ﴿لاکلوا-﴾ (---)

۶۔ بگڑا ہوا معاشرہ انسان کو بگڑنے پر مجبور نہیں کرتا، بدکاروں کے انبوہ کثیر میں معتدل مزاج لوگ بھی موجود ہوتے ہیں

﴿منہم امة معتقدة﴾

۷۔ لوگوں کا ایمان، نظام کائنات، زمین، ابرو باراں، زراعت اور باغات وغیرہ میں جڑا عمل دخل رکھتا ہے
(تفسیر المیزان)

۸۔ کبھی بھی ایک اکائی، ایک قوم، ایک علاقہ اور ایک مذہب کے تمام لوگوں کو برانہ سمجھو، ﴿منہم امة مقتصدۃ﴾

۹۔ کتاب آسمانی کی صرف تلاوت ہی کافی نہیں اس کا قائم کرنا بھی ضروری ہوتا ہے ﴿اقاموا التورۃ﴾

۱۰۔ قرآن کی مخاطب تمام امتیں ہیں صرف مسلمان نہیں ہیں ﴿ما انزل الیہم من رحمۃ﴾

آیت ۶۷

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ۔ اے رسول! جو کچھ کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو الہی رسالت کو نہیں پہنچایا۔ (ڈرو نہیں) خدا تمہیں لوگوں (اور ان افراد کے شر) سے بچائے گا (جو اس اہم پیغام کو سننا گوارا نہیں کرتے) یقیناً خداوند عالم کافر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

نکتہ:

تمام شیعہ مفسرین روایات اہل بیت کی رو سے اور فخر رازی اور صاحب تفسیر "النار" جیسے بعض اہلسنت مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق علی بن ابی طالب کی ولایت اور واقعہ غدیر خم سے ہے۔

آیت کا انداز مخاطب اور لب و لہجہ اسے پہلے اور بعد کی آیات سے جدا کر رہا ہے پورے قرآن میں صرف اسی مقام پر پیغمبر کو پیغام نہ پہنچانے پر زبردست تہدید کی گئی ہے کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جو کچھ تم نے ۲۳ سال کے عرصہ میں کار رسالت انجام دیا ہے وہ سب اکارت جائے گی۔

اب یہاں پر دیکھنا یہ چاہئے کہ یہ کیسا اہم پیغام ہے جس کے بارے میں اس قدر تاکید و تہدید سے کام لیا گیا ہے؟

اس آیت میں چند نکات ایسے ہیں جو اس کے مضامین پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ سورہ مائدہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئی۔

۲۔ آیت میں آنجناب کو "یا ایھا النبی" کے ساتھ خطاب کرنے کی بجائے "یا ایھا الرسول" کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالت کا کوئی اہم پیغام ہے۔

۳۔ "ابلاغ" کی بجائے "بلغ" کے ساتھ تبلیغ رسالت کا حکم دیا گیا ہے جو ایک اہم سرکاری اور حتمی پیغام ہونے کی علامت ہے۔

۴۔ آیت شریفہ میں پیغمبر اکرم کو اس اہم پیغام نہ پہنچانے پر اس قدر دھمکی دی گئی ہے کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور لوگوں تک اسے نہ پہنچایا تو ان کی تمام تیس سالہ دینی خدمات اور رسالت کا کام رائیگاں ہو جائے گا۔

۵۔ رسول گرامی اسلام کو اس پیغام کے پہنچانے پر کوئی خاص اندیشہ درپیش تھا، جس کی بنا پر خداوند عالم ان کی دلجوئی کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ "ہم تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیں گے"۔

۶۔ سرکار رسالت کو اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا، کیونکہ آپ تو اس وقت بھی نہیں ڈرے تھے تنہائیوں کے خلاف برسپیکار رہے اور مشرکین کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑیں حالانکہ اس وقت آپ اکیلے تھے اور خطرات اس سے کہیں زیادہ تھے۔ اس زمانے میں تو آپ کو پتھر مارے جاتے اور اصحاب کو اذیتیں پہنچائیں جاتیں۔ اب جبکہ آپ عمر کے آخری حصے میں ہیں اور اصحاب و احباب کی کثرت ہے کیسے ڈر سکتے ہیں؟

۷۔ آیت میں ایک ایسا پیغام ہے جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے نبوت و رسالت کے تمام عرصے کے کار رسالت کے برابر ہے۔

۸۔ اس آیت میں الہی تربیت کے تسلسل کا پیغام پنہاں ہے۔ ﴿من ربک﴾

۹۔ اس پیغام کا مضمون کوئی خاص بنیادی اور اساسی مسئلہ ہونا چاہئے، ورنہ عام جزوی اور انفرادی مسائل میں اس قدر دھمکی یا دلجوئی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۱۰۔ آیت کا پیغام توحید، نبوت اور معاد (قیامت) سے متعلق بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ اصول تو بعثت کے پہلے ہی ایام میں مکہ مکرمہ میں بیان کئے جا چکے تھے اور آنحضرت کی عمر کے آخری دنوں میں اس بارے میں اس قدر تاکید کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۱۔ آیت کا پیغام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد وغیرہ کے بارے میں بھی نہیں ہے کیونکہ یہ سب کچھ آنحضرت کی ۲۳ سالہ زندگی میں بیان ہو چکے ہیں اور لوگ بھی ان پر عملدرآمد کر چکے ہیں اور ان کے بارے میں کسی قسم کا خدشہ یا اندیشہ بھی پیش نظر نہیں ہے۔

تو پھر اس اہم پیغام کا مضمون اور مقصد کیا ہے جو اس آخری سورت میں آیا ہے؟ بہت سی شیعہ اور سنی روایات ہمیں اس حیرت سے نجات دلاتی ہیں اور ہماری راہنمائی کرتی ہیں۔ روایات بتاتی ہیں کہ اس آیت کا تعلق ۸ ذی الحجہ ۱۰ ہجری سے ہے جو حجۃ الوداع کے سفر میں آنحضرت پر نازل ہوئی ہے۔ اور وہ یوں کہ جب سرکار رسالت آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو "غدیر خم" کے مقام پر آپ نے حکم الہی کے تحت تمام لوگوں کو رکنے کا حکم دیا اور سب حاجی صاحبان وہیں پر جمع ہوئے۔

یہ وہ جگہ ہے جس میں پانی بھی تھا اور درخت بھی جو حجاز کی گرمی میں بڑے کارآمد تھے اور یہیں سے ہی اہل یمن، عراق، شام، مدینہ اور حبشہ کے حاجیوں کے قافلے ایک دوسرے سے جدا ہوتے۔

مقام غدیر خم میں حضرت رسالت مآب نے مسلمانوں کے جم غفیر میں اونٹوں کے پالانوں کا نبر تیار کرایا اور اس پر تشریف لے جا کر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص اور اہم ترین مسئلہ پیش نظر ہے جس کے لئے طولانی خطبہ ارشاد کیا جا رہا ہے۔ اور وہ بھی ایسی جگہ پر جہاں جھلسا دینے والی گرمی ہو اور زمین آگ اگل رہی ہو۔ لوگ اپنے سروں پر کپڑے ڈالے ہوئے تھے اور عبائیں نیچے بچھائے ہوئے تھے۔ اس خطبہ کا ابتدائی حصہ توحید، نبوت اور معاد پر مشتمل تھا۔ جو نوعیت کے لحاظ سے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ نئی بات وہاں سے شروع ہوئی جب آنحضرت نے اپنے وصال کی خبر دی اور اپنے بارے میں لوگوں کا نظریہ معلوم کرنا چاہا۔ سب نے آپ کی عظمت، شرافت، خدمت اور رسالت کی اعلیٰ درجہ کی گواہی دی۔

جب آپ مطمئن ہو گئے کہ آپ کی آواز چار اطراف تک بخوبی پہنچ رہی ہے، تو اس پر مستقبل کے لئے ایک اہم پیغام ان لوگوں تک پہنچایا۔ اور اطمینان کا یہ حصول مستقبل کی پیش بندی کے لئے تھا تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم نے آپ کا پیغام نہیں سنا تھا۔ کیونکہ جب آنحضرت کی وفات کے بعد بنت پیغمبر حضرت فاطمہ زہرا نے ہر ایک کے دروازے پر جا کر یہ کہا: "کیا تم غدیر خم میں موجود نہیں تھے؟ اور تم نے نہیں سنا تھا رسول خدا نے علی کے بارے میں کیا کہا؟ اور

کیا علی کا امام اور رہبر کی حیثیت سے تعارف نہیں کرایا؟۔۔۔ "تو وہ لوگ جواب میں کہتے: "ہم غدیر خم میں پیغمبر سے دور بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آواز کو نہیں سنا!"

خدا کی پناہ اس حق پوشی، ڈر، بے وفائی اور بنت پیغمبر سے جھوٹ بولنے سے!!!
بہر حال، تاریخ کے ان حساس ترین لمحوں میں اور اس کیفیت کے ساتھ ارشاد فرمایا: "من کنت مولاه فعلی مولاه" یعنی جس کا میں مولا و رہبر ہوں، علی بھی اسی کے مولا و رہبر ہیں۔
پس معلوم ہوا کہ اس اہم پیغام کا موضوع "علی بن ابی طالب کی رہبری، امامت اور خلافت" تھا۔

پیام:

- ۱۔ خطاب کی نوعیت، ہدف کی نوعیت سے ہم آہنگ ہونی چاہئے۔ چونکہ ہدف، پیغام کی رسالت ہے لہذا خطاب بھی ﴿یایہا الرسول﴾ کے ساتھ ہوا ہے۔
- ۲۔ خدائی احکام اور پیغام، سب ایک سطح کے نہیں ہوتے، بعض اوقات ایک جملہ کو ظاہر نہ کرنا، تمام حقائق کے چھپانے کے برابر ہوتا ہے۔
- ۳۔ دشمن کے نیزوں، تلواروں اور ایذا رسانیوں سے زیادہ خطرہ نہیں ہوتا جتنا خطرہ داخلی فتنوں سے ہوتا ہے۔
- ۴۔ اگر قیادت اور رہبری صحیح نہ ہو مذہب اور امت برباد ہو جاتے ہیں۔
- ۵۔ یہود و مشرکین سے جنگ کرنا اتنا خطرناک نہیں جتنا حسد کی آفتیں خطرناک ہوتی ہیں۔
- ۶۔ اسلام کا اصل رکن اسلامی قیادت اور اسلامی حکومت ہے۔ ﴿رسالۃ﴾
- ۷۔ اسلامی رہبر کا انتخاب خدا کی طرف سے ہونا چاہئے ﴿ما انزل الیک من ربک﴾ (ملاحظہ ہو تفسیر المیزان)
- ۸۔ ولایت کا انکار ایک طرح کا کفر ہے ﴿ان اللہ لایہدی القوم الکافرین﴾
- ۹۔ زمان اور مکان دو ایسے عناصر ہیں جو تبلیغ کے لئے اہم ارکان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ "غدیر خم"
- ۱۰۔ لوگ تو دو گواہوں کے ساتھ اپنا حق حاصل کر لیتے ہیں، لیکن علی بن ابی طالب ہزار گواہوں کی موجودگی میں اپنا حق حاصل نہ کر سکے۔ خدا برا کرے دنیا کی محبت اور حسد کا!

آیت ۶۸

﴿قُلْ يَا هَلَلِ الْكِتَابِ لَسْتُ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُفِيمُوا تَوْرِيَّةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ط وَ لَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَ كُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اے اہل کتاب! جب تک تم تورات، انجیل اور اس چیز کو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے قائم نہیں کرو گے (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو گے۔ اور جو قرآن (اے پیغمبر!) تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے بالیقین ان میں سے بہتروں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کر دے گا، لہذا کافر لوگوں پر افسوس نہ کیا کرو۔ ۳۵

پیام:

- ۱۔ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے ﴿بِقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَ مَا﴾ ---)
- ۲۔ ایمان کا دعویٰ ہی کافی نہیں اسے قائم رکھنا اور اس کے مطابق عملی اقدام بھی ضروری ہوتا ہے ﴿حَتَّىٰ يَقِيمُوا﴾ جو عمل نہیں کرتا بے دین ہے ﴿لَنْكُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ﴾
- ۳۔ دینی احکام اور آسمانی کتاب کے قوانین کو محور عمل ہونا چاہئے اور انہی کی مقتدر اعلیٰ ہونا چاہئے۔ ﴿تَقِيمُوا، اِقَامُوا﴾
- ۴۔ انسان کی شخصیت اور ان کی قدر و قیمت ان کے مذہبی امور کی پاسداری کے مطابق ہوتی ہے۔ ﴿لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تَقِيمُونَ﴾
- ۵۔ تبلیغ کا خوبصورت انداز یہ ہے کہ سب سے پہلے دوسروں عقائد حقہ کا احترام کرو پھر انہیں اپنے مذہب کی راہیں دکھاؤ (توریت، انجیل اور قرآن)
- ۶۔ افراد کا کفر اور ان کی سرکشی نہ تو نظام کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی دین و مذہب کو، بلکہ خود ان کے اپنے لئے نقصان دہ اور مضر ہوتی ہے اور دین و مذہب کا حامی خود خدا ہے، ﴿فَلَا تَأْسَ﴾
- ۷۔ ضدی مزاج اور ہٹ دھرم افراد کے لئے افسوس کرنا جائز نہیں ہے ﴿فَلَا تَأْسَ﴾

آیت ۶۹

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَ النَّصْرَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً جو لوگ مومن ہیں، یہودی، صابی اور نصرانی ہیں، جو بھی (اپنے زمانے میں) خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لے آیا اور نیک کام انجام دیئے ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ ۳۶

نکتہ:

حضرت امام رضا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق "صابئین" ستارہ پرست ہیں۔ (تفسیر الطیب البیان) آیت کا تعلق ان لوگوں کے ایمان اور عمل صالح سے ہے جو اپنے دور کے دین کے پیروکار تھے اور نئے دین کے آجانے کے بعد، انہیں چاہئے کہ خدا کی نئی شریعت پر ایمان لے آئیں ورنہ تو ان کے بعد میں آنے والے انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ یہودی، نصرانی اور دوسرے لوگ مسلمانوں کی طرح اسلام پر ایمان لے آئیں اور اعمال صالح بجالائیں تو ان پر کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوگا۔

۱۔ قوم پرستی، نسل پرستی اور ہر قسم کا مذہبی تعصب قطعاً ممنوع ہے ﴿من امن بالله﴾
۲۔ تمام آسمانی ادیان میں سعادت کا معیار صرف اور صرف "ایمان اور عمل صالح ہے" نہ تو خالی خولی دعوے ہیں اور نہ ہی کسی خاص اسم سے موسوم ہونا۔

۳۔ ایمان اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ﴿امن --- وعمل﴾

۴۔ سکون و اطمینان صرف ایمان اور عمل صالح کے زیر سایہ حاصل ہوتا ہے ﴿فلا خوف ---﴾

آیت ۷۰

﴿لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا ط كَلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَ فَرِيقًا يَقْتُلُونَ﴾

ترجمہ۔ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمانہ لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب بھی کوئی پیغمبر ان کے پاس کوئی (پیغام اور) بات لے آیا جو ان کی منشا کے خلاف تھی تو کچھ کو تو انہوں نے جھٹلا دیتے اور کچھ کو قتل کر دیتے۔

نکتہ:

اس آیت میں "یثاق" سے مراد شاید وہی عہد و پیمان ہے جو سورہ بقرہ/۹۳ اور سورہ آل عمران / ۸۱ میں گزر چکا ہے۔ لوگوں کی مرضی اور منشاء کے خلاف انبیاء کی دعوت، اولیاء خدا کی تکذیب، لوگوں کی پیمان شکنی اور اولیاء اللہ کی شہادت کا تذکرہ اور وہ بھی ایسی آیات میں جو مقام غدیر خم میں علی علیہ السلام کے منصب امامت و خلافت پر فائز ہونے کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کے بعد، کوئی اتفاقی بات نہیں ہے۔ اسی طرح یہ آیت جو پیمان غدیر خم کے بعد کی آیت ہے، اور اس سورت کا آغاز بھی عقود و پیمان کو پورا کرنے "سے ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر کئی پیام مضمیں ہیں۔

پیام:

- ۱۔ عہد شکنی، پیغمبر کشی، تکذیب اور ہٹ دھرمی بنی اسرائیل کی خصوصیات رہی ہیں۔
- ۲۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کا سرچشمہ نفسانی خواہشات ہیں ﴿بما لا تحوی﴾ ---)
- ۳۔ بنی اسرائیل میں صرف حضرت موسیٰ ہی نہیں کئی دوسرے انبیاء بھی گزر چکے ہیں ﴿رسلا﴾
- ۴۔ بنی اسرائیل کی تاریخ سے واقفیت سے ایک تو ان کے حقائق سے واقفیت ہوتی ہے دوسرے ان کے واقعات سے عبرت حاصل ہوتی ہے تیسرے اس سے مسلمانوں کو خبردار کیا جاتا ہے اور چوتھے سب لوگوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بھی ہے۔
- ۵۔ تمام انبیاء علیہم السلام یا تو جھٹلائے گئے ہیں یا پھر انہوں نے جام شہادت نوش کیا ہے ﴿فریق کذبوا و فریقاً یقتلون﴾
- ۶۔ بگڑے ہوئے خراب معاشرے میں یا تو اللہ والوں کی ذات کو قتل کیا جاتا ہے یا پھر ان کی شخصیت کو۔ ﴿قتل۔ تکذیب﴾

﴿وَحَسَبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةً فَعَمُّوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُّوا وَصَمُّوا كَثِيرًا مِّنْهُمْ ط وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (یہودی چونکہ خود کو برتر اور اولیاء اللہ سمجھتے تھے لہذا) انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان کے لئے کوئی فتنہ اور آزمائش نہیں ہوگی۔ لہذا وہ (حقائق کو دیکھنے سے) اندھے اور (حقائق کو سننے سے) بہرے ہو گئے۔ پھر خدا نے اپنا لطف و کرم ان کی طرف پلٹا دیا اور ان کی توبہ قبول کر لی۔ لیکن پھر بھی ان میں سے بہت لوگ (آیات الہی کو دیکھنے اور سننے سے) اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

نکتہ:

بنی اسرائیل سمجھتے تھے کہ خدائی آزمائشات اور قہر و غضب کا تعلق صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک تھا۔ اب وہ بات نہیں رہی۔ اس لئے وہ مادی زندگی، آسائش طلبی میں سرگرم ہو گئے اور آیات خداوندی سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔

پیام:

- ۱۔ کبھی بھی فتنوں (خدا کی آزمائش، اس کے قہر و غضب اور شرک کی آلودگیوں) سے غافل نہیں ہونا چاہئے ﴿وحسبوا الاتکون فتنۃ﴾
- ۲۔ غرور، تکبر، خیال گمان، انسان کو اندھا اور بہرہ اور صحیح شناخت سے محروم کر دیتے ہیں۔ ﴿عموا۔۔۔﴾
- ۳۔ کسی کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ امتحان کے بغیر کسی مقام و منصب پر فائز ہو جائے گا۔ ﴿حسبوا الاتکون فتنۃ﴾
- ۴۔ خداوند عالم کا لطف و کرم اس حد تک ہے کہ انسان کی عذر خواہی کے بغیر بھی اس کے پاس آپہنچتا ہے ﴿تاب اللہ﴾
- ۵۔ خداوند کریم تو مہربان ہے لیکن انسان ضدی اور ہٹ دھرم ہے ﴿تاب اللہ علیہم ثم عموا﴾
- ۶۔ توبہ شکنی بنی اسرائیل کے کرتوتوں میں سے ایک ہے ﴿تاب اللہ علیہم ثم عموا﴾
- ۷۔ اگرچہ انسان بعض اوقات اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے لیکن خداوند عالم ہمیں اچھی طرح دیکھ رہا ہوتا ہے، ﴿واللہ بصیر﴾

سورہ مائدہ آیت ۷۲

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنَىٰ إِسْرَآءِئِيلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ط إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوَهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾

ترجمہ۔ جن لوگوں نے کہا: "حضرت مسیح بن مریم ہی خدا ہیں" یقیناً وہ کافر ہو گئے ہیں (وہ ایسا کیوں کہتے ہیں جبکہ خود) حضرت عیسیٰ نے کہا: اے بنی اسرائیل! اس خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ یقینی بات یہ ہے کہ جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا، خدا اس پر بہشت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔

نکتہ:

انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹ میں حضرت عیسیٰ نے لوگوں کو توحید الہی کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے: "ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے"

انجیل میں باب ۶ آیت ۲۴ میں بھی یوں آیا ہے کہ "مجال ہے کہ انسان کے دو آقا اور دو محبوب ہوں۔ اور وہ خدا کی بھی خدمت کرے اور کسی دوسرے کی بھی!"

پیام:

- ۱۔ انحراف، کج فکری اور گمراہی کا جواب دو ٹوک انداز میں دینا چاہئے۔ ﴿لَقَدْ﴾
- ۲۔ غلو، اور خدا کے حصول کا عقیدہ خواہ خدا کے بہترین بندے کے قالب کے بارے میں کیوں نہ ہو، کفر ہے ﴿كُفْر﴾
- ۳۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا سمجھتے ہیں وہ کافر، مشرک، ظالم اور بہشت سے محروم ہیں۔
- ۴۔ جو شخص شکم مادر سے باہر آئے وہ کیونکر خدا ہو سکتا ہے؟ ﴿مَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ﴾
- ۵۔ مدعی سست گواہ چست کا مصداق نہ بنو، خود حضرت عیسیٰ تو خدا کی توحید پرستی کی دعوت دیں اور تم عیسیٰ کو خدا ماننے لگو ﴿قَالَ الْمَسِيحُ ---﴾

۶۔ مشرک ہرگز بہشت نہیں جائے گا۔ ﴿لقد حرم الله ---﴾

۷۔ غیر خدا کی عبادت کا سوچنا بھی مقام انسانیت پر ظلم ہوتا ہے ﴿لظالمین﴾

۸۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جان کا نذرانہ دے کر تمہاری نجات کی ضمانت دے دی

ہے۔ ایں خیال است و محال است و جنون، ﴿وما للظالمین من انصار﴾

آیت ۷۳

﴿لقد كفرًا لِّدِينٍ قَالَ ۗوَإِنَّ اللَّهَ تَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ط وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهَوْا عَمَّا يُفْعَلُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

ترجمہ۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ "خدا تین (خداؤں میں) سے تیسرا خدا ہے" وہ یقیناً کافر ہو گئے جبکہ خداوند یکتا کے علاوہ اور کوئی خدا ہے ہی نہیں۔ اور اگر وہ اس بات سے باز نہیں آتے جو کہتے ہیں تو یقیناً دردناک عذاب کافروں کو آ لے گا۔

نکتہ:

گزشتہ آیت میں حضرت عیسیٰ کے قالب میں خداوند یگانہ کے حلول کے گمراہ کن عقیدہ کی نفی کی گئی ہے اور اس آیت میں "تثلیث" کے گمراہ کن عقیدہ کو باطل کیا جا رہا ہے۔ چونکہ دونوں شرک ہیں اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جانا چاہئے۔ اور عیسائیوں دانشوروں کی جدید تحقیق کے مطابق "تثلیث" کا عقیدہ علمی لحاظ سے قابل اعتبار نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر المیزان)

پیام:

۱۔ اسلام، تمام آسمانی ادیان اعتقادات کی اصلاح کا ذمہ دار ہے۔

۲۔ شرک اور کئی خداؤں (تثلیث) کا ماننا کفر ہے، ﴿لقد كفر﴾ ---

۳۔ ایسی یا وہ گوئی کی سزا ملتی ہے جو جان بوجھ کر، دشمنی کی بنا پر اور کوتاہی کی وجہ سے کی جائے۔ ﴿كفروا منهم﴾

۴۔ عذاب سے پہلے تنبیہ ضروری ہے ﴿وان لم ينتهوا﴾

۵۔ کفر و شرک کا انجام، عذاب ہے ﴿عذاب الیم﴾

آیت ۷۴

﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ۵

ترجمہ۔ آیا وہ خدا کی طرف واپس نہیں لوٹتے اور (اپنی غلطیوں کی) خدا سے معافی نہیں مانگتے؟ جبکہ خداوند عالم بخشنے والا مہربان ہے۔

پیام:

- ۱۔ غلط اور گمراہ عقیدوں سے توبہ کرنی چاہئے ﴿افلاتیوبون﴾
- ۲۔ گمراہ اور منحرف لوگوں کو خدا کی بخشش اور رحمت کا ذکر کر کے سیدھے راستے کی دعوت دو ﴿واللہ غفور رحیم﴾
- ۳۔ کفر اور شرک جیسے گناہ بھی توبہ اور خدا کی توحید پر عقیدہ رکھنے سے بخشے جاتے ہیں۔
- ۴۔ خدا بخشتا بھی ہے اور اپنی رحمت بھی نازل کرتا ہے ﴿غفور رحیم﴾
- ۵۔ عذاب کے ساتھ ساتھ (جیسا کہ گزشتہ آیت میں ہے) توبہ کرنے والوں کے لئے رحمت کا ذکر بھی ہے۔

آیت ۷۵

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَ أُمُّهُ صَدِيقَةٌ ط كَانَا يَأْكُلَنِ الطُّعَامَ ط أَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

ترجمہ۔ مسیح بن مریم کو رسول کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔ ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت سچی تھیں اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ (اے پیغمبر!) آپ دیکھئے کہ ہم اپنی نشانیاں کس طرح بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ لوگ (حق سے) کس طرح بھٹکتے پھرتے ہیں۔

نکتہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین دلائل کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا نہیں ہیں۔
الف: شکم مادر سے باہر آئے ہیں اور مریم کے بیٹے ہیں۔

ب: ان کی طرح کے اور پیغمبر بھی گزر چکے ہیں وہ کوئی اکیلے پیغمبر نہیں ہیں۔

ج: انہیں بھی دوسرے لوگوں کی طرح کھانے اور زندگی کی ضروریات کی دوسری چیزوں کی ضرورت رہتی ہے اور اپنے زور بازو سے لقمہ نان حاصل کرتے ہیں اور کسی طرح کی قدرت کاملہ کے مالک نہیں ہیں کہ خدا ہوتے، جسے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے وہ غذا کا خالق نہیں بن سکتا۔ یہ قرآن کا واضح اور عمومی بیان ہے۔

پیام:

۱۔ (معجزہ جیسی) بعض خصوصیات یا مستثنیات کا حامل ہونا کسی کے خدا ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔ دوسرے انبیاء بھی معجزے پیش کیا کرتے تھے یا آدم علیہ السلام بھی بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے تھے (قد خلت میں قبلہ الرسل)
۲۔ حضرت مریم "ولیتہ اللہ" ہیں۔ قرآن، عورت کی تعظیم کرتا ہے اور حضرت مریم کو "صدیقہ" کہتا ہے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ حضرت مریم، کلمات اللہ کی تصدیق کرتی تھیں اور عبادت گزاروں میں سے تھیں۔ ﴿صدقہ بکلمات ربھا و کتبہ و کانت من القانتین﴾، (سورہ تحریم/۱۲)۔

۳۔ موت، تمام انبیاء کے لئے حتمی ہے۔ ﴿قد خلت﴾

۴۔ خدا کا نہ جسم ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہے، نہ کسی کا محتاج ہے نہ کسی مکان میں ہے، جبکہ حضرت عیسیٰ ان سب چیزوں کے حامل ہیں، کہاں ضرورت مند ہونا اور احتیاج رکھنا اور کہاں خدا ہونا؟

۵۔ اگر عناد اور دشمنی ہی اصل بنیاد ہو تو واضح سے واضح اور روشن سے روشن دلائل بھی پیکار ہوتے ہیں ﴿کیف نبین --- انی یو فکون﴾

آیت ۷۶

﴿قُلْ اَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ آیا خدا کے علاوہ ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تو کسی نفع کی مالک ہیں اور نہ ہی نقصان کی؟ اور خداوند عالم ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پیام:

- ۱۔ کسی کی عبادت اور پرستش کا محور، ضروریات کا پورا کرنا، منفعت کا حصول اور مضرات کا دور کرنا ہے۔ اور غیر اللہ تو تمہاری کوئی بھی ضرورت پوری نہیں کرتے۔ ﴿اتعبدون﴾ (۔۔۔)
- ۲۔ مضرات کا دور کرنا، منفعت کے حصول پر مقدم ہوتا ہے ﴿ضرا و الانفعا﴾
- ۳۔ مشرک کی راہوں کے باطل ہونے کے لئے اپنے ضمیر اور اپنی عقل کی طرف رجوع کرو! ﴿اتعبدون﴾
- ۴۔ خدا کے علاوہ تمہارے دوسرے معبود تو تمہاری باتوں کے سننے اور ضروریات کو سمجھنے سے بھی عاجز ہیں تو انہیں پورا کیسے کر سکتے ہیں؟ جبکہ خداوند عالم سننے والا اور جاننے والا ہے۔ ﴿السمیع العلیم﴾

آیت ۷۷

﴿قُلْ يَا هَلْ الْكِنْبِ لَا تَعْلَمُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَ ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں (ناحق) غلو (حد سے تجاوز) نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتیروں کو گمراہ بھی کر چکے ہیں اور (اب بھی) حق کی راہ سے منحرف ہو چکے ہیں۔

نکتہ:

اس آیت سے یہ بات سمجھتی جا سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو خدا جاننے کا عقیدہ ایک طرح کا غلو ہے جو سابقہ امتوں کے مشرکانہ افکار سے اخذ کیا گیا ہے۔ سورہ برات کی ۳۰ ویں آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا غلو، کفار کے ان عقائد سے ملتا جلتا ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ تمام ادیان کی نظریاتی سرحدوں کو محفوظ رہنا چاہئے اور شخصیتوں کے بارے میں غلو ممنوع اور ناجائز ہے ﴿لاتغلو﴾
- ۲۔ رہبر، دین و مذہب اور ملت کی تصویر ہوتا ہے لہذا اس کے بارے میں غلو کرنا دین میں غلو کے مترادف ہوتا ہے (گزشتہ آیات کے پیش نظر جن میں بتایا گیا ہے کہ عیسائی حضرت مسیح کو خدا جانتے ہیں)
- ۳۔ افراط اور تفریط دونوں ممنوع ہیں ﴿لاتغلو﴾
- ۴۔ اگر خدا کے دین اور اولیاء اللہ کے بارے میں غلو ممنوع ہے تو دوسرے لوگوں کے بارے میں مبالغہ آرائی بھی جائز نہیں ہے۔

۵۔ اندھی تقلید ممنوع ہے ﴿ولاتتبعوا﴾

۶۔ غلو کا سرچشمہ، نفسانی خواہشات ہیں ﴿لاتغلو--- لاتتبعوا اہواء﴾ (---)

- ۷۔ غلو صرف حضرت عیسیٰ ہی بارے میں نہیں تھا، بعض یہودیوں نے بھی حضرت "عزیر" کے بارے میں غلو کیا اور انہیں خدا کا بیٹا جانا ﴿یاہل الکتاب﴾
- ۸۔ قدیمی اور پرانے علم و ہنر کی قدر و قیمت ہے، لیکن نفسانی خواہشات پر بنی پرانے لوگوں کے نظریات اور عقائد کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے ﴿ضلوا من قبل﴾

آیت ۷۸

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مِثْلِ إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَ كَانُوا يَعْتَدُونَ﴾

ترجمہ۔ جو لوگ بنی اسرائیل سے کافر ہو گئے ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے (انبیاء کی یہ نفرین اور لعنت) ان لوگوں کے گناہوں اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

نکتہ:

حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس لئے لعنت کی کہ ان لوگوں نے ہفتہ کے دن تعطیل کے دوران احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی۔ اور حضرت عیسیٰ نے اس لئے ان پر لعنت کی کہ ان لوگوں نے اپنے اطمینان قلب کی خاطر آسمانی ماندہ کی درخواست کی اور حضرت عیسیٰ کی دعا کی وجہ سے وہ زمین پر اترا انہوں نے اس سے کھایا بھی لیکن پھر کفر اختیار کر لیا جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر لعنت بھیجی۔ (تفسیر نمونہ)

پیام:

- ۱۔ بنی اسرائیل اونچی اور برتر نسل سے نہیں ہیں ﴿لعن﴾
- ۲۔ انبیاء کی دعا قبول ہوتی ہے ﴿علی لسان﴾
- ۳۔ انبیاء ہمیشہ شفیع ہی نہیں ہوتے، کبھی لعنت بھی بھیجا کرتے ہیں۔
- ۴۔ گناہ اور حد سے تجاوز اللہ کی لعنت کا سبب ہوتے ہیں ﴿بما عصوا﴾
- ۵۔ حد سے تجاوز اور قانون شکنی بنی اسرائیل کا شیوہ تھا ﴿کانوا یعتدون﴾
- ۶۔ اے میرے محبوب پیغمبر! آپ نہ گھبرائیں، بنی اسرائیل نے بھی گزشتہ انبیاء کے دل خون سے بھر دیئے تھے۔

سورہ ماندہ آیت ۷۹

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

ترجمہ۔ (حضرت داؤد اور جناب عیسیٰ کی بنی اسرائیل پر لعنت اس لئے تھی ان لوگوں نے گناہ اور حد سے تجاوز کیا تھا اور) وہ جو بھی برا کام کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے، اور کس قدر برا کام تھا جو وہ انجام دیتے تھے۔

نکتہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "بنی اسرائیل کے نیک لوگ گناہ کی محفلوں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے لیکن مجرموں اور گناہگاروں کے ساتھ ہنستے مسکراتے اور ان سے انس و محبت کرتے تھے" (اس لئے عذاب میں مبتلا ہوئے)

(ملاحظہ ہو تفسیر نور الثقلین)

پیام:

- ۱۔ جو معاشرتی برائیوں کے بارے میں لائق رہے وہ انبیاء کی زبانی ملعون ہے، ﴿لعن --- لایتناہون﴾
- ۲۔ نہی عن المنکر صرف دین اسلام سے مخصوص نہیں ﴿کانوالاتینا ہون﴾
- ۳۔ نہی عن المنکر ہر ایک کے لئے برابر کا فریضہ ہے ﴿لایتناہون﴾
- ۴۔ بنی اسرائیل اور یہودیوں میں برائیاں پھیل چکی تھیں ﴿منکر فعلوہ﴾

سورہ ماندہ آیت ۸۰

﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط لَيْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) ان (بنی اسرائیل) میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو (مومنین کی بجائے) کفار سے محبت کرتے ہیں، انہیں دوست بناتے ہیں اور اپنا سرپرست سمجھتے ہیں۔ کس قدر بری چیز کو ان کا نفس (قیامت کے لئے) آگے بھیجتا ہے کہ خدا کی ناراضگی ان پر حاکم ہے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

نکتہ:

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ملعون ہونے کی ایک اور دلیل پیش کی گئی ہے کہ یہ لوگ کفار کے ساتھ دوستی اور ولایت کی پینگیں بڑھاتے ہوئے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ کفار کی ولایت کو اپنانا، خدا کے غیض و غضب اور ناراضگی کا موجب ہے۔
- ۲۔ اہل کتاب، کفار کے تسلط اور دوستی کو تو قبول کر لیتے ہیں لیکن اسلام کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ رکھنا گوارا نہیں کرتے۔ (انہوں نے ایک مرتبہ تو یہ تک بھی کہہ دیا کہ "ھولاء اھدی من الذین امنوا" یعنی مشرکین کا راستہ تو مسلمانوں سے بہتر ہے) ملاحظہ ہو تفسیر مجمع البیان

۷۔ جو مدار حق سے نکل جائے گا، طاغوتوں اور کافروں کی گرفت میں چلا جائے گا۔ (فسق کے معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے)

آیت ۸۲

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرُكَ يَا رَبُّ إِنَّكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِيَسِينَ وَ زُهَبَانًا وَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ﴾

ترجمہ۔ (اے پیغمبر!) تم یقیناً مومنین کا سر سخت ترین دشمن یہودیوں اور مشرکین کو پاؤ گے، اور (اس کے برعکس) مومنین کے ساتھ دوستی کے لحاظ سے ان سب میں سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ (دوستی) اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ عالم اور راہب (عابد) ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

نکتہ:

اس آیت کے شان فزول کے باے میں مفسرین کہتے ہیں کہ: یہ آیت نجاشی بادشاہ حبشہ اور اس ملک کے دوسرے عیسائیوں کا وہ حسن سلوک ہے جو انہوں نے "ہجرت حبشہ" کے مہاجرین کے ساتھ روا رکھا۔ اور یہ ہجرت بعثت کے پانچویں سال حضرت جعفر طیار (ابن ابی طالب) کی سرکردگی میں عمل آئی۔ چنانچہ بعثت میں کچھ مسلمان حضرت جعفر طیار کی قیادت میں رسول پاک کے حکم سے مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ پہنچے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی نے پناہ دی اور وہ مشرکین اور ان کے دوسرے ہم پیمان لوگوں کی ایذا سانیوں سے محفوظ رہے۔

یہودیوں کی کیفیت تو یہ تھی کہ انہوں نے پیغمبر اسلام کے اس قدر عظیم معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اخلاق کو بھی ملاحظہ کیا لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے، بلکہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے کئی طرح کی عہد شکنی کی اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتے رہے۔ جبکہ اس کے برعکس حبشہ کے نصرانی علماء نے سورہ مریم کی چند آیات کو سن کر گریہ بھی کیا اور مسلمانوں کی حمایت بھی کی (تفسیر مجمع البیان)

"قیس" عربی میں نصرانی علماء کو کہتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ دشمنانِ اسلام اور غیر مسلمین کی درجہ بندی ہونی چاہئے۔ اور ہر ایک کے ساتھ اس کے درجہ کے مطابق سلوک ہونا چاہئے۔
- ۲۔ تمہاری تبلیغ کا زیادہ تر رخ عیسائی حکومتوں کی طرف ہونا چاہئے۔
- ۳۔ عیسائی اگرچہ تثلیث جیسے گمراہ عقیدہ کے حامل ہیں لیکن ان کی قبولیت حق کے لئے آمادگی زیادہ ہوتی ہے۔
- ۴۔ کسی معاشرے کی ترقی کئے تین بنیادی ستون ہیں۔ ۱۔ علما اور دانشمندانہ افراد (تسیس) عبادت اور پرہیزگاری (رہبان) اور غیر متکبرانہ مزاج۔
- ۵۔ مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کی پرانی دشمنی چلی آرہی ہے۔
- ۶۔ یہودی، اسلام کے سخت ترین دشمن ہیں۔

آیت ۸۳

﴿وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرَى اَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّٰهِدِيْنَ﴾

ترجمہ۔ اور جب وہ (عیسائی) ان آیات کو سنتے ہیں جو پیغمبر پر نازل ہوئی ہیں تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ امر حق کے پہچاننے کی وجہ سے آنسو اس زور سے بہتے ہیں جیسے گویا جام چھلک رہا ہو۔ اور کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لاچکے۔ پس تو ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ دے۔

نکتہ:

مسیحیوں کے اشک شوق کا ایک نمونہ تو اس وقت دیکھنے میں آیا جب جناب جعفر طیار نے حبشہ میں نجاشی کے سامنے سورہ مریم کی کچھ آیات کی تلاوت کی۔ اور دوسرا اس وقت جب کچھ عیسائی حضرت جعفر طیار کے ہمراہ مدینہ آئے اور سورہ یس کی کچھ آیات کو سنا۔ (تفسیر نمونہ)

پیام:

- ۱۔ جن لوگوں کے دل حق بات قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں تو وہ صرف حق بات سن کر ہی منقلب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو نااہل ہوتے ہیں وہ آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے ﴿اذا سمعوا﴾
- ۲۔ اشک شوق اگر معرفت کے ساتھ ہوں تو یہ کمال کی علامت ہوتے ہیں ﴿مما عرفوا﴾
- ۳۔ انسان کی روح اور فطرت، حق و حقیقت کی شیدائی ہوتی ہیں جب بھی انہیں اپنے معشوق کا وصال ہوتا ہے فوراً اشک شوق جام چشم سے چھلک اٹھتے ہیں۔
- ۴۔ ایمان اور اقرار، معرفت کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ ﴿مما عرفوا﴾
- ۵۔ سو سالہ راہ کو ایک ہی مرتبہ طے کرنا قابل قدر ہے۔ "سننا" ﴿سموا﴾۔ "پہچان لینا" ﴿عرفوا﴾ "اقرار کر لینا" ﴿آمنا﴾ اور "آملنا" ﴿مع الشہدین﴾
- ۶۔ ایمان اور اقرار کے ساتھ ہی دعا موثر ہوتی ہے ﴿آمنا فاكتبنا﴾
- ۷۔ عارضی اور وقتی ایمان بے سود ہے، پائیدار اور دائمی ہونا چاہئے ﴿فاكتبنا﴾
- ۸۔ اہل ایمان آخری دم تک اپنی عاقبت بخیر ہونے اور ایمان کے محفوظ رہنے کے بارے میں ہر وقت متفکر رہیں اور دعا کرتے رہیں۔ ﴿فاكتبنا﴾

آیات ۸۴ تا ۸۶

﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ هَذَا قَالُوا مَا قَالُوا جَنَّتِ بَحْرِيٌّ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا ط وَ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ هَذَا وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾

ترجمہ۔ اور (کہتے ہیں کہ) ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم خدا پر اور (ہر) اس حق پر ایمان نہ لائیں جو (اس کی طرف سے) ہمارے پاس آچکا ہے اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہمیں نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) پہنچا دے

پسند خداوند عالم نے انہیں اس بات (اور گواہی) کے صلہ میں ایسے باغات عطا فرمائے کہ جن (کے درختوں) کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اور نیکی کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے، وہ جہنمی ہیں۔

نکتہ:

جو لوگ حق بات سمجھ لینے کے بعد مردانہ وار اور صدق دل سے فراخلی کے ساتھ اس کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اپنے دین و ہم مسلک لوگوں کی پروا نہیں کرتے، وہ بہترین اور نیک لوگ ہیں۔ اس لئے کہ ایک تو وہ خود اپنے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور اس طرح کہ اپنے آپ کو جہنم سے نجات دلاتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے اقرار کے ساتھ دوسروں کے لئے نیکی کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

پیام:

- ۱۔ ارتقائی مراحل میں سے ایک مرحلہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ضمیر کی طرف لوٹ آئے اور اپنے ضمیر سے سوال کرے۔ ﴿وَمَالْنَا ---﴾ ۳۷
- ۲۔ خارجی اثرات اور اعمال کے ذریعہ ہی بہشت کی توقع رکھی جا سکتی ہے ﴿دَامِنَ الْقَسُومِنَ﴾
- ۳۔ صرف مسلمان قوم ہی، صالح اور شائستہ قوم ہے ﴿مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ﴾
- ۴۔ خدا پر ایمان، وحی پر ایمان سے ہٹ کر نہیں ہے ﴿بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا﴾
- ۵۔ ایمان کی جزا بہشت اور کفر و تکذیب کی سزا جہنم ہے۔

آیت ۸۷

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَبِيبَ مَا آخَلَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! پاک و پاکیزہ چیزوں کو جو خدا نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو، اور حد سے آگے نہ بڑھو، یقیناً خدا حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نکتہ:

ایک دن سرکار ختمی مرتبت نے روز قیامت اور عرصہ محشر کے بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا جس کا لوگوں پر زبردست اثر ہوا اور بہت گریہ کاری ہوا اور ان میں انقلاب برپا ہو گیا ان میں سے کچھ لوگوں نے تہیہ کر لیا کہ اب کے بعد نہ تو وہ اچھا کھانا کھائیں گے، نہ ہی آرام و راحت کریں گے روزے رکھیں گے، اپنی بیویوں سے جدا رہیں گے، رات کو کم سے کم سوئیں گے۔ اور پھر اس پر انہوں نے قسم بھی کھالی۔

اس بات کی اطلاع سرکار رسالت کی بارگاہ تک پہنچی تو آپ نے لوگوں کو مسجد میں اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: "میں کھانا کھاتا ہوں رات کو سویا کرتا ہوں، اپنی بیویوں سے الگ تھلگ نہیں رہتا، ہمارا دین گوشہ نشینی اور رہبانیت کا دین نہیں ہے، میری امت کی رہبانیت جہاد ہے، لہذا جو شخص میری سنت کے خلاف کرے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے"

کچھ لوگوں نے عرض کیا: ہم نے جو قسمیں کھا رکھی ہیں ان کا کیا بنے گا؟" اس پر بعد کی آیات نازل ہوئیں۔

پیام:

- اسلام دین و آئین فطرت ہے اور فطرت کشتی حرام ہے ﴿لَا تَحْرَمُوا طَيِّبًا﴾
- گوشہ نشینی، رہبانیت (سادھوازم) افراط اور تفریط ممنوع ہے۔ ﴿لَا تَحْزُوا﴾
- مسلمان تو امر الہی کا فرمانبردار ہے از خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا۔
- حلال خوراک، حلال پوشاک اور حلال لذات انسان کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں ﴿حَکَم﴾
- حلال چیزوں سے استفادہ کرنے میں اسراف سے کام نہ لو ﴿لَا تَعْتَدُوا﴾
- ۶۔ جو نذر، عہد اور قسم قرآن کی صریح نہی کے خلاف ہو اس کا کوئی اعتبار اور قدر و قیمت نہیں ہے۔

آیت ۸۸

﴿وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِيْنَ أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ۔ اور جو پاک و پاکیزہ روزی اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اس سے کھاؤ اور اس خدا سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

نکتہ:

قرآن مجید میں عام طور پر جہاں بھی "کلوا" کا لفظ آیا ہے اس کے ساتھ دوسری شرائط اور احکام بھی موجود ہیں۔ مثلاً

﴿کلوا--- واشکروا﴾ (کھاؤ۔۔۔ اور (خدا کا) شکر کرو)

﴿کلوا--- ولا تطفعوا﴾ (کھاؤ۔۔۔ اور سرکشی نہ کرو)

﴿کلوا--- واعملوا﴾ (کھاؤ۔۔۔ اور نیک کام کرو)

﴿کلوا--- واطعموا﴾ (کھاؤ۔۔۔ اور دوسروں کو کھلاؤ)

﴿کلوا--- ولا تتبعوا خطوات الشيطان﴾ - (کھاؤ۔۔۔ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو)

حدیث پاک میں ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا پاک و پاکیزہ رزق معین کیا ہے، جب وہ حرام کی طرف رخ کرتے ہیں تو ان کے حلال رزق کا حصہ کم ہو جاتا ہے (از تفسیر اطیب البیان)

پیام:

- حلال چیزوں سے استفادہ، تمہارے ایمان کے منافی نہیں ہے ﴿یا ایہا الذین امنوا--- کلوا﴾ -

- غذائی مسائل میں خوب غور و فکر سے کام لو ﴿حلالا، طیباً، واتوا﴾

- تمہارا رزق خدا کے ہاتھ میں ہے لہذا جلدبازی، حرص اور حرام خواری سے دور رہو۔ ﴿رزقکم اللہ﴾

- تقوا ایمان کی علامت ہے ﴿واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون﴾

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ط ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ط وَ أَحْفِظْ وَ أَيْمَانِكُمْ ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری بے ہودہ (اور بغیر ارادہ کے کھائی جانے والی) قسموں کا مواخذہ نہیں کرے گا، لیکن جو قسمیں تم نے (تہہ دل سے) پختہ کر کے کھائی ہیں ان کا مواخذہ (ضرور) کرے گا۔ پس اس (قسم توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو اس کا اوسط قسم کا کھانا ہے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام کا آزاد کرنا ہے۔ پس جو شخص ایسا نہیں کر سکتا تو تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب بھی تم قسم کھاؤ۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (اور ان کا کفارہ ادا کرو) اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

نکتہ:

بے ہودہ قسمیں وہ ہوتی ہیں جو:

قصد اور توجہ کے بغیر بے مقصد غصے اور طیش کی حالت میں غلط مقاصد کے لئے خلاف شرع کاموں کے لئے۔۔۔
 کھائی جائیں۔ اس قسم کی قسموں کا کفارہ نہیں ہوتا۔ لیکن قصد اور ارادے کے تحت اور مفید کاموں کے لئے کھائی جانے والی قسموں کی پابندی ضروری ہوتی ہے ورنہ کفارہ کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے۔
 قسم کے کفارہ کے بارے میں بیان ہونے والی ایک قسم مسکینوں کو کپڑے پہنانا بھی ہے، جو ہر قسم کی پوشاک خواہ وہ سردی کے لئے ہو یا گرمی کے لئے مردوں کے لئے ہو یا عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
 "اوسط" (متوسط اور درمیانہ قسم) کے لفظ کی بعض لوگوں نے بہترین اور عمدہ قسم کی غذا کے معنی کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ جیسا کہ سورہ ن والقلم کی ایک آیت ہے کہ "قال۔ او سطھم" یعنی ان کے بہترین اور بالاترین شخص نے کہا۔

پیام

۱۔ اسلام ایک آسان دین ہے اور غیر حتمی قسم کی قسموں کے لئے کفارہ مقرر نہیں کیا۔ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمْ﴾ (۔۔۔)

۲۔ اسلام میں مالی جرمانہ بھی ہے ﴿اطعام۔۔۔ اوکسوئہم﴾ (۔۔۔)

۳۔ اعتدال پسندی اور عدالت کی ہر جگہ حتیٰ کہ جرمانے کی نوعیت میں بھی اپنی قدر و قیمت ہے ﴿من اوسط﴾ (۔)

۴۔ جرمانہ، افراد کی مالی حالت کے مطابق ہونا چاہئے۔ ﴿تطعمون اہلیکم﴾

۵۔ جرمانے اور کفارہ میں افراد کی روزمرہ اور معمول کی متوسط زندگی کو پیش نظر رکھنا چاہئے تاکہ استثنائی ایام کی زندگی کو

﴿من اوسط﴾

۶۔ کفارہ کی ادائیگی میں فقراء کی شخصیت اور ان کے دلوں کو نہ توڑو اور انہیں اپنے خاندان کے افراد سمجھو۔ ﴿اہلیکم﴾

۷۔ ایک عالمی اور پائیدار دین کے قوانین اور سزاؤں کے جرمانوں میں بھی وسعت ہونی چاہئے۔ مثلاً غلام کا آزاد کرنا یا

غریبوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا۔ ان میں سے جو بھی اور جس کے لئے بھی اور جہاں پر بھی قابل عمل ہو اس پر عملدرآمد کیا جائے گا۔

۸۔ مجرم پر جرمانے کی راہیں تنگ نہ کرو اور اسے جرمانہ کی نوعیت (خوراک، لباس یا غلام کی آزادی) میں اختیار دو۔

۹۔ اپنی قسم توڑنے کی جرأت کی تلافی روزے کی سختی یا جرمانہ کی ادائیگی سے کرو۔ اسلام میں جرمانہ کی ادائیگی اور کفارہ

انسان سازی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

۱۰۔ اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لئے ہر فرصت سے استفادہ کیا ہے ﴿تحریر رقبة﴾

۱۱۔ قسم اور خدا کے مقدس نام کی حرمت کا خاص خیال رکھو یا تو قسم نہ کھاؤ، اگر قسم کھاؤ تو پھر اس پر عمل کرو یا

پھر کفارہ ادا کر کے اس کی تلافی کرو ﴿واحفظوا ایمانکم﴾

۱۲۔ ہم اپنی قسموں کے جوابدہ ہیں، سرمایہ داریہ نہ سمجھیں کہ انہیں حق حاصل ہے جب چاہیں قسم کھالیں اور جرمانہ

ادا کریں۔ ﴿واحفظوا ایمانکم﴾

۱۳۔ جس شخص میں مالی توانائی نہیں ہے وہ جسمانی توانائی کو خرچ کرے ﴿فصیام ثلثة ایام﴾

آیت ۹۰

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْحُمُرُ الْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! شراب، جوا، بت اور قرعہ کے تیر تو پلیدی اور شیطانی کاموں میں سے ہیں لہذا تم ان سے اجتناب کرو ہو سکتا ہے کہ تم فلاح پا جاؤ۔

نکتہ

عربوں کو شعر، شراب اور جنگ سے خاصی وابستگی تھی اور شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا۔ پہلے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ خرما اور انگور سے رزق و روزی بھی حاصل ہوتی ہے اور مست کرنے والی چیزیں بھی ہیں (نحل/۶۷) یہ اشارہ مست کرنے کی طرف جو اس کی برائی کو بیان کر رہا ہے۔ پھر جوا اور شراب کے فوائد اور فوائد سے زیادہ گناہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (بقرہ/۲۱۹) پھر آیت نازل ہوئی کہ مستی کی حالت میں نماز نہ پڑھو (نساء/۴۳) اور آخر میں زیر نظر آیت نازل ہوئی جس نے شراب کو نجاست، شیطانی کام اور حرام قرار دے دیا۔

"خمر" اور "خمر" کا ایک ہی رشتہ ہے۔ جن کا معنی ہے "چھپانا" اسی لئے عورت کے مقنعہ کو "خمار" کہتے ہیں کیونکہ وہ سر کے بالوں کو چھپاتا ہے۔ اور شراب عقل پر پردے ڈال دیتی ہے۔

"یسر" کو "یسر" (آسانی) کے لفظ سے لیا گیا ہے۔ چونکہ جو بازی میں لوگ کسی قسم کی تکلیف اور زحمت اٹھائے بغیر جوا کے ذریعہ رقوم اور پیسے کو حاصل کرتے ہیں۔

"ازلام" زمانہ جاہلیت میں لکڑیوں کے ذریعہ قرعہ اندازی کی ایک قسم ہے جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے (مائدہ/۳) مزید تفصیل کے لئے مفصل تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے

پیام

- ۱۔ ایمان اور شرانجواری باہم سازگار نہیں ہیں ﴿امنوا--- رجس فاجتنوبہ﴾
- ۲۔ شراب اور جوا، بت پرستی کے مترادف ہیں ﴿الخمر و الميسر و الانصاب﴾ ۳۸
- ۳۔ اسلام کے اوامر و نواہی دلیل اور حکمت کے بغیر نہیں ہیں ﴿رجس فاجتنوبہ﴾
- ۴۔ نہ صرف شراب نہ پیو بلکہ اس کے نزدیک بھی نہ پھٹکو۔ (اسی لئے "ل" ﴿اتشربوا﴾ کی بجائے "اجنبوا" کہا ہے)

۵۔ صاف ستھری اور پاک و پاکیزہ غذا انسان کی سعادت کے لئے موثر ہے ﴿فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾

آیت ۹۱

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْحُمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ يُصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ﴾

ترجمہ۔ شیطان تو بس چاہتا ہی یہی ہے کہ شراب اور جو ا کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم (ان تمام برائیوں کی وجہ سے) باز آ جاؤ گے؟

نکتہ

اعداد و شمار کی رو سے بہت سے قتل، جرائم، ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں گاڑیوں کا ٹکرا جانا، طلاقیں، ذہنی اور اندرونی بیماریاں وغیرہ شراب کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں لیکن قرآن مجید نے اس کی حرمت کے فلسفہ کی دو بنیادی وجوہات پیش کی ہیں۔ ایک تو اجتماعی اور معاشرتی نقصان اور دوسرا معنوی نقصان (مثلاً عداوت اور نماز، یاد خدا سے غفلت)

پیام و نکات

- ۱۔ فلسفہ احکام کا بیان کلام کے موثر ہونے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ ﴿انما یرید﴾ ---)
- ۲۔ کینہ کو وجود میں لانے والے تمام ذرائع سے نبرد آزما رہنا چاہئے۔
- ۳۔ جو بھی تحرک یا جو بھی شخص لوگوں کے درمیان عداوت اور کینہ کا سبب بنتا ہے شیطانی ہے۔
- ۴۔ جو بھی کام یاد خدا اور نماز سے غفلت کا سبب بنتا ہے شراب اور جوئے کی مانند ناپسندیدہ ہے۔
- ۵۔ جہاں پر کینہ اور عداوت پیدا ہوں وہاں پر بہتر ہے کہ مالی اور مادی منفعت سے دستبرداری اختیار کر لینا ضروری ہے۔ خواہ یہ منفعت کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو!

۶۔ روحانی اور معنوی نقصانات، جسمانی اور مادی نقصانات سے زیادہ اہم ہیں۔ (اگرچہ شراب سے جسمانی نقصانات بھی ہوتے ہیں لیکن قرآن نے زیادہ زور عداوت اور یاد خدا اور نماز سے غفلت پر دیا ہے)

آیت ۹۲

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ﴾

ترجمہ۔ اور خدا کی اطاعت کرو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور (نافرمانی سے) بچتے رہو۔ پس اگر تم نے روگردانی کر لی (اور اطاعت نہ کی) تو جان لو کہ ہمارے پیغمبر پر واضح اور روشن پیغام پہنچانے کے علاوہ اور کوئی (ذمہ داری) نہیں ہے۔

پیام و نکات

۱۔ حضرت رسول خدا کے سرکاری اور سیاسی احکام، فراین الہی کی مانند ہیں جن کی اطاعت واجب ہے ﴿اطيعوا الله﴾ کے ساتھ ساتھ اطیعوا الرسول ہے)

۲۔ واضح اور روشن طریقہ سے دعوت، جزو نبوت لیکن التماس اور چا پلو سہی ہر گز نہیں۔ ﴿فان تولیتم --- علی رسولنا البلاغ المبين﴾

۳۔ انسان، راستے کے انتخاب میں آزاد ہے ﴿فان تولیتم﴾

۴۔ نافرمانی اور روگردانی کر کے اپنی ذات کے علاوہ کسی اور کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ﴿انما علی رسولنا البلاغ المبين﴾

آیت ۹۳

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا ط وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک کام انجام دیئے ہیں ان پر کوئی جرح نہیں ہے کہ جو وہ (حرام ہونے سے پہلے) کھا چکے ہیں۔ اگر وہ تقویٰ اختیار کریں۔ اور ایمان دار ہوں، (اور اس ایمان پر پائیدار ہوں) نیک اعمال بجا لائیں پھر

(حرام کردہ چیزوں سے) پرہیز کریں اور (ان کی حرمت پر) ایمان رکھیں پھر (حرام سے) پرہیز کریں اور نیکی کے کام کریں، اور خداوند عالم تو نیکی کا کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

دونکات:

- ۱۔ شراب کو حرام کرنے والی آیت کے نزول کے بعد بعض مسلمان ان لوگوں کے بارے میں دریافت کرنے لگے جو شراب پیتے تھے اور ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے، یہ آیت اسی کے جواب میں نازل ہوئی۔
- ۲۔ آیت میں دو مرتبہ ایمان اور عمل کو بیان کیا گیا ہے دو بار تقویٰ اور ایمان کو اور ایک مرتبہ تقویٰ اور ایمان کو۔ چنانچہ بعض مفسرین کے بقول یہ اس لئے کہ ہے کیونکہ ایمان اور تقویٰ کے مقامات، مراحل اور درجات مختلف ہیں اس لئے ان کا تکرار کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: ان کا تکرار دراصل ایمان اور تقویٰ کے تسلسل کو بحال رکھنے کے لئے ہے۔

پیام

- ۱۔ جو مومنین اور صاحبان تقویٰ اس حکم سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کی اس بارے میں غلطی قابل عفو ہے۔
- ۲۔ انسان اس دنیا میں جو چیزیں استعمال کرتا ہے اگر ان کے ساتھ "ایمان"، "عمل"، "تقویٰ" اور "احسان" وہ تو حلال ہیں وگرنہ کفران نعمت ہے۔
- ۳۔ مادیات اور دنیا سے استفادہ کرتے وقت آخرت اور معنویات پر توجہ رکھنی چاہئے۔
- ۴۔ تقویٰ انسان کے لئے ایسے ہے جیسے انسانی جسم میں موجود رگوں میں خون ہوتا ہے۔
یعنی: استفادہ کرتے وقت تقویٰ ﴿طمعوا اذا ما اتقوا﴾
مذہب و مکتب میں تقویٰ ﴿ثم اتوا و امنوا﴾
خدمت میں تقویٰ ﴿ثم اتقوا و احسنوا﴾
- ۵۔ آیت کہتی ہے کہ: کہاں سے لائے ہو؟ ﴿تقویٰ﴾

کہاں اور کس لئے خرچ کر رہے ہو؟ ﴿عمل صالح﴾
 معاشرہ کے کچلے اور پسے ہوئے طبقہ یعنی محرومین کے ساتھ تمہارا کس حد تک تعلق ہے؟ ﴿احسان﴾

آیت ۹۴

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُبَلِّغُوكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ آيِدِيكُمْ وَرِمَا حُكْمٌ لِّيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ
 اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

ترجمہ۔ اے ایماندارو! یقیناً خداوند عالم تمہیں کسی ایسے شکار کے ذریعہ آزماتا ہے جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے جا پہنچتے ہیں اور یہ (آزمائش) اس لئے ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ کون شخص باطنی طور پر اس سے ڈرتا ہے (اور اس کا فرمانبردار ہے اور شکار نہیں کرتا) لہذا اس کے بعد جو شخص حد سے تجاوز کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نکات:

- ۱۔ ایام حج اور احرام کی حالت میں حاجی کو شکار کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، انہی ایام میں بعض اوقات شکار کا جانور انسان کے اس حد تک نزدیک آجاتا ہے کہ انسان جھپٹ کر اسے اپنے قابو میں لا سکتا ہے لیکن خدا کی آزمائش اس بات میں ہے کہ حاجی اس کا شکار نہ کرے۔
- ۲۔ قرآن مجید میں "پیٹ کا مسئلہ" خدا کی آزمائشوں میں سے ایک آزمائش بیان ہوا ہے۔ اور اس کے کئی نمونے بیان ہوئے ہیں۔

الف: حضرت آدم اور جناب حوا غذا کے مسئلہ میں شکست کھا گئے۔ (جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے) ﴿لَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ "یعنی اس درخت کے نزدیک مت جانا۔

ب: بنی اسرائیل ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کے شکست کھا گئے۔

ج: بنی اسرائیل کے لئے خدا کے مقرر کردہ ایک دینی رہبر نے دریا سے گزرتے وقت اپنے لشکر والوں کو حکم دیا کہ دریا سے پانی نہیں پینا، لیکن سوائے معدودے چند لوگوں کے سب نے اس سے پیا۔ ﴿فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا﴾

د: روزہ رکھنا بھی بذات خود ایک آزمائش ہے۔

ھ: حالت احرام میں شکار کے جانور کا حاجی کے قریب آجانا کہ جس کے شکار کا اسے حق حاصل نہیں ہے۔ آزمائش ہے۔

و: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری باوجودیکہ آپ سے اس قدر معجزات ملاحظہ کر چکے تھے پھر بھی وہ خدا کا امتحان کرنا چاہتے تھے۔ لہذا انہوں نے آسمانی ماندہ کی درخواست کی۔ اور خدا نے بھی وہ ماندہ کا نازل فرمایا: البتہ ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دے دی کہ اس کے نازل ہو جانے کے بعد جو کفر اختیار کرے گا اسے عذاب دیا جائے گا۔ (اسی سورہ کی ایک سو پندرہویں آیت)

پیام

- ۱۔ امتحان و آزمائش خداوند عالم کا ایک قطعی اور قدیمی طریقہ کار ہے ﴿لَبِلُونَكُمْ﴾
- ۲۔ آزمائش و امتحان ہوتا ہی مومنین کا ہے ورنہ کفار کا تو کوئی دعویٰ ہی نہیں ہوتا۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِلُونَكُمْ﴾
- ۳۔ خوف خدا کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب گناہ کے ذرائع موجود ہوں اور انسان گناہ نہ کرے۔ ﴿تَنَالَهُ آيَاتُكُمْ﴾
- ۴۔ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز تمہارے ہاتھوں تک پہنچ جائے وہ حلال بھی ہو اور اس پر تمہاری روزی بھی۔ ﴿تَنَالَهُ آيَاتُكُمْ﴾
- ۵۔ تقویٰ کا دار و مدار باطنی خوف پر ہے نہ کہ ظاہری حیا و شرم پر ﴿بِخَافِهِ بِالْغَيْبِ﴾
- ۶۔ جو حاجی کئی کئی دن تک اور کئی کئی میل تک جنگلوں اور بیابانوں میں حق تعالیٰ کے عشق میں جلتا رہتا ہے بعض اوقات اسے ایک چھوٹا سا شکار پچھاڑ دیتا ہے اور حق تعالیٰ کی نافرمانی تک جا پہنچتا ہے۔
- ۷۔ ذمہ داری پیغام پہنچ جانے کے بعد عائد ہوتی ہے۔ ﴿بَعْدَ ذَلِكَ﴾
- ۸۔ بعض اوقات شکار کا شمار بھی حد سے تجاوز کے زمرہ میں آتا ہے۔
- ۹۔ جس سرزمین میں حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل کی ذات کے بارے میں درگزر سے کام لیا وہاں پر تم بھی ایک شکار سے درگزر سے کام لو۔
- ۱۰۔ خود شکار کا دردناک عذاب نہیں ہے بلکہ عذاب کا موجب قانون شکنی ہوتی ہے۔

آیت ۹۵

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُعْتَمِدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدِيًّا بَلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامًا مَّسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صَيًّا مَّا لِيَذُوقَ وَ بَالَ أَمْرِهِ ط عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ط وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ط وَ اللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿ ه

ترجمہ۔ اے ایماندارو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو۔ اور تم میں سے جو شخص جان بوجھ کر شکار کو قتل کرے گا تو اس کی سزا اور کفارہ چوپالوں میں سے اسی جیسا جانور ذبح کرنا ہے۔ اور (اس جیسا ہونے کے لئے) دو عادل گواہ فیصلہ کریں گے۔ (یہ جانور) ایک ہدیہ اور قربانی ہے جو کعبہ تک جا پہنچے۔ (وہیں پر ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت وہاں کے غریبوں کو ملے) یا ذبح شدہ شکار کے برابر کفارہ ہے جو مسکینوں کے دیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھے۔ (یہ تین طرح کا کفارہ اس لئے ہے) تاکہ شکاری اپنے کئے ہوئے شکار کا مزہ چکھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس سے قبل کی خلاف ورزیوں کو معاف کر دیا ہے (جب تک کفارہ کا قانون نہیں آیا تھا) اور جو شخص (شکار کے قتل کا) اعادہ کرے گا خدا ہی اس سے انتقام لے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ناقابل شکست اور انتقام لینے والا ہے۔

پیام

- ۱۔ حرم کعبہ کا امن و امان اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے خواہ جانوروں کے لئے ہی ہو۔ ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ﴾
- ۲۔ عمل سے زیادہ خطرناک جان بوجھ کر برائی کا قصد کرنا، اس کا سوچنا اور اسے ہدف قرار دینا ہے۔ ﴿مُعْتَمِدًا﴾
- ۳۔ سزا منصفانہ ہونی چاہیے۔ ﴿مِثْلُ مَا﴾
- ۴۔ سزا اور جرمانہ کا اجر اسوج سمجھ کر اور خوب غور و خوض کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ﴾
- ۵۔ جرمانی کی ادائیگی کے لئے مجرم کا ہاتھ کھلا چھوڑنا چاہیے۔ (قربانی دے یا کھانا کھلانے یا روزے رکھے) اور اس کی جسمانی اور مالی توانائیوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔
- ۶۔ کعبہ کے باہر گناہ کے ارتکاب کا کفارہ بھی کعبہ کے باہر ہی ادا کرنا چاہیے۔ ﴿بَلِغَ الْكَعْبَةِ﴾
- ۷۔ خدا کی طرف سے مقرر کردہ جرمانے تربیت کا پہلو رکھتے ہیں اور انسانی غرور کو توڑتے ہیں ﴿وَبَالَ أَمْرِهِ﴾
- ۸۔ قوانین کا اجر رسمی طور پر قوانین کے اعلان کے بعد ہوتا ہے ﴿عَضَىٰ اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ﴾

۹۔ گناہ کا تکرار، زبردست اور سخت سزا کا موجب بن جاتا ہے ﴿ومن عماد﴾ (۔۔۔)

آیت ۹۶

﴿أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلْسِّيَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدَ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا ط وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي
إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ ۵

ترجمہ۔ دریا کی شکار اور اس کی غذا تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہے۔ (یہ شکار اور خوراک) تمہارے لئے اور قافلہ والوں کے لئے زادراہ ہے۔ اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو خشکی کا شکار تمہارے لئے حرام ہے۔ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی طرف تمہیں محشور ہونا ہے۔

ایک نقطہ:

اس آیات کی رو سے احرام کی حالت میں دریا کی شکار اور اسکی غذا کا استعمال جائز ہے۔ لیکن صحرائی جانوروں کا شکار اور ان کی غذا کا استعمال حرام ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مجمع البیان اور دیگر فقہی کتابیں)

پیام

- ۱۔ احرام والے شخص کے لئے تمام راہیں بند نہیں کی گئیں ﴿احل۔۔۔۔۔ حرم﴾
- ۲۔ دریائی شکار یا غذا صرف ساحل نشینوں کے ساتھ خاص نہیں ہے ﴿وللسیارة﴾
- ۳۔ ساحل نشینوں کو دریا سے استفادہ کرنے میں اولویت ضروری حاصل ہے ﴿لکم و للسیارة﴾
- ۴۔ کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا ہمیشہ کے لئے ذاتی نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات زمان اور مکان کی کیفیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تاریخ اور جغرافیہ کے پیش نظر احکام الہی متوثر ہوں ﴿وانتم حرم﴾
- ۵۔ قیامت اور معاد پر ایمان ہی تقویٰ کا موجب ہوتا ہے ﴿واتقوا الله الذي اليه تحشرون﴾
- ۶۔ انسانی آبادی کا کثرت سے اڑدھام اور عبادی و سیاسی مراسم کی ادائیگی کو جانوروں کی نسل یا درختوں کی تباہی کا موجب نہیں ہونا چاہئے۔

آیت ۹۷

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهُدَى الْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِيَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ -

ترجمہ۔ خداوند عالم نے کعبہ حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے لئے امر کے قیام کا ذریعہ قرار دیا ہے اور (اسی طرح) حرمت والا مہینہ اور بے نشان قربانیوں اور نشاندار قربانیوں کو بھی (لوگوں کے امر کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے) یہ سب اس لئے ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور خداوند عالم ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

نکات:

"قیام" پائیداری کا ذریعہ ہے جس طرح خیمہ کے لئے ستوں کی پائیداری کا ذریعہ ہوتا ہے (سلفہ ہو مفردات راغب) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کعبہ کو اس لئے "بیت الحرام" کہا گیا ہے کہ وہاں پر کفار کا داخلہ حرام ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

کسی امر کے قائم اور پائیدار ہونے کے لیے چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۔ مرکزیت - ۲۔ امن و امان - ۳۔ غذا اور خوراک - اور اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں چیزیں کعبہ بیت الحرام میں مقرر فرمادی ہیں۔ کہ یہ جگہ مرکز مسلمین بھی ہے۔ وہاں ہر کسی کو کسی قسم کے جھگڑے فساد کی اجازت بھی نہیں۔ اور قربانی کا گوشت مسلمان کی غذا بھی ہے۔

"ہدی" بغیر نشانی والی قربانی کو کہتے ہیں اور "قلاند" نشانی والی قربانیوں کو حرمت والے مہینے چارہیں ۱۔ رجب ۲۔ ذیقعد ۳۔ ذی الحجہ اور ۴۔ محرم کو ان مہینوں میں جنگ ممنوع اور حرام ہے۔

اس مقام پر مسلمانوں کا لاکھوں کا اجتماع جس میں نہ تو کسی قسم کا سرکاری پرتوکول ہوتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی امتیاز روا رکھا جاتا ہے ایک مقدس مقام پر لفظی اور عملی جدال اور فزع سے پاک موحول اسلام کے امتیاز میں سے ایک ہے۔ اور اگر ہم حج کی دوسری برکتوں کو بھی مد نظر لے آئیں یعنی حج پر جاتے وقت یا حجاج کی واپسی پر ان سے ملاقات کے موقع پر مسلمانوں کا ایک دوسرے سے معافی طلب کرنا، اپنے گناہ بخشوانا، ایام حج میں تجارت کی رونق، خمس و

زکات کی ادائیگی، معارف الہی اور رنگ و نسل کا امتیاز کئے بغیر مختلف قوموں کی ایک دوسرے آشنا کی، سب لوگوں کا توحید کے قدیم ترین مرکز میں اجتماع، گریہ وزری صحرائے عرفات و شعر میں توبہ کرنا اور وہاں پر قیامت کی یاد دلوں میں رونا، سیاسی مشقیں اور کفارے اظہار برائت اور اس قسم کی دوسری برکتوں کو نظر میں لے آئیں تو ہمیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ حج کے یہ تمام چھ تلوں پر وگرام اور منصوبے۔ خدا کے ایسے بے پایاں علم سے عمل میں آئے ہیں جو کائنات کی ہر چیز سے آگاہ ہے اور محدود علم ہرگز اس قسم کے ہر کشش قوانین جاری نہیں کر سکتا۔

پیام

- ۱۔ "کعبہ" سب کے لئے ہے ﴿للناس﴾
- ۲۔ مسلمانوں کا ثبات اور ان کی زندگی حج سے وابستہ ہے ﴿قیام للناس﴾
- ۳۔ امور کے قیام کے لئے اجتماعیت، وحدت اور عبادت (کعبہ) قدس اور حرمت ﴿بیت الحرام﴾ امن اور سکون (الشہر الحرام) نشاندار اور بے نشان کام ﴿ہدی و قلائد﴾ اور بقدر ضرورت غذا اور خوراک ضروری ہے
- ۴۔ کعبہ جو کہ حرمت والا گھر ہے سادہ پتھروں سے بنایا گیا ہے اور یہ اس کی معنوی قدر و قیمت کی دلیل ہے۔
- ۵۔ قانون سازی اور قوانین کے نفاذ کا حق اسے حاصل ہوتا ہے جو تمام کائنات سے آگاہ ہوتا ہے ﴿یعلم مافی السموت و مافی الارض﴾
- ۶۔ احکام الہی کا سرچشمہ اس کا بے پایاں اور بیکراں علم ہے۔ اگر تمہیں ان احکام کا فلسفہ نظر نہ آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ احکام ہی نامناسب ہیں۔ اس لئے کہ وہ خود انہی سے آگاہ ہے۔ ﴿ذالک لتعلموا﴾
- ۷۔ خدائی قوانین کے بعض اسرار و رموز مستقبل میں واضح ہوں گے اور سمجھ میں آئیں گے ﴿تعلموا﴾
- ۸۔ مسجد ہو یا قربانگاہ دونوں قیام و پائیداری کا موجب ہیں ﴿کعبہ، ہدی﴾

آیت ۹۸، ۹۹

﴿اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ - مَاعَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلُغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَ مَا تَكْتُمُونَ

ترجمہ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم سخت عذاب دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پیغمبر پر سوائے (احکام الہی کے) پہنچانے کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

پیام

۱۔ تشویق و ترغیب اور تہدید و دھمکی ساتھ ساتھ ہونی چاہئے ﴿شدید العقاب ، غفور رحیم﴾

آیت ۱۰۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ حِينَ الْوَصِيَّةِ إِثْنَيْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ أَحْرَبَ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوا بِهَمَّا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَنِ بِاللَّهِ إِنْ زَبْتُمْ إِنْ لَمْ تَشْرَوْا بِهِ نَمْنًا وَلَوْ كَانَتْ دَالِقُرْبَىٰ وَلَا نَكُتُمْ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الْأَثْمِينَ ﴿١٠٦﴾ -

ترجمہ۔ اے ایماندارو! جب تم میں سے کسی شخص کے پاس موت (کی نشانی) آہنچے تو اپنے میں سے دو عادل آدمیوں کو وصیت کے وقت شہادت اور گواہی کے لئے بلاؤ۔ اور اگر سفر کی حالت میں ہو اور موت کی مصیبت تمہارے پاس آجائے (اور کوئی مسلمان گواہ بھی نہ ہو) تو اپنے غیر (دینی) افراد کو گواہی کے لئے بلاؤ اور اگر تمہیں ان (کی صداقت) میں شک ہو تو نماز کے بعد انہیں اپنے پاس روکے رکھو تاکہ وہ خدا کی قسم کھائیں کہ ہم حق کو کسی قسمت پر بچنے کے لئے تیار نہیں ہیں خواہ تمہارے قریبی لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اپنی خدا لگتی گواہی نہیں چھپائے گے۔ (اگر ایسا نہیں کریں گے تو اس وقت ہم گناہگاروں میں سے ہوں گے۔)

ایک نقطہ

"ابن ابی ماریہ" نامی ایک مسلمان "تمیم" اور "عدی نامی دو عیسائی بھائیوں کے ساتھ تجارت کی غرض سے سفر پر گیا۔ اور دوران سفر بیمار ہو گیا۔ اس نے وصیت نامہ لکھ کر اپنے سفر کے سامان میں چھپا کر رکھ دیا۔ اور تمام مال و اسباب ان دو عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیا۔ تاکہ وہ اسے اس کے ورثا تک پہنچا دیں۔ جب وہ فوت ہو گیا تو ان دونوں بھائیوں نے اس کے سامان میں سے مرحوم کے خط ملاحظہ کیا تو اس میں تمام اشیاء کی تفصیل درج تھی۔ چنانچہ انہوں نے ان سے تمام چیزوں کا مطالبہ کیا تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ وراثت نے اس بات کی شکایت پیغمبر اکرم سے کی، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

کافی کی حدیث کے مطابق آنحضرت نے ان دونوں عیسائیوں سے قسم لے کر انہیں جبری کر دیا۔ لیکن جب خط کے ذریعے ان کا پول کھل گیا تو آنحضرت نے انہیں دوبارہ بلایا، اور متوفی کے ورثاء نے قسم کھائی کہ اور مال بھی تھا، لہذا ان سے وہ قیمتی واپس لے لیں۔

پیام

۱۔ وصیت کے وقت مومن کو چاہئیے کہ اچھی طرح اور سوچ سمجھ کر تمام لازمی امور کو پیش نظر رکھے ﴿یا ایہا الذین امنوا﴾

۲۔ موت سب لوگوں کے ایک جیسی ہے اور ہر ایک نے موت کا پیالہ پینا ہے ﴿احدکم﴾

۳۔ قرب قوت وصیت کے لئے آخری فرصت ہے ﴿حضراحدکم الموت --- الوصیتہ﴾

۴۔ حقوق الناس کی ادائیگی کے لئے گواہ ٹھہرایا کرو۔ ﴿شہادۃ بینکم﴾

۵۔ حقوق الناس کی ادائیگی کے لئے ایک گواہ پر اکتفا نہ کرو ﴿اثنان﴾

۶۔ حقوق الناس کے لئے ادا کرنے کے لئے ہر شخص پر اعتماد کرو ﴿ذوا عدل﴾

۷۔ حقوق الناس کے ادا کرنے کے لیے مسلمان گواہ موجود نہ ہوں تو غیر مسلم کے ذریعہ بھی کام کو مستحکم کر سکتے ہو ﴿غیرکم﴾

۸۔ حقوق الناس کی رعایت ہر جگہ ضروری ہے اس کے لئے زمان اور مکان کی کوئی قید نہیں۔ ﴿ضربتم فی الارض﴾

۹۔ حق کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کے شک کو دور کرو ﴿ان ارتبتم﴾

۱۰۔ قسم۔ شک کے دور کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ﴿یقسمان﴾

۱۱۔ صرف "اسہ" کے نام سے کھائی جانے والی قسم قابل اعتماد اور فائدہ مند ہے ﴿باللہ﴾

۱۲۔ ملزم کو ایک مناسب وقت تک روکے رکھنا ضروری ہے ﴿تحسبونھما﴾

۱۳۔ حق کی ادائیگی کے لئے فرصت کے بہتر لمحات سے فائدہ اٹھانا چاہئیے ﴿بعد الصوۃ﴾

۱۴۔ حصول زر اور روپیہ پیسہ کا حصول گمراہ کرنے والے اسباب میں سے ایک ہے۔ ﴿تمنا﴾

۱۵۔ رشتہ داری اور قوم پروری بھی گمراہی کے اسباب میں سے ایک ہے ﴿ذاقریبی﴾

۱۶۔ وحی کے ذریعہ جس "قسم نامہ" کا متن قرآن میں بیان ہوا ہے وہ صرف "حقوق الناس" کے بارے میں ہے۔ ﴿لا

نشتری﴾ (-)

۱۷۔ حق پوشی 'عادل کو فاسق کر دیتی ہے' ﴿ذوا عدل﴾ "تبدیل ہو جاتے ہیں" آئین! میں)

آیت ۱۰۷

﴿فَإِنْ عُنِيَ عَلَىٰ إِيْمَانِهِمَا اسْتَحَقَّ إِثْمًا فَآخَرِينَ يُقُولُونَ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَٰئِينَ فَيُفْسِدُونَ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ۔ پس اگر معلوم ہو جائے کہ (سفر میں غیر مسلموں نے) گناہ اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے (اور ان کی قسم ناحق تھی) تو دوسرے دو (مسلمان) شخص جو میت کے زیادہ قریبی ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے قسم کھائیں گے کہ ہماری (مسلمان وارثوں کی) گواہی ان دو (غیر مسلموں) کہ گواہی سے حق کے زیادہ قریب ہے (جن کی خیانت ظاہر ہو چکی ہے اور کہیں گے کہ) ہم نے (حق اور حد سے) تجاوز نہیں کیا۔ اور اگر تجاوز کریں گے تو یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے۔

ایک نقطہ

واضح یاد کہ میت کے ورثاء کی گواہی اور قسم ان معلومات کی بناء پر ہوگی جو پہلے سے میت کے اموال کے بارے میں سفر کے دوران یا اس کے علاوہ رکھتے ہیں۔

پیام

۱۔ تمہیں تجسس اور جستجو کا حق حاصل نہیں ہے لیکن اگر معلومات حاصل ہو جائیں تو پھر طریقہ کار بدل جائے گا (بقول مفردات راغب جستجو کئے بغیر حاصل ہونے والی معلومات کو "عشر" کہتے ہیں)

آیت ۱۰۸

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يَّاتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَّجْهِهَا اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تَرَدَّ اِيْمَانُ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْفٰسِقِيْنَ﴾

الْفَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿ -

ترجمہ۔ یہ (طریقہ کار بہتری کے) زیادہ قریب ہے کہ گواہی کو اچھے انداز میں پیش کریں یا انہیں خوف ہو کہ ان کے قسم کھانے کے بعد، قسمیں (میت کے ورثاء کی طرف) پلٹائی جائیں گی اور خدا سے ڈرتے رہو اور (اور اس کے فرامین کو) سفو اور خداوند عالم فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ایک نقطہ

یہ آیت گواہی دینے اور گواہ بنانے کے بارے میں اچھی طرح بوجھ سے کام لینے کے فلسفہ کو بیان کر رہی ہے جو اس سے پہلے کی دو آیات میں ذکر ہوا ہے، نماز کے بعد لوگوں کے سامنے قسم کھانا اس بات کا موجب بن جاتا ہے کہ گواہی سچی حقیقی اور واقعی ہو جھوٹی نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کی گواہی قابل قبول نہ ٹھہرے تو قسم اور گواہی ناقابل اعتبار ہوگی اور معاشرہ میں ان لوگوں کی رسوائی ہوگی۔

پیام

- ۱۔ ایسے مراسم اور تکلفات جو حقوق الناس کے ضائع ہونے سے روکتے ہیں قابل قدر ہوتے ہیں۔ ﴿ذَلِكِ ادْنٰی﴾
- ۲۔ گناہ سے بچانے کے اسباب میں سے ایک سبب معاشرہ میں رسوائی کا اندیشہ بھی ہے ﴿اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تَرَدَّ اِيْمَانٌ﴾
- ۳۔ رہن سہن ایسا اختیار کرو کہ کچھ لوگ تمہارے افکار و خیالات اور مال و دولت سے اس قدر باخبر ہوں کہ نا اہل اور نام عادل اپنی جھوٹی قسموں سے تمہاری کاوشوں کو ضائع مت کر سکیں۔ اور انہیں اس بات کا یقین ہو کہ اگر وہ غلط معلومات فراہم کریں گے تو ان سے بہتر لوگ صحیح معلومات فراہم کر دیں گے۔ ﴿تَرَدَّ اِيْمَانٌ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾
- ۴۔ (اس قدر سختی کے باوجود بھی) تقویٰ اختیار کئے رہو۔
- ۵۔ غلط گواہی، فسق کی علامت ہے ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

آیت ۱۰۹

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اٰجِبْتُمْ قَالُوْا لَاَعْلَمُ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ﴾

ترجمہ۔ (یاد کرو) اس دن (کو) جب خداوند عالم رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ لوگوں نے تمہیں کیسا جواب دیا؟ تو وہ کہیں گے ہمیں علم نہیں ہے تو ہی تمام غیبوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

ایک نقطہ

حقیقی علم صرف خدا ہی کے پاس ہے اور جو شخص بھی کوئی علم رکھتا ہے اسی کی طرف سے رکھتا ہے جس طرح کہ غیب کو صرف وہی جانتا ہے اور اس کا علم جسے چاہتا وہی خود عطا کرتا ہے۔

پیام

- ۱۔ قیامت کے دن انبیاء سے بھی سوال ہو گا کہ لوگوں کا تمہارے ساتھ کیسا رویہ رہا؟ ﴿مَآذِ الْجَنَّةِ﴾
- ۲۔ انبیاء علیہم السلام کا علم، خدا کے علم کی نسبت نہ ہونے کے برابر ہے ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾

آیت ۱۱۰

﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ادْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَثُبْرًا الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾

ترجمہ۔ اس وقت (کو یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سے فرمایا: میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو دی۔ جب کہ میں نے "روح القدس" کے ذریعہ تمہاری تائید کی کہ تم نے گہوارہ میں (معجزہ کے ساتھ) اور بزرگی میں (وحی کے ساتھ) لوگوں سے باتیں کیں۔ جب کہ میں نے تمہیں کتاب و حکمت انجیل کی تعلیم دی، اور اس زمانے (کو فراموش نہ کرو) جب تم میرے حکم کے ساتھ مٹی سے پرندے جیسے چیز بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتا۔ اور میرے ہی اذن سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتے اور جبکہ میرے ہی اذن سے مردوں کو زندہ کرتے (اور قبر سے باہر نکالتے) اور اس وقت کو یاد کرو جب میں نے بنی اسرائیل (کے ظلم۔۔۔ کے ہاتھ

(کو میں نے تم سے روکے رکھا۔ جب کہ تم ان کے لیے واضح اور روشن دلائل لے آئے۔ اور ان میں سے کافر لوگوں نے) (معجزہ کے بارے میں) کہا یہ تو کھلم کھلا جادو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

نکات

اس آیت سے لے کر سورت کے آخر تک کی تمام آیات حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہیں۔
 اس آیت میں حضرت عیسیٰ کے بارے میں خداوند کے لطف و کرم کی مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں جن میں سر فہرست روح القدس کے ساتھ انکی تائید کو بیان کیا گیا ہے۔
 حضرت عیسیٰ کی والدہ کو ملنے والی نعمت سے مراد شاید انہیں حضرت عیسیٰ کے بارے میں ملنے والی خوشخبری اور ان کی فرشتوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو ہو (ملاحظہ ہو سورہ آل عمران آیات ۴۵ تا ۵۰ کہ جن کا آغاز و اذقالت الملائکہ یمریم سے ہوتا ہے)

پیام

- ۱۔ خداوند عالم کی اپنے اولیاء کو نعمتیں اور لطف و کرم کی یاد دہانی حق کی راہ پر چلنے والے افراد کے لئے تسلی اور دل گرمی کا موجب ہوتی ہے۔
- ۲۔ انبیاء کو بھی خدا کی نعمتوں کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔
- ۳۔ عورت ایسے مقام تک پہنچ سکتی ہے کہ اس کا تذکرہ انبیاء کے ساتھ ساتھ ہو (علیک و علی والدتک) بلکہ عورت اور اس کا پیغمبر بیٹا دونوں خدا کی " ایک آیت شمار ہوتے ہیں جیسا کہ ایک اور آیت میں ہے "و جعلناھا وانجھا آیتہ۔۔۔ یعنی ہم نے اس (مریم) اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو ایک آیت قرار دیا ہے۔۔۔
- ۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف ایک ہی گفتگو کے ساتھ اپنی نبوت کو بھی ثابت کر دیا اور اپنی والدہ کی عفت و عصمت کو بھی۔

۵۔ ارادہ الہی، تجربہ، قدرت اور زمانے کے گزرنے کی ضرورت کو حل کر دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بغیر کسی تجربے، مشق اور زمانہ کے گزرنے کے طفلی میں بھی ٹھیک ٹھیک وہی باتیں کیں جو بڑھاپے میں کمرتے رہے بچپن میں بچوں والی باتیں نہیں کیں۔ ﴿فی المهد و کھلا﴾

۶۔ انبیاء کو عالم ہونا چاہیے ﴿الکتاب﴾ صاحب بینش ہونا چاہیے ﴿الحکمتہ﴾ سابق انبیاء کے فرمودات کے جانتے ہوں ﴿التوراة﴾ اور جدید پیام کا حامل ہونا چاہیے ﴿الانجیل﴾

۷۔ تخلیق و پیدائش کی نسبت غیر اللہ کی طرف بھی دی جا سکتی ہے البتہ خدا کے اذن و حکم کے تحت۔ ﴿اذخلق﴾

۸۔ اذن الہی، مجسمہ سازی کے جواز کا موجب بنا ہے ﴿باذنی﴾

۹۔ خدا کے خاص بندے بھی ولایت تکوینی رکھتے ہیں ("تخلق" تنفخ، "برء اور تخرج کے ساتھ حضرت کو خطاب کیا گیا

(ہے)

۱۰۔ حضرت کے اعجاز میں جہاں ان کی مسیحائی کو عمل دخل حاصل ہے وہاں مجسمہ سازی کا ہنر بھی اپنی خاص

اہمیت رکھتا ہے ﴿کھیثہ الطیر --- فتنفخ﴾

۱۱۔ حضرت عیسیٰ کی مسیحائی نے جماد کو تو قوت پرور عطا کر دی لیکن بنی اسرائیل کے دلوں کو طاقت پرور نہ دے

سکی۔

۱۲۔ جہاں شرک کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں توحید کا تکرار ضروری ہو جاتا ہے ("باذنی" کے کلمہ کا تکرار)

۱۳۔ جب خداوند عالم کو مردہ زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے کی قدرت عطا کرتا ہے تو لوگوں کا ان سے مدد مانگنا

انبیاء اور ان کو رہنا و سیلہ قرار دینا بھی جائز ہونا چاہئے۔ (توسل اور وسیلہ بنانے کے مخالفین سے ہمارا سوال ہے کہ آیا

یہ ممکن ہے کہ خداوند عالم کسی کو قدرت تو عطا کرے لیکن لوگوں کو ان کی طرف توجہ کرنے سے روک دے؟

۱۴۔ "رجعت" اور مردوں کا زندہ کرنا اسی دنیا میں بھی رونما ہو چکا ہے۔ ﴿تخرج الموتی﴾

۱۵۔ بنی اسرائیل کا حضرت عیسیٰ کو زک پہنچانے اور قتل کرنے کا ارادہ خدا کی طرف سے ناکام ہو چکا ہے ﴿کففت

﴿

آیت ۱۱۱

﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾

ترجمہ۔ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب میں نے (عیسیٰ کے) حواریوں کی طرف وحی کی مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ، تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں اور سر جھکا چکے ہیں۔

نکتہ

حواریوں کی طرف وحی سے مراد یا تو خود انہی کے دلوں میں الہام ہے یا حضرت عیسیٰ کے ذریعہ وحی کا پیغام ہے۔

پیام

۱۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ آمادہ دلوں کو الہام کرتا ہے۔

۲۔ خدا پر ایمان، رسول پر ایمان سے علیحدہ نہیں ہے ﴿لی و برسولی﴾

۳۔ جب ہدایت باطنی اور خدا کی طرف سے ہو تو گہری بھی ہوتی ہے اور وسیع تر اثر بھی کرتی ہے۔ ﴿اوحیت ---

قالوا آمنا﴾

۴۔ اندرونی طرف سے خدائی نور کے بغیر ہدایت یا توبے اثر ہوتی ہے یا بہت ہی کم اثر اور ناپائیدار ہوتی ہے۔

۵۔ لوگوں کے خدا کے الہامات اس لئے ہوتے ہیں کہ وہ انبیاء کی تصدیق و تائید کرتے ہیں ان کی اپنی ذات کی وجہ

سے نہیں ہوتے ﴿اوحیت --- آمنوا بی و برسولی﴾

۶۔ باطنی ایمان کی نشانی، زبانی اقرار و اظہار ہوتا ہے وہ اس طرح کہ قلبی ایمان زبانی نعروں کا پشت پناہ ہوتا ہے

﴿واشهد باننا مسلمون﴾

آیت ۱۱۲، ۱۱۳

﴿إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ -- قَالُوا نُؤْيِدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾

ترجمہ۔ (اس وقت کو یاد کرو) جب حواریوں نے کہا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! آیا تمہارا پروردگار (تمہاری دعا کے

ساتھ) آسمان سے (خدا کا) دسترخوان ہمارے لئے اتار سکتا ہے؟ عیسیٰ نے کہا: اگر تم مومن ہو تو خدا سے ڈرو۔

انہوں نے کہا: (ہمارا کوئی غلط نظریہ نہیں ہے اور ہم بہانہ گیری سے کام لے رہے ہیں بلکہ) ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کھائیں تاکہ ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور جان لیں (اور دیکھ لیں) کہ تم نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم آسمانی دسترخوان پر گواہ رہیں۔

چند نکات

اس سورت کو اسی آسمانی دسترخوان کی درخواست کی وجہ سے "ماندہ" کہتے ہیں۔
 "ماندہ" کا معنی غذا بھی ہے اور "دسترخوان" بھی کہ جس پر غذا ہوتی ہے۔

چونکہ ان کے سوال کا انداز کسی حد تک غیر مودبانہ اور مہذبانہ تھا، اسی لئے انہیں "اتقوا اللہ" کے ساتھ جواب ملا۔
 ("یا روح اللہ" یا پھر "یا رسول اللہ" کہنے کی بجائے انہوں نے "یا عیسیٰ بن مریم" کہا۔ "آیا خدا مہربانی کرے گا؟" کی بجائے انہوں نے کہا "آیا خدا اتار سکتا ہے" اور "ہمارا پروردگار" کہنے کی بجائے "تمہارا پروردگار" کہا۔ جو غیر مہذبانہ انداز گفتگو ہے)

پیام

۱۔ اگر بری نیت نہ بھی رکھتے ہو لیکن کسی سے گفتگو کرتے وقت مخاطب کے احترام کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے
 ("﴿اتقوا اللہ﴾ کے ساتھ جوا)

۲۔ مومن شخص کو زیب نہیں دیتا کہ وہ خدا کا امتحان کرے ﴿هل یستطیع؟﴾

۳۔ کسب و کار اور معاشی امور کو معجزہ سے وابستہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ تلاش و کوششیں اور توکل بر خدا کمر کے طبعی راستہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور یہاں پر تو درخواست ہی صرف ایک وقت کے کھانے کی گئی ہے ناکہ ہمیشہ کے لئے غذا
 بھیننے کی (ماندہ)

۴۔ تقویٰ ایمان کی علامت ہے ﴿اتقوا اللہ ان کنتم مومنین﴾

۵۔ اے رسول اسلام! آپ کو ان لوگوں سے زیادہ توقع وابستہ نہیں کرنی چاہئے، باوجودیکہ حواریوں عیسیٰ کی طرف الہام بھی ہوتا تھا، ایمان اور اسلام کا اقرار بھی کرتے تھے پھر بھی ہم سے مفت کھانے اور اپنی حسب منشاء معجزہ کے بھی طلبگار ہوئے۔

آیت ۱۱۴

﴿قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

ترجمہ۔ مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا: خداوند! پروردگار! ہم پر آسمان سے غذا کا دسترخوان بھیج تاکہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسل کے لئے جشن و عید اور تیری نشانی قرار پائے، اور روزی عطا فرما کیونکہ تو بہترین روزی دینے والا ہے۔

ایک نکتہ

قرآنی دعائیں ہر مقام پر "ربنا" کے ساتھ شروع ہوتی ہیں لیکن اس آیت میں دو کلمات "اللھم ربنا" کے ساتھ شروع ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہ ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے اور اس کا انجام بہت سخت ہے۔

پیام

- ۱۔ اولیاء اللہ کی طرف سے دعا، توسل اور تقاضائے حاجت جائز ہے۔
- ۲۔ انبیاء علیہم السلام کے تمام لوگ اور ہر دور کی نسلیں پیش نظر ہوتی ہیں ﴿اولنا و اخرنا﴾
- ۳۔ خدائی نشانیوں سے ہمیشہ کے لئے سبق حاصل کرنا چاہئے ﴿اولنا و اخرنا﴾
- ۴۔ قرآن کی رو سے عید اور جشن منانا جائز ہے (اولیاء اللہ کی ولادت اور رسول اکرم کی بعثت آسمانی ماندہ کے نزول سے کم اہمیت کی حامل نہیں)
- ۵۔ اللہ کے پیغمبر جناب عیسیٰ علیہ السلام دعائیں "کھانے کے مسئلے" کی بجائے ماندہ کے خدا کی نشانی ہونے کی طرف توجہ دی ہے ﴿آیۃ منک﴾

۶۔ مومنین کے عذر اور ان کی توجیہ کو قبول کرو۔ (اس سے پہلی آیت میں ماندہ کے فزول کا سبب بتایا گیا ہے۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام) آسمانی ماندہ (دستر خوان) کی طلب اور دعا کے ساتھ ان کی درخواست اور عذر کو قبول فرمایا)

۷۔ لوگوں کی پیش کش اور تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے (سابق آیت میں لوگوں کی طرف سے ماندہ کی درخواست کھانے اور اطمینان حاصل کرنے کے لئے تھی۔ اور کھانے کو مقدم رکھا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے ماندہ کی درخواست کی تاکہ عید و جشن بھی ہو اور لوگوں کو اطمینان بھی حاصل ہو جائے اور آیت و نشانی بھی قرار پائے اور لوگ اسے کھائیں بھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے عید کے لفظ کا بھی اضافہ کیا اور نشانی ہونے کو کھانے کے مسئلہ پر مقدم کیا)

۸۔ دوسروں کی سبک اور توہین آمیز تعبیرات کو اصلاح کر کے بیان کرنا چاہئے۔ (حواریوں کا سوال اس طرح تھا کہ "هل يستطع ربك" کیا تیرا رب قدرت رکھتا ہے؟ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعا کی تو انہوں نے اس سے بلند تر مقصد کے لئے ماندہ کی درخواست کی اور جو باتیں یا توہین کا پہلو رکھتی تھیں انہیں حذف کر دیا)

۹۔ دعاؤں میں خداوند تعالیٰ کو دعا سے مناسب صفات کے ساتھ پکارا جائے (چونکہ "ماندہ" کی درخواست کی گئی تھی لہذا "خیر الرازقین" کا جملہ استعمال کیا گیا)

آیت ۱۱۵

﴿قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یقیناً اس (ماندہ) کو تم پر نازل کروں گا، پس تم میں سے جو شخص اس کے بعد اس سے کفر اختیار کرے گا اسے ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہانوں میں سے کسی ایک کو اس جیسا عذاب نہیں کروں گا۔

چند نکات

ماندہ کے نزول کی داستان جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے انجیل میں اسی طرح نہیں ہے (تفسیر نمونہ) بعض لوگوں کے بقول جب حواریوں نے آیت کی تہدید (دھمکی) کو سنا تو انہوں نے اپنی درخواست واپس لے لی اور ماندہ نازل نہیں ہوا۔ لیکن ان کا یہ قول آیت اور روایات کے خلاف ہے (ملاحظہ ہو تفسیر اطمینان البیان)

روایات میں ہے کہ ماندہ کے نازل ہونے کے بعد کچھ لوگ کافر ہو گئے تھے اور سور (خنزیر) کی صورتوں میں مسخ ہو گئے۔

پیام

۱۔ انبیاء کی دعا قبول ہوتی ہے ﴿انی منزھا﴾

۲۔ جو لوگ علم و یقین اور شہود کی اعلیٰ منازل تک جا پہنچتے ہیں ان پر ذمہ داری بھی بھاری عائد ہو جاتی ہے اور ان کی خلاف ورزی کی سزا بھی سخت ہوتی ہے ﴿فمن یکفر بعد ذالک ---﴾ یہ آیت لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے سب سے زیادہ دھمکی آمیز آیت ہے۔

۳۔ معمول کی زندگی بسر کرنے والے خداوند عالم کے قہر و غضب سے بہت دور ہوتے ہیں۔

۴۔ خداوند عالم کا عذاب اور لطف و کرم کے مختلف درجات ہیں۔

۵۔ جن کی توقعات زیادہ ہوتی ہیں (آسمانی ماندہ) انہیں اصولوں کی پاسداری بھی زیادہ کرنا پڑتی ہے پہاڑ کی بلند چوٹیوں کے درے بھی خطرناک ہوتے ہیں۔

ضمنی طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے لئے آسمان سے غذا نازل ہوتی ہے تو روایات کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی بہشتی میوے اترے ہیں جن سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی پیدائش عمل میں آئی۔

آیت ۱۱۶

﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِهْلِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعَلَّمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾

ترجمہ۔ اور جس وقت اللہ نے فرمایا: اے مریم کے فرزند عیسیٰ! آیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ "خدا کی بجائے مجھے اور میری والدہ دونوں کو معبود بناؤ؟" (حضرت عیسیٰ نے) کہا: (خداوند! تو پاک اور منزہ ہے میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں کوئی ایسی بات کہوں میرے شایان شان نہیں ہے۔ اگر میں ایسی کوئی (غلط) بات کی ہے تو تو اسے جانتا ہے۔ جو

کچھ میرے دل و جان میں ہے تو اسے جانتا ہے، یہ میں ہوں کہ تیرے اسرار سے بے خبر ہوں یقیناً تو ہی ہر قسم کے غیب کو اچھی طرح جانتا ہے۔

چند نکات

اسی سورہ (ماندہ) کی ۱۰۹ ویں آیت میں ہے کہ "خداوند عالم انبیاء (علیہم السلام) کو قیامت میں اکٹھا کر کے فرمائے گا، لوگوں سے تم نے کیا جواب سنا؟" اور یہ آیت اسی دن کے لئے خدا اور عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو بیان کر رہی ہے۔ اگرچہ عیسائی حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو خدا نہیں جانتے لیکن ان کے مجسمہ کے سامنے ان لوگوں کا عبادت کرنا، حضرت مریم کو معبود قرار دینا ہے۔

پیام

- ۱۔ بعض اوقات "درے کہا جاتا ہے تاکہ دیوار سن لے" کے مصداق سوال اور سرزنش تو بے گناہ کو کی جاتی ہے تاکہ دوسرے لوگ خبردار ہو جائیں۔ ﴿ء انت قلت﴾
- ۲۔ "دون اللہ" شرک کی نشانی ہے تاکہ خدا کی نفی کی دلیل، یعنی خدا کے علاوہ عیسیٰ اور مریم کو معبود سمجھنا بھی شرک اور تثلیث ہے۔ (البتہ عیسائیوں کی موجود تثلیث باپ، بیٹا اور روح القدس ہے
- ۳۔ انسانوں کا دعویٰ الوہیت ایک غلط اور ناروا دعویٰ ہے ﴿لیس لی بحق﴾
- ۴۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں ﴿مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق﴾
- ۵۔ انبیاء اپنے ماننے والوں کے غلو سے بیزار ہیں ﴿ان کنت قلة فقد علمتمہ﴾ ۵۰
- ۶۔ گزشتہ انسانوں کی تمام گفتگو اور ان کے باطن کے تمام اسرار خدا کے لئے روشن، آشکار اور واضح ہے۔ ﴿فقد علمتمہ، تعلم ما فی نفسی﴾
- ۷۔ خداوند عالم کی مقدس ذات کو ہر طرح کی ناروا اور غیر مودبانہ نسبت سے پاک و منزہ سمجھنا لازم اور ضروری ہے ﴿سبحانک﴾ ۵۱

آیت ۱۱۷

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُمْ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾

ترجمہ۔ (عیسیٰ نے خدا سے عرض کیا) میں نے ان سے صرف وہی بات کی ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے۔ (میں نے ان سے کہا) کہ "خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے" اور جب تک میں ان کے درمیان رہا، ان کے توحیدی افکار و عقائد کا شاہد اور ناظر رہا۔ پس جب تو نے مجھے (ان کے درمیان سے) اٹھا لیا تو تو خود ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

پیام

۱۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، خدا کے حکم کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کرتے، خدا کی وحی میں کسی قسم کی تبدیلی اور تصرف نہیں کرتے۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ کو دوسرے لوگوں کی طرح خدا کا دست پروردہ سمجھتے ہیں ﴿رَبِّي وَ رَبِّكُمْ﴾ ۵۲

۳۔ انبیاء علیہم السلام لوگوں کے اعمال کے ناظر ہیں ﴿كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾

آیت ۱۱۸

﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ۔ (عیسیٰ نے کہا خدو ندا!) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں معاف کر دے تو تو خود ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک نکتہ

حضرت ابو ذر غفاری روایت کرتے ہیں: پیغمبر خدا ایک رات صبح تک اس آیت کی بار بار تلاوت کرتے رہے اور رکوع و سجد میں اسے پڑھتے رہے اور خدا سے اس قدر شفاعت کی درخواست کی کہ خدا نے انہیں عطا فرمادی (تفسیر مراغی) آنحضرت اس آیت کو تلاوت کرتے وقت اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند کر کے درود کرامت کے حق میں دعا فرماتے تھے۔

پیام

- ۱۔ حضرت انبیاء کرام علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ۵۳
- ۲۔ خدا کا کسی پر قہر و غضب یا لطف و کرم اس کی حکمت کی بنیاد پر ہے ﴿الحکیم﴾
- ۳۔ دعا کی روش میں رحمت طلبی کو فراموش نہیں کرنا چاہئے ﴿فانہم عبادک﴾
- ۴۔ تم اپنے فریضہ کو ادا کرتے رہو، انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔
- ۵۔ انبیاء علیہم السلام مقام شفاعت کے حامل ہیں لیکن کبھی گناہ اور جرم اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ انبیاء کو بھی کنارہ کشی اختیار کرنی پڑ جاتی ہے۔ ﴿ان تعذبہم فانہم عبادک﴾

آیت ۱۱۹، ۱۲۰

﴿قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ -- لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ۔ اللہ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے کہ جس میں سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچاتا ہے۔ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ کہ ان کے اندر ہے (سب) کی ملکیت اور حکومت خدا کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پیام

۱۔ اگر اپنی صداقت کی وجہ سے مومنین کو دنیا میں مشکلات اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو آخرت میں ان کی یہی صداقت ان کے لئے کارساز اور کارآمد ضرور ہوگی۔

۲۔ صرف سچے لوگوں کو ہی فائدہ حاصل ہوگا، ناکہ سچ کا غلط دعویٰ کرنے والوں، نعرہ بازوں اور ریاکاروں کو۔

۳۔ جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ ہے خود بندوں سے خدا کی رضا ناکہ بندوں کے کاموں سے، (کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے فاسد اور غلط قسم کے لوگ اچھے اچھے کام کرتے ہیں، ان کے کام تو اچھے ہوتے ہیں لیکن خود افراد خدا کے لئے قہر و غضب کا شکار ہو جاتے ہیں) ﴿منہم﴾

۴۔ خدا کی رضا کے ساتھ ساتھ بہشت، باغات اور نہریں بہت بڑی کامیابی اور "فوز عظیم" ہے۔

۵۔ عبادت اسی ذات کے شایان شان ہوتی ہے جس کے قبضہ میں کائنات کی سلطنت اور قدرت مطلقہ ہے ناکہ عیسیٰ و مریم جیسے لوگوں کے۔

تمام شد سورہ ماندہ

حوالات - فٹ نوٹس

۱ قرآن مجید تو مشرکین کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کی بھی پابندی کو لازم سمجھتا ہے ارشاد ہوتا ہے "واتموا الیہم العہد" ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو۔

حتیٰ کہ فاجر قسم کے لوگوں کے ساتھ بھی کیا ہوا وعدہ پورا کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کتاب کافی جلد ۲ ص ۱۶۲ پر موجود ہے، اسی طرح اس عہد و پیمانہ کو بھی پورا کرنا پڑتا ہے جو کسی مسلمان کے اشارے کے ساتھ کسی دشمن سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً جہاں پر کوئی کافر کسی مسلمان کے اشارے سے مسلمانوں کے علاقہ میں داخل ہو جائے تو وہ امان میں ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو کتاب مستدرک الوسائل جلد ۲ ص ۲۵۰

۲ سورہ نساء کی آیات ۱۵۴ اور ۱۵۹ اور سورہ انعام کی آیت ۱۴۵ کی طرف اشارہ ہے

۳ بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۱۴۶

۴ مسلمان اسی فرسخ کا فاصلہ طے کر کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پہنچنے تاکہ حج کا فریضہ ادا کر سکیں لیکن کفار نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا جس کے نتیجے میں "صلح حدیبیہ" کا واقعہ پیش آ گیا، اب جبکہ مکہ فتح ہو چکا ہے تو ہمیں ان سے انتقام نہیں لینا چاہئے۔

۵ مثلاً اگر حصول علم ایک "بر" (نیکی) ہے تو اس کی راہ ہموار کرنا "تعاون علی البر" ہے، مثلاً مدارس دینیہ کی تشکیل، کتب خانوں کا قیام، لیبارٹریوں کی تاسیس، کتاب، ذرائع حمل و نقل، استاد کی تربیت، استاد اور شاگرد کی تشویق وغیرہ۔

۶ مثلاً شراب بنانے والوں کو انگور فروخت نہیں کرنے چاہئیں، ظالموں کو اسلحہ نہیں دینا چاہئے، سازشیوں کی سازشوں کو ناکام بنانا چاہئے، طاغوتی افراد اور حکمرانوں کو وسائل حمل و نقل حتیٰ کہ مکہ جانے کے لئے بھی سواری نہیں دینی چاہئے، کم ظرف لوگوں کو اہم رازوں سے مطلع نہیں کرنا چاہئے۔ اور گناہگار کے منہ پر ہنسنا نہیں چاہئے جس سے اسے گناہ میں تقویت ملے۔

۷ اس میں اہم نکتہ یہ مضمحل ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں اسی "بر" (نیکی) کے مقامات بیان کئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "ولکن الیمن امن بالله والیوم الآخر والملئکة والکتاب والنبین و اتی المال علی حبه ذوی القربی والیتیمی و... واولئک ہم المتقون" یعنی بر (نیکی) خدا، قیامت، انبیاء، آسمانی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان اور معاشرہ کے محروم طبقوں کی دیکھ بھال اور قول و قرار اور معاہدوں کی پابندی اور تمام امور میں صبر و استقامت اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا نام ہے۔

بہت سی روایات میں نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مظلوم و محروم لوگوں کی امداد کی تاکید کی گئی ہے اور ظالموں کی مدد سے مدد و امداد سے روکا گیا ہے، یہاں پر ہم تبرک کے طور پر چند ایک احادیث کو ذکر کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کی اولاد، ایک ماہ کے مستحبی روزوں اور اعتکاف سے افضل ہے (وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۴۵)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کی اولاد کے لئے ایک قدم اٹھاتا ہے اس کا ثواب ایک بہادر مجاہد کے ثواب کے برابر ہے (وسائل الشیعہ جلد ۸ ص ۶۰۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: جب تک انسان لوگوں کی امداد کرنے کی فکر میں رہتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی امداد کرتا رہتا ہے، (وسائل الشیعہ جلد ۸ ص ۵۸۶)

۸ زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق کسی جانور کو مشروط طریقہ پر خریدتے اور اسے ذبح کیا کرتے تھے، وہ یوں کہ دس تیروں کو ایک ترکش میں رکھتے تھے جن میں سے سات تیروں پر "جیت" کے لفظ اور تین پر "ہار" کے لفظ لکھا کرتے تھے، اس کے بعد قرعہ ڈال کر ہر ایک تیر کو ترکش سے باہر نکالتے تھے چنانچہ مذبح جانور کا تمام گوشت ان سات آدمیوں کو مل جاتا تھا جن کے نام "جیت" کے تیر نکلتے تھے اور جانور کی قیمت ان تین آدمیوں کو ادا کرنا پڑتی جن کے نام "ہار" کے تیر نکلتے تھے۔ اور انہیں گوشت کا حصہ بھی نہیں ملتا تھا۔ اس قسم کے جانور کو قرآن نے "حرام" قرار دیا ہے، پس "ازلام" کا معنی ہوگا "قرعہ کی خاص قسم کی لکڑیاں"۔

۹ سورہ بقرہ / ۱۰۹ میں ہے کہ کفار اس بات کی طرف مائل تھے کہ مسلمانوں کو سیدھے راستے سے منحرف کیا جائے لیکن خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ: مسلمانو! چشم پوشی اور درگزر سے کام لو تاکہ خدا اپنا فرمان بھیجے، جس کی بنا پر مسلمان اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے قطعی فرمان کے منتظر رہے کہ جس سے کفار مایوس ہو جائیں۔

۱۰ قرآن مجید میں ہے "فکفرت بانعم اللہ..." یعنی ان لوگوں نے کفران نعمت کیا اور اللہ نے ان کے اعمال کے باعث انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنایا (نحل / ۱۱۲)

۱۱ بت تو مجسموں کی شکل میں ہوتے تھے لیکن "نصب" بغیر کسی شکل و صورت کے پتھر ہوتے تھے جو خانہ کعبہ کے اطراف میں گڑھے ہوئے تھے جن کے پاس جانور ذبح کئے جاتے تھے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیا جاتا تھا۔

۱۲ چونکہ جانور کی موت کے وقت اس کا خون ہی سب سے پہلے فاسد اور خراب ہو جاتا ہے اور ایک قسم کی زہر کو ایجاد کرتا ہے، اسی لئے جو جانور دم گھٹنے سے یا سینگ لگنے سے یا اوپر سے گرنے سے یا تشدد کی وجہ سے یا کسی جانور کے پھاڑ دینے کی وجہ سے مر جاتے ہیں ان کا خون مکمل طور پر باہر نہیں نکلتا لہذا اسلام نے ایسے جانوروں کے گوشت کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے (از تفسیر نمونہ)

۱۳ حدیث پاک میں "لاصلوة الا بطہور" یعنی طہارت (اور وضو) کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے۔

۱۵ حضرت امام رضا علیہ السلام فلسفہ وضو کے بارے میں فرماتے ہیں: یكون العبد طاهرا اذا اقام بين يدي الجبار "یعنی خدا کے حضور جانے کے لئے ایک قسم کا ادب اور پاکیزگی ہے، مطيعاله فيما امره" یعنی ایک قسم کی اطاعت اور بندگی ہے۔ "نقیامن الادناس" یعنی پلیدی سے دوری ہے۔ "ذهاب الكسل والناس" یعنی سستی اور نیند کو دور کرنا ہے۔ "وتزكية الغوا و للقيام" یعنی نماز کے لئے روحانی نشو و نما اور آمادگی ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب وسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۵۷، منقول از تفسیر نمونہ)

۱۶ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۹۸ اور کئی دوسری کتابیں

۱۷ سورہ توبہ کی ۷۷ ویں آیت میں ہے کہ "عہد شکنی نفاق کے پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہے"

۱۸ سورہ صف / ۱۴

۱۹ ان کا خدا کا بیٹا اور خاص دوست ہونے کا دعویٰ انجیل یوحنا باب ۸ جملہ ۴۱ میں بھی آیا ہے۔

۲۰ انبیاء کا قتل، پیغمبر اسلام کے تشریف لانے کی خوشخبری کو چھپانا، کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کرنا، آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا، شہر میں جانے سے ڈرنا، گوسالہ پرستی، مختلف قسم کے حیلے بہانے بنانا، شکم پرستی، ایک جیسی غذا پر قانع نہ رہنا، یہ سب ان کے جرائم کی فہرست ہے، اور ان پر خدا کا تہر و غضب، ان کے سروں پر پہاڑ کا مسلط رہنا، چالیس سال تک در بدری، بندروں کی صورت میں ان کا مسخ ہو جانا، ذلت اور خواری وغیرہ کی صورت میں خدا کا ان کو سزا دینا۔

۲۱ نبج البلاغہ حکمت ۱۴۷

۲۲ تاریخ میں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ کا اپنی قوم سے جدا ہونا، انبیاء کا اعتکاف میں جانا، پیغمبر اکرم سے وحی کا رک جانا اور غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ وغیرہ

۲۳ دریائے نیل سے گزر جانے کی نعمت، کوہ طور کے سایہ فگن رہنے کی نعمت، من و سلویٰ کے نزول کی نعمت، بارہ چشموں کے پھوٹنے کی نعمت اور اس کے علاوہ دوسری کئی نعمتیں ہیں جو بنی اسرائیل کو خصوصیت کے ساتھ عطا ہوئیں۔

۲۴ ایک اور مقام پر اس قوم کی زبانی ہم پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کہا "لاطفة لنا اليوم..." یعنی آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ (لقرہ / ۲۴۹)

۲۵ فرعون کے طاغوتی نظام پر جان قربان کرنے والوں کو جو موسیٰ کی نہیں جانتے اس دنیا سے چلے جانا چاہئے اور نئی نسل کو وجود میں آنا چاہئے جو آزاد فضا اور صحرائی مشکلات میں پروان چڑھے تاکہ اسے شہروں میں اور آسمانی رہبروں کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے کی قدر معلوم ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ "وہ لوگ سرزمین "تیبہ" ہی میں انتقال کر گئے اور ان کی اولاد سرزمین مقدس میں داخل ہوئی"

۲۶ سورہ انفال / ۳۴ میں حضرت پیغمبر خدا کی دعوت کو معاشرے کی زندگی قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے "دعاکم لما یحییکم"

۲۷ ہاتھ اور پاؤں کے کاٹنے کی مقدار وہی ہے جو چور کے کاٹنے کی ہے، (یعنی ہاتھ کی انگلیاں) اور "مخالف طریقہ" سے مراد جو کہ آیت میں مذکور ہے یہ ہے کہ بالترتیب دائیں ہاتھ کی انگلیاں اور بائیں پاؤں یا بائیں ہاتھ کی انگلیاں اور دایاں پاؤں۔

۲۸ تفسیر المیزان میں ہے کہ مذکورہ چار سزاؤں میں سے کسی کا انتخاب امام مسلمین کی صوابدید پر ہے اور اگر مقتول کے وارث معاف بھی کر دیں تب بھی ان میں سے کوئی ایک سزا ضرور ملے گی۔

۲۹ حضرات معصومین علیہم السلام کی روایات میں "وسیلہ" کا معنی "امام" کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ "تقربوا بالامام" یعنی امام کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرو، (ملاحظہ ہو تفسیر صافی) اور روایات میں ہے کہ "ہم العروة الوثقی والوسيلة الى الله" یعنی ائمہ اطہار خدا کی طرف سے مضبوط سہارا اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، (تفسیر صافی) "توسل" ایک ایسا موضوع ہے جس کے متعلق اہلسنت کی بہت سی کتب مثلاً ضوابط محرقہ، سنن بیہقی اور صحیح دارمی وغیرہ میں روایات کو نقل کیا گیا ہے، نیز وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۱۳۷۱ میں بھی نیز سورہ نسا کی آیت ۶۴۔ سورہ یوسف کی آیت ۹۷ سورہ توبہ کی آیت ۱۱۴ میں بھی توسل کا ذکر موجود ہے۔

۳۰ سورہ حج / ۲۲ میں بھی ہم پڑھتے ہیں: "کلما اردادوا ان غیرجوا منها من غم اعددوا منها..." یعنی جب بھی وہ دوزخ کے غم سے نجات پانے کی خواہش کریں گے دوبارہ اسی میں پلٹا دیئے جائیں گے۔

۳۱ حدیث میں ہے کہ ایک چور نے جس کا ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹ دیا گیا تھا پیغمبر خدا سے سوال کیا کہ آیا میرے لئے توبہ کا دروازہ بند تو نہیں ہو گیا؟ تو آنحضرت نے فرمایا: نہیں! بلکہ تو آج اس دن کی مانند ہے جس دن اپنی ماں کے بیٹ سے باہر آیا تھا۔ (تفسیر المیزان)

۳۲ بعض لوگ ایسے مرجع کی تقلید کرتے ہیں جو ان کی مرضی کے مطابق فتویٰ دے یا ایسے عالم کے پاس جاتے ہیں یا عدالتوں کا رخ کرتے ہیں جو ان کی مرضی کی بات کریں یا فیصلہ دیں، آیت اس سے بھی روک رہی ہے،

۳۳ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: "انا ربانی هذا الامة" یعنی میں اس امت کا ربانی ہوں (ملاحظہ ہو تفسیر مراغی) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "ربانیون، ائمہ اہل بیت ہیں" (تفسیر صافی) اور حضرت عبداللہ بن عباس کو "جرالامة" کا لقب دیا گیا ہے۔

۳۴ حضرت رسول خدا فرماتے ہیں، "جو شخص دودرہم کی مقدار تک میں بھی ناحق فیصلہ کرے گا وہ اسی آیت کے آخری جملہ "ہم الکافرون" کے مصداق میں شامل ہوگا" (تفسیر صافی)

۳۵ البتہ مرد اور عورت کے، غلام اور آزاد کے، مسلمان اور کافر کے درمیان قصاص کے حکم میں فرق ہے جو فقہی کتابوں میں بیان ہوا ہے۔

۳۶ تورات سفر خروج فصل ۲۱، ۲۳، ۲۶

۳۷ انجیل متی فصل پنجم آیت ۱۷ میں ہے: "یہ گمان نہ کرو کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ توریت یا انبیاء کے صحیفوں کو باطل کروں بلکہ اس لئے آیا ہوں تاکہ ان کی تکمیل کروں"

۳۸ اسی سورت ۱۵ ویں آیت میں خدا فرماتا ہے کہ "قرآن نور ہے" اور ۴۴ ویں آیت میں فرمایا ہے کہ "توریت نور ہے" اور زیر نظر آیت میں انجیل کو نور کہا ہے،

۳۹ قرآن مجید میں سترہ مرتبہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کا ذکر ہوا ہے،

۴۰ یہود اور نصاریٰ کا ذکر تو صرف نمونہ کے طور پر ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ کسی بھی قسم کے کافر کا تسلط قبول نہ کرو۔

۴۱ البتہ دوسری آیات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کفار کی غذا جو گوشت کے علاوہ ہے، یا کتایہ عورت سے ازدواج موقت (متعہ) یا لین دین اور ان کے ساتھ صلح صفائی کے ساتھ رہن سہن جائز ہے، اور یہ مسائل کفار کے تسلط قبول کرنے کے معنی میں نہیں ہیں۔

۴۲ شیعہ اور سنی روایات میں ہے کہ: جنگ خیبر میں جب بھی کوئی مسلمان کمانڈر پرچم اسلام لے جاتا تھا وہ ناکام واپس آجاتا تھا۔ آخر کار پیغمبر اسلام نے فرمایا: "میں کل اس شخص کو علم دوں گا جو... خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہوں گے، اور وہ فتح و کامرانی کے ساتھ واپس لوٹے گا" (احقاق الحق جلد ۳ ص ۲۰۰) اور علم علی بن ابی طالب کو عطا کیا۔

ملاحظہ ہو کتاب "الغدير" جلد دوم اور احقاق الحق جلد ۲ ص ۴۰۰ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۱ اور دوسری بہت سی کتابیں،

۴۳ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "غدير خم میں حضرت علی علیہ السلام کے ۱۲ ہزار شاہد تھے، لیکن وہ اپنا حق نہ لے سکے جبکہ اگر کسی مسلمان کے صرف دو گواہ ہوں تو وہ بھی اپنا حق لے سکتا ہے" (تفسیر نور الثقلین)

۴۴ سابقہ آیت میں "ماکانوا یعملون" تھا اور اس آیت میں "ماکانوا یصنعون" ہے، علامہ محسن فیض کاشانی فرماتے ہیں: "صانع" اور ہوتا ہے اور "عامل" اور ہوتا ہے، "صانع" اسے کہتے ہیں جس نے تجربہ اور قدرت کے ساتھ کام سیکھا ہو اور کام اس کے لئے ایک خصلت اور ملکہ کی صورت اختیار کر چکا ہو۔"

۴۴- B سورہ اعراف آیت ۹۶ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے

۴۵ اس آیت کا مفہوم آیت ۶۶ میں گزر چکا ہے

۴۶ اسی سے ملتی جلتی آیت سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے یعنی آیت ۶۲۔

۴۷ سورہ یسین کی آیت ہے "وما لی لا اعبدا الذی فطرنی ... " یعنی مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے

۴۸ حدیث شریف میں ہے "شارب الخمر کعابد الوثن" یعنی شراب خور انسان بت پرست کی مانند ہے۔

۴۹ شراب کے سلسلہ میں ہر طرح کا تعاون خواہ وہ پیداوار کی صورت میں وہ یا اس کے تقسیم کرنے اور استعمال کی صورت میں، حرام ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مینغیر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے دس قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے جو کسی بھی طرح شراب خوری میں موثر واقع ہوتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: نماز سہا، حارسہا، عاصرہا، شارہا، ساقیہا، حاملہا، المحمول الیہ، باعہا ومشتربہا و اکل ثمرہا" یعنی جو پودا لگاتا ہے، جو اس کی حفاظت کرتا ہے، جو اسے تیار کرتا ہے، جو اسے پیتا ہے، جو اسے پلاتا ہے، جو اسے اٹھاتا ہے، جو اسے وصول کرتا ہے، جو اسے خریدتا ہے جو کسی بھی طریقے سے اس کی آمدنی سے بہرہ مند ہوتا ہے ملعون ہے۔ (تفسیر نور الثقلین اس آیت کے ذیل میں)

۵۰ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں، ایک تو حد سے زیادہ محبت کرنے والے اور دوسرے بے مقصد دشمنی رکھنے والے۔ (تفسیر نور الثقلین اسی آیت کے ذیل میں)

۵۱ دوسری آیات میں ہے "فالا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ" (انبیاء/ ۲۶) "ویجعلون للہ البنات سبحانہ" (نحل/ ۵۷) ان آیات میں مشرکین کے عقیدہ کے مطابق خدا کو بیٹے اور بیٹیوں سے پاک و منزہ قرار دیا گیا ہے۔

۵۲ سورہ نسا کی آیت ۷۲ میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی بندگی سے کسی قسم کا انکار ہرگز نہیں ہے۔

۵۳ خدا کے کاموں کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا، "لا یسئل عما یفعل" (انبیاء/ ۲۳)

فہرست

۳	سورہ انعام.....
۳	آیت ۱.....
۳	ایک نکتہ:.....
۵	نکات و پیام:.....
۵	آیت ۲.....
۵	چند نکات:.....
۶	پیام:.....
۷	آیت ۳.....
۷	ایک نکتہ:.....
۷	پیام:.....
۸	آیت ۴-۵.....
۸	دو نکتے:.....
۸	پیام:.....
۹	آیت ۶.....
۹	ایک نکتہ.....
۱۰	پیام.....
۱۱	آیت ۷.....
۱۱	چند نکات:.....
۱۱	پیام:.....

- آیت ۸ ۱۱
- ایک نکتہ: ۱۲
- پیام: ۱۲
- آیت ۹ ۱۳
- دونکتے: ۱۳
- پیام ۱۳
- آیت ۱۰ ۱۳
- ایک نکتہ: ۱۳
- پیام ۱۳
- آیت ۱۱ ۱۵
- ایک نکتہ ۱۵
- پیام: ۱۵
- آیت ۱۲ ۱۵
- چند نکات: ۱۶
- پیام: ۱۶
- آیت ۱۳ ۱۴
- ایک نکتہ: ۱۴
- پیام: ۱۴
- آیت ۱۴ ۱۴
- دونکتے: ۱۸
-

۱۸	پیام:
۱۹	آیت ۱۵
۱۹	ایک نکتہ:
۱۹	پیام:
۲۰	آیت ۱۶
۲۰	ایک نکتہ:
۲۰	پیام:
۲۰	آیت ۱۷
۲۱	پیام
۲۱	آیت ۱۸
۲۱	دو نکات
۲۲	پیام
۲۲	آیت ۱۹
۲۲	چند نکات
۲۳	پیام
۲۳	آیت ۲۰
۲۳	چند نکات:
۲۳	پیام
۲۶	آیت ۲۱
۲۶	دو نکات:

پیام:	۲۶
آیت ۲۲	۲۶
چند نکات:	۲۷
پیام:	۲۷
آیت ۲۳-۲۴	۲۸
دو نکات:	۲۸
پیام:	۲۸
آیت ۲۵	۲۹
چند نکات:	۲۹
پیام:	۳۰
آیت ۲۶	۳۰
دو نکات:	۳۰
پیام	۳۱
آیت ۲۷	۳۱
یک نکته	۳۱
پیام	۳۲
آیت ۲۸	۳۲
یک نکته:	۳۲
پیام:	۳۲
آیت ۲۹، ۳۰	۳۳

- ۳۳ چند نکات:
- ۳۳ پیام:
- ۳۵ آیت ۳۱ - ۳۲
- ۳۵ چند نکات:
- ۳۶ پیام:
- ۳۶ آیت ۳۳
- ۳۶ یک نکته:
- ۳۷ پیام:
- ۳۷ آیت ۳۴
- ۳۷ یک نکته:
- ۳۸ پیام:
- ۳۸ آیت ۳۵
- ۳۹ یک نکته:
- ۳۹ پیام:
- ۳۰ آیت ۳۶
- ۳۰ یک نکته:
- ۳۰ پیام:
- ۳۰ آیت ۳۷
- ۳۱ دو نکات:
- ۳۱ پیام:

- آیت ۳۸ ۳۲
- دو نکات: ۳۲
- پیام: ۳۲
- حیوانات کا شعور: ۳۳
- آیت ۳۹ ۳۵
- ایک نکتہ: ۳۵
- پیام: ۳۵
- آیت ۴۰ ۳۶
- ایک نکتہ: ۳۶
- پیام: ۳۶
- آیت ۴۱ ۳۶
- پیام: ۳۶
- آیت ۴۲ ۳۶
- ایک نکتہ: ۳۸
- پیام: ۳۸
- آیت ۴۳ ۳۸
- پیام: ۳۹
- آیت ۴۴ ۳۹
- ایک نکتہ: ۳۹
- پیام: ۳۹
-

۵۰	آیت ۴۵
۵۰	پیام:
۵۱	آیت ۴۶
۵۱	ایک نکتہ:
۵۱	پیام:
۵۲	آیت ۴۷
۵۲	دو نکات:
۵۳	پیام:
۵۳	آیت ۴۸، ۴۹
۵۳	ایک نکتہ:
۵۳	پیام:
۵۳	آیت ۵۰
۵۵	ایک نکتہ:
۵۵	پیام:
۵۴	آیت ۵۱
۵۴	ایک نکتہ:
۵۴	پیام:
۵۴	آیت ۵۲
۵۸	چند نکات:
۵۸	پیام:

۵۹	آیت ۵۳
۵۹	دو نکات:
۶۰	پیام:
۶۰	آیت ۵۴ - ۵۵
۶۱	دو نکات:
۶۱	پیام
۶۲	آیت ۵۶
۶۲	پیام:
۶۲	آیت ۵۷
۶۳	چند نکات:
۶۳	پیام:
۶۳	آیت ۵۸
۶۳	پیام:
۶۵	آیت ۵۹
۶۵	دو نکات:
۶۵	پیام:
۶۶	آیت ۶۰
۶۶	یک نکته:
۶۶	پیام:
۶۷	آیت ۶۱

- ۶۷: دو نکات
- ۶۷: پیام
- ۶۸ آیت ۶۲
- ۶۸: یک نکته
- ۶۸: پیام
- ۶۹ آیت ۶۳ - ۶۴
- ۶۹: دو نکات
- ۶۹: پیام
- ۷۰ آیت ۶۵ - ۶۶
- ۷۰: چند نکات
- ۷۱: پیام
- ۷۱ آیت ۶۷
- ۷۲: پیام
- ۷۲ آیت ۶۸
- ۷۲: چند نکات
- ۷۳: پیام
- ۷۳ آیت ۶۹
- ۷۳: دو نکات
- ۷۳: پیام
- ۷۳ آیت ۷۰
-

- ۷۵: دو نکات
- ۷۵: پیام
- ۷۷ آیت ۸۱
- ۷۷: یک نکته
- ۷۷: پیام
- ۷۷ آیت ۸۲، ۸۳
- ۷۸: چند نکات
- ۷۸: پیام
- ۷۹ آیت ۸۴
- ۷۹: دو نکات
- ۷۹: پیام
- ۸۰ آیت ۸۵ تا ۸۷
- ۸۰: چند نکات
- ۸۱ آیت ۸۸
- ۸۱: پیام
- ۸۲ آیت ۸۹
- ۸۲: دو نکات
- ۸۳: پیام
- ۸۳ آیت ۹۰
- ۸۳: یک نکته
-

۸۳	پیام:
۸۵	آیت ۹۱
۸۵	ایک نکتہ:
۸۵	پیام:
۸۶	آیت ۹۲
۸۶	ایک نکتہ:
۸۶	پیام:
۸۷	آیت ۹۳
۸۸	چند نکات:
۸۸	پیام:
۸۹	آیت ۹۴
۸۹	دو نکات:
۸۹	پیام:
۹۰	آیت ۹۵
۹۰	دو نکات:
۹۱	پیام:
۹۱	آیت ۹۶
۹۱	دو نکات:
۹۲	پیام:
۹۲	آیت ۹۷

- ۹۲: دونکات:
- ۹۳: پیام:
- ۹۳ آیت ۹۸
- ۹۳: دونکات:
- ۹۳: پیام:
- ۹۳ آیت ۹۹
- ۹۵: چند نکات:
- ۹۵: پیام:
- ۹۶ آیت ۱۰۰
- ۹۶: دونکات:
- ۹۴: پیام:
- ۹۸ آیت ۱۰۱ - ۱۰۲
- ۹۸: ایک نکتہ:
- ۹۸: پیام:
- ۹۹ آیت ۱۰۳
- ۹۹: دونکات:
- ۱۰۰: پیام:
- ۱۰۰ آیت ۱۰۴
- ۱۰۰: چند نکات:
- ۱۰۱: پیام:
-

- آیت ۱۰۵ ۱۰۲
- پیام: ۱۰۲
- آیت ۱۰۶ ۱۰۳
- ایک نکتہ: ۱۰۳
- پیام: ۱۰۳
- آیت ۱۰۷ ۱۰۳
- پیام: ۱۰۳
- آیت ۱۰۸ ۱۰۳
- ایک نکتہ: ۱۰۵
- پیام: ۱۰۵
- آیت ۱۰۹ ۱۰۶
- ایک نکتہ: ۱۰۶
- پیام: ۱۰۶
- آیت ۱۱۰ ۱۰۷
- پیام: ۱۰۷
- آیت ۱۱۱ ۱۰۷
- چند نکات: ۱۰۸
- پیام: ۱۰۸
- آیت ۱۱۲ ۱۰۸
- ایک نکتہ: ۱۰۹
-

- پیام: ۱۰۹
- آیت ۱۱۳: ۱۱۰
- دو نکات: ۱۱۰
- پیام: ۱۱۱
- آیت ۱۱۴: ۱۱۱
- چند نکات: ۱۱۱
- پیام: ۱۱۲
- آیت ۱۱۵: ۱۱۲
- یک نکته: ۱۱۲
- پیام: ۱۱۳
- آیت ۱۱۶: ۱۱۳
- یک نکته: ۱۱۳
- پیام: ۱۱۳
- آیت ۱۱۷: ۱۱۳
- یک نکته: ۱۱۳
- پیام: ۱۱۵
- آیت ۱۱۸: ۱۱۵
- دو نکات: ۱۱۵
- پیام: ۱۱۶
- آیت ۱۱۹: ۱۱۶
-

- ۱۱۴ ایک نکتہ:
- ۱۱۴ پیام:
- ۱۱۴ آیت ۱۲۰
- ۱۱۴ دونکات:
- ۱۱۴ پیام:
- ۱۱۹ آیت ۱۲۱
- ۱۱۹ چند نکات:
- ۱۱۹ پیام:
- ۱۲۰ آیت ۱۲۲
- ۱۲۰ ایک نکتہ:
- ۱۲۱ پیام:
- ۱۲۱ آیت ۱۲۳
- ۱۲۲ دونکات:
- ۱۲۲ پیام:
- ۱۲۲ آیت ۱۲۴
- ۱۲۳ ایک نکتہ:
- ۱۲۳ پیام:
- ۱۲۳ آیت ۱۲۵
- ۱۲۳ دونکات:
- ۱۲۳ پیام:

۱۲۵	آیت ۱۲۶
۱۲۵	دو نکات:
۱۲۵	پیام:
۱۲۶	آیت ۱۲۷
۱۲۶	پیام:
۱۲۶	آیت ۱۲۸
۱۲۶	یک نکته:
۱۲۷	پیام:
۱۲۷	آیت ۱۲۹
۱۲۸	یک نکته:
۱۲۸	پیام:
۱۲۸	آیت نمبر ۱۳۰
۱۲۹	چند نکات:
۱۲۹	پیام:
۱۳۰	آیت ۱۳۱
۱۳۰	یک نکته:
۱۳۰	پیام:
۱۳۱	آیت ۱۳۲
۱۳۱	یک نکته:
۱۳۱	پیام:

- آیت ۱۳۳، ۱۳۴..... ۱۳۱
- ایک نکتہ:..... ۱۳۲
- پیام:..... ۱۳۲
- آیت نمبر ۱۳۵..... ۱۳۲
- پیام:..... ۱۳۳
- آیت ۱۳۶..... ۱۳۳
- ایک نکتہ:..... ۱۳۳
- پیام:..... ۱۳۳
- آیت ۱۳۷..... ۱۳۳
- دونکات:..... ۱۳۵
- پیام:..... ۱۳۵
- آیت ۱۳۸..... ۱۳۶
- چند نکات:..... ۱۳۶
- پیام:..... ۱۳۷
- آیت ۱۳۹..... ۱۳۷
- پیام:..... ۱۳۷
- آیت نمبر ۱۴۰..... ۱۳۸
- چند نکات:..... ۱۳۸
- پیام:..... ۱۳۹
- آیت ۱۴۱..... ۱۴۰
-

- ۱۳۰: دو نکات
- ۱۳۰: پیام
- ۱۳۱ آیت نمبر ۱۴۲
- ۱۳۱: چند نکات
- ۱۳۲: پیام
- ۱۳۳ آیت ۱۴۳
- ۱۳۳: چند نکات
- ۱۳۳: پیام
- ۱۳۳ آیت ۱۴۴
- ۱۳۳: ایک نکتہ
- ۱۳۳: پیام
- ۱۳۵ آیت ۱۴۵
- ۱۳۵: چند نکات
- ۱۳۶: پیام
- ۱۳۷ آیت ۱۴۶
- ۱۳۷: چند نکات
- ۱۳۸: پیام
- ۱۳۸ آیت ۱۴۷
- ۱۳۸: پیام
- ۱۳۹ آیت ۱۴۸
-

- ۱۳۹: دو نکات:
- ۱۳۹ - پیام:
- ۱۵۰ آیت ۱۴۹
- ۱۵۱: چند نکات:
- ۱۵۱: پیام:
- ۱۵۲ آیت ۱۵۰
- ۱۵۲: چند نکات:
- ۱۵۲: پیام:
- ۱۵۳ آیت ۱۵۱
- ۱۵۳: یک نکته:
- ۱۵۳: پیام:
- ۱۵۵ آیت ۱۵۲
- ۱۵۶: یک نکته:
- ۱۵۶: پیام:
- ۱۵۷ آیت ۱۵۳
- ۱۵۷: چند نکات:
- ۱۵۸: پیام:
- ۱۵۸ آیت ۱۵۴
- ۱۵۸: یک نکته:
- ۱۵۹: پیام:
-

۱۵۹	آیت ۱۵۶، ۱۵۶
۱۶۰	چند نکات:
۱۶۰	پیام:
۱۶۰	آیت ۱۵۷
۱۶۱	یک نکته:
۱۶۱	پیام:
۱۶۱	آیت ۱۵۸
۱۶۲	یک نکته:
۱۶۲	پیام:
۱۶۲	آیت ۱۵۹
۱۶۲	پیام:
۱۶۳	آیت ۱۶۰
۱۶۳	چند نکات:
۱۶۳	پیام:
۱۶۳	آیت ۱۶۱
۱۶۵	چند نکات:
۱۶۵	پیام:
۱۶۶	آیت ۱۶۲، ۱۶۳
۱۶۶	دو نکات:
۱۶۶	پیام:

- ۱۶۴ آیت ۱۶۴.....
- ۱۶۵ چند نکات:.....
- ۱۶۸ پیام:.....
- ۱۶۹ آیت ۱۶۵.....
- ۱۶۹ دونکات:.....
- ۱۶۹ پیام:.....
- ۱۷۰ سوره انفال.....
- ۱۷۰ آیت ۱.....
- ۱۷۰ چند نکات:.....
- ۱۷۱ پیام:.....
- ۱۷۲ آیت ۲، ۳.....
- ۱۷۲ ایک نکتہ:.....
- ۱۷۲ پیام:.....
- ۱۷۳ آیت ۴.....
- ۱۷۳ ایک نکتہ:.....
- ۱۷۳ پیام:.....
- ۱۷۳ آیت ۵.....
- ۱۷۳ ایک نکتہ:.....
- ۱۷۳ پیام:.....
- ۱۷۵ آیت ۶.....
-

- ۱۷۵ ایک نکتہ:
- ۱۷۶ پیام:
- ۱۷۶ آیت ۷
- ۱۷۶ چند نکات:
- ۱۷۷ پیام:
- ۱۷۸ آیت ۸
- ۱۷۸ ایک نکتہ:
- ۱۷۸ پیام:
- ۱۷۸ آیت ۹
- ۱۷۸ چند نکات:
- ۱۷۹ پیام:
- ۱۸۰ آیت ۱۰
- ۱۸۰ چند نکات:
- ۱۸۰ پیام:
- ۱۸۱ آیت ۱۱
- ۱۸۱ ایک نکتہ:
- ۱۸۲ پیام:
- ۱۸۲ آیت ۱۲
- ۱۸۲ دونکات:
- ۱۸۳ پیام:
-

- آیت ۱۳، ۱۴ ۱۸۳
- پیام: ۱۸۳
- آیت ۱۵ ۱۸۳
- ایک نکتہ: ۱۸۳
- پیام ۱۸۵
- آیت ۱۶ ۱۸۵
- چند نکات: ۱۸۵
- پیام: ۱۸۶
- آیت ۱۷ ۱۸۵
- پیام: ۱۸۵
- آیت ۱۸ ۱۸۸
- ایک نکتہ: ۱۸۸
- پیام: ۱۸۸
- آیت ۱۹ ۱۸۸
- ایک نکتہ: ۱۸۹
- پیام: ۱۸۹
- آیت ۲۰، ۲۱ ۱۹۰
- ایک نکتہ: ۱۹۰
- پیام: ۱۹۰
- آیت ۲۲ ۱۹۱
-

- ۱۹۱:دو نکات:
- ۱۹۱:پیام:
- ۱۹۱ آیت ۲۳
- ۱۹۲:یک نکته:
- ۱۹۲:پیام:
- ۱۹۲ آیت ۲۴
- ۱۹۳:چند نکات:
- ۱۹۳:پیام:
- ۱۹۳ آیت ۲۵
- ۱۹۵:چند نکات:
- ۱۹۵:پیام:
- ۱۹۶ آیت ۲۶
- ۱۹۶:پیام:
- ۱۹۶ آیت ۲۷
- ۱۹۶:یک نکته:
- ۱۹۷:پیام:
- ۱۹۸ آیت ۲۸
- ۱۹۸:یک نکته:
- ۱۹۹:پیام:
- ۱۹۹ آیت ۲۹
-

- ۱۹۹ چند نکات:
- ۲۰۰ پیام:
- ۲۰۰ آیت ۳۰
- ۲۰۰ دو نکات:
- ۲۰۱ پیام:
- ۲۰۲ آیت ۳۱
- ۲۰۲ چند نکات:
- ۲۰۲ پیام:
- ۲۰۳ آیت ۳۲
- ۲۰۳ چند نکات:
- ۲۰۳ پیام:
- ۲۰۳ آیت ۳۳
- ۲۰۳ دو نکات:
- ۲۰۳ پیام:
- ۲۰۳ آیت ۳۴
- ۲۰۵ یک نکته:
- ۲۰۵ پیام:
- ۲۰۵ آیت ۳۵
- ۲۰۶ یک نکته:
- ۲۰۶ پیام:
-

۲۰۶	آیت ۳۶
۲۰۶	ایک نکتہ:
۲۰۷	پیام:
۲۰۸	آیت ۳۷
۲۰۸	ایک نکتہ:
۲۰۸	پیام:
۲۰۸	آیت ۳۸
۲۰۹	پیام:
۲۰۹	آیت ۳۹
۲۱۰	دونکات:
۲۱۰	پیام:
۲۱۰	آیت ۴۰
۲۱۱	پیام:
۲۱۱	آیت ۴۱
۲۱۲	چند نکات:
۲۱۲	پیام:
۲۱۳	آیت ۴۲
۲۱۳	دونکات:
۲۱۳	سورت کی ابتدا سے ایک مرتبہ پھر جنگ بدر پر ایک نگاہ
۲۱۳	اداء الہی کی بہتر پہچان

- ۲۱۵ پیام: (آیت ۴۲)
- ۲۱۶ آیت ۴۳
- ۲۱۶ چند نکات:
- ۲۱۷ پیام:
- ۲۱۷ آیت ۴۴
- ۲۱۸ یک نکته:
- ۲۱۸ پیام:
- ۲۱۸ آیت ۴۵
- ۲۱۸ یک نکته:
- ۲۱۹ پیام:
- ۲۱۹ آیت ۴۶
- ۲۱۹ دو نکات:
- ۲۲۰ پیام:
- ۲۲۰ آیت ۴۷
- ۲۲۰ دو نکات:
- ۲۲۱ پیام:
- ۲۲۱ آیت ۴۸
- ۲۲۲ دو نکات:
- ۲۲۲ پیام:
- ۲۲۳ آیت ۴۹
-

- ۲۲۳:دو نکات
- ۲۲۳:پیام
- ۲۲۳ آیت ۵۰، ۵۱
- ۲۲۳:یک نکته
- ۲۲۳:پیام
- ۲۲۵ آیت ۵۲
- ۲۲۵:پیام
- ۲۲۵ آیت ۵۳
- ۲۲۶:یک نکته
- ۲۲۶:پیام
- ۲۲۶ آیت ۵۴
- ۲۲۶:یک نکته
- ۲۲۶:پیام
- ۲۲۸ آیت ۵۵
- ۲۲۸:چند نکات
- ۲۲۸:پیام
- ۲۲۸ آیت ۵۶
- ۲۲۹:یک نکته
- ۲۲۹:پیام
- ۲۲۹ آیت ۵۷
-

- ۲۳۰: دونکات
- ۲۳۰ پیام
- ۲۳۱ آیت ۵۸، ۵۹
- ۲۳۱ چند نکات:
- ۲۳۱ پیام:
- ۲۳۲ آیت ۶۰
- ۲۳۲ ایک نکتہ:
- ۲۳۳ پیام:
- ۲۳۶ آیت ۶۱
- ۲۳۶ پیام:
- ۲۳۶ آیت ۶۲
- ۲۳۶ دونکات:
- ۲۳۷ پیام:
- ۲۳۷ آیت ۶۳
- ۲۳۸ پیام:
- ۲۳۹ آیت ۶۴
- ۲۳۹ دونکات:
- ۲۳۹ پیام:
- ۲۳۰ آیت ۶۵
- ۲۳۰ دونکات:
-

- پیام: ۲۳۰
- آیت ۶۶ ۲۳۱
- دو نکات: ۲۳۱
- پیام: ۲۳۲
- آیت ۶۷ ۲۳۲
- دو نکات: ۲۳۳
- پیام: ۲۳۳
- آیت ۶۸ - ۶۹ ۲۳۳
- چند نکات: ۲۳۳
- پیام: ۲۳۳
- آیت ۷۰ ۲۳۳
- چند نکات: ۲۳۵
- پیام: ۲۳۵
- آیت ۷۱ ۲۳۶
- پیام: ۲۳۶
- آیت ۷۲ ۲۳۶
- دو نکات: ۲۳۷
- پیام: ۲۳۷
- آیت ۷۳ ۲۳۸
- یک نکته: ۲۳۸
-

- پیام: ۲۳۹
- آیت ۷۴ ۲۳۹
- پیام: ۲۳۹
- آیت ۷۵ ۲۵۰
- دو نکات: ۲۵۰
- پیام: ۲۵۰
- حوالات - فٹ نوٹس ۲۵۱
- سورہ اعراف ۲۵۵
- آیت ۱، ۲ ۲۵۵
- الف - لام - میم - صاد ۲۵۵
- ایک نکتہ ۲۵۵
- پیام: ۲۵۵
- آیت ۳ ۲۵۵
- پیام: ۲۵۶
- آیت ۴-۵ ۲۵۶
- چند نکات: ۲۵۶
- پیام: ۲۵۷
- آیت ۶-۷ ۲۵۸
- ایک نکتہ ۲۵۸
- پیام: ۲۵۸
-

۲۵۹	تفسیر:
۲۶۰	آیت ۸
۲۶۰	پیام:
۲۶۱	آیت ۹
۲۶۱	پیام:
۲۶۱	آیت ۱۰
۲۶۲	پیام:
۲۶۲	آیت ۱۱
۲۶۲	دو نکات:
۲۶۳	پیام:
۲۶۳	آیت ۱۲
۲۶۳	یک نکته:
۲۶۳	پیام:
۲۶۳	آیت ۱۳
۲۶۳	پیام:
۲۶۵	آیت ۱۴-۱۵
۲۶۵	دو نکات:
۲۶۵	پیام:
۲۶۶	آیت ۱۶-۱۷
۲۶۶	دو نکات:

پیام: ۲۶۷

آیت ۱۸ ۲۶۷

دو نکات: ۲۶۸

پیام: ۲۶۸

آیت ۱۹ ۲۶۸

دو نکات: ۲۶۹

پیام: ۲۶۹

آیت ۲۰ ۲۶۹

چند نکات: ۲۶۹

پیام: ۲۷۰

آیت ۲۱ ۲۷۱

چند نکات: ۲۷۱

پیام: ۲۷۱

آیت ۲۲ ۲۷۱

چند نکات: ۲۷۲

پیام: ۲۷۲

آیات ۲۳ ۲۷۳

یک نکته: ۲۷۳

پیام: ۲۷۳

آیت ۲۴-۲۵ ۲۷۳



- ۲۷۳: دونکات:
- ۲۷۵: پیام:
- ۲۷۶ آیت ۲۶
- ۲۷۶: دونکات:
- ۲۷۶: پیام:
- ۲۷۷ آیت ۲۷
- ۲۷۸: دونکات:
- ۲۷۸: پیام:
- ۲۷۹ آیت ۲۸
- ۲۷۹: دونکات:
- ۲۷۹: پیام:
- ۲۸۰ آیت ۲۹
- ۲۸۰: دونکات:
- ۲۸۰: پیام:
- ۲۸۱ آیت ۳۰
- ۲۸۱: پیام:
- ۲۸۲ آیت ۳۱
- ۲۸۲: دونکات:
- ۲۸۲: پیام:
- ۲۸۳ آیت ۳۲
-

- ۲۸۳: چند نکات:
- ۲۸۵: پیام:
- ۲۸۵ آیت ۳۳
- ۲۸۶: چند نکات:
- ۲۸۶: پیام:
- ۲۸۶ آیت ۳۴
- ۲۸۷: یک نکته:
- ۲۸۷: پیام:
- ۲۸۷ آیت ۳۵-۳۶
- ۲۸۸: پیام:
- ۲۸۸ آیت ۳۷
- ۲۸۹: یک نکته:
- ۲۸۹: پیام:
- ۲۸۹ آیت ۳۸
- ۲۹۰: یک نکته:
- ۲۹۰: پیام:
- ۲۹۱ آیت ۳۹
- ۲۹۱: یک نکته:
- ۲۹۱: پیام:
- ۲۹۲ آیت ۴۰
-

- ۲۹۲: دونکات
- ۲۹۲: پیام
- ۲۹۳ آیت ۴۱
- ۲۹۳: چند نکات
- ۲۹۳: پیام
- ۲۹۳ آیت ۴۲
- ۲۹۳: دونکات
- ۲۹۳: پیام
- ۲۹۵ آیت ۴۳
- ۲۹۵: دونکات
- ۲۹۵: پیام
- ۲۹۶ آیت ۴۴
- ۲۹۶: ایک نکتہ
- ۲۹۶: پیام
- ۲۹۸ آیت ۴۵
- ۲۹۸: ایک نکتہ
- ۲۹۸: پیام
- ۲۹۹ آیت ۴۶
- ۲۹۹: چند نکات
- ۲۹۹: اہل اعراف کون ہیں؟
-

- آیت ۴۷ ۳۰۰
- دو نکات: ۳۰۰
- آیت ۴۸ ۳۰۰
- پیام: ۳۰۱
- آیت ۴۹ ۳۰۱
- یک نکته: ۳۰۱
- پیام: ۳۰۱
- آیت ۵۰ ۳۰۲
- یک نکته: ۳۰۲
- پیام: ۳۰۲
- آیت ۵۱ ۳۰۳
- یک نکته: ۳۰۳
- پیام: ۳۰۳
- آیت ۵۲ ۳۰۳
- پیام: ۳۰۳
- آیت ۵۳ ۳۰۳
- دو نکات ۳۰۵
- پیام ۳۰۵
- آیت ۵۴ ۳۰۵
- پیام ۳۰۶
-

۳۰۷	آیت ۵۵
۳۰۷	دو نکات
۳۰۷	پیام
۳۰۸	آیت ۵۶
۳۰۸	چند نکات
۳۰۹	پیام
۳۰۹	آیت ۵۷
۳۱۰	یک نکته
۳۱۰	پیام
۳۱۰	آیت ۵۸
۳۱۱	یک نکته
۳۱۱	پیام
۳۱۱	آیت ۵۹، ۶۰
۳۱۲	پیام
۳۱۳	آیت ۶۱-۶۲
۳۱۳	یک نکته
۳۱۳	پیام
۳۱۳	آیت ۶۳
۳۱۳	پیام
۳۱۳	آیت ۶۴

۳۱۳	ایک نکتہ
۳۱۵	پیام
۳۱۵	آیت ۶۵
۳۱۵	چند نکات
۳۱۵	پیام:
۳۱۶	آیت ۶۶، ۶۷
۳۱۶	ایک نکتہ
۳۱۶	پیام
۳۱۷	آیت ۶۸
۳۱۷	پیام
۳۱۸	آیت ۶۹
۳۱۸	ایک نکتہ:
۳۱۸	پیام:
۳۱۸	آیت ۷۰
۳۱۹	پیام:
۳۱۹	آیت ۷۱
۳۲۰	پیام:
۳۲۰	آیت ۷۲
۳۲۱	چند نکات:
۳۲۱	پیام:

- آیت ۷۳ ۳۲۱
- چند نکات: ۳۲۱
- پیام: ۳۲۲
- آیت ۷۴ ۳۲۳
- یک نکته: ۳۲۳
- پیام: ۳۲۳
- آیت ۷۵-۷۶ ۳۲۵
- پیام: ۳۲۵
- آیت ۷۷ ۳۲۵
- دو نکات: ۳۲۶
- پیام: ۳۲۶
- آیت ۷۸ ۳۲۶
- دو نکات: ۳۲۷
- پیام: ۳۲۷
- آیت ۷۹ ۳۲۷
- یک نکته: ۳۲۸
- پیام: ۳۲۸
- آیت ۸۰-۸۱ ۳۲۸
- چند نکات: ۳۲۹
- پیام: ۳۲۹
-

- آیت ۸۲ ۳۳۰
- پیام: ۳۳۰
- آیت ۸۳ ۳۳۰
- پیام: ۳۳۱
- آیت ۸۴ ۳۳۱
- چند نکات: ۳۳۱
- پیام: ۳۳۲
- آیت ۸۵ ۳۳۲
- چند نکات: ۳۳۳
- پیام: ۳۳۳
- آیت ۸۶ ۳۳۳
- دو نکات: ۳۳۳
- پیام: ۳۳۳
- آیت ۸۷ ۳۳۵
- یک نکته: ۳۳۵
- پیام: ۳۳۵
- آیت ۸۸ ۳۳۶
- یک نکته: ۳۳۶
- پیام: ۳۳۶
- آیت ۸۹ ۳۳۷
-

- ۳۳۷ چند نکات:
- ۳۳۸ پیام:
- ۳۳۸ آیت ۹۰-۹۱
- ۳۳۹ دو نکات:
- ۳۳۹ پیام:
- ۳۳۹ آیت ۹۲
- ۳۴۰ دو نکات:
- ۳۴۰ پیام:
- ۳۴۰ آیت ۹۳
- ۳۴۱ پیام:
- ۳۴۱ آیت ۹۴
- ۳۴۱ یک نکته:
- ۳۴۲ پیام:
- ۳۴۲ آیت ۹۵
- ۳۴۲ یک نکته:
- ۳۴۳ پیام:
- ۳۴۳ آیت ۹۶
- ۳۴۳ چند نکات:
- ۳۴۵ پیام:
- ۳۴۵ آیت ۹۷-۹۸
-

- پیام: ۳۳۵
- آیت ۹۹ ۳۳۶
- ایک نکتہ: ۳۳۶
- پیام: ۳۳۶
- آیت ۱۰۰ ۳۳۶
- پیام: ۳۳۶
- آیت ۱۰۱ ۳۳۶
- ایک نکتہ: ۳۳۶
- پیام: ۳۳۸
- آیت ۱۰۲ ۳۳۹
- دو نکات: ۳۳۹
- پیام: ۳۳۹
- آیت ۱۰۳ ۳۵۰
- چند نکات: ۳۵۰
- پیام: ۳۵۰
- آیت ۱۰۴ ۳۵۱
- پیام: ۳۵۱
- آیت ۱۰۵ ۳۵۱
- پیام: ۳۵۲
- آیت ۱۰۶، ۱۰۷ ۳۵۲
-

- ۳۵۲ ایک نکتہ:
- ۳۵۳ پیام:
- ۳۵۳ آیت ۱۰۸-۱۰۹
- ۳۵۳ پیام:
- ۳۵۳ آیت ۱۱۰
- ۳۵۳ ایک نکتہ:
- ۳۵۳ پیام:
- ۳۵۳ آیت ۱۱۱، ۱۱۲
- ۳۵۵ ایک نکتہ:
- ۳۵۵ پیام:
- ۳۵۵ آیت ۱۱۳، ۱۱۴
- ۳۵۵ پیام:
- ۳۵۶ آیت ۱۱۵-۱۱۶
- ۳۵۶ پیام:
- ۳۵۷ آیت ۱۱۷
- ۳۵۷ چند نکات:
- ۳۵۷ پیام:
- ۳۵۸ آیت ۱۱۸ تا ۱۲۰
- ۳۵۸ ایک نکتہ:
- ۳۵۸ پیام:
-

۳۵۹	آیت ۱۲۱-۱۲۲
۳۵۹	دو نکات:
۳۵۹	پیام:
۳۶۰	آیت ۱۲۳
۳۶۰	پیام:
۳۶۱	آیت ۱۲۴-۱۲۵
۳۶۱	چند نکات:
۳۶۱	پیام:
۳۶۲	آیت ۱۲۶
۳۶۲	یک نکته:
۳۶۳	پیام:
۳۶۳	آیت ۱۲۷
۳۶۳	چند نکات:
۳۶۳	پیام:
۳۶۳	آیت ۱۲۸
۳۶۵	یک نکته:
۳۶۵	پیام:
۳۶۵	آیت ۱۲۹
۳۶۶	یک نکته:
۳۶۶	پیام:

۳۶۷	آیت ۱۳۰
۳۶۷	ایک نکتہ:
۳۶۷	پیام:
۳۶۷	آیت ۱۳۱
۳۶۸	چند نکات:
۳۶۸	پیام:
۳۶۸	آیت ۱۳۲
۳۶۹	ایک نکتہ:
۳۶۹	پیام:
۳۶۹	آیت ۱۳۳
۳۶۹	چند نکات:
۳۷۰	پیام:
۳۷۱	آیت ۱۳۴ - ۱۳۵
۳۷۱	دو نکات:
۳۷۱	پیام:
۳۷۲	آیت ۱۳۶
۳۷۲	دو نکات:
۳۷۲	پیام:
۳۷۲	آیت ۱۳۷
۳۷۳	دو نکات:

- پیام: ۳۷۳
- آیت ۱۳۸ ۳۷۳
- ایک نکتہ: ۳۷۳
- پیام: ۳۷۳
- آیت ۱۳۹ ۳۷۵
- دو نکات: ۳۷۵
- پیام: ۳۷۵
- آیت ۱۴۰ - ۱۴۱ ۳۷۶
- ایک نکتہ: ۳۷۶
- پیام: ۳۷۶
- آیت ۱۴۲ ۳۷۷
- چند نکات: ۳۷۷
- پیام: ۳۷۸
- آیت ۱۴۳ ۳۸۰
- چند نکات: ۳۸۰
- پیام: ۳۸۱
- آیت ۱۴۴ ۳۸۱
- پیام: ۳۸۱
- آیت ۱۴۵ ۳۸۲
- ایک نکتہ: ۳۸۲
-

- پیام: ۳۸۲
- آیت ۱۴۶ ۳۸۳
- پیام: ۳۸۳
- آیت ۱۴۷ ۳۸۳
- دو نکات: ۳۸۳
- پیام: ۳۸۳
- آیت ۱۴۸ ۳۸۳
- چند نکات: ۳۸۵
- پیام: ۳۸۵
- آیت ۱۴۹ ۳۸۶
- پیام: ۳۸۶
- آیت ۱۵۰ ۳۸۶
- پیام: ۳۸۷
- آیت ۱۵۱ ۳۸۸
- پیام: ۳۸۸
- آیت ۱۵۲ ۳۸۹
- یک نکته: ۳۸۹
- پیام: ۳۸۹
- آیت ۱۵۳ ۳۹۰
- پیام: ۳۹۰

- آیت ۱۵۴ ۳۹۰
- چند نکات: ۳۹۰
- پیام: ۳۹۱
- آیت ۱۵۵ ۳۹۱
- چند نکات: ۳۹۱
- پیام: ۳۹۲
- آیت ۱۵۶ ۳۹۳
- چند نکات: ۳۹۳
- پیام: ۳۹۳
- آیت ۱۵۷ ۳۹۵
- چند نکات: ۳۹۵
- پیام: ۳۹۶
- آیت ۱۵۸ ۳۹۷
- چند نکات: ۳۹۸
- پیام: ۳۹۸
- سوره اعراف آیت ۱۵۹ ۳۹۹
- چند نکات: ۳۹۹
- پیام: ۳۹۹
- آیت ۱۶۰ ۳۹۹
- چند نکات: ۴۰۰
-

- پیام: ۳۰۱
- آیت ۱۶۱ ۳۰۲
- چند نکات: ۳۰۲
- پیام: ۳۰۳
- آیت ۱۶۲ ۳۰۳
- چند نکات: ۳۰۳
- پیام: ۳۰۳
- آیت ۱۶۳ ۳۰۳
- یک نکته: ۳۰۳
- پیام: ۳۰۵
- آیت ۱۶۴ ۳۰۶
- یک نکته: ۳۰۶
- پیام: ۳۰۷
- آیت ۱۶۵-۱۶۶ ۳۰۸
- چند نکات: ۳۰۸
- پیام: ۳۰۸
- آیت ۱۶۷ ۳۰۹
- یک نکته: ۳۱۰
- پیام: ۳۱۰
- آیت ۱۶۸ ۳۱۰
-

- ۳۱۱ ایک نکتہ:
- ۳۱۱ پیام:
- ۳۱۱ آیت ۱۶۹
- ۳۱۲ دونکات:
- ۳۱۲ پیام:
- ۳۱۳ آیت ۱۷۰
- ۳۱۳ دونکات:
- ۳۱۳ پیام:
- ۳۱۵ آیت ۱۷۱
- ۳۱۵ چند نکات:
- ۳۱۶ پیام:
- ۳۱۶ آیت ۱۷۲
- ۳۱۶ چند نکات:
- ۳۱۷ پیام:
- ۳۱۷ آیت ۱۷۳، ۱۷۴
- ۳۱۸ پیام:
- ۳۱۸ آیت ۱۷۵
- ۳۱۸ ایک نکتہ:
- ۳۱۹ پیام:
- ۳۲۰ آیت ۱۷۶
-

- پیام: ۳۲۰
- آیت ۱۷۷ - ۱۷۸ ۳۲۱
- چند نکات: ۳۲۱
- پیام: ۳۲۲
- آیت ۱۷۹ ۳۲۲
- چند نکات: ۳۲۳
- پیام: ۳۲۳
- آیت ۱۸۰ ۳۲۳
- چند نکات: ۳۲۳
- پیام: ۳۲۶
- آیت ۱۸۱ ۳۲۸
- دو نکات: ۳۲۸
- پیام: ۳۲۸
- چند نکات: ۳۲۹
- پیام: ۳۳۰
- آیت ۱۸۴ ۳۳۱
- یک نکته: ۳۳۱
- پیام: ۳۳۱
- آیت ۱۸۵ ۳۳۲
- یک نکته: ۳۳۲
-

پیام:	۳۳۲
آیت ۱۸۶	۳۳۳
پیام:	۳۳۳
آیت ۱۸۷	۳۳۳
چند نکات:	۳۳۳
پیام:	۳۳۵
آیت ۱۸۸	۳۳۵
پیام:	۳۳۶
آیت ۱۸۹	۳۳۶
پیام:	۳۳۶
آیت ۱۹۰، ۱۹۱	۳۳۶
پیام	۳۳۸
آیت ۱۹۲-۱۹۳	۳۳۹
یک نکته	۳۳۹
پیام	۳۳۹
آیت ۱۹۴	۳۳۰
یک نکته	۳۳۰
پیام	۳۳۰
آیت ۱۹۵	۳۳۰
دو نکات	۳۳۱

پیام	۳۳۱
آیت ۱۹۶	۳۳۲
ایک نکتہ	۳۳۲
پیام	۳۳۲
آیت ۱۹۷-۱۹۸	۳۳۳
پیام	۳۳۳
آیت ۱۹۹	۳۳۳
چند نکات	۳۳۳
پیام	۳۳۳
آیت ۲۰۰	۳۳۵
دو نکات	۳۳۶
پیام	۳۳۶
آیت ۲۰۱-۲۰۲	۳۳۷
پیام	۳۳۷
آیت ۲۰۳	۳۳۸
ایک نکتہ	۳۳۹
پیام	۳۳۹
سورہ اعراف آیت ۲۰۴	۳۵۰
چند نکات	۳۵۰
پیام	۳۵۰

۳۵۱	آیت ۲۰۵
۳۵۱	چند نکات
۳۵۱	پیام
۳۵۲	سورہ اعراف آیت ۲۰۶
۳۵۲	ایک نکتہ
۳۵۲	پیام
۳۵۳	حوالاجات - فٹ نوٹس
۳۶۰	سورہ مائدہ
۳۶۰	مقدمہ:
۳۶۰	آیت ۱
۳۶۱	پیام و نکات:
۳۶۱	آیت ۲
۳۶۲	نکتہ:
۳۶۲	پیام:
۳۶۳	آیت ۳
۳۶۳	نکتہ:
۳۶۶	پیام:
۳۶۶	قرآن میں رہبر کا مقام
۳۶۸	پیام:
۳۶۸	غذا کا زندگی کے ساتھ تعلق

- آیت میں مذکور گوشت خوری اور غذا کے حصول پر ایک نظر ۳۷۰.....
- کچھ گوشت خوری کے بارے میں ۳۷۰.....
- جواب: ۳۷۰.....
- آیت ۴ ۳۷۱.....
- نکتہ ۳۷۱.....
- پیام ۳۷۱.....
- آیت ۵ ۳۷۲.....
- نکتہ: ۳۷۳.....
- پیام ۳۷۳.....
- آیت ۶ ۳۷۵.....
- پیام ۳۷۶.....
- آیت ۷ ۳۷۷.....
- نکتہ: ۳۷۷.....
- پیام: ۳۷۸.....
- آیت ۸ ۳۷۹.....
- نکتہ: ۳۷۹.....
- پیام: ۳۷۹.....
- آیت ۹, ۱۰ ۳۸۰.....
- نکتہ: ۳۸۱.....
- پیام: ۳۸۱.....

- آیت ۱۱ ۳۸۱
- نکته: ۳۸۲
- پیام: ۳۸۲
- آیت ۱۲ ۳۸۲
- نکته: ۳۸۳
- پیام: ۳۸۳
- آیت ۱۳ ۳۸۳
- نکته: ۳۸۵
- پیام: ۳۸۵
- آیت ۱۴ ۳۸۵
- نکته: ۳۸۶
- پیام: ۳۸۶
- آیت ۱۵ ۳۸۷
- پیام: ۳۸۷
- آیت ۱۶ ۳۸۸
- نکته: ۳۸۸
- پیام: ۳۸۹
- آیت ۱۷ ۳۹۰
- نکته: ۳۹۰
- پیام: ۳۹۰
-

۳۹۱	آیت ۱۸
۳۹۱	نکته
۳۹۲	پیام
۳۹۲	آیت ۱۹
۳۹۲	نکته
۳۹۳	پیام
۳۹۳	آیت ۲۰
۳۹۳	پیام
۳۹۳	آیت ۲۱
۳۹۳	نکته:
۳۹۵	پیام
۳۹۵	سوره مائده آیت ۲۲
۳۹۵	نکته
۳۹۶	پیام
۳۹۶	سوره مائده آیت ۲۳
۳۹۶	نکته
۳۹۷	پیام
۳۹۸	سوره مائده آیت ۲۴
۳۹۸	نکته:
۳۹۸	پیام:

- سوره مائده آیت ۲۵ ۳۹۹
- نکته: ۳۹۹
- پیام: ۵۰۰
- سوره مائده آیت ۲۶ ۵۰۰
- نکته: ۵۰۰
- پیام: ۵۰۱
- سوره مائده آیت ۲۷ ۵۰۲
- نکته: ۵۰۲
- پیام: ۵۰۲
- آیت ۲۸ ۵۰۳
- پیام: ۵۰۳
- آیت ۲۹، ۳۰ ۵۰۳
- نکته: ۵۰۵
- پیام: ۵۰۵
- آیت ۳۱ ۵۰۶
- نکته: ۵۰۶
- پیام: ۵۰۶
- آیت ۳۲ ۵۰۷
- پیام: ۵۰۸
- آیت ۳۳ ۵۰۹
-

- ۵۱۰ نکته:
- ۵۱۰ پیام
- ۵۱۱ آیت ۳۴
- ۵۱۲ نکته
- ۵۱۲ پیام
- ۵۱۲ آیت ۳۵
- ۵۱۲ نکته
- ۵۱۳ پیام
- ۵۱۳ آیت ۳۶، ۳۷
- ۵۱۳ پیام:
- ۵۱۳ آیت ۳۸
- ۵۱۵ نکته:
- ۵۱۶ پیام و نکات:
- ۵۱۷ آیت ۳۹
- ۵۱۸ نکته:
- ۵۱۸ پیام:
- ۵۱۸ آیت ۴۰
- ۵۱۹ پیام:
- ۵۱۹ آیت ۴۱
- ۵۲۰ پیام:
-

۵۲۱	آیت ۴۲
۵۲۱	نکته:
۵۲۲	پیام:
۵۲۲	آیت ۴۳
۵۲۲	پیام:
۵۲۳	آیت ۴۴
۵۲۳	نکته:
۵۲۳	پیام:
۵۲۵	آیت ۴۵
۵۲۵	نکته:
۵۲۵	پیام:
۵۲۶	آیت ۴۶
۵۲۶	نکته:
۵۲۶	پیام:
۵۲۶	آیت ۴۷
۵۲۶	نکته:
۵۲۸	آیت ۴۸
۵۲۹	نکته:
۵۲۹	پیام:
۵۳۰	آیت ۴۹

- ۵۳۰ نکته:
- ۵۳۰ پیام:
- ۵۳۱ آیت ۵۰
- ۵۳۱ نکته:
- ۵۳۲ پیام:
- ۵۳۲ آیت ۵۲، ۵۳
- ۵۳۳ پیام:
- ۵۳۳ آیت ۵۴
- ۵۳۳ نکته:
- ۵۳۵ پیام:
- ۵۳۵ آیت ۵۵
- ۵۳۶ نکته:
- ۵۳۶ پیام:
- ۵۳۸ آیت ۵۶
- ۵۳۸ نکته:
- ۵۳۸ پیام:
- ۵۳۹ آیت ۵۷
- ۵۳۹ پیام:
- ۵۳۹ آیت ۵۸
- ۵۴۰ پیام:

۵۳۰	آیت ۵۹
۵۳۰	پیام:
۵۳۱	آیت ۶۰
۵۳۱	نکته:
۵۳۱	پیام:
۵۳۲	سوره مائده آیت ۶۱
۵۳۲	پیام:
۵۳۳	سوره مائده آیت ۶۲
۵۳۳	نکته:
۵۳۳	پیام:
۵۳۳	آیت ۶۳
۵۳۳	نکته:
۵۳۳	پیام:
۵۳۵	آیت ۶۴
۵۳۵	نکته:
۵۳۶	پیام:
۵۳۸	آیت ۶۵
۵۳۸	پیام:
۵۳۸	آیت ۶۶
۵۳۹	نکته:

۵۳۹	پیام:
۵۵۰	آیت ۶۷
۵۵۰	نکته:
۵۵۳	پیام:
۵۵۳	آیت ۶۸
۵۵۳	پیام:
۵۵۵	آیت ۶۹
۵۵۵	نکته:
۵۵۵	آیت ۷۰
۵۵۶	نکته:
۵۵۶	پیام:
۵۵۶	آیت ۷۱
۵۵۷	نکته:
۵۵۷	پیام:
۵۵۸	سوره مائده آیت ۷۲
۵۵۸	نکته:
۵۵۸	پیام:
۵۵۹	آیت ۷۳
۵۵۹	نکته:
۵۵۹	پیام:

- آیت ۷۴ ۵۶۰
- پیام: ۵۶۰
- آیت ۷۵ ۵۶۰
- نکته: ۵۶۰
- پیام: ۵۶۱
- آیت ۷۶ ۵۶۱
- پیام: ۵۶۲
- آیت ۷۷ ۵۶۲
- نکته: ۵۶۲
- پیام: ۵۶۳
- آیت ۷۸ ۵۶۳
- نکته: ۵۶۳
- پیام: ۵۶۳
- سوره مائده آیت ۷۹ ۵۶۳
- نکته: ۵۶۳
- پیام: ۵۶۵
- سوره مائده آیت ۸۰ ۵۶۵
- نکته: ۵۶۵
- پیام: ۵۶۶
- آیت ۸۱ ۵۶۷
-

- ۵۶۷ نکته:
- ۵۶۷ پیام:
- ۵۶۸ آیت ۸۲
- ۵۶۸ نکته:
- ۵۶۹ پیام:
- ۵۶۹ آیت ۸۳
- ۵۶۹ نکته:
- ۵۷۰ پیام:
- ۵۷۰ آیات ۸۴ تا ۸۶
- ۵۷۱ نکته:
- ۵۷۱ پیام:
- ۵۷۱ آیت ۸۷
- ۵۷۲ نکته:
- ۵۷۲ پیام:
- ۵۷۲ آیت ۸۸
- ۵۷۳ نکته:
- ۵۷۳ پیام:
- ۵۷۳ آیت ۸۹
- ۵۷۳ نکته:
- ۵۷۳ پیام:

۵۷۵	آیت ۹۰
۵۷۶	نکته
۵۷۶	پیام
۵۷۷	آیت ۹۱
۵۷۷	نکته
۵۷۷	پیام و نکات
۵۷۸	آیت ۹۲
۵۷۸	پیام و نکات
۵۷۸	آیت ۹۳
۵۷۹	دو نکات:
۵۷۹	پیام
۵۸۰	آیت ۹۴
۵۸۰	نکات:
۵۸۱	پیام
۵۸۲	آیت ۹۵
۵۸۲	پیام
۵۸۳	آیت ۹۶
۵۸۳	یک نقطه:
۵۸۳	پیام
۵۸۳	آیت ۹۷

۵۸۳	نکات:
۵۸۵	پیام
۵۸۵	آیت ۹۸، ۹۹
۵۸۶	پیام
۵۸۷	آیت ۱۰۶
۵۸۷	یک نقطه
۵۸۸	پیام
۵۸۹	آیت ۱۰۷
۵۸۹	یک نقطه
۵۸۹	پیام
۵۸۹	آیت ۱۰۸
۵۹۰	یک نقطه
۵۹۰	پیام
۵۹۰	آیت ۱۰۹
۵۹۱	یک نقطه
۵۹۱	پیام
۵۹۱	آیت ۱۱۰
۵۹۲	نکات
۵۹۲	پیام
۵۹۳	آیت ۱۱۱

۵۹۳	نکته
۵۹۳	پیام
۵۹۳	آیت ۱۱۲، ۱۱۳
۵۹۵	چند نکات
۵۹۵	پیام
۵۹۶	آیت ۱۱۴
۵۹۶	یک نکته
۵۹۶	پیام
۵۹۷	آیت ۱۱۵
۵۹۷	چند نکات
۵۹۸	پیام
۵۹۸	آیت ۱۱۶
۵۹۹	چند نکات
۵۹۹	پیام
۶۰۰	آیت ۱۱۷
۶۰۰	پیام
۶۰۰	آیت ۱۱۸
۶۰۰	یک نکته
۶۰۱	پیام
۶۰۱	آیت ۱۱۹، ۱۲۰

پیام..... ۶.۱

حوالات - فٹ نوٹس..... ۶.۲